

چمنستان ختم نبوت

کے

گلہائے رنگارنگ

جلد ۳

مَولانا اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حضورى باغ روڈ، ملتان 4783486-061

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب : چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مصنف : مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

جزو سوم : ۵۶۸ صفحات

کل صفحات : ۱۶۷۲

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر ڈین پریس لاہور

طبع اوّل : اپریل ۲۰۱۶ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

(ع)

- ۵۰۵۰ عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ ۱۱۲۷
- ۵۰۶۰ عابدہ سلطانہ، محترمہ ۱۱۲۷
- ۵۰۷۰ عادل لکھنویؒ، مولانا محمد ۱۱۲۷
- ۵۰۸۰ عاشق الہی بلند شہریؒ (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد ۱۱۲۷
- ۵۰۹۰ عاشق قصوری، جناب چوہدری محمد ۱۱۲۸
- ۵۱۰۰ عالم آسی امرتسریؒ، حضرت مولانا محمد ۱۱۲۹
- ۵۱۱۰ عالم بٹالوی (فیصل آباد)، جناب میاں محمد ۱۱۳۱
- ۵۱۲۰ عالمؒ (شیخوپورہ)، مولانا محمد ۱۱۳۱
- ۵۱۳۰ عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید ۱۱۳۱
- ۵۱۴۰ عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید ۱۱۳۲
- ۵۱۵۰ عبدالاحد خان پوریؒ، مولانا قاضی ۱۱۳۲

- ۵۱۶۰ عبدالباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب ۱۱۳۳
- ۵۱۷۰ عبدالجبار عمر پوریؒ (مقیم آگرہ)، مولانا ۱۱۳۳
- ۵۱۸۰ عبدالجبار غزنویؒ، مولانا ۱۱۳۳
- ۵۱۹۰ عبدالجبار قادریؒ (حیدرآباد دکن)، مولانا سید ۱۱۳۳
- ۵۲۰۰ عبدالجلیلؒ (ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۱۳۳
- ۵۲۱۰ عبدالحئی امرتسریؒ، مولانا ۱۱۳۵
- ۵۲۲۰ عبدالحئی جام پوریؒ، مولانا ۱۱۳۶
- ۵۲۳۰ عبدالحئی عابدؒ (لاہور)، مولانا ۱۱۳۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۵۲۴ عبدالحیؒ (مانسہرہ)، مولانا ۱۱۳۸

۵۲۵ عبدالحیؒ کوہاٹیؒ، مولانا ۱۱۳۹

۵۲۶ عبدالحامد بدایونیؒ (کراچی)، مولانا ۱۱۳۹

۵۲۷ عبدالحفیظ پیرزادہ (کراچی)، جناب ۱۱۴۰

۵۲۸ عبدالحفیظ حقانی حنفی (آگرہ)، جناب ۱۱۴۰

۵۲۹ عبدالحفیظ سکھرویؒ، مولانا ۱۱۴۱

۵۳۰ عبدالحفیظ شاہؒ، جناب سید ۱۱۴۲

۵۳۱ عبدالحق الباکستانیؒ، مولانا ۱۱۴۲

۵۳۲ عبدالحقؒ (اٹک)، مولانا ۱۱۴۲

۵۳۳ عبدالحقؒ (اکوڑہ خٹک)، مولانا ۱۱۴۳

۵۳۴ عبدالحق چوہانؒ (رحیم یار خان)، مولانا ۱۱۴۳

۵۳۵ عبدالحق حقانی محدث دہلویؒ، مولانا ۱۱۴۴

۵۳۶ عبدالحق شیخؒ (چیچہ وطنی)، مولوی ۱۱۴۴

۵۳۷ عبدالحق غزنویؒ، مولوی ۱۱۴۴

۵۳۸ عبدالحق کوٹلوی سربندیؒ، جناب ابوالمنظور ۱۱۴۹

۵۳۹ عبدالحلیم الیاسی چشتی قادری نقشبندی (یادگیر گلبرگہ)، مولانا ۱۱۵۱

۵۴۰ عبدالحلیم کانپوریؒ، مولانا ۱۱۵۱

۵۴۱ عبدالحمید آزادؒ، مولانا ۱۱۵۲

۵۴۲ عبدالحمید بٹ (لودھراں)، جناب خواجہ ۱۱۵۲

۵۴۳ عبدالحکیم خان پٹیالوی، جناب ڈاکٹر ۱۱۵۳

۵۴۴ عبدالحکیمؒ (ساکن دھرم کوٹ)، مولانا ۱۱۵۵

۵۴۵ عبدالرؤف دہلوی، جناب ۱۱۵۵

۵۴۶ عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولانا ۱۱۵۶

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۰۹

۵۴۷ عبدالرب خان برہم قادیانی ۱۱۵۸

۵۴۸ عبدالرحمن بٹالوی، جناب حاجی ۱۱۵۸

۵۴۹ عبدالرحمن (تلہ گنگ)، جناب حافظ ۱۱۵۸

۵۵۰ عبدالرحمن خان (ملتان)، جناب منشی ۱۱۵۹

۵۵۱ عبدالرحمن خان (والی افغانستان)، جناب ۱۱۵۹

۵۵۲ عبدالرحمن دہلوی، مولانا ابوسلمان ۱۱۵۹

۵۵۳ عبدالرحمن دیوبندی، مولوی ۱۱۶۰

۵۵۴ عبدالرحمن (ساکن لکھوکی)، مولانا ۱۱۶۰

۵۵۵ عبدالرحمن عثمانی (تلہ گنگ)، مولانا ۱۱۶۱

۵۵۶ عبدالرحمن (فیصل آباد)، مولانا ۱۱۶۱

۵۵۷ عبدالرحمن گیلانی (مالیر کوٹلہ)، مولانا صوفی سید ۱۱۶۲

۵۵۸ عبدالرحمن (لاہور)، مولانا میاں ۱۱۶۲

۵۵۹ عبدالرحمن مصری قادیانی، لاہوری ۱۱۶۵

۵۶۰ عبدالرحمن مونگیری، جناب حاجی سید ۱۱۶۵

۵۶۱ عبدالرحمن قادیانی (ڈیرہ غازیخان) ۱۱۶۶

۵۶۲ عبدالرحیم اشرفؒ (فیصل آباد)، مولانا حکیم ۱۱۶۷

۵۶۳ عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر ۱۱۷۲

۵۶۴ عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، جناب صوفی ۱۱۷۲

۵۶۵ عبدالرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدرآباد دکن)، جناب ۱۱۷۳

۵۶۶ عبدالرحیم سہارنپوریؒ، جناب شاہ ۱۱۷۳

۵۶۷ عبدالرحیم سہارنپوریؒ، جناب قاری ۱۱۷۳

۵۶۸ عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب ۱۱۷۵

۵۶۹ عبدالرحیم قریشیؒ (حیدرآباد دکن)، مولانا ۱۱۷۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۱۰

۵۷۰ عبدالرحیم منہاجؒ (فیصل آباد)، مولانا ۱۱۷۶

۵۷۱ عبدالرحیم ڈیرویؒ، مولانا ۱۱۷۶

۵۷۲ عبدالرحیم کشمیریؒ، مولانا ۱۱۷۷

۵۷۳ عبدالرحیم کوٹلویؒ، مولانا حکیم ۱۱۷۸

۵۷۴ عبدالرزاق انقلابیؒ (شجاع آباد)، مولانا ۱۱۷۸

۵۷۵ عبدالرزاق سلیم خانیؒ، مولانا ۱۱۷۸

۵۷۶ عبدالرزاق مہتہ قادیانی ۱۱۷۹

۵۷۷ عبدالرسول بھکر بار (شاہ پور ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۱۸۰

۵۷۸ عبدالرشید طالتؒ (ملتان)، مولانا ۱۱۸۰

۵۷۹ عبدالرشیدؒ (لاہور)، مولانا ۱۱۸۱

۵۸۰ عبدالستار انصاری، جناب ۱۱۸۲

۵۸۱ عبدالستار تونسویؒ، مولانا ۱۱۸۳

۵۸۲ عبدالستار چاچڑویؒ (بدین سندھ)، مولانا ۱۱۸۹

۵۸۳ عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا ۱۱۹۱

۵۸۴ عبدالستار دہلویؒ، مولانا ۱۱۹۶

۵۸۵ عبدالسلامؒ (حضرو ضلع اٹک)، مولانا ۱۱۹۶

۵۸۶ عبدالسلام قادری باندویؒ، مولانا ۱۱۹۸

۵۸۷ عبدالسلام لکھنویؒ، مولانا ۱۱۹۸

۵۸۸ عبدالسلام ہزارویؒ، مولانا ۱۱۹۹

۵۸۹ عبدالسلام ہمدانی امرتسریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۰ عبدالشکور حنفی مرزاپوریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۱ عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۲ عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا ۱۲۰۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۱۱

۵۹۳ عبد الصمد سربازیؒ، مولانا قاضی ۱۲۰۲

۵۹۴ عبد الصمد سندوری سیاحؒ، مولانا ۱۲۰۲

۵۹۵ عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ ۱۲۰۳

۵۹۶ عبد العزیز (بٹالہ)، جناب منشی ۱۲۰۳

۵۹۷ عبد العزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم ۱۲۰۷

۵۹۸ عبد العزیز رائے پوریؒ، مولانا ۱۲۰۸

۵۹۹ عبد العزیز رحیم آبادیؒ، مولانا ۱۲۱۱

۶۰۰ عبد العزیز سرٹھنائیؒ، مولانا ۱۲۱۱

۶۰۱ عبد العزیز ملتانی، جناب ابوالحریر ۱۲۱۲

۶۰۲ عبد العزیز، مولانا ابو عمر ۱۲۱۲

۶۰۳ عبد العلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھیؒ، مولانا ۱۲۱۲

۶۰۴ عبد الغفار لکھنویؒ، مولانا ۱۲۱۳

۶۰۵ عبد الغفار (مگھیانہ، جھنگ صدر)، مولانا ۱۲۱۳

۶۰۶ عبد الغفور انوری (ملتان)، جناب ملک ۱۲۱۳

۶۰۷ عبد الغفور بچہ (شاہ پور، ضلع سرگودھا)، جناب قاضی ۱۲۱۴

- ۶۰۸ عبد الغفور جہلمیؒ، مولانا ۱۲۱۵
- ۶۰۹ عبد الغفور عباسی مدنیؒ، مولانا ۱۲۱۵
- ۶۱۰ عبد الغفور غزنویؒ، مولانا ۱۲۱۶
- ۶۱۱ عبد الغفور قاسمی سجاولؒ، مولانا ۱۲۱۶
- ۶۱۲ عبد الغفور کلانوریؒ، مولانا ۱۲۲۰
- ۶۱۳ عبد الغفور ہزارویؒ، مولانا ۱۲۲۰
- ۶۱۴ عبد الغنی شاہجہانپوریؒ، مولانا مفتی ۱۲۲۱
- ۶۱۵ عبد الغنیؒ (گجرات)، مولانا حکیم ۱۲۲۷

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

- ۶۱۶ عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابو غده ۱۲۲۸ ۶۳۹
- ۶۱۷ عبدالقادر آزاد (لاہور)، مولانا ۱۲۲۸ ۶۴۰
- ۶۱۸ عبدالقادر (جھاریاں)، مولانا قاضی ۱۲۲۹ ۶۴۱
- ۶۱۹ عبدالقادر رائے پوری، حضرت شاہ ۱۲۲۹ ۶۴۲
- ۶۲۰ عبدالقادر (سات گڑھی)، مولانا ۱۲۳۶ ۶۴۳
- ۶۲۱ عبدالقادر (ساکن بیگووال ریاست کپور تھلہ)، مولانا ۱۲۳۷ ۶۴۴
- ۶۲۲ عبدالقادر سانوی، مولانا محمد ۱۲۳۷ ۶۴۵
- ۶۲۳ عبدالقادر (گجرات)، جناب ڈاکٹر ۱۲۳۷ ۶۴۶
- ۶۲۴ عبدالقادر، مولانا صاحبزادہ مفتی ۱۲۳۸ ۶۴۷
- ۶۲۵ عبدالقدیر امروہی، جناب ۱۲۳۸ ۶۴۸
- ۶۲۶ عبدالقدیر مہرانی، مولانا ۱۲۳۸ ۶۴۹
- ۶۲۷ عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار ۱۲۳۹ ۶۵۰
- ۶۲۸ عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب ۱۲۳۹ ۶۵۱
- ۶۲۹ عبدالقیوم سرحدی، مولانا ۱۲۴۰ ۶۵۲
- ۶۳۰ عبدالقیوم میرٹھی، مولانا ۱۲۴۰ ۶۵۳

۶۳۱ عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی ۱۲۴۰ ۶۵۴

۶۳۲ عبداللطیف افضل گجراتی، جناب ۱۲۴۵ ۶۵۵

۶۳۳ عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا ۱۲۴۶ ۶۵۶

۶۳۴ عبداللطیف جہلمی، حضرت مولانا ۱۲۵۲ ۶۵۷

۶۳۵ عبداللطیف رحمانی مونگیری، حضرت مولانا مفتی ۱۲۵۴ ۶۵۸

۶۳۶ عبداللطیف مسعود (ڈسکہ)، مولانا ۱۲۵۶ ۶۵۹

۶۳۷ عبداللطیف (مندراں والی)، مولانا حکیم ۱۲۵۸ ۶۶۰

۶۳۸ عبداللہ احمد پوری، مولانا محمد ۱۲۵۸ ۶۶۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۶۳۹ عبد اللہ افضل پوری عظیم آبادی، مولانا سید محمد ۱۲۶۰

۶۴۰ عبد اللہ بن عبدالغفار المکی، جناب علامہ الشیخ ۱۲۶۰

۶۴۱ عبد اللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی، مولانا ۱۲۶۱

۶۴۲ عبد اللہ (بھکر)، مولانا محمد ۱۲۶۱

۶۴۳ عبد اللہ پہلوئی، مولانا محمد ۱۲۶۵

۶۴۴ عبد اللہ جان، مولانا ۱۲۶۵

۶۴۵ عبد اللہ چکڑالوی، جناب ۱۲۶۶

۶۴۶ عبد اللہ خالد (مانسہرہ)، مولانا محمد ۱۲۶۶

۶۴۷ عبد اللہ درخواستی، مولانا محمد ۱۲۶۷

۶۴۸ عبد اللہ دھرم کوٹی، مولانا ۱۲۷۴

۶۴۹ عبد اللہ روپڑی، مولانا ۱۲۷۴

۶۵۰ عبد اللہ شاہجہانپوری، مولانا ۱۲۷۵

۶۵۱ عبد اللہ عقیف، مولانا ۱۲۷۵

۶۵۲ عبد اللہ غازی پوری، مولانا محمد ۱۲۷۵

۶۵۳ عبد اللہ معمار، مولانا محمد ۱۲۷۶

۶۵۴ عبد اللہ ٹونکے (اورینٹل کالج لاہور)، مفتی محمد ۱۲۷۶

۶۵۵ عبد اللہ کلان، مولانا ۱۲۷۶

۶۵۶ عبد اللہ (کھاریاں)، مولانا شیخ محمد ۱۲۷۷

۶۵۷ عبد الماجد بدایونی، مولانا ۱۲۷۷

۶۵۸ عبد المالک شاہ (گوجرانوالہ)، مولانا سید ۱۲۷۸

۶۵۹ عبد المالک صدیقی (خانیوال)، مولانا خواجہ ۱۲۸۱

۶۶۰ عبد المتین ابوزر بن جھنگی، مولانا ۱۲۸۱

۶۶۱ عبد المجید امجد بخاری بٹالوی، جناب سید ۱۲۸۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۱۴

۶۶۲۰ عبدالمجید انورؒ (سایہوال)، مولانا ۱۲۸۲ ۶۸۵

۶۶۳۰ عبدالمجید دہلویؒ، مولانا ۱۲۸۷ ۶۸۶

۶۶۴۰ عبدالمجید سوہدرویؒ، مولانا ۱۲۸۷ ۶۸۷

۶۶۵۰ عبدالمجید سیفیؒ، جناب حکیم ۱۲۸۸ ۶۸۸

۶۶۶۰ عبدالمجید فاروقی (لاہور)، مولانا ۱۲۸۸ ۶۸۹

۶۶۷۰ عبدالمجید (فیجی آئی لینڈ)، مولانا ۱۲۸۹ ۶۹۰

۶۶۸۰ عبدالمجید موتیہرویؒ، مولانا ۱۲۸۹ ۶۹۱

۶۶۹۰ عبدالمجید نابیناؒ، جناب حکیم حافظ ۱۲۸۹ ۶۹۲

۶۷۰۰ عبدالمجیدؒ (کوٹ سبزل)، مولانا ۱۲۹۳ ۶۹۳

۶۷۱۰ عبدالمنانؒ (سرگودھا)، جناب راؤ ۱۲۹۳ ۶۹۴

۶۷۲۰ عبدالمنان وزیر آبادیؒ، جناب حافظ ۱۲۹۵ ۶۹۵

۶۷۳۰ عبدالواحد خان رام پوریؒ، مولانا ۱۲۹۵ ۶۹۶

۶۷۴۰ عبدالواحدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی ۱۲۹۵ ۶۹۷

۶۷۵۰ عبدالواحد مخدومؒ (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا ۱۲۹۶ ۶۹۸

۶۷۶۰ عبدالواحدؒ (کنری ضلع تھریارکر)، جناب میاں ۱۲۹۶ ۶۹۹

۶۷۷۰ عبدالودود قریشیؒ (پشاور)، جناب ۱۲۹۷ ۷۰۰

۶۷۸۰ عبدالوہاب حجازیؒ (سمندری)، جناب ۱۲۹۷ ۷۰۱

۶۷۹۰ عبدالوہاب خانؒ (رام پور)، مولانا ۱۲۹۷ ۷۰۲

۶۸۰۰ عبدالوہاب شاہؒ (حاصل پور)، جناب سید ۱۲۹۸ ۷۰۳

۶۸۱۰ عبدالکریم سعدی سندھیؒ، مولانا ۱۳۰۱ ۷۰۴

۶۸۲۰ عبدالکریمؒ (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد ۱۳۰۱ ۷۰۵

۶۸۳۰ عبدالکریم قریشیؒ (پیر شریف)، مولانا ۱۳۰۲ ۷۰۶

۶۸۳۰ عبدالکریم مباہلہؒ (لاہور)، مولانا ۱۳۰۸ ۷۰۷

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

- ۶۸۵ عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب ۱۳۱۳
- ۶۸۶ عبدالہادی دین پوریؒ، حضرت میاں ۱۳۱۴
- ۶۸۷ عبیداللہ احرارؒ (فیصل آباد)، مولانا ۱۳۱۵
- ۶۸۸ عبیداللہ انورؒ (لاہور)، حضرت مولانا ۱۳۱۶
- ۶۸۹ عبیداللہؒ (عظیم آباد)، مولانا قاضی ۱۳۱۸
- ۶۹۰ عتیق الرحمن آرویؒ، مولانا ۱۳۱۸
- ۶۹۱ عتیق الرحمن چنیوٹیؒ، مولانا ۱۳۱۹
- ۶۹۲ عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ، جناب مفتی ۱۳۱۹
- ۶۹۳ عثمان الوریؒ (کراچی)، جناب محمد ۱۳۲۰
- ۶۹۴ عرب مکی حنفی قادریؒ، مولانا قاری مفتی السید محمد ۱۳۲۰
- ۶۹۵ عزیز احمد قادری بدایونیؒ، مولانا مفتی ۱۳۲۰
- ۶۹۶ عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ)، جناب ۱۳۲۱
- ۶۹۷ عزیز الرحمن (بمبئی)، مولانا مفتی ۱۳۲۱
- ۶۹۸ عزیز الرحمن دیوبندیؒ، مولانا مفتی ۱۳۲۱
- ۶۹۹ عزیز الرحمن سنجرائیؒ (ملتان)، جناب ۱۳۲۲

۷۰۰ عزیز الرحمن گجراتی، جناب ملک ۱۳۲۲

۷۰۱ عزیز انصاریؒ (گوجرانوالہ)، جناب علامہ ۱۳۲۲

۷۰۲ عطاء اللہ اعوانؒ، جناب پروفیسر ۱۳۲۳

۷۰۳ عطاء المحسن شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید ۱۳۲۳

۷۰۴ عطاء المنعم شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید ۱۳۲۴

۷۰۵ عظیم پارس ایرانیؒ، جناب ڈاکٹر محمد ۱۳۲۶

۷۰۶ عظیم واعظؒ سرکار عالی، مولوی محمد ۱۳۲۶

۷۰۷ علاؤالدینؒ بی ایل بھاگل پوری، جناب ۱۳۲۶

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۷۰۸ علم الدین حافظ آبادی، مولانا ۱۳۲۷

۷۰۹ علم الدین (ساکن قادیان)، مولانا ۱۳۲۷

۷۱۰ علم الدین شہید (لاہور)، جناب غازی ۱۳۲۷

۷۱۱ علمائے سیالکوٹ ۱۳۳۰

۷۱۲ علمائے شاہجہاں پور ۱۳۳۰

۷۱۳ علمائے گوجرانوالہ ۱۳۳۶

۷۱۴ علی الحائری (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید ۱۳۳۶

۷۱۵ علی امرتسری، جناب ڈاکٹر حکیم محمد ۱۳۳۳

۷۱۶ علی چنیوٹی، جناب صوفی محمد ۱۳۳۳

۷۱۷ علی (ژوب)، جناب الحاج صوفی محمد ۱۳۳۳

۷۱۸ علی (لودھراں)، جناب صوفی محمد ۱۳۳۵

۷۱۹ علی محمد صدیقی (راجن پور)، مولانا ۱۳۳۵

۷۲۰ علی مونگیری، حضرت مولانا سید محمد ۱۳۳۷

۷۲۱ علی کاندھلوی، مولانا محمد ۱۳۴۲

۷۲۲ عماد الدین غوری، مولانا ۱۳۴۲

۷۲۳ عمر اچھروی، مولانا محمد ۱۳۴۳

۷۲۴ عمر (ژوب)، جناب الحاج شیخ محمد ۱۳۴۳

۷۲۵ عمر شمس آبادی، مولانا مفتی محمد ۱۳۴۴

۷۲۶ عمر ملتانی، مولانا محمد ۱۳۴۴

۷۲۷ عنایت اللہ (لاہور)، مولانا ۱۳۴۴

۷۲۸ عنایت علی دنیاپوری، مولانا صوفی ۱۳۴۴

(غ)

۷۲۹ غازی احمد (اٹک)، جناب پروفیسر ۱۳۴۶

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

۷۳۰ غازی نجم (راولپنڈی) ۱۳۴۸

۷۳۱ غفور احمدؒ (کراچی)، جناب پروفیسر ۱۳۴۸

۷۳۲ غلام احمد اخگر امرتسریؒ، مولانا ۱۳۵۰

۷۳۳ غلام احمد پرویز ۱۳۵۲

۷۳۴ غلام احمدؒ (مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا ۱۳۵۲

۷۳۵ غلام اللہ خانؒ (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا ۱۳۵۲

۷۳۶ غلام جہانیاںؒ (ڈیرہ غازیخان)، مولانا ۱۳۵۴

۷۳۷ غلام جیلانی برقؒ، جناب ڈاکٹر ۱۳۵۴

۷۳۸ غلام حیدرؒ، جناب ماسٹر ۱۳۵۵

۷۳۹ غلام دستگیر الهاشمی القصوریؒ، مولانا ۱۳۵۶

۷۴۰ غلام ربانی (جوہر آباد)، جناب مولانا ۱۳۶۶

۷۴۱ غلام ربانی چشتی حنفی (اٹک)، جناب قاضی ۱۳۶۶

۷۴۲ غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری ۱۳۶۷

۷۴۳ غلام رسول فیروزیؒ، مولانا ۱۳۶۷

۷۴۴ غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ، مولانا ۱۳۶۷

۷۴۵ غلام سبھانیؒ (مانسہرہ)، مولانا ۱۳۶۸

۷۴۶ غلام غوث ہزارویؒ، مولانا ۱۳۶۹

۷۴۷ غلام فرید چشتیؒ (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ ۱۳۸۸

۷۴۸ غلام قادر بھیرویؒ، مولانا ۱۳۸۹

۷۴۹ غلام قادر چشتی امرتسریؒ (ملتان)، جناب حکیم ۱۳۸۹

۷۵۰ غلام قادرؒ (مکھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا ۱۳۹۰

۷۵۱ غلام گیلانیؒ (شمس آباد)، مولانا قاضی ۱۳۹۰

۷۵۲ غلام مجتبیٰؒ، جناب ۱۳۹۲

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۷۵۳ غلام محمد بگویؒ (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا ۱۳۹۲

۷۵۴ غلام محمدؒ (احمد پور شرقیہ)، جناب سید ۱۳۹۲

۷۵۵ غلام محمد دین پوریؒ، حضرت مولانا خلیفہ ۱۳۹۳

۷۵۶ غلام محمد شوخ بٹالویؒ، جناب میاں ۱۳۹۵

۷۵۷ غلام محمد گھوٹویؒ شیخ الجامعہ (بہاولپور)، مولانا ۱۳۹۶

۷۵۸ غلام مرتضیٰؒ (بیربل)، مولانا ۱۳۹۶

۷۵۹ غلام مرتضیٰ میانویؒ، مولانا مفتی ۱۳۹۸

۷۶۰ غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسریؒ، مولانا ۱۳۹۹

۷۶۱ غلام مصطفیٰ مانکؒ (سکھر)، جناب حاجی ۱۳۹۹

۷۶۲ غلام نبی امرتسریؒ (گوجرانوالہ)، جناب چوہدری ۱۴۰۰

۷۶۳ غلام نبی جانبازؒ (لاہور)، جناب مرزا ۱۴۰۲

۷۶۴ غلام نبیؒ (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر ۱۴۰۳

۷۶۵ غلام نبی میر مانسکؒ (راولپنڈی)، جناب ۱۴۰۴

۷۶۶ غنیمت حسین شاہ اشرفیؒ (موتیگرہ)، مولانا سید ۱۴۰۴

۷۶۷ غوثؒ (لاہور)، مولانا محمد ۱۴۰۵

(ف)

۷۶۸ فاروق احمد انڈھڑؒ، مولانا ۱۴۰۵

۷۶۹ فتح محمد اعوانؒ، جناب ملک ۱۴۰۶

۷۷۰ فتح محمد پانی پتیؒ (مدینہ منورہ)، جناب قاری ۱۴۰۶

۷۷۱ فتح محمدؒ (وزیر ورکاں)، جناب ۱۴۰۷

۷۷۲ فتویٰ استتکاف المسلمین عن مخالطة المرزائین ۱۴۰۷

۷۷۳ فتویٰ تکفیر قادیان ۱۴۰۷

۷۷۴ فدا حسین شاہؒ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید ۱۴۰۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۱۹

۷۷۵ فرزند توحیدؒ (کراچی)، جناب ۱۴۰۸

۷۷۶ فرید الحقؒ (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ ۱۴۰۹

۷۷۷ فرید الدینؒ (بھوئی گاڑ ضلع اٹک)، مولانا ۱۴۰۹

۷۷۸ فریدؒ (اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی محمد ۱۴۰۹

۷۷۹ فصیح احمد بہاریؒ، جناب ۱۴۱۰

۷۸۰ فضل احمد گورداسپوریؒ، جناب قاضی ۱۴۱۰

۷۸۱ فضل احمدؒ (میانوالی)، جناب میاں ۱۴۱۳

۷۸۲ فضل الرحمنؒ بن محمد (لاہور)، مولانا ۱۴۱۳

۷۸۳ فضل الرحمن شاہ احرارؒ (سلانوالی ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۴۱۳

۷۸۴ فضل حقؒ (پشاور)، مولانا ۱۴۱۵

۷۸۵ فضل ربیؒ (مانسہرہ)، مولانا قاری ۱۴۱۵

۷۸۶ فقیر اللہ شاہپوریؒ، مولانا ۱۴۱۶

۷۸۷ فقیر محمد جہلمیؒ، مجاہد اسلام مولانا ۱۴۱۶

۷۸۸ فقیر محمد فیصل آبادیؒ، مولوی ۱۴۱۶

۷۸۹ فیاض حسن سجادؒ (کوئٹہ)، جناب ۱۴۱۹

۷۹۰ فیروز بٹؒ، جناب لالہ ۱۴۲۲

۷۹۱ فیروز خانؒ (ڈسکہ)، مولانا محمد ۱۴۲۳

۷۹۲ فیض الحسنؒ (آلو مہار شریف)، صاحبزادہ مولانا سید ۱۴۲۷

۷۹۳ فیض القادریؒ (لاہور)، مولانا ۱۴۲۷

۷۹۴ فیض اللہ گجراتیؒ، جناب ۱۴۲۸

(ق)

۷۹۵ قائم الدین عباسی (جتوئی)، مولانا ۱۴۲۸ ۷۹۶ قادر بخش (مچھی آئی لینڈ)، جناب ۱۴۲۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۲۰

۷۹۷ قاسم نانوتوی، حجة الاسلام حضرت مولانا محمد ۱۴۲۹

۷۹۸ قمر الدین (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں ۱۴۳۵

۷۹۹ قمر الدین سیالوی، حضرت خواجہ ۱۴۳۵

(گ)

۸۰۰ گل محمد خالد (پنوعاقل)، مولانا ۱۴۳۶

۸۰۱ گل محمد خان دیوبندی، مولوی ۱۴۳۷

۸۰۲ گل ناصر، م (آزاد کشمیر)، جناب رانا ۱۴۳۷

۸۰۳ گلزار احمد مظاہری (لاہور)، مولانا ۱۴۳۷

(ل)

۸۰۴ لطف اللہ شہید (سایووال)، حضرت قاری ۱۴۳۸

۸۰۵ لطف اللہ علی گڑھی، مولانا ۱۴۴۲

۸۰۶ لطیف احمد شیروانی (ایم، اے) ۱۴۴۲

۸۰۷ لعل شاہ دوالمیالوی، مولانا سید ۱۴۴۲

(م)

۸۰۸ مالک کاندھلوی (لاہور)، مولانا محمد ۱۴۴۳

۸۰۹ ماہر القادری (کراچی)، جناب ۱۴۴۴

۸۱۰ مبارک علی شاہ ہمدانی (قصور)، جناب سید ۱۴۴۴

۸۱۱ مجتبیٰ حسن رامپوری، مولانا ۱۴۴۵

۸۱۲ مجیب الرحمن شامی (لاہور)، جناب ۱۴۴۵

۸۱۳ محب اللہ شاہ راشدی (حیدرآباد)، جناب پیر ۱۴۴۶

۸۱۴ محبوب سبحانی واعظ، مولانا مفتی ۱۴۴۶

۸۱۵ محمد بن عبداللہ السبیل (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ ۱۴۴۷

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۸۱۶ محمد بن یوسفؒ الکافی دمشقی، الشیخ ۱۴۴۷

۸۱۷ محمد شاہؒ (لوئر مال)، جناب قاری سید ۱۴۴۷

۸۱۸ محمد شاہؒ (میانوالی)، مولانا ۱۴۴۸

۸۱۹ محمد لدھیانویؒ، مولانا ۱۴۴۸

۸۲۰ محمد مدنیؒ (گجرات)، مولانا ۱۴۵۰

۸۲۱ محمد منشاء (مروٹ ضلع بہاولنگر)، مولانا ۱۴۵۰

۸۲۲ محمد نوشہرویؒ (خوشاب)، جناب میاں ۱۴۵۱

۸۲۳ محمدی بیگمؒ (لاہور)، محترمہ ۱۴۵۲

۸۲۴ محمود احمد رضویؒ (لاہور)، مولانا سید ۱۴۵۲

۸۲۵ محمود الخلاجؒ، جناب علامہ ۱۴۵۲

۸۲۶ محمود الصوافؒ، جناب محمد ۱۴۵۳

۸۲۷ محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا ۱۴۵۳

۸۲۸ محمود علیؒ (کپور تھلہ)، جناب پروفیسر محمد ۱۴۵۵

۸۲۹ محمودؒ، حضرت مولانا مفتی ۱۴۵۵

۸۳۰ محی الدین عبدالرحمنؒ (لکھوکے)، مولانا ۱۴۶۲

۸۳۱ محی الدینؒ (مدراس)، جناب سید ۱۴۶۲

۸۳۲ مختار حسن شیخؒ (لاہور)، جناب ۱۴۶۳

۸۳۳ مخدومؒ (لالیان ضلع چنیوٹ)، مولانا محمد ۱۴۶۳

۸۳۳ مراد ہالنجویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ۱۴۶۴

۸۳۵ مرتضیٰ احمد خان میکشؒ (لاہور)، مولانا ۱۴۶۷

۸۳۶ مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا ۱۴۷۱

۸۳۷ مرغوب الرحمنؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا ۱۴۷۹

۸۳۸ مرید حسین شہیدؒ (چکوال)، جناب غازی ۱۴۷۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۲۲

۸۳۹ مسعود احمد راشدی (بورے والا)، مولانا ۱۴۸۲

۸۴۰ مسعود الحسن بخاریؒ، مولانا سید ۱۴۸۲

۸۴۱ مسعود علی الحسنی الجیلانیؒ (فیصل آباد)، السید ۱۴۸۲

۸۴۲ مسلم بن برکت اللہؒ (کراچی)، جناب حاجی محمد ۱۴۸۲

۸۴۳ مسلم عثمانی دیوبندیؒ، مولانا محمد ۱۴۸۵

۸۴۴ مشتاق احمد انبیٹھویؒ، مولانا ۱۴۸۷

۸۴۵ مشتاق احمد چرتھاولیؒ، مولانا ۱۴۸۷

۸۴۶ مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۷ مشتاق احمد علی پوریؒ، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۸ مشتاق احمد ہوتویؒ، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۹ مشرف بریلویؒ (بلوچستان)، جناب ۱۴۸۹

۸۵۰ مصباح الدینؒ (راولپنڈی)، جناب ۱۴۸۹

۸۵۱ مطیع الحقؒ، مولانا محمد ۱۴۸۹

۸۵۲ مظفر اقبال قریشیؒ، مولانا محمد ۱۴۹۰

۸۵۳ مظفر علی شمسیؒ (لاہور)، جناب سید ۱۴۹۱

۸۵۴ مظہر الدین رمداسیؒ، مولانا ۱۴۹۳

۸۵۵ مظہر الدین ملتانی قادیانی ۱۴۹۳

۸۵۶ مظہر حسینؒ (چکوال)، مولانا قاضی ۱۴۹۶

۸۵۷ مظہر حسین قریشیؒ (سیالکوٹ)، جناب حکیم ۱۴۹۷

۸۵۸ مظہر علی اظہرؒ (لاہور)، مولانا ۱۵۰۰

۸۵۹ معراج دین شہیدؒ (چنیوٹ)، غازی بابو ۱۵۰۰

۸۶۰ معراج دین (ملتان)، جناب حاجی ۱۵۰۱

۸۶۱ ملا محمد بخش حنفی چشتی قادریؒ، مولانا ۱۵۰۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

۸۶۲ ممتاز احمدؒ (کراچی)، مولانا ۱۵۰۵

۸۶۳ مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا سید ۱۵۰۵

۸۶۴ منصور ایم رفعت، جناب ڈاکٹر ۱۵۰۶

۸۶۵ منظور احمد بھٹیؒ (لاہور)، جناب ۱۵۰۷

۸۶۶ منظور احمد (چنیوٹ)، جناب شیخ ۱۵۰۷

۸۶۷ منظور احمدؒ (لاہور)، مولانا حافظ ۱۵۰۷

۸۶۸ منظور نعمانیؒ (لکھنؤ)، مولانا محمد ۱۵۰۸

۸۶۹ منور احمد ملک (جہلم)، جناب پروفیسر ۱۵۲۳

۸۷۰ منیر احمدؒ (گوجرانوالہ)، جناب قاری محمد ۱۵۲۳

۸۷۱ موسیٰ خان - خان، پادری ۱۵۲۵

۸۷۲ موسیٰؒ (لودھراں)، مولانا محمد ۱۵۲۶

۸۷۳ مولا بخشؒ (جھاوریان)، مولانا ۱۵۲۸

۸۷۴ مولا بخش کشتہ امرتسریؒ، جناب ۱۵۲۸

۸۷۵ مہر الدینؒ (لاہور)، مولانا ۱۵۲۹

۸۷۶ مہر دین انصاری کلانوریؒ، جناب ۱۵۲۹

۸۷۷ مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت پیر ۱۵۳۰

۸۷۸ میر عباس علی لدھیانویؒ ۱۵۳۸

۸۷۹ میر محمد ربانیؒ (ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان)، مولانا ۱۵۴۲

(ن)

۸۸۰ نادر علیؒ (گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور) ۱۵۴۴

۸۸۱ نافعؒ (جامعہ آباد جھنگ)، مولانا محمد ۱۵۴۴

۸۸۲ نجم الدینؒ (اورینٹل کالج لاہور)، مولانا پروفیسر ۱۵۴۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

- ۸۸۳ نذر دینؒ (گوجرہ شریف) ، پیر سید ۱۵۴۹
- ۸۸۴ نذیر احمد علوی ہزارویؒ ، مولانا ۱۵۵۰
- ۸۸۵ نذیر احمدؒ (سنگھڑہ) ، مولانا حکیم ۱۵۵۱
- ۸۸۶ نذیر احمدؒ (فیصل آباد) ، شیخ الحدیث مولانا ۱۵۵۱
- ۸۸۷ نذیر حسین دہلویؒ ، جناب سید مولانا ۱۵۵۳
- ۸۸۸ نذیر سیالکوٹیؒ ، جناب صوفی محمد ۱۵۵۵
- ۸۸۹ نصر اللہ خانؒ (خان گڑھ) ، جناب نوابزادہ ۱۵۵۶
- ۸۹۰ نصیر الدین غور غشتیؒ ، حضرت مولانا ۱۵۵۶
- ۸۹۱ نصیر الدین گولڑویؒ ، پیر ۱۵۵۷
- ۸۹۲ نظام الدینؒ بی۔ اے (گجرات) ، ابو عبیدہ ۱۵۵۸
- ۸۹۳ نظام الدین ملتانیؒ ، جناب مفتی ۱۵۶۲
- ۸۹۴ نظیر احسن بہاریؒ ، جناب ۱۵۶۳
- ۸۹۵ نظیر صوفیؒ (سیالکوٹ) ، جناب ڈاکٹر ۱۵۶۴
- ۸۹۶ نعیم آسیؒ (سیالکوٹ) ، مولانا ۱۵۶۴
- ۸۹۷ نعیم صدیقیؒ (لاہور) ، جناب ۱۵۶۵

۸۹۸ نعیم لدھیانوی (فیصل آباد) ، مولانا مفتی محمد ۱۵۶۵

۸۹۹ نمائندہ اخبار، سراج الاخبار (جہلم) ۱۵۶۶

۹۰۰ نواب الدین سکھوی ، مولانا ۱۵۶۶

۹۰۱ نواب حسین شاہ ، مولانا سید ۱۵۷۲

۹۰۲ نواز (ایٹ آباد) ، مولانا قاضی محمد ۱۵۷۲

۹۰۳ نواز (ایم۔ اے) ، جناب محمد ۱۵۷۳

۹۰۴ نور احمد تازکی ، جناب خواجہ ۱۵۷۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۹۰۵ نور الحسن شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید ۱۵۷۳

۹۰۶ نور الحق علویؒ (قصور)، مولانا ۱۵۷۷

۹۰۷ نور حسینؒ جعفری کربلائی، جناب ڈاکٹر ۱۵۷۸

۹۰۸ نور محمد قریشیؒ ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب ۱۵۷۸

۹۰۹ نور محمد کھرلؒ، مولانا ۱۵۷۹

۹۱۰ نور محمد مجاہدؒ (لودھراں)، جناب صوفی ۱۵۷۹

۹۱۱ نور محمد ٹانڈویؒ، مولانا ۱۵۸۰

۹۱۲ نور محمد ہزارویؒ، مولانا ۱۵۸۲

۹۱۳ نیاز احمد شاہ گیلانیؒ، مولانا سید ۱۵۸۲

۹۱۴ نیاز لدھیانویؒ، جناب محمد ۱۵۸۳

(و)

۹۱۵ واجد علی خانؒ، جناب ۱۵۸۳

۹۱۶ واجد علی ملتانیؒ، جناب ۱۵۸۳

۹۱۷ وصیت علی غازی پوریؒ، مولانا ۱۵۸۴

۹۱۸ وفاقی حکومت پاکستان ۱۵۸۸

۹۱۹ وقار حسین طاہر (گجرات)، جناب ۱۵۸۶

۹۲۰ ولی الدین بھاگل پوری، جناب حکیم ۱۵۸۶

۹۲۱ ولی الدین، مولانا محمد ۱۵۸۷

۹۲۲ ولی حسن ٹونکی (کراچی)، مولانا مفتی ۱۵۸۷

(۵)

۹۲۳ ہاشم حبیب (بھیس ضلع چکوال)، جناب محمد ۱۵۸۹ ۹۲۴ ہشام الدین ندوی، مولانا قاضی

۱۵۸۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۲۶

۹۲۵۰ کرم حسین شاہؒ دوالمیالوی، پیر سید ۱۵۹۲

۹۲۶۰ کرم شاہ الازہریؒ (بہیرہ)، مولانا پیر سید ۱۵۹۲

۹۲۷۰ کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا مفتی ۱۵۹۳

۹۲۸۰ کفایت حسینؒ (لاہور شیعہ رہنما)، جناب حافظ ۱۶۰۲

۹۲۹۰ کے ایل ناصر، پادری ۱۶۰۲

(۵)

۹۳۰۰ ہارون الرشید رشیدیؒ (پتوکی)، مولانا ۱۶۰۲

۹۳۱۰ ہاشم فاضل شمسؒ (حیدر آباد)، جناب سید محمد ۱۶۰۳

۹۳۲۰ ہدایت اللہؒ (مقیم راولپنڈی)، مولوی ۱۶۰۳

۹۳۳۰ ہلال احمد دہلویؒ، مولانا ۱۶۰۳

(۵)

۹۳۴۰ یحییٰ لدھیانویؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۶۰۵

۹۳۵۰ یحییٰ مدنیؒ (کراچی)، فدائے ختم نبوت مولانا محمد ۱۶۰۵

۹۳۶۰ یعقوب رحمانیؒ (مونگیر)، جناب حکیم محمد ۱۶۰۸

۹۳۷۰ یعقوب پٹیالویؒ، جناب شیخ محمد ۱۶۰۹

۹۳۸۰ یعقوب چنیوٹی، مولانا محمد ۱۶۲۲

۹۳۹۰ یعقوب نانوتوی، مولانا محمد ۱۶۲۵

۹۴۰۰ یعقوب نورانی (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۶۲۸

۹۴۱۰ یوسف سلیم چشتی (لاہور)، جناب پروفیسر ۱۶۲۸

۹۴۲۰ یوسف علی ہاشمی قریشی (گوجرانوالہ)، جناب حاجی ۱۶۳۱

۹۴۳۰ یوسف (کوئٹہ)، جناب الحاج محمد ۱۶۳۲

۹۴۴۰ یونس مراد آبادی ثم فیصل آبادی، مولانا مفتی محمد ۱۶۳۲

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

(ع)

(۵۰۵)

عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ

اٹک کے شیخ عابد حسین صدیقی تھے جو ۱۹۷۴ء کے قریب مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور بھرپور خدمات سرانجام دیں۔

(۵۰۶)

عابدہ سلطانہ، محترمہ

ایک بلند بخت مسلمان خاتون ”عابدہ سلطانہ“ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے شباب کے زمانہ میں ”احمدیت کیا ہے؟ اور احمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟“ کے نام سے یہ پمفلٹ شائع کیا، جسے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

(۵۰۷)

عادل لکھنویؒ، مولانا محمد

مولانا محمد عادل لکھنویؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”جو عقائد قادیانی کے سوال میں منقول ہیں وہ بلاشبہ باطل ہیں۔ اس کے مقالات کاذبہ سرسام اور سرسام والوں کے سے ہیں۔ یہ

شخص بے بصیرت ہونے کی وجہ سے حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اس کے بفوات شریعت اسلامی کے خلاف ہیں۔ وہ یقیناً ملت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔“

(۵۰۸)

عاشق الہی بلند شہریؒ (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد

(وفات: ۲۸ نومبر ۲۰۰۱ء، مدفون مدینہ منورہ)

مولانا عاشق الہی بلند شہری، بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ عرصہ تک دارالعلوم کراچی،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیعؒ کی زیر پرستی پڑھاتے رہے۔ آپ نے عربی میں ایک رسالہ ”ماحی القادیانیہ“ بھی تحریر کیا۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی شائع کیا۔ مولانا عاشق الہیؒ کراچی سے ہجرت کر کے حجاز مقدس چلے گئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا قیام رہا۔ آپ کا معمول رہا کہ عصر سے عشاء تک اور صبح تہجد سے اشراق تک مسجد نبوی میں قیام کرتے۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں خوب ذوق و شوق سے عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ علمی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے قیام مدینہ کے دوران بہت تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ ان میں ایک اردو کی تفسیر بھی ہے۔ جس کا نام ”انوار البیان“ ہے جو ۹ جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ اکثر و بیشتر پاکستان کے دینی رسائل کے لئے مضامین بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کا ایک مضمون کا نام تھا:

۱..... ”قادیانیوں کا چہرہ ان کے اصلی آئینہ میں“ دارالاشاعت کراچی سے اکتوبر ۱۹۸۸ء

میں شائع ہوا۔

۲..... ”مرزائیوں کے غور و فکر کے لئے (خیر خواہی کے جذبہ سے)“ یہ مضمون مولانا عاشق

الہی صاحب نے لکھ کر حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی خدمت میں بغرض اشاعت پیش کیا۔ حضرت قبلہؒ کے حکم پر خانقاہ سراجیہ کنڈیاں شریف کے متوسل جناب حافظ نذیر احمد صاحب نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔

یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شامل ہوئے۔

(۵۰۹)

عاشق قصوری، جناب چوہدری محمد

(وفات: ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء)

سیاستدان، معروف احرار رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند اور قلعہ کی سزا کاٹی۔ اٹک جیل میں بھی رہے۔ جہاں رہے استقامت ان کو جھک جھک کر سلام کرتی رہتی۔ جسم خوب تنومند تھا اور اپنے جسم سے کہیں زیادہ دل گردہ کے وہ مالک تھے۔ حق تعالیٰ رحمتوں کی ان پر بارش فرمائیں۔

(۵۱۰)

عالم آسی امرتسری، حضرت مولانا محمد

(پیدائش: ۱۲۹۸ھ وفات: ۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا محمد عالم آسی ”امرتسر“ کے رہنے والے تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروی سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری، امرتسر سے ”الفقیہ“ ایک رسالہ بھی شائع کرتے رہے۔ مولانا کی رد قادیانیت پر شہرہ عالم کتاب ”الکاویہ علی الغاویہ“ ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے الکاویہ کی پہلی جلد اگست ۱۹۴۰ء میں شائع کی۔ جس میں عربی زبان میں مختلف علماء کی تقاریض تھیں۔ راقم کی حماقت ملاحظہ ہو کہ جب اسے احتساب قادیانیت جلد ۲۵ میں شائع کیا تو وہ تقاریض رہ گئیں جو ٹائٹل اول کے اندرونی صفحہ اور پھر ٹائٹل کے آخری صفحہ کے اندرون پر تھیں۔ اصل ایڈیشن کے کئی نسخے ملتان لائبریری میں محفوظ ہیں۔ طبع ثانی ہو تو فقیر کی اس حماقت کا ازالہ کر دیا جائے۔

آپ انجمن خدام الحنفیہ امرتسر ہاتھی گیٹ کے معتمد تھے۔ آپ نے اپنی کتاب الکاویہ کے ٹائٹل پر خود یہ تعارف لکھا۔ ”جن لوگوں نے اسلام کو نامکمل سمجھ کر تجدید و ترمیم یا تنسیخ و تحریف شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدد دین، مہدی یا مسیح ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ ایسے محرفین کے لئے یہ رسالہ ”الکاویہ علی الغاویہ“ لکھا گیا ہے۔ جس میں عام شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے

ناظرین خود معلوم کر سکیں گے کہ یہ مرزائی تعلیم یا نئی اصطلاحات میں کہاں تک تحریف و تنسیخ سے کام لیا گیا ہے۔“

مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسریؒ، مولانا نور احمد امرتسریؒ، مولانا عبد الغفور غزنویؒ، مولانا عبد الرحمان امرتسریؒ، مولانا محمد حسینؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور دوسرے اکابر علماء کی اس پر تقاریض ہیں۔

ہم نے ان دونوں جلدوں کو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۵ اور ۲۶ میں شائع کرنے کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

سعادت حاصل کی۔ بار اول اکادمیہ کی دوسری جلد ستمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی۔ گویا پاکستان بننے سے بھی تیرہ سال قبل کی یہ کتاب ہے۔ فقیر راقم کی پیدائش سن ۱۹۴۵ء کی ہے۔ راقم کی پیدائش سے تیرہ سال قبل کی یہ تصنیف لیتھو پر شائع شدہ اور اتنی گھنی اور بے ڈھب پرانی کتابت کی دوبارہ اشاعت کا دشوار تر مرحلہ صرف وہی دوست ہی اس مشکل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں جو اس میدان کے شناور ہیں۔ ورنہ دوسروں کے سامنے بین بجانے کا فائدہ نہیں۔

اس تصنیف میں مصنف نے جھوٹے مدعیان نبوت، مسیحیت و مہدویت کے عقائد پر بحث کرتے ہوئے ان کے لٹریچر (کتب و رسائل و پوسٹر) کے خلاصہ جات مع تنقیدات اہل اسلام کو درج کیا ہے۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بھی ان کو طویل بلکہ طویل تر اقتباسات درج کرنے پڑے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ملعون اور خلاف اسلام، عقائد ہمیشہ کے لئے اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو معلوم ہو گئے۔

مولانا محمد عالم آسیؒ کولو تارڑ حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ جٹ برادری سے تعلق رکھتے۔ والد کا نام مفتی عبدالحمید چشتی نقشبندیؒ تھا۔ جو عابد، زاہد، مفتی شاعر اور خوشنویس تھے۔ آسیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا حکیم مفتی غلام حسینؒ چک بھٹی گوجرانوالہ سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ نعمانیہ میں لاہور پڑھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی، فاضل فارسی اور طبابت کے کورس اعلیٰ نمبروں پر پاس کئے۔ عربی، ہندی، انگریزی، اردو، فارسی، پنجابی چھ زبانوں پر آپ کو بھرپور عبور حاصل تھا۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد اور اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ پھر امرتسر چلے گئے۔ ایم اے ہائی سکول میں عربی کے مدرس اول مقرر ہوئے۔ سکول نے کالج کا روپ دھارا تو آپ بھی ٹیچر سے پروفیسر ہو گئے۔ اس زمانہ میں مختلف حضرات نے آپ سے درس نظامی کی مختلف کتب بھی پڑھیں۔ بیسیوں آپ کے فاضل اور یگانہ زمانہ شاگرد ہیں۔ آپ کا امرتسر میں وصال

ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ آپ بیسیوں کتابوں کے مصنف تھے اور سینکڑوں مضامین آپ کے قلم سے ماہنامہ ”الفقیہ“ امرتسر میں شائع ہوئے۔ رد قادیانیت پر آپ کی یادگار زمانہ کتاب ”الکاوۃ علی الغاویہ“ دو جلدوں میں ہے۔ اسی طرح بہت سارے مضامین بھی آپ نے رد قادیانیت پر تحریر فرمائے۔ ان میں سے بیس مضامین و مقالہ جات کی فہرست عقیدہ ختم نبوت جلد گیارہ کے ص ۱۸، ۱۹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ کی بہت ساری عربی گرائمر پر کتب اس زمانہ میں عربی کے نصاب میں درساً پڑھائی جاتی تھیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

(۵۱۱)

عالم بٹالوی (فیصل آباد)، جناب میاں محمد

تحریک آزادی و تحریک ختم نبوت کے سرگرم رہنما تھے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے عمر بھر سرگرم عمل رہے۔ پاکستان بننے کے بعد استاذ محترم مولانا محمد حیات فاتح قادیان کی کتابیں گدھا ریڑھی پر لاد کر پاکستان میاں محمد عالم بٹالوی لائے تھے۔ فیصل آباد گھنٹہ گھر، چنیوٹ بازار میں عالم کاپی ہاؤس ان کی دکان تھی۔ مولانا عبید اللہ احرار کی مجلس احرار الاسلام کا دفتر ان کی دکان کی بالائی منزل پر تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں دل و جان سے دیوانہ وار شریک عمل رہے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

(۵۱۲)

عالم (شیخوپورہ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۳ جولائی ۲۰۱۴ء)

عالم دین، مدرس، معاملہ فہم، انتہائی زیرک جامعہ فاروقیہ شرق پور روڈ شیخوپورہ کے بانی و مہتمم، جمعیت علماء اسلام شیخوپورہ کے ممتاز رہنما، استاذ العلماء مولانا محمد عالم صاحب جو تحریک ہائے ختم نبوت میں نمایاں کردار کے حامل رہے۔

(۵۱۳)

عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید

یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ملتان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ شیعہ مسلک تھا۔ ۱۹۷۴ء کے تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں قومی اسمبلی میں تقریر کی۔ بعد میں پمفلٹ کی شکل میں ”قومی اسمبلی پاکستان میں تقریر سید عباس حسین شاہ گردیزی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی حمایت، ۲۵ نومبر ۱۹۷۴ء“ یہ اس کے ٹائٹل کا عنوان ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۳۲

(۵۱۴)

عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید

۱۹۵۷ء میں آپ نے دمشق سے ”الاسس السياسية لحركة القاديانية“ نامی ۱۶ صفحاتی رسالہ عربی زبان میں شائع کر کے ڈربن جنوبی افریقہ میں فری تقسیم کرایا۔

(۵۱۵)

عبدالاحمد خان پوریؒ، مولانا قاضی

(ولادت: ۱۸۵۲ء وفات: ۱۹۲۸ء)

خان پور ضلع ہری پور ہزارہ کے نامور عالم دین مولانا قاضی عبدالاحمد ہزارہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی یہاں اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ مولانا قاضی عبدالاحمدؒ نے بقیہ تعلیم مولانا سید عبداللہ غزنویؒ سے امرتسر میں اور دورہ حدیث شریف دہلی میں مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد پہلے خانپور پھر راولپنڈی میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے قادیانیوں سے مناظرے بھی ہوئے۔

۱..... ”السيف المسلول نحر شاتم الرسول“

۲..... ”اظہار المخادعة مسيلمہ قاديانی بجواب اشتہار

پولس ثانی“

۳..... ”اغاثۃ الملہوف المسجون فی مصائد القادیانی

المجنون“

نامی کتب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیں۔ مولانا قاضی عبدالاحمد خانپوریؒ کا حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بھی بعض مسائل میں مناقشہ رہا۔ لیکن قاضی صاحبؒ کے وصال کی خبر سن کر دیر تک حضرت پیر صاحبؒ مغموم رہے۔ ساتھیوں کے سوال کے جواب پر فرمایا کہ نہیں بھائی وہ بڑے عالم تھے۔ ان کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان حضرات کا اختلاف اخلاص پر مبنی تھا، نہ کہ عناد پر۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

(۵۱۶)

عبدالباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

جناب عبدالباسط صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے ۴ فروری ۱۹۹۸ء کو سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل ”انسداد مرزائیت“ کے نام سے کتاب مرتب کی۔ محض ریکارڈ کے لئے محاسبہ کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا ہے اور بس۔

(۵۱۷)

عبدالجبار عمر پوریؒ (مقیم آگرہ)، مولانا

مولانا عبدالجبار عمر پوریؒ مقیم آگرہ نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ”قادیانی کذاب نے بدعت ضلالت نکالی ہے۔ نصوص میں تحریف کی ہے اور ان باتوں کا جو دین میں ہدایت ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ وہ اور اس قماش کے دوسرے لوگ دین کے چور اور دجالوں میں سے ہیں۔ خدا اس کو توبہ کی توفیق دے یا ذلت آفریں عذاب میں مبتلا کرے۔“

(۵۱۸)

عبدالجبار غزنویؒ، مولانا

مولانا عبدالجبار غزنویؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا: ”ان امور کا مدعی جو سوال میں مذکور ہیں، رسول رب العالمین کا مخالف اور اس راہ کا پیرو ہے جو مومنوں کی راہ نہیں۔ علامہ

علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ قادیانی کے پیرو نصاریٰ کے پٹھو ہیں۔“

(۵۱۹)

عبدالجبار قادریؒ (حیدرآباد دکن)، مولانا سید

حیدرآباد دکن کے ایک قادیانی نے رسالہ ”حجة الله“ لکھا۔ حضرت مولانا سید عبدالجبار

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

قادریؒ نے اس کا جواب: ”سیف الجبار“ کے نام سے تحریر فرما کر قادیانیوں کی بولتی بند کر دی۔ قادیانیوں نے دوسرا رسالہ ”انوار اللہ“ تحریر کیا جو حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادیؒ کے خلاف تھا۔ مولانا سید عبدالجبار قادریؒ، مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ قادیانی رسالہ کا آپ نے جواب تحریر فرمایا جس کا نام ہے: ”حجة الجبار“ ان دونوں رسائل کو احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل کیا گیا ہے اور پہلے یہ دونوں رسائل مرزا قادیانی کے زمانہ میں شائع ہوئے تھے۔

(۵۲۰)

عبدالجلیلؒ (ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا)، مولانا

(وفات: ۲۱ نومبر ۲۰۰۹ء)

برصغیر کے قطب الارشاد اور شیخ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے برادر زادہ حضرت مولانا عبدالجلیلؒ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمائی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے خانقاہ رائے پور میں حاصل کی۔ دینی کتب کی تعلیم کے لئے آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل کیا گیا۔ بانی احرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ اور مولانا عبدالجلیلؒ نے ایک ساتھ سہارنپور سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اس زمانہ میں مظاہر العلوم کی مسند حدیث پر حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیفؒ (المعروف حضرت ناظم صاحب) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ رونق افروز تھے۔ ان ایسے اکابر علماء

وشیوخ سے آپ نے حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالجلیلؒ خانقاہ رائے پور کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ اور حضرت مولانا عبدالجلیلؒ دونوں حضرات آپس میں ہم زلف تھے۔ حضرت مولانا محمد انوری لدھیانویؒ کی دو صاحبزادیاں ان حضرات کے عقد میں آئیں۔ ایک ہی روز نکاح ہوا۔ ایک ہی روز دونوں کی رخصتی عمل میں لائی گئی۔ مولانا انیس الرحمنؒ، مولانا عبدالجلیلؒ ہر دو حضرات حضرت رائے پوریؒ کے بہت ہی محبوب خلفاء میں سے تھے اور ان کا آپس میں تعلق بھی مثالی تھا۔ حضرت مولانا عبدالجلیل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۳۵

صاحبؒ نے کبھی پڑھنے پڑھانے کا باضابطہ شغل اختیار نہیں کیا۔ ساری زندگی عبادت و ریاضت، ذکر و اذکار میں گزار دی۔ بلامبالغہ انسان ہونے کے باوجود ان کی زندگی ملکوتی زندگی تھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد تو خانقاہ ڈھڈیاں شریف میں آپ نے ڈیرے لگا دیئے۔ حضرت رائے پوریؒ کے بھانجے حضرت مولانا عبدالوحیدؒ صاحب نے مدرسہ و مسجد ڈھڈیاں کے نظم کو چلایا۔ خانقاہ شریف کے معمولات حضرت مولانا عبدالجلیلؒ نے پورے کئے۔ بہت ہی گمنامی کی زندگی گزاری۔ جلسے، جلوس، میٹنگ و اجتماع کے بالکل قریب نہ جاتے تھے: ”رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا يَبْتَغُونَ ذِكْرَ اللَّهِ“ کا مصداق تھے۔ شاید زندگی میں کبھی تکبیر اولیٰ قضا ہوئی ہو۔ اذان ہونے کے ساتھ ہی وہ مسجد میں ہوتے۔ لیکن احتیاط کا یہ عالم کہ فوتگی سے پہلے فدیہ ادا کیا۔

مولانا عبدالجلیلؒ کو عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا اعزاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ورثہ میں ملا تھا۔ جب کبھی آپ سے ملنے کے لئے جانا ہوا ختم نبوت کے کام کی تفصیلات بڑی محبت سے سنتے اور ان کی طبیعت شگفتہ پھول کی طرح ہو جاتی۔ ختم نبوت پر کام کرنے والوں کو اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ بلامبالغہ لاکھوں لاکھ انسانوں نے جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

(۵۲۱)

عبدالحنی امرتسریؒ، مولانا

”تذکرۃ العباد (لکیلا یغتروا باقوال اهل الحاد)“ قادیانی دجل کرتے ہیں کہ عذاب آ رہے ہیں جو مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہیں۔ مصنف نے جواب دیا کہ عذاب کے نزول کے کئی اسباب ہیں۔ نبی کے انکار سے عذاب شئی دگر ہے۔ ورنہ جب بھی عذاب آئے تو کوئی نبی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مؤلف مولانا عبدالحئی بن مولانا محمد عثمان ہیں۔ برقی مطبع امرتسر سے اولاً شائع ہوئی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل اشاعت ہوئی۔ خوب معلوماتی کتاب ہے جو مصنف کی قابلیت کی دلیل ہے۔

(۵۲۲)

عبدالحنی جام پوریؒ، مولانا

(وفات: ۱۴ / جون ۲۰۰۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، محقق و فاضل اجل حضرت مولانا عبدالحنی جام پوریؒ نے دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ اس زمانہ میں سپیشلائزیشن کے لئے حضرات فضلاء دارالعلوم اپنے اپنے ذوق کے مطابق، خانقاہوں، مناظرین، اطباء کے ہاں رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالحنی صاحبؒ نے لکھنؤ دارالمبلغین میں داخلہ لیا اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے ہاں فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

اس دور میں سردار احمد خان پٹافیؒ نے تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ سردار صاحب مرحوم اسی علاقہ کے نامی گرامی مذہبی زمیندار تھے۔ مولانا عبدالحنیؒ نے ان کی سرپرستی میں جام پور مسجد مہاجرین، و جامعہ محمدیہ سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جب کہ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی کاوشوں کو جلاء ملنے لگی۔

آپ عرصہ تک تنظیم اہل سنت پاکستان کے دارالمبلغین ملتان، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد، مدرسہ سلطان العلوم مدنیہ کوٹلہ رحم علی شاہ ضلع مظفر گڑھ اور دیگر مدارس کے ریفریشر کورسوں میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاقائی پروگراموں اور بالخصوص چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کا عرصہ تک معمول رہا۔ حضرت مولانا صوفی اللہ وسایہؒ مجاہد ختم نبوت اپنی صحت کے زمانہ میں بس، ویگن پر بھرپور وفد ڈیرہ غازیخان سے چناب نگر کانفرنس پر لایا کرتے تھے۔ بدھ شام روانہ ہوتے۔ جمعرات فجر سے قبل پہنچ جاتے اور فجر کا درس مولانا عبدالحئی جام پوریؒ سے دلا کر ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کرتے۔

مولانا عبدالحئیؒ ملک بھر کی اہم مسلکی میٹنگوں میں شریک ہوتے اور بڑی نپی تلی مختصر رائے دیتے جو موقع سمجھی جاتی۔ بہت ہی فاضل معقولاتی اور ثقہ عالم دین تھے۔ دینی علوم بالخصوص فتن کے حوالہ سے تاریخ پر گہری نظر اور دسترس تھی۔ فقہ میں تو رسوخ حاصل تھا۔ بعض ان کے فتویٰ جات یادگار اور ٹھوس بنیادوں پر بطور سند کے پیش کئے جانے کے لائق ہیں۔ حضرت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

مولانا سید نور الحسن بخاریؒ کے آخری زمانہ حیات میں تنظیم اہل سنت سے حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہؒ نے علیحدہ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مولانا عبدالشکور دین پوریؒ مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے نام سے خطباء اہل سنت کی ایک جماعت کے لئے وقف ہو گئے۔ تو اس زمانہ میں سید عبدالمجید ندیم شاہؒ کی نظر انتخاب مولانا عبدالحق جام پوریؒ پر پڑی۔ انہیں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کا سربراہ بنا دیا۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے مخدوم زادہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ نے انہیں اپنی مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کر لیا۔ غرض مولانا عبدالحق جام پوریؒ ایسے مرنجاں مرنج انسان اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جہاں کہیں خلاء پیدا ہوتا اسے پر کرنے کے لئے سب کی نظر حضرت مولانا عبدالحق جام پوریؒ پر پڑتی اور وہ بھی اپنی طبعی شرافت اور خدمت دین کے مزاج کے باعث کہ اگر میرے جانے سے دین کے اس شعبہ کا کام چل سکتا ہے تو دریغ نہ فرماتے۔ مولانا عبدالحق جام پوریؒ نے کئی جماعتوں کی کوہ پیمائی کی۔ لیکن جہاں گئے اپنے علم و فضل کے باعث نمایاں رہے۔

طبعاً مرنجاں مرنج تھے۔ کسی بھی ادارہ و جماعت میں رہے ہوں اپنے کسی بھی دوسرے فریق کا شکوہ وغیبت نہ کرتے تھے۔ نہ ہی مخالفت مول لیتے تھے۔ اس لئے کہیں بھی رہے احترام تمام طبقوں میں آپ کا کیا جاتا تھا۔

مدرسہ سلطان العلوم کوٹلہ رحم علی شاہ میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ کو تکلیف دی گئی۔ آپ نے تفسیر پڑھائی اور ایسی پڑھائی کہ گویا آپ کا موضوع ہی یہ تھا۔ آپ نے سنی خطباء کے لئے جمعہ خطبہ عربی زبان میں ترتیب دیا، شائع ہوا۔ ملک کی کئی مساجد میں وہ پڑھا جا رہا ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد مہاجرین، جامعہ محمدیہ فیض القرآن جام پور میں نصف صدی سے زائد

عرصہ پر محیط آپ نے قرآن و سنت سے لوگوں کے ایمانوں کو جلاء بخشی۔ گزشتہ سے پیوستہ برس اس مدرسہ کے جلسہ پر فقیر کی حاضری ہوئی۔ رات کا بیان تھا۔ مدرسہ سے گھر دور ہونے کے باوجود رات کو تشریف لائے اور فرمایا صرف آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ بیان کے آخر تک شریک مجلس رہے۔ اس سے ان کی برخوردار نوازی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک کی جماعتوں و شخصیات کے ہاں بھی آپ کو احترام کا درجہ حاصل تھا۔ مقامی، ضلعی، ڈویژنل امن کمیٹیوں کے رکن رکن رہے۔ جسم ہلکا، رنگ پکا، داڑھی قدرے ورلی چھدرے بالوں والی، قد و قامت دراز، عمر بھر چاک و چوبند رہے۔ ۹۵ سال کی عمر پائی آخر وقت تک کسی کے محتاج

جہانِ ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

نہ ہوئے۔ سوائے بڑھاپا کی کمزوری کے کوئی بیماری نہ تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق آخری دن بھی حسب معمول صبح درس قرآن مجید دے رہے تھے کہ دل کی بازی ہار گئے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ اس روز جام پور میں جنازہ ہوا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر عبداللہ نے پڑھایا۔ شام کو آبائی قبرستان کوٹ مٹھن میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ دیانتداری کی بات ہے کہ بہت ہی خوبیوں کے مالک عالم دین تھے۔ اسلاف کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر قانع طبیعت اور ایثار پیشہ تھے۔ باوجود یکہ ایک پسماندہ قصبہ نما شہر میں زندگی گزاری۔ لیکن احترام، مقام، شہرت ملک گیر ان کو نصیب ہوئی۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ پڑھنے پڑھانے اور تقریر و بیان سے تعلق رکھا۔ اگر تحریر کی دنیا کی طرف طبیعت چل نکلتی تو لکھنؤ کی زبان دانی کے باعث قابل قدر ذخیرہ چھوڑ جاتے۔ اب بھی سینکڑوں ان کے شاگرد ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔ سراپا خیر تھے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین! بحرمۃ النبی الکریم!

(۵۲۳)

عبدالحنی عابدؒ (لاہور)، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۱۳ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحنی عابد ملک عزیز کے نامور خطیب تھے۔ ہمارے ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے مولانا عبدالحنی عابدؒ برادر اصغر تھے۔ مولانا عابد نے ”لا

نبی بعدی“ کے نام پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ قرآن و سنت سے ختم نبوت و حیات مسیح پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۵۲۴)

عبدالحنیؒ (مانسہرہ) ، مولانا

(وفات: ۱۸ نومبر ۲۰۰۵ء)

آپ ۱۹۱۰ء میں مولانا محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جامع مسجد غازی مانسہرہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

کے خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا اور وہیں مولانا رسول خان ہزاروی سے درس نظامی و درس حدیث لیا۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بھی خوب متحرک رہے۔ ان کی مسجد تحریکوں کا مرکز رہی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کے رفقاء میں سے تھے اور خوب جلالی بزرگ تھے۔

(۵۲۵)

عبدالحئی کوہاٹی، مولانا

حضرت مولانا عبدالحئی کوہاٹی ”آئینہ مرزا یا مرزائی ناول“ کے مصنف ہیں۔ ناول کی طرز پر اس کتاب کو لکھا ہے۔ قادیانی فتنہ سے متعلق جدید انداز تفہیم اپنایا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ کتاب سٹیم پریس راولپنڈی میں باہتمام مہتہ کشن چند موہن پرنٹر کے ہاں شائع ہوئی۔ پاکستان بننے سے پہلے کی شائع شدہ ہے۔ کتاب خوب دلچسپ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۲۴۰ صفحات تھے۔ کم و بیش پون صدی بعد اس کتاب کی احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں دوبارہ اشاعت ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

(۵۲۶)

عبدالحامد بدایونی (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء..... وفات: ۲۰ / جولائی ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالحامد بدایونیؒ نامور عالم دین تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان میں بڑی بے جگری سے کام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی آگئے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات قادریؒ کے وصال کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے تاحیات صدر رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی پامردی کے ساتھ حصہ لیا۔ گویا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت تھا۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ کے ساتھ نظر بند رہے۔ قید و بند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جوانمردی سے برداشت کیا۔ ان کی مدبرانہ فراست نے پورے ملک میں اس تحریک کو مقبول بنایا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۴۰

(۵۲۷)

عبدالحفیظ پیرزادہ (کراچی)، جناب

(وفات: اگست ۲۰۱۵ء)

جناب عبدالحفیظ پیرزادہؒ، جناب ذوالفقار علی بھٹوؒ کی کابینہ میں وفاقی وزیر قانون تھے۔ بھٹو حکومت کے ختم ہونے کے بعد پھر سے وکالت شروع کی۔ کراچی میں وکالت کرتے تھے۔ نامور قانون دان قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر کئی قراردادیں پیش ہوئیں۔ مولانا نورانیؒ، مولانا غوث بزارویؒ وغیرہ ان سب پر ایک ساتھ قومی اسمبلی کی سب کمیٹی میں بحث ہوئی۔ آخر میں گورنمنٹ اور اپوزیشن کی طرف سے ایک متفقہ ترمیمی بل لایا گیا۔ جس پر کئی حضرات کے دستخط تھے۔ جناب عبدالحفیظ پیرزادہؒ نے وفاقی وزیر قانون ہونے کے ناطے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۵۲۸)

عبدالحفیظ حقانی حنفی (آگرہ)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۰ء، بریلی وفات: ۲۳ جون ۱۹۵۸ء، ملتان)

”السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ“ مفتی آگرہ مولانا عبدالحفیظ حقانی حنفیؒ نے ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔ مصنف نے خود ابتداء میں اس کتاب کے تعارف پر بہت کچھ لکھ دیا ہے۔

اس لئے مجھے اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔ مجھے ایسے یاد ہے کہ اگرہ کے مفتی عبدالحفیظ حقانی حنفی، ایم کیو ایم کے الطاف حسین کے نانا تھے۔ نانا قادیانیوں کے خلاف، نواسہ ان کے لئے نرم گوشہ رکھے۔ اچھی روایات کے خاتمہ کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی؟ ہے نا اہل کہیں کا۔

مفتی عبدالحفیظ صاحبؒ کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالمجیدؒ تھا۔ مفتی حفیظ نے اپنے والد سے صرف نحو و فارسی پڑھی۔ پھر مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ سے پڑھا۔ آپ کے والد صاحب نے ٹانڈہ میں مدرسہ قائم کیا۔ یہ وہاں پڑھانے کے لئے چلے گئے۔ پھر مدرسہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

حمیدیہ مدراس اور انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی میں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں اگرہ جامع مسجد کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی آگئے تھے۔ جناح مسجد میں خطیب رہے۔ دارالعلوم مظہریہ کراچی کے شیخ الحدیث رہے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کے سالانہ جلسہ پر گئے۔ واپسی پر ملتان میں وصال ہوا۔ حسن پروانہ قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ مولانا محمد حسن حقانی پہلے دارالعلوم امجدیہ کے مہتمم اور سابق ایم۔ پی اے سندھ آپ کے صاحبزادہ ہیں۔

(۵۲۹)

عبدالحفیظ سکھرویؒ، مولانا

(وفات: ۱۷ / جنوری ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ سکھرویؒ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر معده کے مرض کا شکار ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم بندھانی خاندان کے مشہور قاری رحیم بخشؒ کے نور نظر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کا ذوق انہیں اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی زبان ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت سے تر رہتی تھی۔ نواں گوٹھ سکھر کے مشہور مدرسہ تعلیم القرآن کے شعبہ حفظ و قرات سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنی زندگی کے تمام لمحات تعلیم قرآن کے لئے وقف کر دیئے۔ مایہ ناز مدرس اور قاری قرآن تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قراء حضرات برزخ، محشر اور جنت میں بڑے سوز و گداز اور وجد آفریں انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ قاری عبدالحفیظؒ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شیریں ذوق اس دنیا میں عطا کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی کثرت تلاوت کی مٹھاس ان

کے ہونٹوں کو ہمہ وقت متبسم رکھتی تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں اپنے مخاطب کو سب سے پہلے مسکراہٹ کا تحفہ اور ہدیہ پیش کرتے اور پھر بات کرتے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے انہیں قلبی اور جگری تعلق تھا۔ ختم نبوت کے عنوان پر جلسے، کانفرنس، درس کے ہر پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ موصوف جید عالم دین بھی تھے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ اصلاحی اور تبلیغی خطبات سے سکھر کے مسلمانوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ سکھر کے تادم واپسین خطیب رہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے جو حسن صورت اور حسن سیرت، علم و فضل کے لحاظ سے اپنے والد کے قابل فخر جانشین ہیں۔ ایک بیٹا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۳۲

دبئی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور دوسرا سکھر میں تدریس اور خطابت کی خدمات اپنے مرحوم والد کی نیابت میں سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں۔

(۵۳۰)

عبدالحفیظ شاہ رحمہ اللہ ، جناب سید

موصوف نے عرب امارات میں قادیانیوں کے خلاف ویب سائٹ بنائی۔ ”ٹوان ون“ ایک کتاب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کی۔ قادیانیوں کو خوب اڑے ہاتھوں لیا۔

(۵۳۱)

عبدالحق الباکستانی رحمہ اللہ ، مولانا

مولانا عبدالحق نے ”الاحمدیۃ اللاہوریہ“ نام سے ۴۰ صفحات پر مشتمل عربی میں رسالہ شائع کیا۔ لاہوری مرزائی افریقی ممالک میں یہ تاثر قائم کرتے تھے کہ ہمارا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ جس سے وہاں کے مسلمانوں میں لاہوری مرزائیوں سے متعلق صحیح صورتحال واضح نہیں ہوتی تھی۔ جس کے باعث وہ کسی بڑی غلطی کے مرتکب ہو سکتے تھے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ لاہوری مرزائی بھی مرزا غلام قادیانی کے پیروکار ہیں جو عقائد قادیانی جماعت کے ہیں۔ وہی لاہوری پارٹی کے ہیں۔ ان میں اختلاف عقائد کا نہیں بلکہ اقتدار و مسند نشینی کا ہے۔ جیسے قادیانی غیر مسلم ہیں ایسے ہی لاہوری بھی غیر مسلم ہیں۔ افریقہ و عرب ممالک میں یہ کتاب تقسیم کی گئی اور مسلمانوں کو ایک خطرناک فتنہ سے بچایا گیا۔

عءءالحق رءمه الله (اٹك)، مولانا

(پىءائش: ۱۹۰۲ء وفاء: ۴ نومبر ۱۹۸۵ء) مولانا مءرسه مفاء العلمو ءضرو كے بانى ومهءمم
تهے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء كى ءءريك ءءم نبوء ميں ايمانى ءءبه سه بهر پور ءصه لىا اور قىء وبنء كى
صعوبءىں برءاءء كىں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۴۳

(۵۳۳)

عبدالحقؒ (اکوڑہ خٹک) ، مولانا

(ولادت: جنوری ۱۹۰۹ء وفات: ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء) مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ میرٹھ، امرہ میں بھی پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ پھر قیام پاکستان تک اپنے مادر علمی دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اکوڑہ خٹک قائم کیا۔ جو آج پاکستان کے بڑے مدارس اور صوبہ خیبر پختونخواہ کا سب سے بڑا جامعہ شمار ہوتا ہے۔ آپ تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو آپ نے امت مسلمہ کا مؤقف پیش کرنے میں سنہری خدمات سرانجام دیں۔ مولانا عبدالحقؒ بہت بڑے عالم، مدیر اور بزرگ رہنما تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

(۵۳۴)

عبدالحقؒ چوہانؒ (رحیم یار خان) ، مولانا

رحیم یار خان کے مولانا عبدالحق صاحب مجلس احرار اسلام کے سرگرم رہنما تھے۔ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ نے آپ کا پمفلٹ شائع کیا جس کا نام تھا: ”کیا حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑوی مرزائی تھے؟“ یہ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ ”فرنگی سیاست کے برگ و بار“ ہے یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوئے۔

عبدالحق حقانی محدث دہلویؒ، مولانا

زمانہ جانتا ہے کہ مولانا عبدالحق حقانی محدث دہلویؒ وہ شخصیت ہیں جن کا پورے برصغیر کے ہر حلقہ میں احترام ہے۔ آپ نے تفسیر المنان المعروف تفسیر حقانی اردو آٹھ جلدوں میں تحریر کی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی جلیل القدر تصنیفات ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

کے متعلق یہ فتویٰ دیا: ”یہ شخص منجملہ ان دجالوں کے ایک دجال ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے خبر دی تھی۔ مگر بڑا بھاری دجال بلکہ اس کا عم دجال ہے۔ اگر پنجاب میں آزادی اور الحاد کا دریا اسی طرح موجزن رہے گا اور اس کے بعد کوئی موٹا تازہ دولت مند خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو سینکڑوں سادہ لوح پنجابی اس کے بھی مرید ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ قادیانیوں کو ہدایت نصیب کرے۔“

(۵۳۶)

عبدالحق شیخ^{رحمہ اللہ} (چیچہ وطنی)، مولوی

(پیدائش: ۱۹۲۲ء، لدھیانہ وفات: اپریل ۱۹۷۵ء)

آپ کا تعلق چیچہ وطنی سے تھا۔ شروع سے ہی مذہبی رجحان رکھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کوئی غیر شرعی کام خود کیا نہ اپنے خاندان والوں کو کرنے دیا۔ جوانی سے ہی اسلام سے لگاؤ تھا۔ کبھی بھی شیو (Shave) نہ کروائی۔ پہلے دن سے سنت رسول ﷺ چہرے پر سجا رکھی تھی۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے مولوی کے لقب سے معروف ہوئے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ساہیوال جیل میں تقریباً ۲ ماہ تک پابند سلاسل رہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری^{رحمہ اللہ} کے ساتھ قربت کا وقت گزارا۔

مالی طور پر کمزور ہونے کے باوجود دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شہر میں ہونے والے تمام جلسوں کے سٹیج کے تمام انتظامات خود کرتے تھے۔ اعلان بھی خود کرتے تھے۔ ان کی اذان پورے شہر میں مشہور تھی۔ اپنی اولاد کو ہمیشہ حرام و حلال کی تمیز کا درس دیا۔ اپنی زندگی

اسلام کے مطابق گزار کر تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ انڈیا کے شہر میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ روڈ ایکسیڈنٹ میں شہادت پائی۔

(۵۳۷)

عبدالحق غزنویؒ، مولوی

(وفات: ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء)

مولانا عبدالحق غزنویؒ امرتسریؒ بڑی مدت سے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

رہے تھے۔ مرزا قادیانی نے ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کے جس اشتہار میں حافظ محمد یوسف ضلع دار اور مولوی عبدالحق غزنوی پہلے کے مباہلہ کا ذکر کیا۔ وہ اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۳۹۵ تا ۳۹۹) پر مرزا قادیانی نے درج کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے: ”اشتہار مباہلہ میاں عبدالحق غزنوی و حافظ محمد یوسف صاحب“ اس میں بہت کچھ غلط بیانیوں سے کام لیا تھا۔ اس اشتہار کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم نے ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اعلان شائع کیا جس میں مرزا قادیانی سے خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ:

”اب میں بذریعہ اشتہار ہذا دستخط خود تم کو مطلع کرتا ہوں اور ساری دنیا کو اس کا گواہ ٹھہراتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر ایسی صفائی کے ساتھ ظاہر ہو، جس میں کسی کو شک و شبہ نہ رہے تو میں تمہاری تکفیر سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب اپنے اشتہار کے بموجب مباہلہ کے لئے امرتسر آ جاؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب پیرو دجال کذاب ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ مباہلہ عید گاہ کے میدان میں ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو، وہی مجھے منظور ہے۔ اگر تم اپنے اعلان کے بموجب میرے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے امرتسر نہ آئے تو پھر دوسرے علماء سے مباہلہ کی درخواست کرنا پرلے درجے کی بے شرمی اور بے حیائی متصور ہوگی۔

گرازیں بار باز ہم پیچی سرے

بر تو شد نفرین رب اکبرے

(عبدالحق غزنوی از امرتسر ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ، تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۵۲، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵ حاشیہ)

مرزا قادیانی ۲۵ جون ۱۸۹۳ء کو آتھم کے مناظرہ سے فارغ ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی نے اسی دن مولوی عبدالحق کے اعلان کا جواب شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ عبدالحق غزنوی کا اشتہار مباہلہ میری نظر

سے گزرا۔ اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے، مباہلہ منظور ہے۔ میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ تک امرتسر پہنچ جاؤں گا۔ تاریخ مباہلہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ (مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء) قرار پائی ہے۔ جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عید گاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے، قرار پایا ہے۔ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ اب جو شخص گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔“

(المشتہر: مرزا قادیانی مورخہ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ، رسالہ سچائی کا اظہار ص ۱۷، ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۸۱، ۸۲)

مولوی عبدالحقؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ: ”مجھے آپ سے مباہلہ کرنا بدل و جان منظور ہے۔ لیکن میری خواہش ہے کہ مباہلہ ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کے بعد ہو۔ کیونکہ ۱۰ ذیقعد کو آپ آتھم سے مناظرہ کر رہے ہوں گے۔ ہمیں مباہلہ سے پہلے آپ کا لیکچر سننا ہرگز منظور نہیں۔ کیونکہ جب آپ اپنی طرف سے صفائی پیش کریں گے تو ہمیں بھی آپ کی تردید کرنی پڑے گی۔ ایسی حالت میں یہ مباہلہ نہ ہوا۔ مباحثہ ہو گیا اور مناظروں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں۔ مقام مباہلہ میں صرف فریقین دعا کریں گے۔ دعا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے۔ اس کا جواب بدست حاملان رقعہ ہذا بھیج دیجئے۔“

(عبدالحق غزنوی مورخہ ۷ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ)

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے لکھا:

”میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے مجھے قطعی طور پر کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور امرتسر میں آنے کی میری دو ہی غرضیں تھیں۔ ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔ میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیرہ دوستوں کی جو میرے ساتھ کافر ٹھہرائی گئی ہے۔ ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔ میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عید گاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے۔ ہاں! یہ مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ

نہ کروں۔ دعا صرف یہ ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں۔ اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقویٰ کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جائے وہی لکھ دوں گا۔ مگر اب تاریخ مباہلہ برگز برگز تبدیل نہیں ہوگی۔ لعنة الله على من تخلف منا وما حضر في ذلك التاريخ واليوم والوقت“

(۷ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ از امرتسر، جدید مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص ۴۴۷)

اس کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم غزنوی نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ:

”اب میں بری الذمہ ہو گیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں۔ کیونکہ میں نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

تاریخ بدلنے کی محض اس لئے خواہش کی تھی کہ گو میں اور دوسرے مسلمان، مرزا کو کیسا ہی گمراہ اور بے دین سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے عیسائیوں سے مقابلہ کر رہا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا کرنی اور مدد دینی چاہئے۔ مگر مرزا قادیانی نے وہ تاریخ یعنی ۱۰ ذیقعدہ نہیں بدلی۔ اب میں بھی ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو دو بجے دن کے مباہلہ کے مقام پر حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہاں جا کر فریقین کی طرف سے لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی مطلق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنے خط میں وعدہ کر لیا ہے۔ مباہلہ کی یہ نوعیت ہوگی کہ پہلے میں تین مرتبہ باآواز بلند کہوں گا کہ الہی: میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری اور محرف کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ یقین کرتا ہوں۔ اگر میں اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔ بعدہ رو قبلہ دیر تک ابتہال اور عاجزی سے دعا کریں گے کہ الہی جھوٹے کو رسوا اور شرمسار کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں گے۔“

(عبدالحق غزنوی از امرتسر مورخہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ)

غرض ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر کی عید گاہ میں مباہلہ ہوا، اور اس سے فراغت پا کر فریقین اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔ اس واقعہ کے سوا سال بعد، جب مرگ آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی اور آتھم کے زندہ سلامت رہنے پر مرزا قادیانی پر ہر طرف سے آوازے کسے جانے لگے تو مولوی عبدالحق نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا: ”اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد قادیانی“ اس اشتہار میں مولوی عبدالحق نے مرزا قادیانی کی ناکامی اور رسوائی کو اپنے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا اور مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل و روسیہ ہوگا۔ اب بتائیے کہ ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار امرتسری کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا

ہوں جیسے کتاب اللہ پر۔ مرگ آتھم کی پیشین گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آگیا؟ پنڈتوں، جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی صحیح نکل آتی ہے۔ لیکن آپ کو اپنی پیشین گوئیوں میں ہمیشہ ذلت و نامرادی کی بھیانک صورت دیکھنی نصیب ہوئی ہے۔ پیشین گوئی کی میعاد گزر چکی، آتھم اب پہلے سے زیادہ قوی، تندرست اور صحیح المزاج ہے۔ تمہاری یہ ذلت و رسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟“

اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا: ”اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کر لو کہ مباہلہ کو پندرہ مہینے گزر گئے۔ اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر ہوئی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطاء کی ہیں، جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں اور مرزا کا حال تو ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مبانی مباحثہ امرتسر، جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطے منتخب کیا تھا اور یوسف خاں سرحدی جو مدت سے مرزا قادیانی کا مرید تھا اور محمد سعید سالہ زاد بھائی مرزا قادیانی کی بی بی کا، یہ سب عیسائی ہو گئے۔ پیر کا یہ حال اور مریدوں کا یہ کہ دین و دنیا کی رسوائی و ذلت ان پر آ پڑی۔“

یہ اشتہار مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کی تاریخ تھی۔ اس اشتہار کے انتقام میں قادیاں کے مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو خوب گالیاں دیں۔ مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کی ایک عربی تحریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ ترجمہ بھی خود مرزا قادیانی کا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اے کذاب! تو پہلے مباہلہ کے بعد یہ سب کچھ دیکھ چکا ہے اور تو غرق کیا گیا ہے اور جلا دیا گیا ہے۔ اے احمقوں کے فضلے! ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا۔ بلکہ تو تو ندامت کے پانی میں بدبختوں کی طرح ڈوب گیا اور کہاں تجھے آگ سے نجات حاصل ہوئی۔ بلکہ تو تو اس حسرت کی آگ سے جل گیا۔ جو شریروں پر بھڑکتی ہے۔“

(حجة اللہ مؤلفہ قادیانی ص ۷۱، خزائن ج ۱۲ ص ۲۲۰)

مولوی عبدالحق مرحوم نے پیشین گوئی کی ناکامی کو مباہلہ کا اثر قرار دیتے ہوئے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی استدلال کیا تھا۔ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے جواب میں لکھا تھا کہ: ”میری سچائی کے لئے ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا، بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔“

(حجة الله، مؤلفہ مرزا قادیانی طبع سوم ص ۹)

مرزا قادیانی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا کہ یہ غلط ہے کہ: ”میرا نشان ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ میرے کئی ایک نشان ظاہر ہوئے۔ مباہلہ کے بعد میری ترقی ہوئی، مرید بڑھ گئے، آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۴۰، خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۲)

اور جب مریدوں نے مرزا قادیانی سے دریافت کیا کہ حضرت! اہل اللہ کے مخالف تو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

ان کی بددعا سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ مباہلہ کے باوجود عبدالحق غزنوی کا بال تک بیکا نہیں ہوا؟ تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کتاب انجام آتھم میں، جو ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو شائع کی۔ یہ عذر لنگ پیش کیا کہ: ”مباہلہ دراصل میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ میرا اس میں یہ مدعا تھا کہ عبدالحق پر بددعا کروں اور نہ میں نے بعد مباہلہ کبھی اس بات کی طرف توجہ کی۔ اس بات کو اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بددعا نہیں کی اور اپنے دل کے جوش کو ہرگز اس طرف توجہ نہیں دیا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۵)

لیکن اس تحریر کے ساڑھے پانچ سال بعد مرزا قادیانی نے کتاب (نزول المسیح ص ۱۹۴، خزائن ج ۱۸ ص ۵۷۲) میں جو ۲۰ اگست ۱۹۰۲ء کو شائع کی، یہ لکھ کر اپنے بیان کی تردید کر دی کہ ”صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا، جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا۔“

بہر حال اس مباہلہ کے بعد دوسرے بے شمار مصائب کے علاوہ مرزا قادیانی کا ایک نو سالہ لڑکا مبارک احمد مر گیا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی خود بھی مولوی عبدالحق کی زندگی میں طعمہ اجل ہو کر ان کے برسر حق ہونے کی عملی تصدیق کر گئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود لکھا تھا کہ: ”مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو، وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔“

(اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۹)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور مرض بیضہ میں گرفتار ہو کر مولوی عبدالحق مرحوم کی زندگی میں گیارہ گھنٹہ کے اندر چل بسے تھے اور مولوی صاحب اپنے حریف کے نذر

اجل ہونے کے بعد نو سال تک نہایت خوشگوار اور پر عافیت زندگی بسر کر کے ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو راہگرائے عالم آخرت ہوئے۔ والحمدلہ علی ذالک!

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے کفر پر جب فتویٰ طلب کیا تو مولانا عبدالحق غزنویؒ نے اس پر تحریر کیا: ”مرزا قادیانی مرتد ہے۔ ضال، مضل، ملحد و دجال، وسوسہ ڈالنے اور ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا ہے۔ جس کو میرے بیان کی صحت میں شک ہو وہ مجھ سے مباہلہ کر لے۔“

(۵۳۸)

عبدالحق کوٹلوی سرہندیؒ، جناب ابو المنصور

”موت قادیانی“ مرزا قادیانی ملعون ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔ یہ رسالہ ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ کو شائع ہوا جو احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شامل اشاعت ہے۔ ابو المنظور مولانا عبدالحق کوٹلوی سہر بندی^۲ اس کے تحریر کنندہ ہیں۔ آپ نے حوالہ جات سے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ سنت نبویؐ کے مطابق میں نے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ نجرانی عیسائی سنت کے مطابق مرزا قادیانی کو اولاد سمیت مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کی موت اسی کا (بقول خود قادیانی) نتیجہ ہے۔ اس رسالہ کے ٹائٹل پر یہ آیت قرآنی درج ہے: ”قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملائیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون“ اس طرح ٹائٹل پر یہ اشعار بھی درج ہیں:

ہیں زندہ وہ جنہیں مارتا تھا تو ظالم رہیں خدا کے فضل سے وہ زندہ سالم

ہیں خوش جہان و جہانیاں تیرے مرنے سے بچا نہ تیری زبان سے جاہل و عالم

برا بھلا تو تھا کہتا اسی پرے عیسیٰ کو تھا مارتا تو اسی واسطے مسیحا کو

کہے تھا قابل نفرت تو معجزوں کو بھی اس لئے تھا تو پیچھے لگاتا دنیا کو

محمدی پرے نہ تو ہو سکا کبھی قائم اگرچہ فکر اسی کا تھا قائم و دائم

کدھر گیا تیرا لڑکا اے قادیانی وہ کہ جس سے بادشاہ ڈھونڈیں گے برکت دائم

شد عقل مسخ قادیانی کی کہ اب بھی کرتے ہیں تقلید آنجہانی کی

پڑا وہ بھاڑ میں دوزخ کے گیا گزر ہے یہ علامت قہر آسمانی کی

یہ رسالہ سول اینڈ ملٹری نیوز پریس لدھیانہ سے ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا۔ ایک سو چار سال بعد دوبارہ

۲۰۱۲ء میں اشاعت، پروردگار عالم کا فضل ہی ہے اور بس!

”انکشافِ شرّ حقیقت الوحی“ یہ بھی مولانا ابو المنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی کی تصنیف ہے۔ اس کو بھی مجلس نے احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شامل کیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں اولاً شائع ہوئی۔ اس کے ایڈیشن اول کے ٹائٹل پر یہ شعر درج تھے :-

ہے بندہ حق پرے لطف یزداں ہے بندہ حق پرے فضل رحمان

کر اس میں ضرور غور مرزا اور حق کے لئے دیکھ یہ برہان

ہو حق پرے فدا اے اہل احسان تا حق سے عطاء ہو تجھ کو عرفان

مرزا کے فساد سے بچ کر ہو تابع حق اے اہل ایمان

”انکشافِ شرّ حقیقت الوحی“ قادیانی سنہ ۱۳۲۶ھ اس کتاب کا سن اشاعت اور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مرزا قادیانی کا سن وفات نکلتا ہے۔ کیونکہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بنتا ہے۔ ٹائٹل کی آخری سطور میں یہ رباعی درج ہے۔

غالب ہے ہمیشہ حق بمیدان کید و کذب و بطلان
مرزا پہ پڑی ہے مار حق کی ہے منکر حق ذلیل ہر آن
یہ حجت حق ہے اور سلطان بس چھوڑ غرور و کبر و کفران
جی حق سے نہ چرا اے مرزا منہ موڑ رہروی شیطان

(۵۳۹)

عبدالحمیم الیاسی چشتی قادری نقشبندی (یادگیر گلبرگہ)، مولانا

مولانا عبدالحمیم الیاسی جناب پروفیسر الیاس برنجی کے نامور شاگرد تھے۔ اس نسبت سے اپنے آپ کو الیاسی بھی لکھتے تھے۔ ”آئینہ قادیانیت“ ۱۶ نومبر ۱۹۶۳ء میں یادگیر گلبرگہ انڈیا سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ مرزا قادیانی کے عجیب و غریب انکشافات، اعتقادات، اجتہادات، افتراقات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحمیم الیاسی، چشتی، قادری، نقشبندی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شائع ہو گئی ہے۔

(۵۴۰)

عبدالحمیم کانپوری، مولانا

حضرت مولانا احمد عبدالحلیم کانپوریؒ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شامل اشاعت ہے: ”راہ حق متعلقہ ردِ قادیان“ ریاست حیدرآباد دکن میں ایک مقام سکندرآباد ہے۔ وہاں قادیانیوں کی شورش تھی۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالحلیم کانپوریؒ وہاں تشریف لے گئے تو قادیانی مکائد کو طشت از بام کرنے کے لئے آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جو ۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں (گویا تالیف کے دس سال بعد) اسے شائع کیا۔ اس رسالہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اشاعت سے قبل حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور بعض مقامات پر اس کی اصلاح بھی فرمائی۔ اب یہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

رسالہ اپنی اشاعت اول (اکتوبر ۱۹۲۶ء) کے بعد (اکتوبر ۲۰۱۰ء) میں گویا چوراسی (۸۴) سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شائع کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر بجالاتے ہیں۔

(۵۴۱)

عبدالحمید آزادؒ، مولانا

غالباً وہوا ضلع ڈیرہ غازی خان کے جناب مولانا عبدالحمید آزاد تھے۔ خوب گورے چٹے، گٹھے جسم کے، تیز خدوخال کے بہادر انسان تھے۔ زیادہ عرصہ لاہور میں حضرت لاہوریؒ کے خادم اور خدام الدین کے منیجر بھی رہے۔ اس زمانہ میں خدام الدین کی پیکنگ اور ڈاک کے سپرد کرنا ان کے ذمہ تھا۔ مزاجاً خالص احراری تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ صاحبؒ کی لاہور مصری شاہ میں مسجد تھی جو مرحوم کے وصال کے بعد مولانا عبدالحمید آزادؒ نے آباد رکھی جو آج کل مولانا حمید اللہ صاحبؒ کی اولاد کے پاس ہے۔ مولانا عبدالحمید آزادؒ، حضرت لاہوریؒ اور حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے بہت اعتماد یافتہ تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں مسلم کالونی میں مسجد و مدرسہ کے لئے پلاٹ حاصل کیا تو ابتدائی دنوں میں اس کی نگرانی اور تعمیر کے آغاز کے لئے آپ چناب نگر مسلم کالونی میں تشریف لائے۔ کھڑے کھڑے نہ معلوم کیا وجد کی کیفیت طاری ہوتی کہ نعرہ لگاتے تو سب کو ششدر کر دیتے۔ چناب نگر مسلم کالونی کے شمال کی جانب پہاڑ کو ”جبل البخاری“ کہہ کر پکارتے۔ لال کرتہ پہنتے۔ دن بھر قادیانیوں کے لئے سوہان روح بنے رتے۔ بہت عرصہ تک چناب نگر رہے۔ ان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ غالباً ایک بیٹی تھی جو شورکوٹ کے قریب کہیں دیہات میں بیابی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کے حامی و ناصر ہوں۔ اصلاً یہ ڈیرہ غازی خان ضلع کے تھے۔

عبدالحمید بٹ (لودھراں)، جناب خواجہ

(ولادت: جولائی ۱۹۱۵ء وفات: اگست ۱۹۹۷ء)

خواجہ عبدالحمید بٹ قادیان کے رہائشی تھے۔ قادیانی تحریک کا بڑے قریب سے آپ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

نے مطالعہ کیا۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ تقسیم سے قبل مولانا محمد حیاتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ کے ساتھ قادیان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا علم بلند کئے رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد لودھراں میں آکر مقیم ہوئے۔ لودھراں کی میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی بنے۔ آپ کے قادیانیت کے رد میں دو رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱..... ”فرقہ احمدیہ کا ماضی و مستقبل“

۲..... ”قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم“

یہ دونوں رسائل خواجہ عبدالحمید بٹ آف قادیان کے مرتب کردہ ہیں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں کے ناظم اعلیٰ صوفی نور محمد مجاہد مرحوم نے شائع کیا تھا۔ حق تعالیٰ مؤلف و ناشر کی مغفرت فرمائیں۔ احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں دونوں رسائل شامل اشاعت ہیں۔

(۵۴۳)

عبدالحکیم خان پٹیالوی، جناب ڈاکٹر

پٹیالہ کے سرجن ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے۔ چوبیس سال تک مرزا قادیانی کے مرید رہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کو چندہ مختلف اوقات میں دیا۔ مرزا قادیانی پر دل و جان سے فدا تھا۔ مرزا قادیانی بھی اس کی تعریف میں الہامی شگوفے چھوڑتا اور قلابے ملاتا تھا کہ مخلص ہے، ذہین ہے، مفسر قرآن ہے۔

اس ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے کہا کہ آپ اپنے کو ”مدار نجات“ قرار نہ دیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑا اور خوب بگڑا۔ عبدالحکیم خان اب بھی اسے ”مسیح الزمان“ قرار دیتا رہا۔ لیکن مرزا اس تجویز پر اتنا سیخ پا ہوا اور نہایت ہی غصہ سے لکھا: ”ان (مسلمانوں) کو اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔“ (الذکر الحکیم نمبر: ۳، خط نمبر ۲، از مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان) پوری امت مسلمہ کو سڑا ہوا دودھ، کیڑے پڑ گئے، کا مصداق بنا دیا۔ پھر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے خط نمبر ۳ میں ”مسیح الزمان“ سے خط کا آغاز کیا۔ مگر مرزا قادیانی تو ”پہرے ہوئے سانڈ“ بگڑے ہوئے بیل کی طرح وہی تباہی پر اتر آیا۔ ”الذکر الحکیم نمبر ۴، خط نمبر ۴“ میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو لکھا کہ: ”ماسواہ اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔“ اسی طرح مرزا قادیانی نے رسالہ (تحفة الندوہ ص ۸، خزائن ج ۱۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

ص ۱۰۱) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ”وہ قتل بھی کیا گیا ہو کیونکہ وہ مرتد تھا۔“ یہاں پر قادیانی حضرات سے میری درخواست ہے کہ آج کی پوری قادیانیت اس پر متفقہ موقف رکھتی ہے کہ: ”مرتد کی سزا قتل نہیں۔“ مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔“ گویا خدائی حکم اور وہ بھی مرزا قادیانی کے قلم سے۔ لیکن قادیانیوں کی بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ مرزا قادیانی کے قلم سے نکلے ہوئے خدائی حکم کو نہیں مانتے۔

برادران دینی !! یعقوب عرفانی قادیانی نے قادیان سے مرزا قادیانی کے مکتوبات کو سات حصوں میں شائع کیا۔ اب ان کو کمپیوٹر پر قادیان ولندن سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔ لیکن ان دونوں ایڈیشنوں (قدیم و جدید) میں مرزا قادیانی نے جو خطوط محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس کے ورثاء کو لکھے تھے جن کو کلمہ فضل رحمانی میں قاضی فضل احمد گورداسپوریؒ نے شائع کیا اور مرزا قادیانی نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ میرے خطوط ہیں۔

اور پھر وہ خطوط جو مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خطوط کے جوابات میں تحریر کئے جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی الذکر الحکیم نمبر ۴ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے شائع کر دیئے تھے۔ وہ تمام خطوط قادیانیوں کے شائع کردہ قدیم و جدید ایڈیشنوں میں موجود نہیں۔

قادیانیوں نے اپنے خود ساختہ نبی کے قلم پر سنسر لگا رکھی ہے۔ وہ ان خطوط کو یوں چھپاتے پھرتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے۔ ان خطوط سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح ہاؤلا کتا پانی سے اور کوا غلیل سے بھاگتا ہے۔ ان خطوط سے قادیانیوں کے ایمان کی طرح جان بھی جاتی ہے۔ کیا قادیانی عوام سوچیں گے کہ مرزا قادیانی کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خطوط کیوں شائع نہیں ہو رہے؟ لیجئے! وہ تمام خطوط جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو مرزا قادیانی نے لکھے تھے

بمع ان کے جواب الجواب کے ”الذکر الحکیم نمبر ۴“ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ابتداء میں تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کو ”مسیح الزمان“ لکھتا رہا۔ بعد میں ”مسیح الدجال“ لکھنا شروع کر دیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

”مسیح الدجال“ یہ رسالہ بھی الذکر الحکیم نمبر ۴ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی جانب سے شائع ہوا۔ اس میں اور الذکر الحکیم نمبر ۴ میں اکثر یکسانیت ہے۔ البتہ بعض مقامات پر بہت سی نئی باتیں ایضاً بھی کی گئی ہیں۔ جو ایضاً کیا ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ اس لئے اسی (۸۰) فیصد تکرار کے باوجود محض بیس فیصد خوبصورت اضافی باتوں کے لئے اس کو حک و اضافہ کے بغیر مکمل شائع کر دیا ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۵۵

ہے۔ ایسا اپریشن کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا تمام خبث باطن اور فضلہ پیٹ، مرزا کے منہ کے راستہ سے باہر نکلا ہے۔

”الذکر الحکیم نمبر ۶ (عرف) کانا دجال“ جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خانؒ نے الذکر الحکیم نمبر ۶ عرف کانا دجال ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے وہ لٹے لٹے کہ اگر مرزا کی جگہ ابلیس ہوتا تو اس کی نانی مرجاتی۔ یہی حال دجال قادیان کا ہوا۔ اس کے بعد مرزا اپنی کتابوں میں جس طرح جل بھن کر ڈاکٹر صاحب کو یاد کرتا ہے۔ وہ دلیل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تمام تیر ٹھکانے پر لگے۔ ڈاکٹر صاحب مرزا کی تردید پر دلیل دیتے دیتے آخر میں ”سچ ہے دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں“ کا ٹانکا لگاتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے خواب اپنے خوابوں سے، مرزا قادیانی کے الہامات کا جواب اپنے الہامات سے ایسے دیتے ہیں۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ جیسا منہ ویسی چیپڑ کی مثال صادق آجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں آگئے ہیں۔

(۵۴۴)

عبدالحکیمؒ (ساکن دھرم کوٹ)، مولانا

مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ نے ”رئیس قادیان“ اپنی کتاب حصہ اوّل باب چہارم میں لکھا ہے کہ مولوی عبدالحکیم بن امان ساکن موضع دھرم کوٹ رندھاوا نے ”تحفہ مرزائیہ“ نامی کتاب مرزا قادیانی کے خلاف ۱۳۰۲ھ میں لکھی تھی۔ یہ ہمارے ان اولین حضرات میں سے ہیں جنہوں نے کذاب قادیان کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

عبدالرؤف دہلوی، جناب

الفلاح جامعہ نگر دہلی سے جناب عبدالرؤف صاحب نے ۱۹۹۹ء میں ”قادیانیت اور اس کے
خدوخال“ شائع کیا جو اب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولانا

(وفات: ۹ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

مولانا عبدالرؤف ۱۹۴۹ء کو پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا محمد یونس تھا۔ آپ نے جامع مسجد مانسہرہ میں ناظرہ قرآن اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بالا کوٹ، عطر شیشہ، اشرف المدارس فیصل آباد میں کتب پڑھتے رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے دورہ تفسیر و دورہ حدیث شریف کیا۔ پھر اپنے علاقہ میں ترویج و اشاعت اسلام کے لئے برسر پیکار رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے اپنے علاقہ میں مبلغ اور داعی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے علاقہ میں مثالی کردار ادا کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور انداز میں شریک ہوئے اور علماء علاقہ حضرت مولانا عبدالقیوم المعروف خطیب صاحب، حضرت مولانا غلام نبی شاہ صاحب کی معیت میں علاقہ بھر کے شیدایان ختم نبوت مسلمانوں کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ظفر پارک روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاڈر کے مقام پر مقیم قادیانی میر زمان سے مڈبھیڑ ہوئی اور مانسہرہ جلسہ گاہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے جلوس کو منتشر کر دیا گیا۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۴ء کو لال مسجد اسلام آباد میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی سرپرستی میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے علماء مانسہرہ کی جمعیت میں اسلام آباد روانہ ہوئے۔ جابجا راستے بدل بدل کر رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے کہ اسلام آباد پولیس نے حراست

میں لے لیا۔ شرکاء نے پرزور آواز میں ”ختم نبوت زندہ باد“ کے نعرے لگائے کہ پولیس نے گاڑیوں میں لے جا کر گولڑہ تھانہ میں پابند سلاسل کر دیا۔ راقم الحروف (مولانا رشید احمد زاہد) بھی اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھا اور کم عمری میں اسیر ختم نبوت کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۹۸۴ء کو ضیاء الحق مرحوم نے ان ہی تحاریک اور ختم نبوت کانفرنسوں کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا کہ قادیانی، مسلمانوں کی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے تو اس دوران مانسہرہ شہر میں کرامت اللہ قادیانی (معروف رانا بٹن والا) نے عزیز الرحمن

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۵۷

نامی مسلمان کو سلام کر دیا۔ چنانچہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نقض پر اس قادیانی کے خلاف مانسہرہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایف آئی آر درج ہو کر مقدمہ چلا۔ دریں اثناء حضرت مولانا عبدالرؤفؒ کے زیر اثر علاقہ میتھل میں ایک ڈسپنسر کا اجراء ہوا جس میں عبدالسلام نامی ڈسپنسر قادیانی تعینات ہوا۔ کچھ دن مذکورہ ڈسپنسر اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنے کے بعد آیا تو برسرِ راہ کھڑے حضرت نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو اس ڈسپنسر نے کرامت اللہ قادیانی کے مقدمہ میں ہمنوائی کا ذکر چھیڑ دیا۔ جس سے اس ڈسپنسر کا قادیانی ہونا ظاہر ہوا۔ جس پر حضرت مولانا عبدالرؤفؒ نے اعلانیہ مخالفت کی۔ بالآخر اہل علاقہ کے کلی مقاطعہ پر دوسرے دن ہی وہ ڈسپنسر علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس ڈسپنسر نے بٹل گزاری تھانہ میں حضرت کے خلاف رپورٹ بھی درج کروادی۔ جو بعد میں خارج کر دی گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مختلف اوقات میں بعض این جی اوز کے کارندوں کی چھان بین میں لگے رہتے تانکہ ان کے شناختی کارڈ تک بھی چیک کرتے کہ کہیں کوئی قادیانی یا بدعقیدہ فلاحی کاموں کی آڑ میں مسلمانوں کے عقائد کو خراب نہ کر دے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء کو مرکزی جامع مسجد و جامعہ معارف القرآن مانسہرہ میں عالمی مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پندرہ روزہ رد قادیانیت کورس کا انعقاد کیا تو پہلے ہی دن سے کورس کے روح رواں تھے۔ دوران اسباق سوالات اور ان کے درست جوابات دینے پر استاد محترم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ سے نقدی انعام بھی وصول کئے۔ جواب بھی ان کی ڈائری کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ کورس کے اختتام پر امتحان میں نمایاں کامیابی پر حضرت امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا اللہ وسایا اور دیگر اساتذہ کرام کے ثبت شدہ دستخط والی سند امتیاز حضرت امیر مرکزیہؒ کے دست اقدس سے وصول فرمائی۔

۱۹۸۸ء ميں عالمى مجلس تحفظ ختم نبوت كى جنرل كونسل اور مجلس عمومى كے ركن ہونے كى حيثيت سے چناب نگر سالانہ ختم نبوت كانفرنس كے موقعہ پر حضرت امير مركزىہ خواجہ خواجگان مولانا خان محمدؒ كے انتخاب امارت ميں حصہ لے كر رجسٹر ميں دستخط ثبت فرمائے۔ حضرت مولانا عبدالرؤفؒ عقيدہ ختم نبوت كے عنوان سے فرمايا كرتے تھے كہ عقيدہ ختم نبوت كا تحفظ ہوگا تو تب ہى تحفظ صحايت بهى ہوگا۔

(مولانا رشيد احمد زاہد)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

(۵۴۷)

عبدالرب خان برہم قادیانی

عبدالرب خان برہم سکے بند قادیانی تھے۔ مرزا قادیانی کے ملعون الہامات کو معاذ اللہ الہامات الہیہ اور قرآن مجید کے برابر مانتے تھے۔ البتہ مرزا محمود کو بدترین خلائق اور ملعون و دجال سمجھتے تھے۔ اس نے مرزا قادیانی کے الہامات کو کسوٹی بنا کر مرزا محمود کو ملعون ثابت کر دیا۔ یہ کتاب ”بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ“ فروری ۱۹۵۸ء میں ایک قادیانی مصنف نے لکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ حذف کرنے کے بعد بطور خلاصہ جو باقی رہنے دیا ہے وہ پڑھیں کہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پڑھتے ہوئے نہ بھولیں کہ یہ ایک قادیانی تصنیف ہے اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۴۸)

عبدالرحمن بٹالوی، جناب حاجی

(وفات: ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء)

بٹالہ کے معروف سیاسی کارکن، تحریک خلافت و تحریک آزادی میں بڑی سرگرمی سے شریک عمل رہے۔ بٹالہ میں ان کا گھر تحریکوں کا مرکز تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ رد قادیانیت کے لئے ان کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کے وجود سے قادیانیت کانپتی تھی۔ میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

عبدالرحمن (تلہ گنگ)، جناب حافظ

حضرت حافظ عبدالرحمن تلہ گنگ کے معروف احرار رہنما تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں فیصل آباد ہوتے تھے۔ تحریک میں آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنی ذاتی لائبریری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کی لائبریری کے لئے عنایت کر دی تھی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

(۵۵۰)

عبدالرحمن خان (ملتان)، جناب منشی

(ولادت: ۸ فروری ۱۹۱۲ء وفات: ۲۳ فروری ۱۹۸۹ء)

جناب منشی عبدالرحمن خان صاحب نے ادارہ علوم اسلامیہ چوک چھلیک ملتان میں قائم کیا۔ قادیانی فتنہ کے نام سے ایک مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے بھی شائع کیا۔ سماجی رہنما، مورخ، ادیب و ناشر تھے۔

(۵۵۱)

عبدالرحمن خان (والی افغانستان)، جناب

والی افغانستان کو مرزا قادیانی نے اپنی نبوت و مسیحیت کا خط لکھا، جس کے جواب میں آپ نے صرف اتنا تحریر کیا: ”انجا بیا“ جس کا پنجابی میں ترجمہ یہ ہے کہ: ”ایتھے آ“ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا چلا جاتا تو اس کی گردن اتار کر فرماتے: ”آں جابرو“ جہنم میں دفع ہو جاؤ۔

(۵۵۲)

عبدالرحمن دہلویؒ، مولانا ابوسلمان

جناب مولانا ابوسلمان عبدالرحمن دہلویؒ کا مرتب کردہ رسالہ ”تنویر السراج فی کیفیت المعراج“ ہے۔ سن تالیف معلوم نہیں ہو سکا۔ مصنف نے ٹائٹل پر اس رسالہ کا یہ تعارف درج کیا ہے: ”رسالہ ہذا میں معراج جسمانی کا ثبوت بدلائل عقلیہ و نقلیہ دیا گیا اور مخالفین کے شبہات کا عموماً اور مرزا قادیانی کے شکوک کا خصوصاً جواب دیا گیا ہے۔“ سب سے اوّل میں یہ رسالہ دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا اور پھر احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع کیا گیا۔

(۵۵۳)

عبدالرحمن دیوبندیؒ، مولوی

مولوی عبدالرحمن دیوبندی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”مرزا غلام احمد قادیانی مسیح دجال کا مثیل و نظیر ہے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اسے کبھی اتنی جرات نہیں ہو سکتی کہ حدیث رسول اللہ کو تفسیر قرآن ہونے کے درجے سے بھی گرا دے اور اپنے اقوال باطلہ کو اتنا بلند کرے کہ ان کی بدولت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں کا انکار کرے اور قرآن میں تحریف و تبدیل کرے۔ کیا اس نے قرآن میں یہ قول خداوندی نہیں پڑھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کہولت (ادھیڑ پن) میں کلام کریں گے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے زمین میں رہ کر کہولت میں کب کلام کیا ہے۔ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی نہ مانی جائے قرآن پاک کا یہ ارشاد صادق نہیں آ سکتا۔ تعجب ہے کہ یہ شخص آیات و احادیث میں استعارات باطلہ تجویز کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اپنے باطل الہامات میں ایسے استعارے کیوں جائز نہیں رکھتا۔ تا کہ اس کو ان مفتریات سے نجات ہو اور خدا کی آیات بینات پر ایمان نصیب ہو۔“

(۵۵۴)

عبدالرحمنؒ (ساکن لکھوکی)، مولانا

مولانا عبدالرحمن نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ”جو عقائد کفریہ مرزا کے متعلق سوال میں مذکور ہیں ان میں سے ہر ایک کفر اس کے کافر ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کا بیان

ہے کہ میرے الہام بھی کتاب اللہ کی طرح قطعی ہیں۔ لہذا وہ احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں مرتدانہ کلام کرتا ہے۔ ہر حدیث صحیح مرفوع ہے، جس کو علمائے حدیث نے باتحقیق ثابت کیا ہے۔ بالاجماع واجب القبول ہے اس کا مکذب کافر و مرتد ہے۔ اس میں کشف یا الہام کا حیلہ قابل قبول نہیں ہے۔ اگر حدیث متواتر ہے تو اس کا منکر قطعی کافر ہے۔ ورنہ ظنی کافر ہے۔ پس میری تحقیق میں قادیانی ملحد اور اشد المرتدین ہے۔ اس نے ازالہ کے صفحہ ۶۷۲ میں تمام اہل اسلام کو جو صحابہؓ سے لے کر آج تک ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں پر ایمان لانے کی وجہ سے (معاذ اللہ) خارج از ایمان قرار دیا ہے۔ اس ملحد نے عیسیٰ علیہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۶۱

السلام کو بتقلید نصاریٰ صلیب پر چڑھا کر نص قرآنی سے انکار کیا ہے۔ ”قال اللہ تعالیٰ وما صلیبہ“ اور عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔ فرشتوں کے عروج و نزول کا انکار کیا ہے جو صریح کفر ہے اور یہ مستلزم ہے۔ اس کفر کو کہ قرآن پاک کلام الہی نہیں بلکہ ”ان هذا الا قول البشر“ کیونکہ اس قول کے بموجب نہ کوئی جبریل آیا اور نہ خدا کا کلام زمین پر پہنچایا۔ خروج یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر صریح ہے۔ خروج دجال سے مسیح کذاب کا انکار، نبی اللہ ہونے اور احمد مبشر بالقرآن ہونے کا دعویٰ بھی کفر صریح ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ماننا اس ملحد کی نصرانیت ہے اور اپنی ذات کو ابن اللہ کا لقب دینا اس کی یہودیت ہے۔ چنانچہ یہود بھی کہا کرتے تھے: ”نحن ابناء اللہ واحباؤہ“ اور جو لوگ ان کفریات صریحہ کو صحیح مانتے ہیں یا مرزا قادیانی کی بزرگی کے قائل ہیں ان میں بھی رائی برابر ایمان نہیں اور اس کی ملحدانہ تاویلیں خدا اور رسول سے استہزاء و تمسخر ہے۔“

(۵۵۵)

عبدالرحمن عثمانیؒ (تلہ گنگ)، مولانا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے سابق رکن، رکن حضرت مولانا فضل احمدؒ کے شاگرد رشید اور تلہ گنگ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمن عثمانیؒ، حضرت مولانا پیر عبدالشکور نقشبندی کے ہمراہ احمد نگر سے انٹر چینج سیال موڑ کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ گاڑی کا ٹرک سے تصادم ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں مولانا عبدالرحمن عثمانیؒ اور مولانا عبدالشکور نقشبندی کے صاحبزادے موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ

راجعون! مولانا عبدالرحمن عثمانیؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بھی خواہوں میں سے تھے۔
وہ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت تھے۔

(۵۵۶)

عبدالرحمنؒ (فیصل آباد)، مولانا

جامعہ اشرف المدارس گرو نانک پورہ فیصل آباد کے مہتمم مولانا عبدالرحمنؒ نے مولانا محمد منظور
نعمانیؒ کے متفرق مضامین جو تحذیر الناس پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۶۲

پر مشتمل تھے اور مختلف کتب و رسائل میں منتشر تھے مولانا عبد الرحمنؒ نے ”تحفہ نعمانی، لفرقۃ القادیانی“ کے نام پر ان کو جمع کر کے شائع کر دیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع شدہ ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ!

(۵۵۷)

عبد الرحمن گیلانیؒ (مالیر کوٹلہ)، مولانا صوفی سید

جناب مولوی صوفی سید عبد الرحمن خان گیلانی مجددیؒ کا مرتب کردہ ”ختم نبوت المعروف ایٹم بم رحمانی برعنق قادیانی“ جو ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اڑسٹھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوا ہے۔ سید، گیلانی، مجددی اور خان کا اجتماع مؤلف کے نام میں سمجھ میں نہیں آ رہا۔ موصوف مالیر کوٹلہ بھارتی پنجاب کے رہائشی تھے۔ اس پمفلٹ کے علاوہ بھی ان کی کتب ہیں۔

(۵۵۸)

عبد الرحمنؒ (لاہور)، مولانا میاں

(وفات: ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا میاں عبد الرحمن صاحبؒ ۱۹۵۲ء میں گاؤں سم الہی منگ ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا میاں محمد ابراہیمؒ بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ آپ شیخ الاسلام مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، شیر اسلام مولانا غلام

غوث ہزارویؒ، پیر طریقت مولانا عبید اللہ انورؒ کے دست و بازو تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ نرینہ اولاد میں مولانا محمد ابراہیمؒ کے اکلوتے صاحبزادے میاں عبد الرحمنؒ تھے۔ مولانا محمد ابراہیمؒ نیو انارکلی لاہور کی جامع مسجد المعروف تلوار والی کے خطیب تھے۔ آپ اپنے ہاتھ میں ڈنڈا رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام مولانا ابراہیمؒ ڈنڈے والا مشہور ہو گیا۔

آپ نے مسجد انارکلی میں مدرسہ تجوید القرآن قائم کر رکھا تھا۔ یہاں پر میاں عبد الرحمن صاحبؒ نے قاری محمد نذیرؒ، قاری مقبول الرحمن صاحبؒ کے ہاں قرآن مجید

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۶۳

۱۹۶۶ء میں حفظ کیا۔ میاں عبدالرحمن صاحب بہت ہی خوبصورت تلاوت کرتے تھے۔ تلاوت کے زیر و بم کو خوب جانتے تھے۔ آپ کی نیکی و پارسائی اور کلام الہی کی برکات کا واضح پرتو اور برکات آپ کی تلاوت سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔

مولانا میاں عبدالرحمن نے ابتدائی کتب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۱۹۶۸ء میں پڑھیں۔ تجوید اور دیگر فنون کی کتب کے لئے الجامعة العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک پڑھتے رہے۔ آپ نے دورہ حدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور، شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں سے ۱۹۷۳ء میں کیا۔ وفاق المدارس کا امتحان آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کی طرف سے دیا۔ جامعہ مخزن العلوم والفیوض خانپور، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے آپ نے دورہ تفسیر پڑھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء، تحریک ناموس رسالت ۲۰۱۱ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے تادم واپسیں سرپرست اعلیٰ تھے۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائد حضرت صاحبزادہ سید عطاء المومن شاہ بخاری نے مجلس علماء اسلام قائم کی۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر اس کے امیر منتخب ہوئے۔ تب لاہور مجلس علماء اسلام کے صدر میاں عبدالرحمن تھے۔

مولانا میاں عبدالرحمن نے مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا حامد میاں، مولانا شریف اللہ، مولانا مفتی احمد الرحمن، مولانا مفتی ولی حسن، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا فضل الرحیم، مولانا علی اصغر عباسی اور دیگر حضرات سے اکتساب فیض کیا۔ بنوری ٹاؤن میں مصری اساتذہ سے

فن تجوید میں مہارت حاصل کی۔ مولانا میاں عبدالرحمنؒ رنگ سانولا، چہرہ پر گوشت کتابی، پیشانی کشادہ، آنکھیں سرمگیں، قد دراز، اعضاء متناسب، بات کرنے کا انداز دھیمہ اور خیر خواہانہ۔ جب بھی بات کرتے تھے خیر کی کرتے تھے۔ غیبت سے کوسوں دور۔ تمام دینی جماعتوں کے اکابر کا دل و جان سے احترام کرنا وظیفہ حیات تھا۔ کلمہ حق کہنے میں اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

والد گرامی مولانا محمد ابراہیمؒ کے وصال کے بعد جامع مسجد انارکلی کی خطابت اور مدرسہ کے اہتمام کو خوب دینی خدمت سمجھ کر سنبھالا۔ جامع مسجد و مدرسہ کی نئی دیدہ زیب تعمیر کرائی۔ بہت ہی کشادہ پر وقار کوہ قامت، کئی منزلہ عمارت کو دیکھیں تو آپ کے حوصلہ کی بلندی کا مظہر نظر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۶۴

آتی ہے۔ مورخہ ۱۱ اپریل ۲۰۰۹ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شاہی مسجد لاہور میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ تب مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا قاری جمیل الرحمن اختر، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری نذیر احمد، جناب میاں رضوان نفیس پر مشتمل تبلیغ رابطہ کمیٹی قائم ہوئی۔ مولانا میاں عبدالرحمنؒ اس کمیٹی کے سربراہ تھے۔ مانسہرہ اکوڑہ خٹک سے لے کر ساہیوال تک، سیالکوٹ سے لے کر سرگودھا و بھکر تک ہر اہم شہر میں مولانا میاں عبدالرحمنؒ اپنے رفقاء سمیت تشریف لے گئے۔ اس پورے علاقہ کو جلسہ گاہ بنا دیا۔ ہر جگہ جلسہ عام، پریس کانفرنس، میٹنگ سے کانفرنس کے لئے ایسا منظم پروگرام تشکیل دیا کہ جب کانفرنس منعقد ہوئی تو بادشاہی مسجد اور گردونواح کے پورے علاقہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

مولانا میاں عبدالرحمنؒ بہت صالح عالم دین اور اہل دل حضرات میں سے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے آپ نے حرم کعبہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت درخواستیؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ سے بھی بہت نیاز مندی کا تعلق تھا۔ آپ مورخہ ۱۷ اکتوبر کو اپنے گاؤں سے چلے ابتداء میں صلوٰۃ الحاجت پڑھی۔ دکاندار سے حساب کیا، ادائیگی کی۔ مولانا مفتی عبدالقدوس کے جامعہ اشاعۃ الاسلام مانسہرہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ خطبہ جمعہ و امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس بیان، خطبہ جمعہ، تلاوت و قرأت، دعا کے دوران میں ایسا نورانی ماحول کا سماں قائم ہوا کہ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ پرسوز تلاوت سے لوگوں کے دل پگھلے جاتے تھے۔ دعا میں الحاح و زاری کے ماحول نے در و دیوار کو بھی رلا دیا۔ بیان کے دوران میں نور کی چادر تنی نظر آتی تھی۔

جمعہ سے فراغت کے بعد سوات جانے کے لئے ایٹ آباد کا سفر کیا۔ قلندر آباد کے قریب کار پر مخالف سمت سے آنے والی ہائی۔ ایس ٹکرائی، توڈرائیور اور آپ کے رفیق سفر قاری سیف الرحمن

زخمی ہو گئے۔ مولانا میاں عبدالرحمنؒ کو بازو، پسلیوں اور بائیں ٹانگ پر شدید چوٹیں آئیں۔ ایوب میڈیکل کمپلیکس ایٹ آباد میں آپ کو لایا گیا۔ ڈاکٹروں نے خون کی بوتل لگانا چاہیں تاکہ آپریشن کیا جاسکے۔ آپ نے ڈاکٹروں سے فرمایا، میرا وقت آگیا ہے۔ اب آپ علاج کی کوشش نہ کریں۔ ذکر اذکار، کلمہ طیبہ، سورۃ یسین، دعائیں اور آخر میں سبحان اللہ والحمد للہ، اللہ اکبر! پڑھا اور جان بحق ہو گئے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اپنے گاؤں کے قبرستان میں رحمت باری کے سپرد ہوئے۔ حق تعالیٰ! بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین! بہت ہی جامع شخصیت کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۶۵

حامل عالم ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۵۵۹)

عبدالرحمن مصری قادیانی، لاہوری

ایک فاضل نوجوان عبدالرحمن جو قادیانی ہوا۔ قادیانی جماعت نے اسے مصر سے تعلیم دلوائی۔ انتہائی فاضل اور قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود کا اعتماد یافتہ اور قادیانی جماعت کے متعدد عہدوں پر فائز رہا۔ مرزا محمود نے اس کے بیٹے اور بیٹی کی عزت کو پامال کیا۔ عبدالرحمن مصری نے اپنی اولاد سے مرزا محمود کی جنسی زیادتی کو سنا تو دماغ شائیں شائیں کرنے لگا۔ اس نے مرزا محمود کو خط لکھے۔ مرزا محمود نے اسے جماعت سے نکال دیا۔ یہ لاہوریوں کے گروپ میں شامل ہو گیا۔ ہائیکورٹ تک بات گئی۔ زندگی بھر یہ مرزا محمود کی جنسی بے راہ روی پر احتجاج کرتا رہا، لیکن لاہوری مرزائی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ اس کا بیٹا بشیر احمد مصری مسلمان ہو گیا۔ اس نے مرزا طاہر کے مباہلہ کا جواب بھی تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع شدہ ہے۔

(۵۶۰)

عبدالرحمن مونگیریؒ، جناب حاجی سید

خانقاہ رحمانی مونگیر کے متوسلین میں ایک بڑا نام حضرت حاجی سید عبدالرحمنؒ صاحب کا ہے۔ آپ حضرت قبلہ مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے مریدان باصفا میں سے تھے۔ آپ کے ردّ قادیانیت پر تین رسائل ہمیں ملے ہیں:

۱..... ”آئینہ قادیانی“

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب واقوال سے قادیانیت کے مکروہ عقائد وعزائم سے عوام کو باخبر کرتے ہوئے قادیانیت کی حالت واقعی کو بیان کیا ہے۔ اولاً خانقاہ مونگیر سے یہ شائع ہوا۔ فالحمد للہ!

۲..... ”تنبیہ قادیانی“

یہ رسالہ بھی خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔ اس کے مصنف بھی حضرت حاجی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

عبدالرحمنؒ صاحب ہیں۔ اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر فارسی کے یہ اشعار درج تھے۔

ہوش دار پیداۓ مسلمان جہاں قادیان

فتنہ در دین محمد مصطفیٰؐ خواہد شدن

می نہد فضل خودش بر نور عین مصطفیٰؐ

یاوہ می خاید زبانش پیدا خواہد شدن

قصہ دیرینہ ظلم یزید پر جفا

حالیا تازہ ز دست میرزا خواہد شدن

گاہ عیسیٰؑ گاہ موسیٰؑ گاہ فخر انبیاء

گاہ ابن اللہؑ گا ہے خود خدا خواہد شدن

پہلے شعر میں جہاں کے بعد اور قادیان سے پہلے کا لفظ مٹا ہوا ہے۔ پہلی اشاعت میں اس کے چوبیس صفحات تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم مصنف کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

۳..... ”حق طلب کی سچی فریاد“

عبدالمجید نامی ایک ماسٹر قادیانیت سے متاثر تھے۔ انہوں نے دو خط لکھے۔ ایک خط مولانا عصمت اللہ مدرس سوہدرہ کو لکھا اور دوسرا خط اپنے بھائی عبدالحمید کو لکھا۔ جسے شائع بھی کر دیا گیا۔ جو خط اپنے بھائی کو لکھا اسے معروف قادیانی عبد الماجد نے شائع کرایا۔ دونوں

خطوط کا جواب حضرت حاجی سید عبدالرحمنؒ صاحب نے تحریر فرمایا۔ کان پور سے اولاً یہ شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائیں۔ عالمی مجلس نے احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں ان تینوں رسائل کو جمع کر دیا ہے۔

رد قادیانیت پر آپ کا ایک اور رسالہ:

۴..... ”حق نما“

ہے جو ایک سو پندرہ سال قبل اگست ۱۹۰۰ء لاہور میں مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ تشریف لائے۔ مگر مرزا قادیانی چیلنج دینے کے باوجود لاہور پیر صاحبؒ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت و حوصلہ نہ کر پایا۔ ”حق نما“ رسالہ میں حاجی سید عبدالرحمنؒ مونگیری نے ”معرکہ لاہور“ کی پوری روئداد قلمبند کر دی ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع ہو گیا ہے۔

(۵۶۱)

عبدالرحمن قادیانی (ڈیرہ غازیخان)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا موسیو بشیر تھا۔ جس پر غلام قادیان کے مریدوں نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

بدکرداری کے سنگین و غلیظ الزام عائد کئے۔ اس کے باعث غلام قادیان کی جماعت، لاہور و قادیان کے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔ لاہوری جماعت کے مرزائی عبدالرحمن ساکن ڈیرہ غازی خان نے قادیانی گروہ پنجاب کے امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کو اور عبدالرحمن کے بیٹے شفیق الرحمن خان ڈیرہ غازی خان نے مرزا محمود کے بیٹے مرزا رفیع کو خطوط لکھے کہ وہ مرزا محمود ملعون قادیان کی صفائی پر حلف اٹھائیں۔ دونوں نے حلف اٹھانے سے گریز و فرار اختیار کر کے اپنی اور مرزا محمود کی مزید رذالتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عبدالرحمن لاہوری مرزائی ڈیرہ غازی خان نے چناب نگر و سرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ”پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز بمع ضمیمہ تبلیغی سفر“ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔ یہ تمام خط و کتابت و تبلیغی سفر کی رپورٹ متذکرہ بالا پمفلٹ میں ایک ساتھ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شائع کر دیئے ہیں۔ یاد رہے کہ اس میں کاتب و مکتوب الیہ سب قادیانی ہیں۔

(۵۶۲)

عبدالرحیم اشرفؒ (فیصل آباد)، مولانا حکیم

(وفات: ۲۸ جولائی ۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ ایڈیٹر ہفت روزہ ”المنبر“ فیصل آباد ایک عبقری انسان تھے۔ قدرت نے ان کے پہلو میں حساس دل رکھا تھا۔ امت مسلمہ کی پریشانی پر وہ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے حل کے لئے وہ اس وقت تک بے چین رہتے جب تک وہ اسے حل نہ کر لیتے۔ یا یہ کہ جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ نہ کر گزرتے۔ فقیر راقم الحروف کا ۶۹۔ ۱۹۶۷ء میں لائل پور مبلغ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے طور پر تقرر ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ، حضرت مولانا محمد صدیقؒ، حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ تحریکی اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ علمی میدان میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ نے تبلیغ کا محاذ سنبھال رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد صدیقؒ تدریس، مناظرہ اور انتخابی سیاست کے شناور تھے۔ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ دونوں آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔ ان حضرات کا باہمی ربط، میل و جول قابل رشک تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبندی، بریلوی جنگ کا سیز فائر ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک تلخی کی گرد نہ بیٹھی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمودؒ اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اتحاد بین المسلمین کے لئے مقامی اور قومی سطح پر کوشاں تھے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دل و دماغ کے اعتبار سے بہت ہی وسیع المشرب تھے۔ زندگی بھر وہ جامع مسجد جناح کالونی میں دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا کی یہ خوبی تھی کہ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ صبح سے شام تک ان کا تمام وقت کمپیوٹرائز ہوتا تھا۔ نماز میں تکبیر تحریمہ اور صف اول کی پابندی کے خوگر تھے۔ گرمی، سردی، معمولی بیماری، بارش اور آندھی ان کے نزدیک کوئی عذرات نہ تھے۔ وہ مسجد میں قدم رکھتے۔ جماعت کھڑی ہو جاتی۔ گویا ان کا ایک ایک قدم بھی ضابطہ کا پابند تھا۔

حضرت مولانا نے اپنی زیر ادارت ہفت روزہ ”المنبر“ کا اجراء کیا۔ تمام تر اشاعتی مشکلات کے باوجود اس کی اشاعت میں تسلسل کو قائم رکھا۔ ان کے رسالہ کے زیادہ تر موضوعات، حالات حاضرہ پر قوم کی رہنمائی۔ ان پر بے لاگ تبصرہ و تجزیہ۔ تعلیمی میدان میں امت کی رہنمائی۔ اتحاد بین المسلمین، مسئلہ ختم نبوت اور منکرین ختم نبوت کا علمی و واقعاتی تعاقب و احتساب تھے۔ یہ اس رسالہ کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرت مولانا موصوف دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، فقہی نزاعات پر بالکل نہ لکھتے تھے۔ ہاں کبھی ماحول کی تلخی دیکھ کر فریقین سے اصلاح احوال کے لئے ضرور خامہ فرسائی کرتے تھے۔

اسلامیان فیصل آباد پر مولانا کا یہ عظیم احسان ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کو آپ نے فیصل آباد میں بلایا۔ ان کے علاوہ دیگر ملکی و غیر ملکی تعلیمی مذہبی شخصیات کو انہوں نے اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بلا کر ان کے خیالات سے اسلامیان فیصل آباد کو بہرہ ور کیا۔ آپ ایک سچے دردمند عالم دین تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف صدائے حق بلند کی۔ لیکن اس میں بھی شائستگی اور دعوت و انداز کے پہلو کو نمایاں رکھا۔ آپ نے ”قادیانیوں سے پہلا خطاب“ کے نام پر ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ جو ان کی تقاریر کے نکات پر مشتمل تھا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۶۹

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک کے یوم اول سے یوم فتح تک مسلسل تین ماہ انہوں نے اپنے اوپر خواب و خور بھول کر اس کے لئے کام کیا۔ آپ کی خدمات و شخصیت کے پیش نظر آپ کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا رکن رکن بنایا گیا۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ آپ کی رائے کو بڑے احترام سے سنتے اور اسے دل میں جگہ دیتے تھے۔ مولانا بہت زرخیز دماغ کے آدمی تھے۔ مشکل اور آڑے وقت میں حالات کا تجزیہ کر کے ایسی تجاویز لاتے جو حاصل مجلس ہوا کرتی تھیں۔ آپ تجاویز کے بادشاہ تھے۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے اس کی ایک ایک جزئی تک کی تفصیل سے پردہ اٹھاتے۔ مثلاً اس بات کی تین قسمیں ہیں۔ تیسری قسم چار صورتوں سے خالی نہیں۔ چوتھی صورت کی پانچ وجہیں ہو سکتی ہیں۔ پانچویں وجہ کو آپ گیارہ حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی تقسیم در تقسیم سے جو آپ نتیجہ نکالتے گویا صورتحال کا عرق کشید دیتے تھے۔ بایں ہمہ گفتگو اتنی مربوط ہوتی تھی کہ اس سے کوئی اکتاہٹ نہ ہوتی تھی۔ ہر بات کو وہ اس طرح چھلنی میں چھان دیتے تھے یا اس کا ایسا الٹا ساؤنڈ کر دیتے تھے کہ اس سے بہتر تشخیص و تجویز نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ صحیح معنی میں مزاج شناس اور حکیم تھے۔ ان کی باتیں حکمتوں کے موتی اور ان کے مشورے جواہر پارے ہوتے تھے۔ حضرت مولانا نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جس قائدانہ شان سے ملک و قوم، عوام و حکمرانوں کی رہنمائی کی وہ آپ کی بالغ نظری کی دلیل ہے۔ آپ نے ملک کے طول و عرض کے دورے کئے۔ عوام میں تحریک کی روح کو پھونکا۔ مرکزی و مقامی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان تمام تر کوششوں کے ساتھ ساتھ

ایک ایسی خدمت کی اللہ رب العزت نے آپ کو توفیق بخشی جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ نے قادیانی عقائد و نظریات کے اصل کتابوں سے حوالجات کی فائل (محضر نامہ) تیار کیا۔ قادیانی کتب کے فوٹولے کر قومی اسمبلی کے تمام اراکین تک پہنچائے۔ گویا پوری امت کی طرف سے اس نوعیت کا فریضہ سرانجام دیا کہ تمام ممبران قومی اسمبلی تک قادیانی کتب کے مندرجات کو دیکھنے کی رسائی ہو گئی۔ یہ کام آپ کا بڑا وسیع بھی تھا اور منفرد بھی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹوؒ کے بعد جناب جنرل ضیاء الحقؒ تشریف لائے۔ آپ نے موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ ان تک رسائی حاصل کی اور اپنی اجلی سیرت و بلندی کردار کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۷۰

باعث جنرل صاحب کے دل میں اتر گئے اور پھر قومی مسائل میں ان کی جس طرح آپ نے دینی رہنمائی کی وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے لئے جنرل محمد ضیاء الحقؒ کو قائل کرنے میں آپ نے بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کا قلب آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ جس صاف گوئی سے وہ کام لیتے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ جس سے ناراض ہوں فوراً چہرہ بتا دیتا تھا کہ اس سے قلب میں مکدر ہے۔ جس پر راضی ہوں اس پر مہربانی کی برسات برسا دیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ بڑے مردم شناس تھے۔ ان میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ وضع دار ضرور تھے۔ پوری زندگی وضع داری میں گزار دی۔ مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر آپ ضرور تشریف لاتے۔ ان کے خطاب کو بڑے احترام سے سنا جاتا۔ گھن گرج، جوش و خروش، ترنم و شاعری سے ان کا خطاب خالی ہوتا تھا۔ سادہ بے تکلف گفتگو کرتے تھے اور دل موہ لیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کے رسالہ المنبر کے احتساب نے چناب نگر کے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ ”المنبر“ کا ہر شمارہ قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے زمین کو لوہے کے توڑے سے زیادہ گرم کر دیتا تھا۔ قادیانی تھئی تھئی کا ناچ ناچنے لگ جاتے اور اول فول پر اتر آتے تھے۔ لیکن حکیم صاحبؒ نے کبھی ان کے اول فول کی پرواہ نہ کی۔ اپنا فرض ادا کئے گئے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے بعد قلمی طور پر اہل حدیث مکتب فکر سے حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ حکیم صاحبؒ تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کے قدردان تھے۔ خود فقیر راقم الحروف چشم دید گواہ ہے کہ حضرت حکیم صاحبؒ نے جس طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

ؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا دل و جان سے احترام کیا اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ ایک صاف دل و دماغ، اجلی سیرت اور بلند کردار انسان تھے۔ دھان پان جسم تھا، لکھنوی مزاج تھا۔ گفتگو میں احتیاط۔ ہر بول تول کر بولتے اور ہر قدم پھونک کر رکھتے اور سوچ کر اٹھاتے تھے۔ ان کی مربوط گفتگو دل لبھانے والی ہوتی تھی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۷۱

شہد سے میٹھی رسیلی گفتگو کرتے تھے۔ تکلف سے کوسوں دور ہونے کے باوجود اجلا لباس آپ کی وضع داری کی علامت یا شخصیت کی پہچان تھا۔ قراقلی ٹوپ، سفید لمبی داڑھی، نورانی چہرہ، سفید لباس، چلتے تھے تو علم کا وقار قائم ہو جاتا تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ کیا خویوں کے مالک تھے۔

مجالس میں اختلاف رائے کے جلال کو بھی فقیر نے دیکھا۔ لیکن اس میں اپنے موقف کی حقانیت ضرور ہوتی تھی۔ کسی مسلمان کی دل آزاری نہ ہوتی تھی۔ آج مخاصمت و مجادلہ کے دور میں ان لوگوں کو تلاش کرنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی مشکلات آسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں آسانیاں اور راحتیں دی تھیں۔ انہوں نے محنت کر کے رزق حلال کمایا اور مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ کی خدمت کی۔ وہ دین کے سپاہی اور ملک کے پہرہ دار تھے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فرائض سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے رد قادیانیت پر چار رسائل ہمیں ملے۔ رد قادیانیت کے عنوان پر اللہ رب العزت نے ان سے بے پناہ کام لیا۔ وہ اپنی طرز کے رہنماء تھے۔ قادیانی گروہ سے رو رعایت کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح سے کم حادثہ نہ تھا۔ البتہ ان کا دل دردمند قادیانیوں کی ہدایت کے لئے ہر وقت بے قرار رہتا تھا۔ آپ کے چار رسائل:

۱..... ”قادیانی غیر مسلم کیوں؟“

۲..... ”مرزا غلام احمد کے پمفلٹ ’ایک غلطی کا ازالہ‘ کی ضبطی“

حکومت پاکستان، قادیانی امت اور اسلامیان پاکستان کا طرز عمل، جون ۱۹۶۴ء میں نواب امیر محمد خان نواب آف کالا باغ و گورنر مغربی پاکستان نے ”ایک غلطی کا ازالہ“ مرزا قادیانی کا پمفلٹ ضبط کیا۔ اس پر مولانا عبدالرحیم اشرفؒ نے یہ مقالہ تحریر کیا۔ جو پہلے ہفت روزہ ”المنبر“ میں شائع ہوا۔ پھر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۳..... ”قادیانیوں سے پہلا خطاب“

ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ تب مولانا عبدالرحیم اشرفؒ نے سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وغیرہ میں قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس خطاب کو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۴..... ”قادیانی اور مسلمان“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

یہ پمفلٹ بھی حضرت مولانا عبدالرحیم اشرفؒ کا مرتب کردہ ہے۔ یہ چار پمفلٹ حضرت المرحوم کے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع کئے گئے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ممبران اسمبلی کے لئے ایک کتابچہ مرتب کیا۔ جس میں مرزا قادیانی کی کتابوں سے حوالہ جات کے اصل کتب کے فوٹو شائع کئے گئے۔ وہ بھی بہت قابل قدر محنت ہے۔ لیکن ان حوالہ جات کے فوٹو کی طباعت خاصہ مشکل و محنت طلب کام ہے۔ بھاری پتھر ہے۔ چوم کر چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کوئی دوست اس پر کام کر دیں گے۔ مولانا عبدالرحیم اشرفؒ کے صاحبزادہ جواب ان کے جانشین ہیں۔ ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب بہت باہمت و باصلاحیت ہیں۔ وہ ہمت کریں تو حضرت مرحوم کے تمام رسائل رد قادیانیت اور یہ حوالہ جاتی کتاب ”محضر نامہ“ اور آپ کے ”المنبر“ میں شائع ہونے والے رد قادیانیت کے تمام ادارتی نوٹ ایک ساتھ شائع کر دیں۔ تو ایک جامع چیز مرتب ہو جائے گی۔

(۵۶۳)

عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر

جہلم مجلس احرار الاسلام کے صدر مہر عبدالرحیم جوہر جہلمی تھے۔ انہوں نے یہ رسالہ ”چار سو بیس نبی یعنی مرزا قادیانی کی فریب کاریاں“ ترتیب دیا۔ اس کے ٹائٹل پر موصوف نے یہ تعارف شائع کیا۔

”اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد کے متعلق مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ باتیں سنت اللہ کے خلاف ہیں۔ اس ٹریکٹ میں ان کے لغو اور بیہودہ اعتراضوں کا جواب پر لطف پیرایہ میں دیا گیا ہے۔“
جو احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۶۴)

عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، جناب صوفی

(وفات: ۱۷ اپریل ۱۹۹۱ء)

مجلس احرار اسلام کے بنیادی کارکن، کالا باغ میانوالی کے نیازی پٹھان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔
پھر کالا باغ سے فیصل آباد آ گئے۔ اول آخر احراری تھے۔ مزاج کے بھی عقیدہ اور خو بو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

کے لحاظ سے بھی۔ مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا عبید اللہ احرار تھے۔ ان کا گروپ علیحدہ قائم ہوا تو یہ ان کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن حضرت امیر شریعت کے صاحبزادگان سے نیاز مندانہ عقیدت کے تعلق میں کبھی بھی فرق نہ آنے دیا۔ مولانا عبید اللہ احرار کے بعد یہ مجلس احرار کے اس دھڑا کے امیر بھی بنے۔ جب کہ ان کے سیکرٹری جنرل چوہدری ثناء اللہ بھٹہ تھے۔ یہ سب حضرات خوب ہی جانفروشوں کا گروہ تھا۔ اپنے مشن سے دلی لگاؤ ان کا طرہ امتیاز تھا۔ وہ کیا گئے پورا دور ہی لد گیا۔ پہلے چنیوٹ اور پھر چناب نگر مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کا معمول رہا۔ بہت ہی بھلے اور محبتوں والے انسان تھے۔ آج کیا ان کا تذکرہ آیا کہ دل و جان ان کے گرویدہ ہو چلے ہیں۔ ان حضرات سے یہ محبت بھی انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ ہونے کا باعث بنے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۵۶۵)

عبد الرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدر آباد دکن) ، جناب

ہائیکورٹ حیدر آباد دکن کے وکیل جناب عبد الرحیم سلیم کے دوست ایک قادیانی وکیل حافظ عبد العلی تھے۔ دونوں مسافر بنگلہ محبوب آباد میں جمع ہو گئے۔ باتوں باتوں میں مرزا قادیانی کا تذکرہ آیا تو قادیانی وکیل عبد العلی نے عقائد احمدیہ نامی کتابچہ پڑھنے کے لئے جناب عبد الرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ کو پکڑا دیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر قادیانی وکیل سے چند سوالات کئے۔ قادیانی وکیل نے ان سوالات کے جوابات پر مشتمل خط تحریر کیا۔ اس خط کا جواب جواب جناب عبد الرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ نے لکھا تو کتاب ”نعم المعانی، تردید عقائد قادیانی (۱۳۴۲ھ)“ تیار ہو گئی۔ کتاب

عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور مسلمان وکیل نے قادیانی وکیل کا کامیاب تعاقب کیا ہے۔ کتاب کے نام سے ۱۳۴۲ھ سن اشاعت نکلتا ہے۔ ۹۲ سال بعد دوبارہ اس کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محض توفیق ایزدی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

(۵۶۶)

عبد الرحیم سہارنپوریؒ ، جناب شاہ

سہارنپور میں شاہ عبد الرحیم کے نام پر تین بزرگ گزرے ہیں۔ ایک کا نام شاہ عبد الرحیم سہارنپوریؒ ولایتی تھا۔ یہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے رفقاء میں سے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

دوسرے شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ تھے جو حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مرشد تھے۔ تیسرے شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ تھے۔ انہیں شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کے پاس حکیم نور الدین بھیروی ثم قادیانی ایک دفعہ مہاراجہ جموں کے لئے دعا کرانے کے لئے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ”نام نور الدین ہے؟“ حکیم نے کہا: ”ہاں!“ فرمایا: ”قادیان میں ایک شخص غلام احمد نام کا پیدا ہوا ہے، جو کچھ عرصے بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں اور تم لوح محفوظ میں اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو۔ اس سے تعلق نہ رکھنا، دور دور رہنا، ورنہ اس کے ساتھ ہی تم بھی دوزخ میں پڑو گے۔“ حکیم صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ فرمایا: ”تم میں الجھنے کی عادت ہے۔ یہی عادت تم کو وہاں لے جائے گی۔“ چنانچہ کچھ عرصے بعد مرزا غلام احمد، قادیان میں ظاہر ہوا اور دعویٰ نبوت کیا اور کبھی مسیح موعود بنا اور حکیم نور الدین اس کا خلیفہ اول بنا اور اس کے دین کو پھیلا یا۔ یہ شخص بڑا عالم تھا۔ مرزا قادیانی کو بہت کچھ سکھاتا تھا۔ اس کے ساتھ گمراہ ہوا۔ بعد ازاں شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوریؒ سے علمائے لدھیانہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ: ”میں نے قادیانی کے متعلق استخارہ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنا رہے۔ جس سے اس کا بے دین ہونا نظر آتا ہے اور یہ بھی یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب تک متردد ہیں۔ کچھ عرصے تک سب کافر کہیں گے۔“

(فتاویٰ قادریہ، از مولانا محمد لدھیانویؒ ص ۱۷)

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے تمام اکابر امت جو قادیانی کی تکفیر سے پہلو تہی کرتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے، آئندہ چل کر اس کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دینے لگے۔

(۵۶۷)

عبدالرحیم سہارنپوریؒ، جناب قاری

(وفات: ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

موصوف عالم، صوفی، حافظ، قاری اور مدرس تھے۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ تقسیم کے بعد روڈہ ضلع خوشاب میں مدرسہ رحیمہ قائم فرمایا۔ اس علاقہ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۵۶۸)

عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب

(ولادت: ۱۸۹۶ء، امرتسر وفات: مئی ۱۹۵۵ء، لاہور) مجلس احرار اسلام ہند کے رہنما اردو، پنجابی کے نامور شاعر، جناب عبدالرحیم عاجز امرتسریؒ اپنے دور کے نامور شاعر تھے۔ جناب مرزا غلام نبی جانبارؒ اور جناب سائیں محمد حیات پسروریؒ آپ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب عبدالرحیم عاجز امرتسریؒ کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

۱..... ”پیغام زندگی“

۲..... ”وطن دے سچے عاشق“

۳..... ”مجاہد امرتسر“

۴..... ”عبرت نامہ“

۵..... ”پیغام عاجز“

۶..... ”پیراں دا رونا تے رسماں دا سیاپا“

پنجابی زبان میں آپ کی دو نظمیں ایک پمفلٹ میں شائع ہوئیں جس کا نام ”قادیانی دجل“ تھا۔ وہ پمفلٹ احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شائع ہوا۔ فالحمدلہ!

(۵۶۹)

عبدالرحیم قریشیؒ (حیدر آباد دکن)، مولانا

اس کے مؤلف جناب محمد عبدالرحیم قریشی ہیں جو کل ہند مجلس تعمیر ملت کے سیکرٹری جنرل اور آل انڈیا مسلم لاء بورڈ کے سیکرٹری ہیں۔ آپ نے رسالہ ”قادیانی مسلمان نہیں“ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ تبلیغ اسلام سوسائٹی مدینہ مشن حیدر آباد سے یہ شائع ہوا۔ قادیانیوں نے حیدر آباد انڈیا میں پر نکالے۔ مؤلف نے یہ رسالہ تالیف کر کے شائع کیا۔ قادیانیت بے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ پر وبال ہو گئی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں پیش خدمت ہے۔

(۵۷۰)

عبدالرحیم منہاج (فیصل آباد)، مولانا

فیصل آباد میں مسیحی حضرات کے نامور پادری تھے۔ جناب ڈیوڈ منہاس، اللہ رب العزت نے انہیں توفیق بخشی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اب آپ کا نام ”مولانا عبدالرحیم منہاج“ قرار پایا۔ مولانا عبدالرحیم منہاج نے مرزا قادیانی کے بیٹا مرزا محمود کی نام نہاد تفسیر صغیر سے تحریف کے چند نمونے جمع کئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی و حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے اس رسالہ کی تقریظ لکھی۔ اس رسالہ کا نام : ”نبوت کے نام پر قرآن پاک میں شرمناک تحریف“ ہے۔ یہ رسالہ اولاً ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ سے شائع ہوا۔ ”قرآن اور ختم نبوت“ یہ رسالہ بھی مولانا عبدالرحیم منہاج مرحوم کا ہے۔ جو ۱۹۸۵ء میں ادارہ دعوت وارشاد نے شائع کیا۔ ان دونوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کیا۔

(۵۷۱)

عبدالرحیم ڈیروی، مولانا

ڈیرہ غازیخان کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے دو بزرگ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے ملتان آ کر ”کتب خانہ“ قائم کیا۔ جس کا نام مکتبہ صدیقیہ رکھا۔ یہ دونوں حضرات بھائی تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب بہت

بڑے عالم ربانی تھے۔ آپ جامعہ خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان میں استاذ الحدیث بھی تھے۔ اخلاص و تقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے دردمند عالم دین کا دل نصیب فرمایا تھا۔ آپ نے مکتبہ صدیقیہ سے، بہت سی درسی اور دیگر کتب شائع کیں۔ آپ نے ملتان سے ماہنامہ ”الصدیق“ بھی جاری کیا۔ جو اپنے دور میں نامور دینی، ادبی معلوماتی رسائل میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے برادر حضرت مولانا عبدالرحیم ڈیروی نے ”الصدیق“ میں شائع ہونے والے ردّ قادیانیت پر اہم مضامین کو پمفلٹوں و رسائل کی شکل میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

شائع کرنا شروع فرمایا تھا۔ ہمیں آپ کے تین رسائل ملے ہیں۔

۱..... ”مرزائیوں کے خطرناک ارادے“

۲..... ”مرزائیوں کا اصلی چہرہ“

۳..... ”مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں“

ان تینوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ”مرزائیوں کے خطرناک ارادے“ ماہنامہ الصدیق ملتان ماہ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کے سیاسی خطرناک عزائم کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ باسٹھ سال بعد شائع ہوا۔ دوسرا رسالہ ”مرزائیوں کا اصلی چہرہ“ اس میں قادیانیوں کے خلاف اسلامی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا رسالہ ”مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں“ کا موضوع، نام سے واضح ہے۔

(۵۷۲)

عبدالرحیم کشمیریؒ، مولانا

(وفات: ۳۰ / دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کا تعلق ضلع باغ آزاد کشمیر کے مشہور علاقہ تھب ہانڈیاں (جھڑنگی آباد) سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۵ء فضل خان (مرحوم) کے گھر ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم خیر المدارس ملتان کے فاضل اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے شاگرد رشید اور امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت تھے۔ گویا مجمع البحرین تھے۔ مولانا عبدالرحیم

نے تحریک آزاد کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء جب تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی آپ نے بھی تحریک ختم نبوت کی تحریکی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ جہانگیر پارک صدر کراچی قادیانیوں کے جلسہ عام کو ناکام بنانے میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس موقع پر آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا امیر الزمان خان کشمیری بھی اس تحریک کے روح رواں تھے۔ بالآخر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت جیل میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، متعدد اکابرین اور بے شمار کارکنان جیل کو آباد کر چکے تھے۔ مولانا عبدالرحیم بھی ایک سال تک سنٹرل جیل کراچی میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ ۶۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

جمعۃ المبارک کے دن ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ کثرت اژدھام کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ ۳ مرتبہ ادا کی گئی جس میں اطراف واکناف کے لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین مقامی قبرستان تھب باڑیاں (حمزہ غنی آباد) مسجد سے قبلہ کی سمت چند قدم کے فاصلے پر ہوئی اور اس میں ہمیشہ کے لئے آسودہ خاک ہوئے۔

(۵۷۳)

عبدالرحیم کوٹلوئی، مولانا حکیم

(وفات: ۴ دسمبر ۱۹۶۹ء، پتوکی)

موصوف عالم دین اور مناظر تھے۔ مجلس احرار اور جمعیت اہل حدیث کے کارکن تھے۔ اپنے عہد شباب سے تازیست قادیانیت کے وہ لڑے لڑے کہ قادیانی باں باں کر اٹھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان کی تربت پر۔

(۵۷۴)

عبدالرزاق انقلابی (شجاع آباد)، مولانا

”قتل دجال“ مولانا عبدالرزاق صاحب انقلابی شجاع آباد کے علاقہ کے رہائشی اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ ایک بار فقیر مرتب کتاب ہذا کی مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ تب آپ مکہ مکرمہ میں عبادت کی غرض سے قیام پذیر تھے۔ آپ کا رسالہ ”قتل دجال“ کے نام سے یہ

پمفلٹ دراصل ایک نظم ہے۔ جو آپ نے دجال قادیان کے متعلق تحریر کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۷۵)

عبدالرزاق سلیم خانؒ، مولانا

حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانؒ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شامل ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

”تحفۃ الایمان لاهل القادیان“ حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانؒ دارالمبلغین لکھنؤ کے مناظر تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ امام اہل سنت کے شاگرد تھے۔ آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تو حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ جو ۲۷ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء کی تحریر فرمودہ ہے۔

قارئین! یہ عجیب اتفاق ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں نمبر ۱ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۳۶ء کا ہے۔ نمبر ۲ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۳۵ء کا ہے اور فقیر جس وقت یہ سطور تحریر کر رہا ہے ماہ اکتوبر ۲۰۱۰ء ہے۔ یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اب ۲۰۱۰ء ہے تو گویا پون صدی (پچہتر سال) بعد اس رسالہ کو شائع کرنے کی سعادت پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بے پایاں پر بے حد شکریہ۔

فالحمدلہ!

(۵۷۶)

عبدالرزاق مہتہ قادیانی

عبدالرزاق مہتہ۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایک بدنصیب قادیانی ہوا۔ اس کا نام بھائی عبدالرحمن تھا۔ اس کے بھائی کا نام ”عبدالرزاق مہتہ“ تھا۔ مہتہ صاحب مرزا محمود قادیانی کی خلوتوں اور جلوتوں کا محرم راز اور شریک کار تھا۔ خود مرزا محمود کو بھی یہ فیض دیتا رہا۔ اس کے پاس مرزا محمود کے خاندان کی اخلاق باختگی کے گواہ یعنی فوٹو تھے۔ مرزا ناصر نے ان کو حاصل کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ یہ کراچی چلا گیا۔ مرزائی قیادت نے وہاں بھی اس کو دم نہ لینے دیا۔ اس نے مرزا ناصر کے متعلق قادیانی قیادت کو ایک درخواست دی۔ بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ یہ آدمی آخر تک قادیانی رہا۔ قادیانی کا قادیانیت کے متعلق کیا نظریہ تھا؟ اس

كا ءواب به ٲمفلٹ هے - اس كا مكل نام (ٲاٲائے ربوه كے ءلاف ايك مرید كا اسلغائه مرزائوں كى روءانى شكار گاه) قاءىانى كمينكى ٲر قاءىانيوں كو مالم كى ءعوء هے - به ءرءواسل ۱۴ ءسمبر ۱۹۷۹ء كو ءى گئى - ٲهر ٲمفلٹ ءهٲا - اب اءلساب قاءىانىل ءلء ۵۶ ميں هم نے مءفوظ كر ءيا هے -

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

(۵۷۷)

عبدالرسول بکھر بار (شاہ پور ضلع سرگودھا)، مولانا

مولانا عبدالرسول حکیم قمر الدین مرحوم کے فرزند (موضع بکھر بار تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا) کے رہنے والے تھے۔ علوم دینیہ اور طبیبہ کی تعلیم اور تربیت کے بعد لکھنؤ سے وطن لوٹے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ سے بیعت تھے اور مجاز بھی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی سے بیعت ہوئے۔ وقت کے اساتذہ سے طب کے فن میں مہارت حاصل کی۔ تشخیص و تجویز اور دوا سازی میں ماہر تھے۔ آپ کے لاتعداد شاگردوں میں حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سرفہرست تھے۔ آپ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی، چاروں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ تحریک خلافت کے علاوہ حزب الانصار، دارالعلوم اور ماہنامہ شمس الاسلام کے معاون رہے۔ بزرگان دین کی وفات پر حکیم صاحب کے مرثیے اور منظوم تاریخیں ان کی قادر الکلامی اور وسعت علم کا ثبوت ہیں۔ فن طب اور نقشبندی سلسلہ کے بارے میں رسائل لکھے جن میں سے اکثر مکتبہ حزب الانصار بھیرہ نے شائع کئے۔ پہلے پیر بل کے نقشبندی شیخ مولانا غلام مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حالات زندگی پر کتاب انوار مرتضویہ لکھی۔ حکیم صاحب کے نوشتہ بعض رسائل ہنوز شرمندہ اشاعت ہیں۔

(تذکار بھیرہ، جلد سوم ص ۶۱۰)

قادیانی اخبار الحکم قادیان ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء میں ”نقشبندیوں پر اتمام حجت“ کے نام سے مضمون شائع کیا۔ تب مولانا حکیم عبدالرسول بکھر بار نے ”تازیانہ نقشبندی ربانی بتردید حیلہ قادیانی“ کے نام سے تحریر فرمایا جس کے ایک سو گیارہ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں ”قال“ سے قادیانی عبارت

نقل کر کے ”اقول“ سے اس کا جواب دیئے ہیں اور قادیانی کی بولتی بند کر دیتے ہیں۔ یہ رسالہ ضمیمہ سراج الاخبار میں شائع ہوا تھا۔

(۵۷۸)

عبدالرشید طالوت (ملتان)، مولانا

(وفات: ۳۰ مارچ ۱۹۶۳ء، ملتان)

موصوف ڈیرہ غازی خان کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ نامور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

عالم ادیب اور شاعر تھے۔ فراغت کے بعد گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں ملتان سے وابستہ رہے۔ حضرت امیر شریعتؒ سے والہانہ احترام کا تعلق تھا۔ اس زمانہ میں ماہنامہ الصدیق ملتان میں مضمون بھی لکھتے تھے۔ ملتان تعلیمی بورڈ کے چیئرمین مختار ظفر نے آپ کی سوانح بھی لکھی ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام پر زکریا یونیورسٹی میں کوئی صاحب مقالہ بھی لکھ رہے تھے۔ آپ نے اپنے قلمی نام ”ابو الفضل جبروتی“ سے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۹ فروری ۱۹۵۰ء میں رسالہ لکھا۔ جس کا نام تھا: ”مضمون چور“ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی دوسرے حضرات کے مضامین چوری کر کے اپنی کتابوں میں شامل کیا کرتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۵۷۹)

عبدالرشیدؒ (لاہور) ، مولانا

جامع مسجد القدس چوک دالگراں لاہور سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ ماہنامہ ”تنظیم اہل حدیث“ اس میں اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالرشید صاحبؒ کا کئی اقساط میں مضمون شائع ہوا۔ ”ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام“ پھر یہ بعد میں اسی نام سے کتاب کی شکل میں بھی شائع ہوا۔ مرزا ملعون قادیان نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حیات اور نزول کا انکار کر کے خود کو مسیح ثابت کرنا چاہا۔ اس کے لئے اس ملعون نے بنیاد یہ قائم کی کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آگئے تو یہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ حالانکہ اس ملعون قادیان سے کوئی پوچھے کہ:

• الف..... عیسیٰ علیہ السلام جنہیں رحمت عالم ﷺ سے قبل نبوت مل چکی ہے۔ ان کے دوبارہ

تشریف لانے سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلے سے صف انبیاء کے شمار میں آگئے۔ ان کا تشریف لانا تو مرزا قادیانی کے قول کے مطابق ختم نبوت کے منافی ہوا۔ البتہ مرزا غلام احمد قادیانی، رحمت عالم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس الٹی منطق کو سوائے دجل و فریب کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

• ب..... پھر سیدنا مسیح علیہ السلام کا تشریف لانا گویا پہلے کے ایک نبی، رحمت عالم ﷺ کی امت میں بھی شامل ہو رہے ہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ انبیائے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

سابقین سے ایک نبی کا آپ ﷺ کی امت میں داخل ہونا اور ایک شخص آپ ﷺ کے امتی کا دعویٰ نبوت کرنا۔ ان دونوں باتوں میں ملعون قادیان فرق نہ کر سکا۔ مولانا عبدالرشید صاحب اہل حدیث مکتب فکر کے عالم دین نے اس بات کو پھیلایا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو مبرہن کیا تو یہ کتاب تیار ہو گئی۔ مولانا نے اخبار تنظیم اہل حدیث لاہور میں ختم نبوت پر مضمون لکھا۔ اس میں ضمناً نزول مسیح علیہ السلام کی بحث آگئی۔ لاہوری مرزائیوں کے اخبار ہفت روزہ پیغام صلح نے اس پر اشکال قائم کئے۔ مولانا عبدالرشید نے ان کے جوابات تحریر فرمائے۔ جو تنظیم اہل حدیث لاہور میں شائع ہوئے۔ پیغام صلح لاہور کی بولتی بند ہو گئی۔ چنانچہ خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند! سوئے کیا کہ گویا مر گئے۔ تنظیم اہل حدیث میں شائع شدہ جوابات کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔ ”ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام“ ۹۴ صفحات کا رسالہ ہے۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کیا۔

(۵۸۰)

عبدالستار انصاری ، جناب

(پیدائش: ۱۹۳۵ء ، امرتسر وفات: ۱۵ اگست ۱۹۸۵ء ، حافظ آباد)

ضلع حافظ آباد کے جناب عبدالستار انصاری نے رسالہ ”چودھویں صدی کے مجددین“ مرتب کیا۔ مولانا عبدالغفور ہزارویؒ جو بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین تھے مصنف رسالہ ہذا ان کے تربیت یافتہ تھے۔ قادیانی محمد اعظم اکسیر نے ”چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے؟“ نامی رسالہ لکھا۔ اس کا جواب یہ رسالہ ہے۔ اسی طرح مصنف رسالہ ہذا عبدالستار انصاری نے ۱۹۷۴ء میں قومی

اسمبلی کے ایک ممبر کی رہنمائی کے لئے منکر ختم نبوت پر دلائل جمع کر کے ملعون قادیانی کی تحریرات سے اس کا دعویٰ نبوت کرنا، ثابت کیا۔ اس رسالہ ”چودھویں صدی کے مجددین“ کے ساتھ اسے بھی شائع کر دیا۔ دونوں احتساب کی جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہیں۔ انصاری صاحب^۷ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر میں جگہ جگہ یہ رنگینی بھی نظر آئے گی۔

عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ ، مولانا

(وفات: ۲۱/دسمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا عبدالستار تونسوی ۱۸/ مارچ ۱۹۲۶ء کو تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم اللہ بخش تھا۔ آپ بلوچوں کے قبیلہ سہانی سے تعلق رکھتے۔ مولانا اللہ بخش صاحب دینی، دنیوی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ مختلف سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ دن بھر پڑھاتے فارغ وقت مسجد خلفائے راشدین تونسہ شریف میں دینی تعلیم و تدریس اور خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ نے نصف صدی اس مسجد میں فی سبیل اللہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنے بیٹے عبدالستار کو خود مقامی سکول میں تعلیم دلوائی۔ پھر قرآن مجید ناظرہ عبدالستار نے حافظ محمد عثمان تونسوی رحمہ اللہ سے پڑھا۔ دینی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ محمودیہ خانقاہ تونسہ شریف میں داخل ہوئے۔ تونسہ شریف کی وجہ شہرت خانقاہ سلیمانہ تونسہ ہے جس کی بنیاد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمہ اللہ نے رکھی۔ خواجہ محمد سلیمان رحمہ اللہ قوم افغان، قبیلہ جعفر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تولد تونسہ سے تیس کوس جانب دامن کوہ سلیمان (کوہ درگ) موضع گڑگوجی میں ہوا۔ سن ولادت ۱۱۸۴ھ ہے۔ پیدائش کے چار سال بعد والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے ملاں یوسف سے پڑھنے کے لئے بھیجا۔ نصف قرآن مجید ان سے پڑھا۔ پھر اپنی قوم کے ایک حاجی صاحب رحمہ اللہ سے پڑھتے رہے۔ میاں حسن علی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں پڑھنے کا

بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمہ اللہ کی بیعت و خلافت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ چشتیاں ضلع بہاول نگر سے تھی۔

خواجہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ اوچ شریف کے سفر پر تھے۔ خواجہ محمد سلیمان رحمہ اللہ کی یہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ خواجہ سلیمان صاحب رحمہ اللہ نے بیعت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ کے شیخ اور مرشد مولانا فخر الدین رحمہ اللہ تھے۔ انہوں نے خواجہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ اپنے مرید و خلیفہ سے فرمایا کہ کوہستانی شاہباز پر پرزے نکال رہا ہے اسے پہانسو۔ اس کا قبضہ میں آنا دونوں جہاں کی نعمتوں کے حصول کے مترادف ہے۔ وہ اپنے وقت کا سلیمان ہوگا۔ چنانچہ کوٹ مٹھن سے مشائخ کا قافلہ اوچ شریف خواجہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات کے لئے آیا تو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۸۴

اس میں خواجہ محمد سلیمانؒ بھی تھے۔ خواجہ محمد سلیمانؒ کے علاقہ کے لوگوں کو عموماً روپیلے کہا جاتا تھا۔ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کے سجادہ نشین خواجہ نوبہار کی بیعت کرنے کے بعد خواجہ نور محمد صاحبؒ نے خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کو اوچ شریف میں بیعت کیا۔ پھر خواجہ مہارویؒ نے اپنے مرید و خلیفہ مولانا محمد حسینؒ سے فرمایا کہ ہمیں مبارک ہو کہ وہ شاہباز عقل جس کے لئے سال ہا سال ہم کو سفر کرنا پڑتا تھا اب ہمارے دام میں آگیا۔ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسویؒ تھے۔ ان کے جانشین خواجہ محمود صاحبؒ تھے۔ خواجہ محمودؒ کے زمانہ میں مدرسہ محمودیہ قائم ہوا۔ جہاں حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ نے مولانا خالق دادؒ، مولانا عبدالستار شہلانیؒ، مولانا خان محمدؒ اور مولانا غلام رسول صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے مولانا خان محمد صاحبؒ کو دیوبند بھیجا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے تحت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کو بھی دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا۔ ۱۹۴۶-۴۷ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ کو فقیر راقم نے مسجد عثمانیہ ملتان میں آپ سے چند سوالات کئے۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بخاری اور ترمذی، حضرت مدنیؒ، مسلم شریف مولانا شبیر احمد صاحبؒ، ابو داؤد مولانا اعزاز علی صاحبؒ، ابن ماجہ قاری محمد طیبؒ، نسائی مولانا فخر الحسنؒ، طحاوی مولانا عبدالحقؒ (اکوڑہ خٹک)، شمائل ترمذی مولانا اعزاز علیؒ، مؤطا امام مالک مولانا عبدالحقؒ المعروف حضرت صدر صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ وفاق المدارس کے موجودہ صدر گرامی حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا سید بشیر احمدؒ (لودھراں) آپ کے ہمدرس تھے۔ جو طلباء کی جماعت دورہ حدیث

شریف میں عبارت پڑھتی تھی۔ ان میں حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شعبان میں لکھنؤ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ نے یہاں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا عبدالسلام بن مولانا لکھنویؒ اور مولانا محمد صدیقؒ سے تعلیم حاصل کی۔ فن مناظرہ میں یہ حضرات اس وقت امام مانے جاتے تھے۔ ان سے باقاعدہ آپ نے کلاس مناظرہ میں ٹاپ کیا۔ لکھنؤ میں آپ کے ہمدرس حضرت علامہ مولانا قادر بخشؒ بھی تھے جو فیروزہ ضلع رحیم یار خان کے باسی تھے۔ جب آپ لکھنؤ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران پاکستان بنا۔ آپ نے تعلیم

چمنستان ختم نبوت کے گل بائے رنگا رنگ ۱۱۸۵ مکمل کرنے کے بعد سفر کیا۔ راستے مسدود تھے۔ سہارنپور تک آئے۔ دیوبند نہ جاسکے۔ سہارنپور سے پاکستان آگئے۔ پاکستان میں آ کر اپنے گھر پر طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھانی شروع کیں۔ پھر سنجر سیداں نزد تونسہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی تدریس کے زمانہ میں مقامات، متنبی، حماسہ کئی بار پڑھائیں۔ آپ بجا طور پر شیخ الادب تھے۔ سنجر پور سیداں کے بعد مدرسہ محمودیہ کے اس دور کے مہتمم اور خانقاہ سلیمانیہ محمودیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے حکم پر اپنی مادر علمی مدرسہ محمودیہ تونسہ میں اپنے اساتذہ کے زیر سایہ تدریس کا آپ نے بیڑا اٹھایا۔ یہاں آپ نے بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔ اس دوران آپ قریب و جوار میں تبلیغ اسلام کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔

آپ کا باضابطہ پہلا مناظرہ جنوری ۱۹۴۹ء میں منگروٹھہ شرقی نزد تونسہ میں ہوا۔ حضرت مولانا در محمد صاحبؒ مخدوم عالی ضلع ملتان میں عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا در محمد صاحبؒ منگروٹھہ شرقی کے باشندہ تھے۔ مولانا در محمد صاحبؒ کا بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ اہل تشیع کی مجلس سن کر آیا۔ اپنے بھائی کو کہا کہ یا تو آپ شیعہ کے کسی مناظر کے سامنے گفتگو کریں اور مجھے مطمئن کریں۔ ورنہ میں شیعہ ہو جاؤں گا۔ مولانا در محمد صاحبؒ، مولانا عبدالستار صاحب تونسویؒ کو لے کر گئے۔ آپ نے سردی کے باعث دیہاتی طرز کا موٹی اون کا کھڈی پر تیار کردہ موٹا کمبل پہن رکھا تھا۔ مقابلہ میں اہل تشیع کی طرف سے مناظر ذوالفقار شاہ تھے۔ جن کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صحاح اربعہ کے حافظ ہیں۔ اہل سنت کے ہاں چھ حدیث کی کتب کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب شیعہ مناظر گویا اپنے مسلک کے ٹاپ کے نامور مذہبی رہنما تھے۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ آج پہلی بار مناظرہ کے میدان میں تشریف لائے تھے۔ چند منٹوں میں شیعہ مناظر پر یہ کیفیت تھی کہ سردی کے باوجود گویا پسینہ میں نہا گئے۔ پانی پے پانی کے گلاس چڑھائے۔ میدان مولانا عبدالستار تونسویؒ کے ہاتھ رہا۔ سید

ذوالفقار شاه صاحب كوٹ؁ ءبہ؁ ٲستول؁ طره؁ كتابوں؁ بندوقوں كے ءلو میں میدان میں اترے تھے۔
ادھر حضرت تونسویؒ سادہ كمبل میں ملبوس تھے۔ مناظره كے آخر ٲر كیفیت یہ تھی كه حضرت
تونسویؒ كو لوگوں نے كندھوں ٲر اٹھایا ہوا تھا اور فریق مخالف ایسے غائب ہوئے كه ڈھونڈھنے سے
ملنا بھی دشوار ہو گیا۔ تحریف قرآن موضوع تھا اور میدان تونسوی صاحبؒ نے مار لیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۸۶ چکوال، تونسہ، لیتری شمالی، دولتانہ ضلع وہاڑی، اسلام پور رحیم یارخان، دھیان ضلع سرگودھا، سیت پور ضلع مظفر گڑھ، باگڑ سرگانہ، بھکر بار ضلع سرگودھا، رانا واہن، بھی بھار، بھاری غربی، تھانہ چوک قریشی، محمد پور دیوان، دولتانی اکثر مناظرے آپ کے شیعہ نامور مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی سے ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو فقیر راقم نے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد، مولانا تاج محمود، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا محمد ضیاء القاسمی، صاحبزادہ افتخار الحسن، حکیم عبدالرحیم، مولانا محمد اسحاق، مولانا محمد صدیق، مولانا صاحبزادہ فضل رسول اور دیگر حضرات کے یہ شانہ بشانہ تھے۔ بلاء کے تیز رفتار، گرجدار آواز کے حامل خطیب تھے۔ عبارتیں فر فر پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ جہاں جاتے چیلنج پر چیلنج دیتے۔ مناظرہ کے چیلنج کے بغیر تو ان کی تقریر کا تصور نہ تھا۔ مولانا احمد شاہ چوکیروی، مولانا دوست محمد قریشی، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت مولانا محمد صدیق اہل حدیث مناظر سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی کے مناظرے ہوئے۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب سے ان کے دو چار مناظروں کے بعد مولانا تونسوی صاحب کا نام سنتے ہی اسے پسینہ چھوٹ جاتا تھا۔ وہ حیلے بہانے سے سامنے آنے سے کئی کتراتا تھا۔ جہاں سامنا ہوا اس کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ ۱۹۶۸ء ماہ شوال کی سات تاریخ کو جھوک وڑیئل تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاولپور میں مناظرہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مناظر تھے۔ معین مناظر مولانا سید محمد علی شاہ پپلی راجن، مولانا حافظ اللہ بخش گروا اہل سنت کی طرف سے تھے۔ شیعہ حضرات کی جانب سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی تھے۔ ان کے معاون مولانا قاضی سعید الرحمن تھے۔ مناظرہ میدان میں ہونا تھا۔ سامعین، شائقین اور ناظرین کے دونوں جانب سے لٹھ گڑے ہوئے تھے۔ شیعہ نمائندے اہل سنت کے نمائندوں سے بات طے کر کے جاتے شیعہ مناظر اپنے لوگوں کی طے کردہ بات سے انحراف کر جاتا۔ شیعہ زمیندار پھر آ کر نئے سرے بات طے کر کے جاتے۔

لیکن مولانا محمد اسماعیل پھر مکر جاتے - دن بھر یہ کیفیت رہی - لیکن شام تک شیعہ مناظر اپنے رہائشی مکان سے باہر نہ آئے - مولانا تونسوی صاحب صبح سے میدان میں سٹیج پر براجمان ہو گئے - جب مولانا محمد اسماعیل صاحب کسی طرح مناظرہ پر تیار نہ ہوئے تو شیعہ، سنی رہنماؤں نے مولانا تونسوی سے درخواست کی کہ وہ تقریر کریں - مولانا تونسوی صاحب کی داڑھی کالی، بیالیس سال عمر، شباب کا جوہن بھر پور قد کاٹھ، چہار پہلو والی ٹوپی، سفید کپڑے، سینے پر پستول

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۸۷

آویزاں ہوا، خطاب کیا کیا، جادو کر دیا۔ ان کی ایک ایک للکار شیر کی دھاڑ معلوم ہوتی تھی۔ ایک ہی خطاب میں ہزاروں لوگوں کے عقائد کو صحیح کر گئے۔ آپ کی پوری زندگی اسی طرح کے شب و روز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ آپ نے حجاز مقدس میں حرم کعبہ میں درس دیئے۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مدینہ منورہ میں ایک اہل تشیع سے مناظرہ بھی ہوا۔ مولانا عبدالستار تونسویؒ نے حجاز مقدس، افریقہ، امارات، بنگلہ دیش، برطانیہ نا معلوم کہاں کہاں عظمت اہل بیتؑ و اصحاب رسول ﷺ کے جھنڈے بلند کئے۔ زندگی بھر آپ نے اہل تشیع سے تقابل رکھا۔ لیکن جب بھی گفتگو کرتے خطاب میں ”شیعہ بھائی“ کہہ کر خطاب کرتے۔ ایک داعی الی اللہ و مبلغ اسلام میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ آپ میں موجود تھیں۔ آج کل کے خطیب اپنی درشت بیانی سے جہاں جائیں شیعوں کو اشتعال دلا کر شیعیت پر اور پکا کر کے آتے ہیں۔ حضرت تونسوی صاحبؒ کے بیان سے علاقہ بھر کی شیعیت ہل جاتی تھی۔ شیعہ عوام اپنے خطیبوں سے پوچھتے کہ کتابیں ہماری ہیں۔ مسائل اہل سنت کے کیوں؟ آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں، اذان، خلفاء اربعہؒ تمام مسائل ہماری کتب میں اہل سنت والے کیوں ہیں؟ شیعہ حضرات اپنی پبلک کو قابو کرنے کے لئے بڑا زور لگاتے۔ کتنے حضرات راہ راست پر حضرت تونسویؒ کے بیان سے آئے۔ یہ مستقل تاریخ کا باب ہے۔

تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان، احمد پور شرقیہ، کوٹ ادو، خدام الدین لاہور، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، حرمین شریفین، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ نے ہزار ہا علماء کرام کو ردِ رفض پر تیاری کیا کرائی گویا مناظر بنا دیا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ شعبان کے اخیر اور رمضان المبارک کے اوّل کے دس پندرہ دن دیتے تھے۔ فقیر راقم ان دنوں ردِ قادیانیت پڑھانے کے لئے آپ کے ہمراہ ہوتا۔ آپ کے پڑھانے کی شان یہ تھی کہ ہر لمحہ برابر آپ کے دلائل تیز رفتار الیکٹرک

سیڑھی کی طرح مدارج طے کرتے نظر آتے تھے۔ ایسا مخلص، مجاہد، با اصول عالم دین صدیوں بعد تک شاید دنیا نہ دیکھ پائے۔ مولانا صوفی غلام سرور، مولانا عبد الشکور دین پوریؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا عبدالقادر آزادؒ، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا عبداللہ شاہؒ، مولانا بشیر احمد الحسینی، مولانا صاحبزادہ بشیر احمد، مولانا محمد حسین حیدریؒ، مولانا محمد عبداللہؒ (اسلام آباد)، مولانا مفتی محمد عیسیٰ، مولانا احسان الحق تونسویؒ، خواجہ فخر الدین تونسویؒ، خواجہ معین الدین تونسویؒ، مولانا مسعود اظہر، مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ضیاء الرحمن سمندریؒ، مولانا قاری عبدالحنی عابدؒ،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۸۸

مولانا خدا بخش شجاعبادیؒ ایسے بلا مبالغہ بیس ہزار سے زائد علماء آپ کے شاگرد ہوں گے۔ صرف بنوری ٹاؤن اور تنظیم اہل سنت کے طلباء کی تعداد کو سامنے رکھا جائے۔ تب بھی دس پندرہ ہزار سے زائد علماء ہوں گے۔ جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ مولانا تونسوی صاحبؒ اپنے موقف کے پکے تھے۔ سیدنا علیؑ کو اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہؓ کو قریب الی الحق سمجھتے تھے۔ یزید علیہ ماعلیہ کو سیدنا حسینؑ کی شہادت کا مجرم گردانتے تھے۔ زندگی بھر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر اکابر دیوبند کی تحقیقات کے جھنڈے بلند کئے رکھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے علاقہ میں، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ۱۹۸۴ء میں ملک بھر میں عقیدہ ختم نبوت کے مناد و مبلغ کا عظیم الشان کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے دل و جان سے قدردان تھے۔ ان کا ذکر خیر آتا تو کافی دیر ان کی مدح و توصیف فرماتے تھے۔ چنیوٹ، چناب نگر، ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے پہلے دن ظہر کے بعد آخری بیان اس اجلاس میں آپ کا تھا۔ سٹیج پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا عبدالستار دائیں سے بائیں علی الترتیب تشریف فرما تھے۔ تینوں خدا رسیدہ اکابر کے اجتماع نے جلسہ گاہ کو انوار الہی کے نزول کا مہیظ بنا دیا تھا۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ تشریف فرمائے آخرت بھی اسی ترتیب سے ہوئے۔

فقیر راقم تو آپ کی محبتوں پر فدا تھا۔ اتنی شفقت فرماتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ نہیں یاد کہ حضرت سے کوئی بات کہی ہو اور آپ نے رد کر دی ہو۔ بنوری ٹاؤن کے تمام دروس آپ کے سامنے ہوتے تو اتنی دعائیں دیتے کہ خون بڑھ جاتا۔ کراچی سے ملتان کے لئے ایک سفر بھی ایک ساتھ ٹرین میں ہوا۔ دیگر جلسوں پر شرکت ہوتی تو روحانی غذا مل جاتی۔ ایک بار مولانا مفتی محمد

جمیل خان صاحبؒ نے اسلام آباد میں دیوبندی علماء کا مشترکہ اجلاس رکھا۔ دعوت نامہ مولانا خواجہ خان محمدؒ کی طرف سے تھا۔ مہتمم و داعی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ فقیر دعوت نامہ لے کر حاضر ہوا۔ ڈائری دیکھی تو فرمایا کہ بالکل فارغ نہیں، بہت مشکل ہے۔ فقیر نے عرض کیا آپ پہلے دن ظہر کے بعد لیہ کے قریب بیان سے فراغت کے بعد تھل ایکسپریس سے سفر کریں۔ اگلے دن اسلام آباد ظہر تک اجلاس میں شریک رہیں۔ ظہر کے بعد جہاز سے ملتان اور پھر ملتان سے رات عشاء کے بعد جہاں وعدہ ہے وہاں تشریف لے جائیں۔ جلسوں کی وعدہ خلافی بھی نہ ہوگی۔ ہمارا بھی کام ہو جائے گا۔ مان گئے اور پھر ایسے کیا۔ آپ کا ملتان قیام ہوتا تو گاڑی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

دفتر ختم نبوت میں پارک کرتے۔ گاڑی کے آنے سے پتہ چل جاتا کہ حضرت ملتان میں مسجد عثمانیہ حافظ غلام قادرؒ کے ہاں ہیں۔ ملاقات کے لئے جاتے تو سدا بہار ہو جاتے۔ بہت ہی دعائیں دیتے۔ مجلس کے ہر خورد و کلاں دوست و بزرگ رہنماؤں کی وفات پر تعزیت کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب سے بہت محبت کا برتاؤ فرماتے۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری حج سے تشریف لائے۔ آپ مٹھائی کا ٹوکرا لیکر مبارک باد کے لئے تشریف لائے۔ رکھ رکھاؤ اور وضع داری بھی مثالی تھی۔ آپ کا سینہ و چہرہ مومن کا تھا۔ جس پر ناراض ہوتے ظاہر و باطن سے اس پر ناراض ہوتے۔ راضی ہوتے تو کرم و عفو کے پہلو میں جگہ مل جاتی۔

آپ ایک ضابطہ کے انسان تھے۔ زندگی بھر صاف شفاف معاملہ رکھا۔ اجلا سفید لباس، اس سے زیادہ اجلا کردار۔ اس سے زیادہ اجلے تمام دنیوی معاملات، غرض اپنی طرز کے وہ ایسے بزرگ تھے جن کو حق تعالیٰ نے خوبیوں کا منبع بنا دیا تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۲ء تک پینسٹھ سال برابر اس دھرتی پر توحید و نبوت، صحابہ و اہل بیت کی عظمت اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں اخلاص کے ساتھ وقت گزارا۔ ۱۹۲۶ء سے ۲۰۱۲ء تک ستاسی سال عمر بنتی ہے اور اگر قمری تاریخ کا اعتبار کیا جائے تو نوے سال سے زائد آپ نے عمر پائی۔ زندگی بھر اس آب و تاب سے وقت گزارا کہ دیکھ کر سیکھا جا سکتا ہے کہ سلیقہ کی زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے۔ آپ ایک تبحر عالم، کامل شیخ، کامیاب مناظر اور فاتح جرنیل تھے۔ آپ کیا گئے تاریخ کا ایک باب بند ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یتیم اہل سنت، آپ کے صاحبزادگان، جامعہ عثمانیہ، آپ کے لاکھوں شاگردان و مریدین تعزیت کے مستحق ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سب سے تعزیت گزار اور دعا گو ہے۔

عبدالستار چاوڑوؒ (بدین سندھ)، مولانا

(وفات: ۸ اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا عبدالستار چاوڑوؒ ۱۹۵۰ء میں بدین کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد بدین میں آئے۔ لیکن وہاں علمائے حق کا نہ کوئی مدرسہ تھا نہ کوئی مسجد۔ مولانا نور محمد سجاولیؒ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش بدین میں ہماری کوئی مسجد یا مدرسہ ہو جہاں سے دین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ حق کی تعلیم عام ہو۔ مولانا عبدالستار چاوڑہؒ نے استاد کے اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کی اور ایک دینی ادارہ مدرسہ ”بدرالعلوم“ بدین کے نام سے قائم کیا۔ حضرت مولانا نور محمد بجاولیؒ اور حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمیؒ کی دعاؤں نے مولانا عبدالستار چاوڑہ کو کندن بنادیا۔ دلیری مولانا عبدالستار چاوڑہؒ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہ دین کا مجاہد اور سپاہی ختم نبوت کا مسئلہ ہوتا تھا تو وہاں پہنچ جاتا تھا اور ناموس رسالت ﷺ کے کسی بھی تھکن کا مظاہرہ نہ کرتا تھا اور ہر قربانی کے لئے سب سے آگے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بدین کے ایک تاجر کو ایک قادیانی لٹریچر ملا، وہ لے کر سیدھا مولانا عبدالستار چاوڑہؒ کے پاس آئے۔ مولانا نے فوری ایکشن لیا اور ضلعی انتظامیہ سے مل کر قادیانیوں کا تعاقب کیا اور سارے مسلک کے علماء کو اکٹھا کر کے بدین میں ایک بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا اور قادیانی لٹریچر کے پھیلاؤ کو روکا۔

دوسری مرتبہ جب بدین کے مضافات میں ایک گاؤں علی مراد چانڈیو میں قادیانیوں نے عبادت گاہ بنائی۔ مولانا کو جب پتہ چلا تو اس وقت کے ڈپٹی کمشنر بدین اور ڈی۔ بی۔ او بدین انتظامیہ کو لے کر اس گاؤں میں پہنچے۔ قادیانی بھاگ گئے اور مولانا نے کہا کہ قادیانی اپنا مرزا وڑہ بنائیں لیکن مسجد نہیں۔ مولانا نے ضلعی انتظامیہ کی موجودگی میں اس مسجد کا محراب گرا دیا۔ پھر واپس لوٹے اور اس معاملے کی ہمیشہ خبر گیری کرتے رہے۔ لیکن پھر کبھی قادیانیوں میں ایسی ہمت پیدا نہ ہو سکی۔ تیسرا واقعہ کھڈبارو شہر میں رونما ہوا جب مسلمانوں کے قبرستان میں ایک قادیانی عورت کو دفنا دیا گیا اور لوگوں نے وہاں مظاہرے کئے۔ لیکن انتظامیہ نہ مانی اور مولانا عبدالستار چاوڑہ کھڈبارو شہر پہنچ گئے۔ جب تک اس قادیانی عورت کی وہاں سے لاش نہ نکال لی گئی تب تک دھرنا ختم نہ کیا اور نہ ہی انتظامیہ کے آگے گھٹنے ٹیکے۔ بدین میں ایک دو مرتبہ قادیانیوں نے پروگرام کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا عبدالستار چاوڑہؒ وہاں بروقت پہنچ کر ان کی مسلمانوں کو

ورغلانے کی سازش کو ناکام بنادیا۔ ختم نبوت کے معاملے پر بیماری کی حالت میں بھی جماعت کے ہر معاملے میں ان کے ساتھ شانہ بشانہ رہتے تھے اور روکر فرماتے تھے میرا کوئی ایسا عمل نہیں ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اللہ پاک ختم نبوت کے ذریعے نبی ﷺ کی شفاعت عطاء فرمائیں گے۔

ایک دفعہ قادیانیوں کی طرف سے بدین میں تبلیغی پروگرام ہونے کی وجہ سے مولانا نے ایک بڑے مظاہرے کا اعلان کیا۔ اس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی بھی شریک ہوئے اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے فرمایا اگر سندھ کے ہر ضلع میں مولانا عبدالستار چاوڑہؒ جیسے دلیر ختم نبوت کے مجاہد پیدا ہو جائیں تو قادیانی ایسی حرکت کرنے کا کبھی سوچ بھی نہ سکیں۔ الحمد للہ!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

یہ مظاہرہ بڑا ہی کامیاب رہا اور اس میں مولانا صبغت اللہ جوگی، مولانا محمد عیسیٰ سمون، مولانا غلام علی گوپانگ، مولانا فتح محمد مہری اور دیگر مقامی علماؤں نے شرکت کی۔

مولانا عبدالستار چاوڑو رحمہ اللہ آخری دم تک ختم نبوت کے سپاہی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے اور شوگر و دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر کہیں بھی ختم نبوت کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہاں پہنچ جاتے اور قیادت فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالستار چاوڑو رحمہ اللہ کو فالج ہوا اور وہ گھر پر تھے تو اس وقت کے ختم نبوت کے مبلغ نے مولانا عبدالستار چاوڑو رحمہ اللہ کو بتایا کہ ایک بریانی والے نے بتایا ہے کہ شہر کے ایک قادیانی گھر میں پروگرام چل رہا ہے۔ میں نے وہاں چاولوں کی دیگیں بھیجی ہیں۔ مغرب کا وقت تھا فالج اور بیماری کے باوجود مولانا عبدالستار چاوڑو رحمہ اللہ مدرسہ کے طلبہ، جماعت کے ساتھیوں اور شہریوں کو لے کر اس گھر کا گھیراؤ کر کے کھڑے ہو گئے اور انتظامیہ آئی، قادیانی دیواریں پھلانگ کر فرار ہوئے اور پروگرام سبوتاژ ہو گیا۔ اس کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں بدین اور مضافات میں ختم ہو گئیں۔

(از قلم: مولانا عبدالملک بوٹ)

(۵۸۳)

عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ ، مولانا

(ولادت: یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء..... وفات: ۲ مئی ۲۰۰۱ء)

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ کے والد گرامی کا نام ذوالفقار علی خان نیازی رحمہ اللہ تھا۔
مولانا عبدالستار نیازی رحمہ اللہ موضع بوری خیل تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔
آپ نے سکول و کالج کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اقبالیات کے
بھی ماہر مانے جاتے تھے۔ تحریک پاکستان کے نامور رہنما اور مسلم لیگ میانوالی کے بانی تھے۔
پنجاب مسلم سٹوڈنٹس کے بانیوں میں سے تھے اور تیسرے صدر بھی رہے۔ انجمن نعمانیہ ہند کے
بھی صدر رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ اسلامیات کے بھی سربراہ رہے۔ پنجاب اسمبلی کے رکن
بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کو پھانسی کی سزا مارشل لاء حکام نے سنائی جو بعد
میں بدل دی گئی۔ قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے وائس چیئرمین
بھی رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر بنے تو آپ سیکرٹری جنرل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۹۲

بنے۔ ایک زمانہ میں وفاقی وزیر مذہبی امور بھی رہے۔ ایک عرصہ بعد مولانا نورانی میاںؒ سے اختلاف ہوا تو جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ بھی تشکیل دے کر اس کے سربراہ بن گئے۔ بہت ہی خوب بہادر اور دبنگ آدمی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بھی گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ روکڑی موڑ میانوالی جامع مسجد اصلاح المسلمین میں مدفون ہیں۔

مرد غازی مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اور تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے سزائے موت کا فیصلہ سن کر کہا: ”بس.....! اس سے بھی بڑی سزا ہے تو دے لیجئے۔ میں ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔“

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنی اسیری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریک ختم نبوت کے مقدمے کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی۔ اس پر میں نے کہا تھا: ”میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں۔ کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی! مجھے اپنی زندگی پر ناز ہے۔“

گرفتاری اور پھانسی کی سزا

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں۔ لیکن قصور میں

آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتا دیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لئے گئے۔ قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا۔ جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء کو آپ جیل منتقل کر دیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا۔ جو ۷ اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔ ۷ مئی کی صبح کو اسپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے۔ جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے۔ مگر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔ دوسرا کیس بغاوت کا تھا، جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۹۳

"You will be hanged by neck till you are dead"

ترجمہ..... ”تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔“

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر..... "Please sign it" (اس پر دستخط کیجئے)

علامہ نیازی..... "I will sign it when I kiss the rob" (میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت اس پر دستخط کروں گا)

افسر..... "You will have sign it" (تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے)

علامہ نیازی..... "I am already told you that I will sign it when I kiss the rob" (میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں۔ مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو)

افسر..... "Mr. Niazi! our officer will enquire from us whether you were serve with the notice in death warrant" (مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟)

مولانا نیازی..... "If you so fear from your officers, well I sign it for you" (اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں)

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے، افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم میری ہمت (Moral) کے بارے میں پوچھتے ہو، تو وہ آسمانوں سے بھی بلند ہے۔ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

افسر کے جانے کے بعد جب آپ کمرے میں اکیلے رہ گئے تو تائید ایزدی سے آپ کو سورہ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی: ”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“ آپ نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۹۴

صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کرسکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہوسکتی ہے۔؟ ایک لمحے کے لئے آپ پر خوف کا حملہ ہوا۔ لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آگیا:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آگئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: ”نیازی صاحب! مبارک ہو۔ آپ بری ہو گئے۔“ آپ نے فرمایا: ”میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔“ اس نے کہا: ”کیا مطلب؟“ آپ نے فرمایا: ”اب انشاء اللہ! حضور پاک ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔“ وہ پھر بھی نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا: ”میں کامیاب ہو گیا۔“

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ: ”کتنے عاشقان رسول جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔“

مولانا نیازی سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے اور ۱۴ مئی کو آپ کی سزائے موت، عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ مسلمانان پاکستان نے تحفظ ختم نبوت کے لئے تحریک چلائی تو آپ ایک بار پھر سر بکف ہو کر میدان عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی اور آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکر و فریب کے جال کو تار تار کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن کی۔ اس سلسلے میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی پروا نہ کی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل کے زیر اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا اور بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

(دو نامور مجاہد، صدیق ہزاروی)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

نیازی صاحب فرماتے ہیں کہ: دہلی دروازے کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے چاروں کو باری باری گولی کا نشانہ بنایا۔

نیازی صاحب کے بقول: ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا۔ ”لا الہ الا اللہ“ کا ورد، نعرہ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد، کے نعرے ورد زبان تھے۔ وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی ”اللہ اکبر“ کہہ پایا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا مسلمان آگے بڑھا۔ اس نے ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑا ہو کر ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ چوتھا آدمی بڑھا۔ تین کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کہا: ”حی علی الصلوٰۃ“ کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے۔ مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

مولانا عبدالستار نیازی راوی ہیں کہ: اس تحریک میں جو آدمی بھی شریک ہوتا تھا، یہ طے کر کے آتا تھا کہ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے جان دے دے گا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ لوگ لاٹھیاں کھاتے رہے۔ ایک نوجوان کے پاس حمائل شریف تھی۔ فردوس شاہ ڈی۔ ایس۔ پی نے ٹھوکر ماری۔ نوجوان گر گیا۔ حمائل شریف دور جا گری اور پھٹ گئی۔ فردوس شاہ کو لوگوں نے موقع پر قتل کر دیا۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والا اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔

پہانسی کی سزا کے مستحق گردانے گئے۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ عدالت کے ایک رکن نے پوچھا کہ: ”آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟“ تو آپ نے جواب دیا: ”سرور کائنات ﷺ پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔“

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کو اور، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ کو مجلس عمل کا نائب صدر بنایا گیا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بڑی عظمتوں کے مالک تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

”تحریک ختم نبوت“ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے چار سال بعد یہ رسالہ مرتب کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ چنیوٹ میں انجمن طلباء اسلام چنیوٹ نے ختم نبوت کانفرنس رکھی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازیؒ یہ مقالہ لکھ کر تشریف لائے۔ جسے آپ نے کانفرنس میں پیش کیا اور پھر شائع بھی کیا۔ نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع ہو گیا۔

(۵۸۴)

عبدالستار دہلویؒ، مولانا

شیخ الحدیث مولانا عبدالستار دہلویؒ کا مرتب کردہ رسالہ جس کا نام ”القول الصحيح فی حیات المسیح“ ہے۔ مکتبہ ایوبیہ کراچی نے اسے ۱۳۸۲ھ میں شائع کیا۔ اب ۱۴۳۴ھ میں گویا نصف صدی بعد احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں محفوظ کیا گیا۔ ”حیات مسیح علیہ السلام“ کے عنوان پر لائق تحسین مواد اس میں شامل ہے۔

(۵۸۵)

عبدالسلامؒ (حضور ضلع اٹک)، مولانا

(وفات: ۱۴ اگست ۲۰۱۲ء) حضرت مولانا عبدالسلام صاحبؒ متبحر عالم دین تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ آپ کو مستحضر تھے۔ افہام و تفہیم کے امام تھے۔ آپ کی انہی خوبیوں نے آپ کو تعلیم کی دنیا میں ہر دلغیز بنا دیا تھا۔ مولانا محمد صابر صاحبؒ، مولانا عبدالسلام صاحبؒ دو ساتھی تھے۔

طالب علمی کے زمانہ سے دینی تعلق قائم ہوا۔ حضرو میں جامعہ اشاعت الاسلام قائم کیا تو دونوں ایک ساتھ رہے۔ اتنے رکھ رکھاؤ والے انسان تھے کہ ان کے باہمی تعلق کو دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔

مولانا محمد صابر صاحب مرحوم کا پہلے انتقال ہوا۔ اب مولانا عبدالسلامؒ بھی وہاں چل دیئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دونوں حضرات نے جامعہ اشرفیہ سے فراغت حاصل کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۱۹۷

تھی۔ شیخ الكل مولانا رسول خانؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ جیسے جبال العلم شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو سراپا علم بنا دیا۔

مولانا عبدالسلامؒ اس وقت جامعہ اشاعت الاسلام کے شیخ الحدیث تھے۔ ہر دینی تحریک میں صفِ اوّل میں رہ کر علاقہ چھچھ کو سراپا تحریک بنا دیتے تھے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے لئے تحریک میں آپ طلباء کی بسیں لے کر اسلام آباد آئے اور مظاہرہ میں شرکت کی۔ غالباً ۸۴ گاؤں و قصبات کے مجموعہ کا نام چھچھ ہے۔ یہ خالصہ علمی علاقہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کو بخارا سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔

مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ، مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ، مولانا مفتی احمد الرحمنؒ، مولانا قاری سعید الرحمنؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا عبدالقدیر مؤمن پوریؒ، مولانا قاضی غلام گیلانیؒ، مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ ایسے ہزاروں علماء اس علاقہ چھچھ سے تعلق رکھتے تھے۔

ان اکابر کے بعد علاقہ چھچھ کی اس علمی و امتیازی وصف کو قائم رکھنے، آبروئے علم کو تابدار بنانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حضرویؒ کا بڑا حصہ ہے۔

آپ بنیادی طور پر مذہبی حوالہ سے اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ تھے۔ سیاسی حوالہ سے آپ کا جمعیت علماء اسلام سے تعلق تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے بھی دلی محبت فرماتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آسیہ نامی شیخوپورہ کی ایک مسیحی خاتون کو سزا ہونے پر تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف بین الاقوامی مخالفانہ تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اسلام

آباد میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت گول میز کانفرنس رکھی۔ اس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ آخری مرحلہ پر ان کو بھیجوا یا گیا۔ لیکن ان کی محبت کہ وہ اس میں تشریف لائے۔

مولانا عبدالسلام صاحبؒ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت کے حامل انسان تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اشاعة التوحید میں شامل بعض انتہا پسند لوگوں نے قائلین سماع پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ مولانا عبدالسلامؒ خود عام موتی کے سماع کے قائل نہ تھے۔ لیکن قائلین سماع پر کفر کے فتویٰ کے سخت خلاف تھے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں کتنے قائلین سماع پر زد پڑے گی تو آپ نے اندرون خانہ جنگ لڑی اور اس مؤقف کے بودہ پن کو واشگاف کیا۔ آپ نے ان انتہاء پسندوں از قسم چتروڑی وغیرہ کو اشاعة بدر کیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۱۹۸

اسی طرح آپ نے اشاعت کے دوستوں کے سامنے میٹنگوں میں مؤقف رکھا کہ کیا ہم دیوبندی ہیں یا نہیں؟ اگر دیوبندی ہیں تو حیات النبی ﷺ پر دیوبند کا وہی مؤقف ہے جو دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب دیوبندی نے فریقین کے صلح کرانے کے وقت فیصلہ تحریر فرمایا تھا۔ اس مؤقف کو جو نہیں مانتا نہ وہ دیوبندی ہے نا اشاعت سے اس کا تعلق ہے۔ وہ معتزلی، خارجی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اکابر دیوبند کے مسلک سے ہٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اشاعت التوحید والسنۃ کی میٹنگوں میں اس مؤقف کو علی الاعلان دہرایا۔ اعتدال پسند اشاعت التوحید کے حلقہ میں آپ کے مؤقف کو بڑی پذیرائی ملی۔

آپ نے قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کے حیات النبی ﷺ پر فیصلہ کی عبارت پر مشتمل پمفلٹ شائع کر کے ملک بھر سے اپنے حلقہ اشاعت التوحید کے علماء اور بالخصوص اپنے شاگردوں، علماء، مدرسین، خطباء کے دستخط کرائے۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد سے ملک بھر میں محبت کی ایک نئی فضا قائم ہوئی۔ اس پر ان کے حلقہ کے بعض پیشہ ور لوگ چین بجیں بھی ہوئے۔ مگر آپ کے عزم کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اس معتدل پالیسی نے بہت ساری تلخیوں کو محو کر دینے کی راہ پیدا کی۔ مولانا عبدالسلام حضرویؒ اس دور میں بہت غنیمت شخص تھے۔ ان کی سادگی، وضع داری، اخلاص بھری کاوش تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔ وہ کیا گئے بہت ساری خیر و برکت بھی ساتھ لے گئے۔

(۵۸۶)

عبدالسلام قادری باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا سید عبدالسلام قادری باندوی نے ”خنجر براہین ختم نبوت بر گلوئے قادیانیت“ رسالہ لکھا۔ موصوف جمعیت علماء پاکستان کراچی کے نائب ناظم تھے۔ ان کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۸۷)

عبدالسلام لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

یکم رجب المرجب ۱۳۵۱ھ سے ۱۲ رجب المرجب تک حضرت مولانا عبدالشکور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

لکھنؤی شہرہ آفاق مقدمہ بہاولپور کی پیروی کے لئے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالسلام آپ کے ہمراہ تھے۔ اس زمانہ میں حضرت لکھنؤی نے مقدمہ بہاولپور کے لئے جو مواد جمع کیا کتاب ”صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ“ میں آپ کے صاحبزادہ صاحب نے محفوظ و مرتب کر دیا۔ کتاب کے چار فصل اور ایک خاتمہ ہے۔ فصل اول: میں برادران اسلامی کے لئے چند ضروری ہدایات۔ فصل دوم: میں مقدمہ بہاولپور کے واقعات۔ فصل سوم: میں فرقہ غلمدیہ وقادیانیہ، مرزائیہ کی مختصر تاریخ ہے۔ فصل چہارم: میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق چند ضروری معلومات (عقائد کفریہ) ہیں۔ خاتمہ: میں ریاست بہاولپور کے کچھ مسرت انگیز چشم دید حالات ہیں۔ اسی کتاب سے مرزا ملعون کے کفریہ عقائد و نظریات کو مباحثہ رنگون میں بھی درج کیا گیا۔ بہت سا مواد ایک ہی ہے۔ چونکہ دونوں جگہ انہیں حوالہ جات سے مرزا قادیانی کے کفر کو واضح کیا گیا۔ ہم نے بھی اس کتاب میں اس طرح تکرار کے باوجود رہنے دیا۔ موقعہ کی مناسبت سے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں ”صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ“ شائع ہوئی۔

(۵۸۸)

عبدالسلام ہزاروی، مولانا

میسور کے نمائندہ مولانا محمد عبدالسلام سلیم ہزاروی مدرس ٹریننگ کالج میسور اور قادیانی جماعت کے نمائندہ حبیب اللہ خان کے درمیان ۲۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو تحریری معاہدہ ہوا کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ۳ جون کو مباہلہ ہوگا۔ وہ معاہدہ کی تحریرات اور قادیانی عقائد پر مشتمل ایک تحریر پمفلٹ کے ذریعہ چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ اس پمفلٹ کا نام: ”اہل میسور کے ساتھ ۳ جون ۱۹۳۵ء کو فرقہ ضالہ و مضلہ قادیانیہ کا مباہلہ“ (یاد رہے کہ اس پمفلٹ میں قادیانی کتب کے حوالہ

جات میں مفہوم کو سامنے رکھا گیا ہے۔ عبارات کے نقل کی پابندی نہیں کی گئی) یہ مباہلہ ہوا یا نہیں؟ فقیر نے کہیں نہیں پڑھا۔ فقیر نے اس مباہلہ کی تفصیلات کے لئے قادیانیوں کی تاریخ احمدیت کو بھی دیکھا تو اس مباہلہ کے متعلق کوئی چیز نہ ملی۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ مباہلہ سے پہلے مرزا محمود کے پاس قادیان میں ٹیچی بچ کر کے آیا۔ صبح مرزا محمود نے قادیانی جماعت کو مباہلہ سے روک دیا ہوگا۔ بہر حال یہ غالب گمان ہے۔ ورنہ قادیانی مؤرخ دوست محمد اسے ضرور مبالغہ و کذب آفرینی سے مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتا۔ اس کا خاموش رہنا قادیانی فرار کی غمازی کرتا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۰۰

ہے۔ والعلم عند اللہ! اس زمانہ کی کہیں کسی کے پاس معلومات ہوں تو بھجوانے پر صحیح رائے قائم کرنی ممکن ہوگی۔ متذکرہ رسالہ کو ہم نے احتساب کی جلد ۴۰ میں شائع کیا۔

(۵۸۹)

عبدالسلام ہمدانی امرتسریؒ، مولانا

(وفات: ۲۱/ جولائی ۱۹۵۵ء، لاہور)

موصوف مولانا محمد عالم امرتسریؒ کے شاگرد رشید، مجلس احرار اسلام ہند کے کارکن تھے۔ اپنے دور میں قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

(۵۹۰)

عبدالشکور حنفی مرزاپوریؒ، مولانا

مرزا پور انڈیا کے حضرت مولانا حافظ عبدالشکور حنفیؒ تھے جو معروف مناظر اسلام مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے دست و بازو تھے۔ مولانا عبدالشکور حنفیؒ النجم لکھنؤ کے کالم نگار بھی تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی ملعون کے ایک پیروکار کے رسالہ ”نور ہدایت“ کا ”تحفہ محمدیہ برائے فرقہ غلمدیہ“ کے نام سے جواب تحریر فرمایا۔ عمدہ المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اولاً یہ ماہنامہ رسالہ النجم لکھنؤ نمبر ۱۳ تا ۱۶، رجب، شعبان ۱۳۳۹ھ میں قسط وار شائع ہوا۔ بعدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ اب دوسری بار ستمبر ۲۰۰۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۱ء وفات: ۱۴ / اگست ۱۹۸۷ء)

آپ کی پیدائش دین پور ضلع رحیم یار خان میں مولانا عبداللہ صاحبؒ کے گھر ہوئی۔ آپ کے دادا مولانا عبدالقادرؒ، مولانا میاں غلام محمد خلیفہ دین پوریؒ کے داماد اور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مرید تھے۔ دین پور، داد لغاری، میر پور ماتیلو، ہائی جی شریف، پنوں عاقل اور مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں پڑھتے رہے۔ مدرسہ قاسم العلوم سے ہی دورۂ حدیث شریف کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سکھر جیل میں اڑھائی ماہ گرفتار رہے۔ مولانا غلام حسین حاصل پوریؒ فاضل دیوبند بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ۱۹۵۱ء میں خانپور سے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے تفسیر پڑھی اور پھر چار سال مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں پڑھاتے رہے۔ حضرت درخواستیؒ کی بھتیجی اور مولانا عبدالرحیم درخواستیؒ کی صاحبزادی آپ کے عقد میں آئیں۔ سکھر اللہ والی مسجد اور جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ میں خطیب رہے۔

۱۹۶۶ء میں ملک کی ممتاز مذہبی جماعت تنظیم اہل سنت میں شریک ہوئے۔ مرکزی نائب صدر اور مرکزی دفتر کی جامع مسجد میں عرصہ تک خطیب بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء میں ملتان سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور دل ناتوان نے مقابلہ خوب کیا۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت اور پھر مجلس علماء اہل سنت کے سربراہ رہے۔ جامعہ اسلامی مشن بہاولپور کا اہتمام سنبھالا اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنسوں میں تشریف لاتے۔ آپ کا مرکزی بیان ہوتا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ۱۹۸۴ء میں صف اول میں رہے۔

(۵۹۲)

عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا

رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہنچا۔ بڑا چالاک اور چال باز تھا۔ اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ: ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات

قسمیہ کہتا۔ جیسا کہ بہت سے قادیانی خصوصاً ”لاہوری“ کہتے ہیں۔ خواہ منخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں۔ عوام اس کی باتوں میں آگئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں۔ بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی۔ جمعہ تک پڑھایا۔ رنگون کے ذمہ داران بہت فکر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنے سے محفوظ رکھیں؟ عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چال بازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دے دیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہو گئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحبؒ تشریف لا رہے ہیں۔ وہ اس سے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین قادیانی نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ: ”آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا؟ دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں۔ مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ جو بھی جواب دیتا پکڑا جاتا۔ وہ مرزا صاحب کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو، وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور انشاء اللہ! اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔“

مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اپنے دور کے نامور مناظر ہی نہیں استاذ المناظرین تھے۔ آپ نے رفض و بدعت اور منکرین ختم نبوت کے خلاف جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ آپ نے معروف زمانہ قادیانی / مسلم مقدمہ بہاولپور میں امت کی طرف سے نمائندگی بھی فرمائی۔ مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالستار تونسویؒ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ ایسے مناظرین حضرات کے آپ استاذ تھے۔

(۵۹۳)

عبدالصمد سربازیؒ، مولانا قاضی

مولانا قاضی عبدالصمد سربازیؒ نامور عالم دین تھے۔ آپ بلوچستان قلات کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ آپ نے ”فتح مبین“ رسالہ میں فارسی نظم میں تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۹۴)

عبدالصمد سندوری سیاحؒ، مولانا

حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مرزا قادیانی کے رد میں ”شمس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۰۳

الہدیٰ“ نامی کتاب تحریر کی۔ امروہہ کے ایک قادیانی نے بزعم خود ”شمس بازغہ“ کے نام پر اس کا رد لکھا۔ جونہی کتاب چھپ کر سامنے آئی۔ اس کے ایک دو مباحث کی تردید میں فوری مولانا عبد الصمد سندوری سیاحؒ نے رسالہ تحریر کیا۔ جس کا نام: ”امروہی کے شمس کاسفہ کا دائمی کسوف“ ہے جس میں خوب منطقی طرز استدلال سے امروہہ کے قادیانی کا ناطقہ بند کیا۔ یہ احتساب جلد ۵۳ میں شائع ہوا ہے۔

(۵۹۵)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ (مکہ مکرمہ) ، فضیلۃ الشیخ

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، حرمین شریفین کے سب سے بڑے شیخ اور استاذ الشیوخ الحرم ، سعودی عرب کے مفتی اعظم جناب عبدالعزیز بن باز نے حیات مسیح علیہ السلام پر فتویٰ دیا۔ جس پر دیگر شیوخ حرمین کے بھی دستخط ہیں جو فتاویٰ ختم نبوت میں بھی شائع ہو گیا ہے۔

(۵۹۶)

عبدالعزیز (بٹالہ)، جناب منشی

منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبر دار بٹالہ مرزا قادیانی کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۴ نمبر ۷۶ میں مرزا قادیانی نے ان ۳۱۳ مریدوں میں یکجا فرمایا ہے جن کو بمنزلہ ”اصحاب بدر“ قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں ۳۱۳ مریدوں کی فہرست دی۔ آئینہ کمالات میں بھی یہ فہرست ہے اور ضمیمہ انجام آتھم میں بھی۔ دونوں جگہ چار چار صفحات کو اس فہرست سے بھر دیا ہے۔ اس

سے سمجھیں کہ کذاب قادیان کی کتب میں کس طرح تکرار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس میں درج بہت سارے مرید کذاب قادیان کو چھوڑ گئے۔ جیسے حافظ یوسف، منشی الہی بخش، عباس علی لدھیانوی، ڈاکٹر عبدالحکیم چھوڑنے والوں میں ایک منشی عبدالعزیز بھی تھا۔ اس قادیان بدری صحابی (معاذ اللہ) نے جو پوست کندہ حالات مرزا قادیانی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان میں سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے۔ اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے ص ۱۰، ۱۱ پر ہے۔ باصلہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل مقدمہ کرم الدین دبیر ہو چکا ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۰۴

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور ، السلام علیکم! الحکم کے ایڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لئے زور دیا ہے۔ چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے ان کو قلمبند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ ایڈیٹر الحکم اور اس کے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔

• اول اپنے راسخ الاعتقاد رہ چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید

نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو۔ اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا قادیانی نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ والے اترتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آکر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اس کا مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے۔ اس کی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے۔ اگر اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا (اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے۔ لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزا قادیانی جو ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک بات وحی تصور کی

جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

• دوم میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی

بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا قادیانی گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں۔ صبح کو ہوا خوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی دوسرا مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اب ایڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

• سوم مرزا قادیانی کی بیوی عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی

تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی۔ جو ٹولی میں شامل ہوتی تھی۔ ایسے پرخطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں، ان کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمہ ہوتا تھا۔ ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے۔ اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ ورنہ پھر مرزا قادیانی خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔

• چہارم میں ان کے ۳۱۳ اصحاب کبار سے ہوں جن کی نسبت مرزا قادیانی کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا قادیانی کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا قادیانی نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

• پنجم مرزا قادیانی کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔ اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔

ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

• ششم جب مرزا قادیانی پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب

بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا قادیانی نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا۔ اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارہ کیا۔ اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا قادیانی کے مریدوں کے لئے ہوٹل رہا۔ جو چاہتا قادیان جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا۔ خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں۔ اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۰۶

پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رنگ باقی ہے۔

ختم مرزا قادیانی نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔ اگر ان کو مجھ پر کوئی شک و شبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔ اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گزاریاں جتلاؤں۔ خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کو مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت مرزا قادیانی کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔ گیند کے پہاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھ کر دوسد روپیہ پائیں۔ اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے۔ خود مرزا قادیانی نے اپنے خسر اور بیوی کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا قادیانی کی بیوی تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں۔ بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہی ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نذر کئے ہوں گے۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا قادیانی کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تا کہ ان کو اور ان کی ہم جولیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ علاوہ اس کے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرمے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔ اس بات کی مرزا قادیانی بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کے باغ پر صدہا

روپیہ لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمینداری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟

اب رہا مرزا قادیانی کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ سو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۰۷

مرزا قادیانی کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقائد مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعویٰ پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں۔ کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ ربی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں! مرزا قادیانی محض علمائے اسلام کے سب شتم کے تحریر کرتے وقت بیسیوں نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ بلکہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ اور مولوی نورالدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے۔ ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ زکوٰۃ کبھی مرزا قادیانی نے دی نہیں۔ حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھڑوا دیتے ہیں۔ اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نورالدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کے لئے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء (عبدالکریم ٹنڈا) شخص کو امام بنایا جاوے۔ جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا قادیانی کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ان پر قائم ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا قادیانی من گھڑت کر کے اپنے پر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائی حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے۔ اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے۔ ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔ خاکسار: مولوی عبدالعزیز نمبردار رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

(۵۹۷)

عبدالعزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم

حکیم عبدالعزیز صاحب چشتی تھے جو پاکپتن میں رہتے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں ”در تحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی، یعنی درد دل بعجائبات طب“ کتاب شائع کی جو اب محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شامل ہے۔

(۵۹۸)

عبدالعزیز رائے پوریؒ، مولانا

(وفات: ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

مخدوم المشائخ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ کی عمر شریف اسی نوے کے درمیان تھی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد مرحوم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن مرحوم اسیر مالٹا سے تھا۔ خلافت قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ملی تھی۔ حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت کشمیریؒ، حضرت رائے پوریؒ کی نسبتوں کے آپ علمبردار تھے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ سنت نبویہ علیہ السلام پر پوری طرح کاربند تھے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ برسوں آپ کی خدمت میں رہنے والے واقف راز احباب عینی گواہ ہیں کہ اتباع شریعت پر اس سختی سے کاربند تھے کہ وہ سنت نبویہ علیہ السلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ طبیعت میں سادگی انکساری، عاجزی اور درویشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالم دین اور مشائخ وقت آپ کے شاگرد اور حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ خانقاہی نظام جو اب پاکستان میں عنقاء نظر آتا ہے، آپ کے دم قدم سے قائم تھا۔ مدتوں کی اتباع شریعت و ریاضت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ بڑے صاحب الرائے ”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“ کے مصداق تھے۔ کہ رب العزت نے آپ کو اپنی بے شمار دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ کا پیشہ زمیندارہ تھا۔ مگر اس کے باوصف زندگی بھر پکا مکان نہیں بنوایا۔ گیارہ چک پنڈ وطنی میں رہائشی مکان کے ساتھ ملحق قرآنی مدرسہ آپ کی یادگار ہے۔ مکان کی طرح مدرسہ بھی کچا ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کہ سب سے برا مال وہ ہے جو تعمیر ہے جا پر خرچ ہو۔ اس پر طرح سختی سے کاربند رہے کہ اب تک اپنا مکان کچا ہے۔ مدرسہ کے ساتھ چند ستون مٹی کے کھڑے کر کے ان پر سرکنڈوں کا چھپر ڈال دیا۔ گرمی و سردی میں یہی آپ کا گیسٹ ہاؤس اور خانقاہ تھی۔ اسے ایک مرید کی خوش فہمی پر مبنی نہ سمجھا جائے کہ اس دور میں اس درویش منش، فرشتہ سیرت انسان کے اجلے کردار اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کو دیکھ کر مولائے کریم کے فرشتے بھی رشک

۱۲۰۹ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

کرتے ہوں گے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ آپ کو ہر دو حضرات سے نسبت شاگردی و بیعت حاصل تھی۔ آپ نے بھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی جس طرح سرپرستی فرمائی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان آپ کی وفات سے اپنے ایک مربی و محسن اور سرپرست سے محروم ہو گئی۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی وفات کے بعد ملتان دفتر مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس تھا۔ اس میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا انیس الرحمان لدھیانویؒ کی تحریک پر مجلس شوریٰ نے پاس کیا کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح کے لئے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں بذریعہ خط و کتابت رابطہ رکھیں۔ اس فیصلہ نے فقیر کو آپ کا غلام بنے دام بنا دیا۔ پہلی بار حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا رقعہ لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے عظیم احسانات میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایک ولی اللہ سے ملاقات کے لئے راہنمائی فرمائی۔ فقیر پہلی بار حاضر ہوا۔ واپسی پر مولانا محمد شریفؒ نے پوچھا کہ بیعت! میں نے عرض کیا ہو گئی۔ فرمایا کوئی قلبی کیفیت! میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت شیخ کی مجلس میں رہا۔ دل میں اللہ رب العزت کی یاد کے علاوہ اور کچھ نہ رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی ایک کامل کی نشانی ہے کہ اس کی مجلس دل کی دنیا کو خداوند کریم کی یاد کا گہوارہ بنا دے۔ فقیر اس لحاظ سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ حضرت اقدس کی بے پناہ محبتوں کی نعمت اسے حاصل رہی اور اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب ہے کہ ان کی محبتوں اور شفقت سے فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ ”ہم تو مائل بہ کرم ہیں

کوئی سائل ہی نہیں“ اپنی بدنصیبی کا جتنا ماتم کروں کم ہے۔ کہ ان کے کرم سے کما حقہ فائدہ حاصل نہ کر سکا۔

آپ متواتر تین سال تک عید الفطر (چناب نگر) کی مسجد محمدیہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ عید سے فراغت کے بعد مسلم کالونی کے مدرسہ و مسجد میں تشریف لاتے۔ ان کی عید کے روز تشریف آوری سے ہماری دو عیدیں جمع ہو جاتیں۔ جب کبھی حاضری کا اتفاق ہوتا تفصیل سے محاذ ختم نبوت کے حالات و واقعات سنتے۔ دعائیں دیتے۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین !

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۱۰

آپ کی وفات سے ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد انوریؒ کی وفات پر حضرت مولانا تاج محمودؒ بہت ہی زیادہ غمگین ہوئے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے سوال کے جواب پر حضرت مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا کہ مولانا! آپ کو معلوم نہیں کہ جب ہم لوگ سو جاتے ہیں تو کتنے نیک دل لوگوں کی دعائیں ہمارا پہرہ دیتی ہیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس کا وجود ان قدسی صفت لوگوں میں سے تھا جن کی دعاؤں اور وجود مسعود سے امت مسلمہ کی بے شمار نفع و سود مندی کی باتیں وابستہ تھیں۔

اس سال عید الفطر کی نماز آپ نے حضرت مولانا تاج محمودؒ کی مسجد میں ادا فرمائی۔ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ پہلی عید تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے مخلص ورکروں اور حضرت مولانا مرحوم کی اولاد اور ارادت مندوں سے شفقت فرمائی کہ آپ کے تشریف لانے سے بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ طارق محمود نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ مولانا تاج محمودؒ کی بیٹھک میں تشریف لے چلیں۔ فرمایا: نہیں، میں مولانا کے پاس ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت مولانا تاج محمودؒ کی قبر مبارک پر تشریف لائے۔ دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ مراقبہ کی حالت آپ پر طاری تھی، مگر کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ محسوس ہو کہ آپ پر کیا کیفیت طاری ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ خانوادہ رائے پور دریا ہی نہیں سمندر پی جاتے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے۔ یعنی صاحب کرامت و کشف ہونے کے باوجود اخفاء اتنا ہوتا ہے کہ کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ علم ہو کہ یہ بھی کچھ ہیں۔ دعا فرمائی اور چل دیئے۔

بعد میں فقیر اپنے گرامی قدر مخدوم چوہدری محمد اقبال کے ہمراہ حضرت کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ دست بوسی کے بعد بیٹھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت سے پوچھوں کہ میرے محسن

مولانا تاج محمودؒ کا کیا حال ہے؟ حضرت کا احترام اور مزاج مانع رہا۔ مگر دل میں یہ خیال بارہا آئے کہ پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔ میری اس قلبی کیفیت کو اللہ رب العزت نے آپ پر منکشف فرما دیا۔ فوراً میری طرف نظر شفقت فرمائی اور فرمایا کہ: ”گھر بنا بلبل کا باغ میں“ مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ایک حضرت مولانا تاج محمودؒ کی بابت یہ خوشخبری اور دوسری یہ کہ مجھے میرے سوال کا بن پوچھے جواب مل گیا۔

اس قسم کی بیسیوں باتیں لکھی جاسکتی ہیں، مگر حضرت کا اتباع سنت نبوی پر کار بند رہنا اتنی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۱۱

بڑی ولایت ہے کہ اس کی اب نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ جناب رانا نصر اللہ خانؒ کے ہاں فیصل آباد میں آپ ہر سال رمضان شریف گزارتے تھے۔ رانا صاحب نے پچاس سالہ خدمت سے حضرت اقدس کو اتنا خوش کیا کہ اس پر جتنا بھی رانا صاحب کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ان کی خوش بختی کی انتہا ہے کہ آپ کا وصال بھی ان کے گھر ہوا۔ رمضان المبارک کے تذکرہ سے بات یاد آئی کہ ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے فیصل آباد میں رمضان شریف گزارا۔ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ ان سے ملنے کے لئے دو چار بار تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا مولانا آپ کے احترام و مقام کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوا کروں۔ مگر میری بیماری کا آپ کو علم ہے کہ چل نہیں سکتا۔ اس لئے آپ بار بار تشریف لا کر مجھے زیر بار نہ کیا کریں۔

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

آپ کی ایک نماز جنازہ فیصل آباد میں حضرت مفتی زین العابدینؒ نے اور چیچہ وطنی میں حضرت مولانا عبدالعلیمؒ نے پڑھائی۔ آپ کی حسب خواہش عام مقابر مسلمین میں دفن کیا گیا۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر مبارک بقعہ نور بنائے۔ آمین!

(۵۹۹)

عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”مرزا فقیر اور اہل صلاح کا لباس پہن کر خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔ جو لوگ اس کی ملمع سازیوں کا ابطال کر رہے ہیں وہ اس کا اجر حق تعالیٰ سے پائیں گے۔“

(۶۰۰)

عبدالعزیز مرتضائیؒ، مولانا

(وفات: ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء، قصور)

عالم، مدرس، صوفی، فاضل مظاہر العلوم سہارنپور تھے۔ اپنے دور کے مناظر بھی تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے ساعی رہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۱۲

(۶۰۱)

عبدالعزیز ملتانی، جناب ابوالجریر

”اکاذیب مرزا“ مولانا ابوالجریر عبدالعزیز مناظر ملتانی اہل حدیث رہنما نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ ان کی کتابوں سے لکھے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ ایسا شخص نبی تو بجائے خود، صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں ہو سکتا اور جو قادیانی ان حوالہ جات کو غلط ثابت کر لے ہر حوالہ پر انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں آگیا ہے۔

(۶۰۲)

عبدالعزیز، مولانا ابو عمر

”تبلیغی تحفہ“ جناب مولانا ابو عمر عبدالعزیز نے سوال جواب پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ، مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اولاً لاہور سے شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں پیش خدمت ہے۔

(۶۰۳)

عبدالعزیز صدیقی قادری حنفی میرٹھیؒ، مولانا

(پیدائش: اپریل ۱۸۹۲ء، میرٹھ وفات: ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء، مدینہ منورہ) ”مرزائی حقیقت کا اظہار“ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھیؒ ماریشس میں عرصہ تک قیام پذیر رہ کر خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی تبلیغ حق سے سینکڑوں بندگان خدا غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ ان میں قادیانی بھی تھے جو مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کی تبلیغ اسلام سے مسلمان ہوئے۔ ان دنوں ماریشس میں قادیانیوں کا مربی ایک حافظ قادیانی تھا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحبؒ کی للکار حق کے باوجود کبھی روبرو آنے کی جرأت نہ کر پایا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحبؒ نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا کہ میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۱۳

اب ماریشس چھوڑ کر دوسرے ملک جارہا ہوں۔ ابلیس اعظم نے اس قادیانی مربی کے کان میں پھونک مار دی کہ اب موقع ہے ڈینگ پرے ڈینگ، ہینگ پرے ہینگ مار کر حماران قادیان کے سامنے نمبر بنالو۔ اس نے ایسے وقت میں دو پمفلٹ لکھ کر شائع کئے۔ جن دنوں مولانا شاہ عبدالعلیمؒ سفر کے لئے پابہ رکاب تھے ان پمفلٹوں کی تقسیم ہو گئی۔ آپ نے پمفلٹ لیا۔ بحری جہاز کا سفر تھا۔ جتنے دن جہاز میں رہے ان تمام پمفلٹس کا جواب لکھ دیا۔ قادیانی پمفلٹوں کا نام اظہار حقیقت نمبر ۱،۲،۳ تھا۔ مولانا نے سب کا جواب ”مرزائی اظہار حقیقت“ کے نام سے یہ جامع کتابچہ مرتب فرما دیا۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء کو یہ مکمل ہوا اور احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کا ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

زہے نصیب!

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ کے جانشین حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم تھے۔ باپ مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ نے قادیانیت کے خلاف اوائل میں تحریک اٹھائی۔ بیٹے نے قومی اسمبلی میں ان کو کافر قرار دلوایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ سے فقیر کے استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ دونوں نے مل کر رد قادیانیت پر کام کیا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانیؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو ”چچا حضور“ فرمایا کرتے تھے۔ کہاں رہیں اب وہ محبتیں، اب تو عقربی دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ نے دارالعلوم قومیہ میرٹھ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی اے کیا۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ اور دیگر سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ واقعی عالمی مبلغ اسلام تھے۔ کولمبو، سری لنکا، جاپان، چین، شنگھائی، کینیڈا، ڈربن، افریقہ، ہانگ کانگ میں آپ نے مساجد

تعمیر کرائیں جو آج بھی آپ کی بلندی و رفعت منصب کی آئینہ دار ہیں۔ شدھی کی تحریک میں ہندوستان میں گاؤں گاؤں آپ پھرے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۶۰۴)

عبدالغفار لکھنویؒ، مولانا

مولانا عبدالغفار لکھنویؒ نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۱۴

”قادیانی ہفوات، جمہور اسلام کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اس کے توہمات ایسے ہیں، جیسے غول بیابانی کے دانت۔ خدا اس کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور مسلمانوں کو اس کے اور تمام شیاطین اُخرس کے مکائد سے بچائے۔“

(۶۰۵)

عبدالغفار (مگھیانہ، جھنگ صدر)، مولانا

معروف احرار رہنما مولانا غلام قادر مگھیانہ کے فرزند کا نام مولانا عبدالغفار مگھیانہ تھا۔ باپ کی طرح ہمیشہ مجلس احرار سے وابستہ رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے دل و جان سے محافظ تھے۔ درویش صفت اور اپنی دنیا میں مست تھے۔ باپ کی طرح طرہ دار پگڑی پہننا ان کی شناخت تھی۔ بھلے انسان اور قول و فعل کے مخلص تھے۔ ان حضرات سے ہمیشہ لوگوں نے دین پر چلنا سیکھا۔ اس لئے کہ جو کہتے تھے اس پر پہلے خود عمل کرتے تھے۔

(۶۰۶)

عبدالغفور انوری (ملتان)، جناب ملک

(ولادت: ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء وفات: ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

جامعہ خیر المدارس ملتان کے خازن و محاسب رہے۔ پہلے مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد حضرت مولانا حافظ سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مرحوم کے ساتھ مجلس احرار کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ غالباً مولانا عبید اللہ احرار کے بعد کچھ عرصہ کے

لئے مجلس احرار اسلام کے صدر بھی بنے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گہری سوچوں کے ساتھ داعی و ساعی رہے۔

(۶۰۷)

عبدالغفور پنجه (شاہ پور، ضلع سرگودھا)، جناب قاضی

”تحفة العلماء فی تردید مرزا..... تحریف مرزا“ انگریز کے زمانہ میں شاہ پور ضلع تھا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

سرگودھا بعد میں ضلع بنا۔ قیام پاکستان سے قبل مولانا قاضی عبدالغفورؒ ساکن پنچہ براستہ مٹھہ ٹوانہ ضلع شاہ پور نے یہ کتابچہ تحریر فرمایا۔

۲..... "اکاذیب مرزا" یہ رسالہ بھی قاضی عبدالغفور صاحب کا ہے۔ یاد رہے دونوں رسائل

میں حوالہ جات بعینہ مصنف نے نقل نہیں کئے۔ اپنی طرف سے حوالہ جات کا مفہوم نقل کیا۔ بہت سارے حوالے خلط ملط ہو گئے۔ اس لئے حوالہ جات میں بہت وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۶۴ میں شامل اشاعت ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالغفور صاحب کے رد قادیانیت پر اور دو رسائل:

۳..... "تحفۃ العلماء فی تردید مرزا لیاقت مرزا"

۴..... "عمدة البیان فی جواب سوالات اہل قادیان"

مؤخر الذکر دونوں عقیدہ ختم نبوت جلد ۱۳ میں شامل ہیں۔

(۶۰۸)

عبدالغفور جہلمیؒ، مولانا

(وفات: ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

جامعہ اثریہ جہلم کے مہتمم، ممتاز اہل حدیث رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

(۶۰۹)

عبدالغفور عباسی مدنیؒ، مولانا

(وفات: ۱۸ مئی ۱۹۶۹ء، مدینہ منورہ)

موصوف نامور عالم دین تھے۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری نقشبندیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ ہمیشہ ختم نبوت کے تحفظ کے کام کی سرپرستی فرماتے تھے۔

(۶۱۰)

عبدالغفور غزنویؒ، مولانا

مولانا عبدالغفور غزنویؒ نے دجال قادیان کے خلاف یہ فتویٰ دیا کہ: ”رسول خدا ﷺ نے کذاب دجالوں کے ظہور کی اطلاع دی تھی۔ قادیانی بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ شخص چھپا مرتد اور باطنی اور قمر مطیٰ اور ان لوگوں میں سے ہے، جن کے حق میں سید کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جن میں نفسانی خواہشیں ایسا اثر کر جائیں گی، جس طرح دیوانہ کتا اس شخص پر اثر انداز ہوتا ہے جسے وہ کاٹ کھاتا ہے اور اس کی کوئی رگ یا جوڑ اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا اور ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کذاب پیدا ہوں گے۔ ان کے شر سے بچنا۔“

(۶۱۱)

عبدالغفور قاسمی سجاولؒ، مولانا

(وفات: ۲۵ نومبر ۲۰۱۴ء)

ضلع ٹھٹھہ میں ’سجاول‘ ایک معروف تاریخی شہر ہے۔ اس کے قریب پانچ چھ میل کے فاصلہ پر گجو نامی ایک آبادی ہے۔ ۱۹۳۲ء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میمن کے ہاں مولانا سائیں عبدالغفور قاسمیؒ یہاں پیدا ہوئے۔ گجو بھی علماء کرام کا مرکز گردانا جاتا تھا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یہاں تعلیم پائی۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے بھی اپنے والد

گرامی اور دیگر اساتذہ سے یہاں پر تعلیم کا آغاز کیا۔ گجو کے قریب مرکزی شہر سجاول ہے۔ یہاں ۱۹۳۹ء میں حاجی سید عبدالرحیم شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم ہاشمیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا قاسمیؒ جب پڑھنے کے لئے یہاں تشریف لائے تو اس وقت ادارہ کے مہتمم اور استاذ الحدیث مولانا نور محمد سجاولیؒ تھے۔ مولانا نور محمدؒ (متوفی: ۱۹۹۰ء) مولانا عبداللہ میمنؒ، مولانا محمد نورؒ (میانوالی)، مولانا عبدالمتین ہزارویؒ، مولانا حبیب اللہ سموںؒ، مولانا محمد بخش تالپورؒ، لطافت الرحمنؒ، مولانا عبد المالکؒ اور دیگر اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۱۷

دارالعلوم ہاشمیہ میں مولانا نور محمد مرحوم وقت کے بڑے بڑے فاضل اجل اور نامور علماء کی تدریس کے لئے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ یہاں پڑھاتے رہے۔ جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کاشمیریؒ نے حضرت افغانیؒ سے یہیں سجاوول میں تکمیل کی تھی اور یہیں ان کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم ہاشمیہ سجاوول میں ایک بار حضرت مولانا سید فیض علی شاہ مانسہرویؒ تدریس کے لئے تشریف لائے۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے تھے۔ آپ سے مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے سجاوول میں معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحبؒ (گوجرانوالہ) کے جامعہ اشرف العلوم میں حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحبؒ کی دعوت پر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالغفور قاسمیؒ بھی آپ کے ہمراہ آئے اور ایک سال یہاں پڑھا۔

دارالعلوم دیوبند کے مدرس اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ جو دارالعلوم کبیروالا کے بانی تھے۔ آپ بھی معقولات و منقولات کے مانے ہوئے استاذ الاساتذہ تھے۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ، حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کے پاس بھی معقولات پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالخالق صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ اس زمانہ میں کیوں نہیں آئے جب میں معقولات پڑھاتا تھا۔ اب تو میں نے معقولات پڑھانی ترک کردی ہیں۔ تو مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے برجستہ فرمایا کہ اس وقت تو میں پیدا بھی نہ ہوا۔ مولانا عبدالخالق مرحوم اس پر مسکرائے اور آپ کو کچھ عرصہ معقولات کی کتب پڑھائیں۔

حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمیؒ طاہر والی مدرسہ انوریہ حبیبیہ میں بھی حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث شریف کے لئے آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔
۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء میں یہاں سے دورہ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا
مفتی ولی حسنؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ ایسے فاضل یگانہ روزگار شخصیات سے تعلیم حاصل
کی۔ اس زمانہ میں مشرقی و مغربی پاکستان کے تمام مدارس میں آپ نے سب سے زیادہ نمبرات
حاصل کئے۔ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کو حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
اپنے جامعہ میں مدرس رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن مولانا نور محمد سجاولیؒ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۱۸

کے کہنے پر آپ دارالعلوم ہاشمیہ آگئے اور یہاں سے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت الاستاذ مولانا نور محمد صاحب کے بعد آپ ان کے علمی جانشین قرار پائے۔ آپ نے دارالعلوم ہاشمیہ کو ترقی دی۔ نئی کوہ قامت عظیم الشان بلڈنگ و مسجد تیار کرائی جو اپنی مثال آپ ہے اور پھر یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ سندھ کے اس حصہ میں حضرت مولانا نور محمد صاحب نے تنظیم اصلاح المدارس قائم کی۔ اندرون سندھ میں یہ تنظیم گویا سندھ کے دینی مدارس کا تعلیمی بورڈ ہے۔ اس وقت پچانوے مدارس اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ پہلے مولانا نور محمد صاحب صدر تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی صدر بنے۔ اس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام محمد سمون ہیں۔ اس وقت ان مدارس میں پڑھانے والے تمام کے تمام اساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی کے شاگرد ہیں۔ سجاول، ٹھٹھہ، بدین اور دور دراز سندھ کے خطہ میں مولانا عبدالغفور قاسمی نے بہت سی مساجد بنوائیں۔ وہاں مکتب قائم کئے۔ ان کی سرپرستی اور رہنمائی اور مالی معاونت آپ فرماتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالغفور قاسمی معقول و منقول کے علوم میں اس وقت اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ پڑھانے کا قدرت نے آپ کو خوب سلیقہ دیا تھا۔ آپ اپنے اساتذہ کے علوم کے امین اور شارح سمجھے جاتے تھے۔ آپ پر طلباء جان چھڑکتے تھے۔ آپ تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی سادگی نے آپ کو ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ آپ ایک بار دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ مولانا غلام محمد سمون آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مختلف درسگاہوں میں اساتذہ کے طرز تعلیم کو دیکھا۔ مولانا عبدالغفور قاسمی اس وقت ملک کے ان چند شیوخ حدیث میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

مولانا عبدالغفور قاسمیؒ بیک وقت جہاں آپ اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ وہاں پر کامیاب ترین محبوب عام و خواص خطیب بھی تھے۔ غرض آپ نے تدریس و خطابت، مسند حدیث اور منبر و محراب سے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے فریضہ کو ادا کرنے کا خوب حق ادا کیا۔

فقیر راقم سے ایک بار فرمایا کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ ایک بار سندھ تشریف لائے۔ مجھے (مولانا عبدالغفور قاسمیؒ) فرمایا کہ آپ اپنے کو یہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر سمجھیں۔ فرماتے تھے کہ حضرت جالندھریؒ کے اخلاص کا صدقہ ہے کہ سب سے زیادہ میری تقریروں میں جس بنیادی مسئلہ کا بیان ہوتا ہے وہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس کے بغیر میری تقریر مکمل نہیں ہوتی۔ شیطان جس طرح حضرت عمرؓ کے نام سے بھاگتا تھا قادیانیت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۱۹

مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کے نام سے لرزاں و ترساں میدان سے بھاگتی تھی۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ چناب نگر، ملتان، کراچی تک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی درخواست پر آپ نے ختم نبوت برطانیہ میں بھی شرکت فرمائی۔ تب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جس سال ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت کی۔ اس سال مین آف دی میچ آپ قرار پائے۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے حدیث: ”انا اولہم فی الخلق و اخرہم فی البعث“ پر خطاب فرمایا۔ خطاب کیا تھا۔ علم کا سمندر موجزن تھا۔ پورا اجتماع سراپا گوش تھا۔ اس تقریر کے بعد مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے آپ کا ماتھا چوما اور فرمایا مولانا آپ کی خطابت کے پیچھے کسی بزرگ کی دعا ہے۔ آپ کی الہامی تقریر ہوتی ہے۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے فرمایا آپ نے صحیح جانا۔ استاذ مولانا نور محمد سجاوؒ کی دعائیں سمیٹنے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کا جمعیت علماء اسلام سے جماعتی تعلق تھا۔ آپ جمعیت پر دل و جان سے فدا تھے۔ آپ نے علالت کے باوجود ملک بھر میں جمعیت کی مرکزی کانفرنسوں میں خطاب کیا۔ جمعیت کے آپ مرکزی و صوبائی عہدیدار بھی رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگ خورد سے آپ محبت فرماتے تھے۔ آپ نے آئینہ قادیانیت سندھی کو اصلاح المدارس کے تمام مدارس کے نصاب میں داخل کرایا۔ آپ کراچی تشریف لاتے تو ناممکن تھا کہ کراچی ختم نبوت کے دفتر تشریف نہ لائیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا سعید احمد جلال پوریؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ سے آپ کے محبت بھرے تعلقات تھے۔

فقیر راقم ان کی محبتوں کا اسیر ہے۔ جہاں کہیں جلسہ پر تشریف لے جاتے وقت پر تقریر کے لئے فرماتے۔ تا کہ زیادہ انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے کہ ان کی صحت متحمل نہ تھی۔ لیکن جہاں

فقیران کے ہمراہ ہوتا۔ پہلے نہ صرف بیان کراتے۔ بلکہ بسا اوقات بیان سنتے بھی اور اصلاح بھی فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی۔ وہ کیا گئے علم و فضل کی مسندیں ویران ہو گئیں۔ مجلس سونی سونی لگتی ہے۔ ان سے آبروئے علم وابستہ تھی۔ وہ اس دھرتی پر علم کے وقار کی سب سے عمدہ مثال تھے۔ وہ کیا گئے موت العالم موت العالم کا منظر پھر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ دارالعلوم ہاشمیہ، جمعیتہ علماء اسلام، اصلاح المدارس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، آپ کے شاگرد، پورا خاندان، پورا سندھ پر ان کی موت نے سناٹے کی کیفیت طاری کر دی ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۲۰

شوگر کے مریض تھے۔ بارہا عوارض نے گھیرا۔ آپریشن ہوئے۔ لیکن بیماری کو اپنے پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ بیسیوں عمرے، حج و طواف، ملکی وغیرہ ملکی اسفار سب جاری رہے۔ آخری بار گلے کے آپریشن کے لئے ہسپتال گئے تو پیغام اجل کو لبیک کہا۔ سجاوہ میں جنازہ ہوا۔ آپ کے استاذ زادہ نے جنازہ پڑھایا۔ مصری شاہ قبرستان میں اپنے استاذ کے قدموں میں نم کنومۃ العروس کے مزے لے رہے ہیں۔ جس شان سے زندگی گزاری۔ اس سے کہیں زیادہ شان کے ساتھ قیامت کے روز یہاں سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۶۱۲)

عبدالغفور کلانوری، مولانا

حضرت مولانا عبدالغفور کلانوری کا مرتب کردہ رسالہ کا نام ”قادیانی ہذیان“ ہے۔ یہ رسالہ مولانا منظور الحق صاحب ناظم مستشار العلماء قصور نے اولاً ۱۳۵۲ھ میں گویا بیاسی سال پہلے شائع کیا تھا۔ اشاعت اول میں جو آپ نے تعارف لکھا وہ یہ ہے:

”خدا جزائے خیر دے جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری مولوی فاضل وفاضل دیوبند کو جنہوں نے خلیفہ قادیانی مرزا محمود کے فریب آمیز رسالہ ”سرزمین کابل میں ایک تازہ شہید ان کا ظہور“ کے جواب میں ایک کفر شکن رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے: ”قادیانی ہذیان“ فاضل مؤلف نے اس رسالہ میں ”آہ نادر شاہ کہاں گیا“ اور ”دو بکریاں ذبح کی جائیں گی“ وغیرہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں پر زبردست تنقید فرما کر ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کی حقیقت دجل و زور اور عیاری و مکاری کے سوا کچھ نہیں۔“

احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں یہ رسالہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۶۱۳)

عبدالغفور ہزارویؒ ، مولانا

(ولادت: یکم اپریل ۱۹۱۵ء وفات: ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء) مولانا عبدالغفور ہزاروی نامور عالم دین،

شیخ طریقت، شاعر، خطیب، سیاستدان،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۲۱

تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے رہنما تھے۔ کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ وزیر آباد میں مزار بنا۔ آپ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔ وزیر آباد میں جامعہ غوثیہ نظامیہ کے بانی تھے۔

(۶۱۴)

عبدالغنی شاہجہانپوریؒ، مولانا مفتی

(وفات: یکم / اکتوبر ۱۹۶۸ء)

مدرسہ عین العلم شاہجہانپور، یو۔ پی کے صدر مدرس حضرت مولانا مفتی عبدالغنی شاہجہانپوریؒ، جنہیں پٹیالوی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پٹیالہ پھر مالیر کوٹلہ اس کے بعد شاہجہانپور رہے۔ اس لئے سب نسبتیں درست ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں ہدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتی کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ (کتاب کا نام حضرت تھانویؒ نے تجویز فرمایا) اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں اسلام اور قادیانیت کا تقابل کر کے قادیانی کفر کو واشگاف الفاظ میں مدلل و مبرہن طور پر ثابت کیا ہے۔ دسمبر ۱۹۷۸ء اور جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کے دو ایڈیشن اشاعت اول کا عکس لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے ”اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ“ کے نام پر شائع کئے گئے۔ ۱۹۸۶ء میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی انڈیا سے اس کو شائع کیا۔

مصنف مرحوم بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ مولانا مفتی ہند کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ پھر مفتی کفایت اللہ کے حکم پر مولانا مفتی عبدالغنی مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں صدر مدرس اور مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے تبحر علمی پر یہ

کتاب ”شاہد عدل“ ہے۔ آج تک اس کتاب کے تمام ایڈیشن اس طرح شائع ہوتے رہے کہ ایک صفحہ کے دو کالم بنا کر پہلا دایاں کالم اسلامی عقیدہ اور دوسرا بایاں کالم قادیانی عقیدہ کے لئے مختص کر کے تقابل پر شائع کیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اس کتاب کے نہ صرف معترف و مداح بلکہ قدردان تھے۔ ہر وہ شخص جس نے اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل کیا، وہی اس کتاب کا گرویدہ ہو گیا اور واقعہ بھی یہی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۲۲

ہے کہ اس کی ہر بحث فیصلہ کن اور لاجواب و بے مثال ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے استاذ التفسیر حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ کا عرصہ سے اصرار تھا کہ اسے کمپیوٹر پر شائع کیا جائے اور بجائے دو کالموں کے عام مروجہ کتابوں کی طرح پہلے ایک بحث (عقیدہ اسلامی نمبر ۱) مکمل ہو جائے اور پھر قادیانی عقیدہ نمبر ۱ کو درج کیا جائے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی اس تجویز کی تائید و تصویب فرمائی۔ ہر چند کہ یہ کام خاصہ مشکل اور عرق ریزی کا طالب تھا۔ اشاعت اول جولائی ۱۹۲۷ء سے آج ۲۰۰۶ء تک عملاً اسی (۸۰) سال بعد کے حوالجات کو جدید قادیانی کتب و رسائل سے تخریج کر کے کمپوز کرانے کا مرحلہ، کے ٹو کی چوٹی سر کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کی عنایت، فضل و کرم، احسان و توفیق سے کمر باندھ لی اور پھر اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کتاب کا دیباچہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ (ثالث) نے تحریر فرمایا۔ اس کی آپ نے وضاحت فرمائی کہ ۱۹۲۷ء میں محلہ تارین ٹکلی شاہجہانپور کی مسجد پر مرزائیوں اور مسلمانوں میں جو مقدمہ درپیش تھا جس میں اہل اسلام ہائیکورٹ الہ آباد تک کامیاب رہے۔

مولانا عبدالغنی شاہجہانپوریؒ اہل اسلام کی طرف سے گواہ تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کو مرزا قادیانی کی تصنیفات اور دیگر مخالف و موافق کتابوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تمام چھان بین کے بعد آخر میں جس نتیجہ پر پہنچے اس کو مولانا موصوف نے بغرض افادۂ عام اس کتاب میں حوالہ قلم فرمایا ہے۔ کتاب اس قدر جامع ہے کہ اس کو پڑھ لینے کے بعد مناظرین بیسیوں کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی ہو جائیں گے۔

اس وقیع رائے گرامی کے بعد مولانا عبدالغنی شاہجہانپوریؒ کے مقام و منصب کو سمجھنے کے لئے مشکل نہ ہوگی۔ ہمارے محترم مولانا شاہ عالم گورکھپوری (دیوبند) نے متذکرہ مقدمہ مسجد کے سلسلہ میں تفصیلات قلم فرمائی ہیں جو یہ ہیں۔

شاہجہانپور کے مقدمہ میں قادیانیوں کی ذلت آمیز شکست

شاہجہانپور میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ قادیانیوں نے قلب شہر میں واقع محلہ تارین ٹکلی (Tarain Tikli) کی ایک مسجد ”نوری مسجد“ پر قبضہ جمانے کی ناپاک کوششیں شروع کر دیں۔ قادیانیوں کی ضد اور بٹ دھرمی کے سبب معاملہ زیریں عدالت سے لے کر ہائیکورٹ الہ

۱۲۲۳ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

آباد تک پہنچا۔ اس مقدمہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالغنیؒ کی بیش بہا قربانیاں اور خدمات ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مناسبت سے اس پورے مقدمہ کا مختصر خاکہ پیش کر دیا جائے۔

نوری مسجد پر جب قادیانیوں نے قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی تو باوجود اس کے کہ قادیانیوں کی تعداد شاہجہانپور اور اطراف میں انگلیوں پر شمار کے قابل تھی۔ لیکن انہوں نے اہل بدعت اور شیعوں سے مل کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی ایسی قوت حاصل کر لی تھی کہ اس قوت نے مٹھی بھر قادیانیوں میں کثیر التعداد مسلمانوں سے محاذ آرائی کا نشہ پیدا کر دیا تھا۔ مشہور مثل ہے کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ چنانچہ قادیانی بھی طاقت کے نشے میں خرمستیاں لینے لگے اور انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہ راستہ انہیں ذلت و رسوائی اور تاریخی موت کی طرف لے جا رہا ہے۔ نورانی مسجد میں قادیانیوں نے اپنی بے جا دخل اندازی کے سبب جب معاملہ نقض امن تک پہنچایا تو کوتوالی پولیس شاہجہانپور نے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے کر سلجھانے کی کوشش کی۔ مگر طاقت کے نشے میں چور قادیانی ماننے والے کب تھے۔ انہوں نے ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں اپیل کر ڈالی۔ حاکم وقت کے حکم پر سٹی مجسٹریٹ نے ۱۷ یا ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں موقع کا معائنہ کیا اور دفع فساد کے لئے یہ انتظام کیا کہ قادیانی جب مسجد میں پوجا پاٹ کریں تو مسلمان اس وقت مسجد میں نہ آئیں اور جب مسلمان نماز پڑھیں تو قادیانی اپنے پوجا پاٹ کے لئے نہ آئیں۔ دونوں جماعتوں کی رضامندی سے وقت مقرر کر دیا گیا اور اگرچہ اس فیصلے میں مسلمانوں کی حق تلفی اور مسجد کی بے حرمتی تھی۔ تاہم مسلمانوں نے حاکم وقت کے فیصلے پر عمل درآمد شروع بھی کر دیا۔ لیکن عید کی نماز کے موقع پر قادیانیوں نے پھر ہنگامہ کر دیا اور مسلمانوں کو مسجد سے پورے طور پر بے دخل کرنے کے لئے یہ منصوبہ بنا

لیا کہ اب یہ مقدمہ دیوانی عدالت سے فیصلہ کرایا جائے۔ چنانچہ شاہجہانپور کے قادیانی سرغنوں نے ۱۹۲۱ء میں مقدمہ دائر کیا۔ اس میں قادیانی خود مدعی بنے اور مدعا علیہم میں جن مسلمانوں کو نامزد کیا۔ ان میں ایک نام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ (ثالث) کا بھی ہے جو حضرت مولانا مفتی عبدالغنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ اسی طرح حافظ ذاکر صاحبؒ ایڈووکیٹ ساکن محلہ شتر خانہ کا بھی نام مدعا علیہم میں ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلم میں مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے حاصل کی تھی۔ آگے چل کر ماشاء اللہ خود بھی فارسی اور اردو میں یکتائے روزگار مدرس ہونے کے ساتھ پیشہ وروکیل بھی تھے۔ تا حین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

حیات مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور کے انتظامی امور سے بحیثیت ناظم وابستہ رہے۔ قادیانیوں نے اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے اپنی پوری قوت جھونک دی۔ مقدمہ اگر چہ ضلعی سطح کا تھا لیکن اس کے مشورے اور منصوبے قادیان کے ہیڈ کوارٹر سے طے ہوتے تھے۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سوا خدا پر بھروسہ کرنے کے کوئی طاقت و قوت نہیں تھی۔ حضرت مولانا عبدالغنیؒ نے توکلا علی اللہ، حضرت مولانا کفایت اللہؒ (ثالث) اور حافظ ذاکر علیؒ اور دیگر مسلمانوں کی سرپرستی شروع کی اور خود بھی گواہ کی حیثیت سے حق و باطل کی اس جنگ میں شریک ہوئے۔ قادیانیت کا مکروہ و تبلیسی چہرہ بے نقاب کرنے کے لئے کتب قادیانیت کی ورق گردانی شروع کی۔ لگاتار پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ طرفین سے گواہیاں بھی گذرتی رہیں۔ قادیانیوں نے خود کو مسلمان ثابت کر کے مسجد کا حقدار بننے کے لئے مکرو فریب کے سارے گر آزمائے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علماء دیوبند کی مخلصانہ جدوجہد نے ان کے سارے مکرو فریب پر پانی پھیر دیا اور اس میں بنیادی کردار اور کامیابی کا سہرا حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحبؒ کے سر جاتا ہے۔

مقدمہ کا فیصلہ یکم فروری ۱۹۲۷ء میں آیا۔ فیصلے میں جج نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ قادیانی کسی بھی طرح نوری مسجد شاہجہانپور کے حقدار نہیں ہیں اور نہ انہیں مسجد کے استعمال کا حق حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نوری مسجد میں داخلہ بانی مسجد کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ بانی مسجد مسلمان تھے جس وقت مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت مرزا قادیانی کے ملحدانہ دعاوی کا وجود بھی نہیں ہوا تھا اور جب قادیانی اپنے قول و قرار کی روشنی میں مسلمانوں سے الگ ایک ایسا جدید فرقہ ہیں کہ اس کا ربط اسلام اور مسلمانوں سے کبھی نہ رہا اور نہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ربط رہ سکتا ہے تو پھر انہیں مسلمانوں کی تعمیر کردہ مسجد میں کہاں سے حق حصہ حاصل ہوگا؟ چنانچہ اسی بنا پر سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے باضابطہ حکم دیا کہ تمام قادیانی جماعت

اور بالخصوص مءءى قاءىانىوں كو مسءءء ءارن مءله مفن ءاآل هونے اور عباءء كرنے كى ممانءء كى ءاى هے - ملاحظه كىءئے ءء كے الفاظ:

”اآمءىوں نے طے كىا كه اب فء مقءمه عءالء ءىوانى سے ففصل كرافا ءائے - ۱۹۲۱ء مفن سرءروه ءماءء اآمءفء نے مقءمه عءالء ءىوانى مفن ءائر كفا - ۱۵؁ فرورى ۱۹۲۷ء كو ففصل هوا - مقءمه آارج هو كفا اور فء طے كىا كفا كه اآمءى آقءار نهفں ففں اور نه مءءفان مءولى ءهے - ففصلے مفن صرف قابل ءور امر فء هے كه آفا مءءفان كو مسءءء كے اسءعمال كا آق آاصل هے فا نهفں اور فء اس كا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۲۵

جواب ہوگا کہ آیا بانی مسجد کی یہ منشاء تھی کہ مسجد احمدی استعمال کریں اور جیسا کہ انکشاف ہوا اس بارے میں اور شہادت سے ثابت ہوا کہ مسجد احمدیوں کے استعمال کے لئے متعین نہیں کی گئی تھی۔ غیر احمدی اس حکم کی بناء پر احمدیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ لیکن احمدی اس میں نماز پڑھنے پر مصر ہوتے ہیں اور اندیشہ نقض امن کا ہے۔ لہذا اس کو روکنے کی غرض سے حسب دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری یہ حکم دیتا ہوں کہ تمام احمدی جماعت خصوصاً سید علی، مختار احمد، محمد قاسم کو مسجد تارین ٹکلی میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ یہ حکم دو ماہ تک نافذ رہے گا۔ دستخط، ای ٹامس سب ڈویژنل مجسٹریٹ افسر انچارج ہیڈ کوارٹر۔“

یہ کیسے ممکن تھا کہ مرزا قادیانی کے گدی نشین مرزا بشیر الدین محمود اور قادیانی سرغنہ ظفر اللہ خان اس مسئلے میں خاموش بیٹھتے، انگریزی نبوت کے اس بیرسٹر کو اس بات کا زعم تھا کہ حکومت بھی انگریزوں کی ہے اور معاملہ بھی انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کا ہے۔ لہذا مقدمے کا فیصلہ قادیانیوں کے حق میں ہونا چاہئے۔ لیکن الحمد للہ! حضرت مولانا عبد الغنی شاہجہاں پوریؒ نے ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک طویل عدالتی لڑائی اپنے رفقاء کار کے ساتھ لڑی اور ماشاء اللہ قادیانی گماشتوں کو شہر کی دیوانی عدالت میں شکست و ہزیمت سے دوچار کرتے ہوئے مسجد کو ان سے واگزار کرا لیا اور آج بھی یہ شاندار مسجد حنفی مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ قادیانی گماشتوں نے شہر کی دیوانی عدالت میں شکست کھانے کے بعد معاملے کو الہ آباد ہائیکورٹ میں دائر کیا اور اپنی پیروی کے لئے ایک بدنام زمانہ منحوس وکیل تجویز کر کے سر ظفر اللہ خان مرزائی کی قیادت میں قادیانیوں نے پوری طاقت جھونک دی۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے خدا کے بھروسے پر مراد آباد کے غیرتمند مسلمان وکیل جناب سید عبد الماجد صاحب اور ڈاکٹر احمد نسیم بیرسٹر الہ آباد (مراد

آبادی) اور ایک غیر مسلم وکیل مسٹر این سی شین ایڈووکیٹ الہ آباد کو پیروی کے لئے مقرر کیا۔
الحمد للہ! یہاں بھی اہل حق کو فتح نصیب ہوئی اور قادیانیوں کی وکالت کرنے والوں سمیت تمام
قادیانی سرغنہ رہتی دنیا تک اپنی قوم کے لئے باعث عبرت بن کر رہ گئے۔

یہ مقدمہ جن لوگوں کے نام تھا ان میں ایک نام جناب حافظ محمد ذاکر صاحب ساکن محلہ شتر
خانہ کا بھی ہے۔ عدالتی کارروائیوں کا بھی پورا صرفہ الحاج سعید احمد خان صاحب نے ادا کئے۔
اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور اپنا قرب نصیب فرمائے کہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے
بڑے بیباک اور جان و مال قربان کرنے والے مجاہد نکلے۔ آمین!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

قادیانیوں کی کذب بیانی

براہو قادیانیت کی جہالت مآبی کا کہ قادیانی مؤرخین اس مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں بتاتے ہیں۔ چنانچہ ایک قادیانی نے لکھا ہے:

”مقدمہ احمدیہ مسجد شاہجہانپور کی اپیل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں دائر تھی۔ شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ اور مولوی فضل الدین صاحب مشیر قانونی نے پیروی کی۔ بالآخر مقدمہ ججی شاہجہانپور سے احمدیوں کے حق میں فیصلہ ہوا تھا۔“

(تاریخ احمدیت ج ۵ ص ۱۶۳، بحوالہ مشاورتی رپورٹ)

قادیانیوں کی اسی دجل و تلبیس کے پیش نظر راقم سطور نے دیوانی عدالت کے طویل حکم نامہ کا خلاصہ تقریباً حکم نامے کے الفاظ میں ہی نقل کر دیا ہے تاکہ اب کسی کو کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہے اور قادیانی مؤرخین کی کذب بیانی کا بھی پردہ فاش ہو جائے۔ علاوہ ازیں قادیانیوں سے آج بھی یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر ججی شاہجہانپور سے مقدمہ تمہارے حق میں فیصلہ ہوا تھا تو تم نے بات ادھوری کیوں لکھی۔ فیصلے کی نقل بھی شائع کر دیا ہوتا تاکہ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیتے؟ ہمیں یقین ہے کہ قادیانی ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ معاملہ برعکس ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو ہائیکورٹ میں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ اور وہاں کیوں ایڑیاں رگڑتے پھرتے رہے؟ یقیناً اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہوگا اور ان کی کذب بیانی ان کو مزید رسوا کرتی رہے گی۔

مقدمہ سے تعلق علماء سے استفتاء

اس سلسلے میں بعض مسلمانوں نے علماء سے استفتاء بھی کئے۔ سوال کرنے والوں میں سے بعض نے اپنے نام و پتے کے ساتھ استفتاء کیا اور بعض نے عمومی انداز میں، ظاہری بات ہے کہ جن سوالات میں نام و پتے درج نہیں ان کو اسی قضیہ سے قطعی طور پر جوڑنا ذرا احتیاط کے خلاف لگتا ہے۔ اس لئے جن سوالات میں نام و پتے ظاہر ہیں وہ درج ہیں۔

سوال..... ایک ہی مسجد میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی نماز سوال از شاہجہانپور محلہ خلیل مسئلہ امیر خاں مختار عام، ۲ شوال ۱۳۳۹ھ (مطابق ۹ جون ۱۹۲۱ء) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہانپور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں، بعد کو اہل السنۃ مع خطبہ جمعہ کرے، تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب..... نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہل السنۃ اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں، اپنی جماعت کریں۔ یہی اذان و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل و مردود محض تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(بحوالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد اول ص ۳۵۵)

(۶۱۵)

عبدالغنیؒ (گجرات)، مولانا حکیم

(پیدائش: ۱۸۹۲ء وفات: ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء)

”الحق المبین“ مولانا حکیم عبدالغنیؒ ناظم، جمعیتہ رانوالی ضلع گجرات نے اس کو ۱۹۳۴ء میں مرتب کیا۔ موصوف کے تناقضات مرزا، واعتقادات مرزا پر بھی دو رسائل ہیں۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہو پائے۔ اخبار ”روزنامہ احسان لاہور“ کی اشاعت ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں کے نو سوال شائع ہوئے۔ جس کا مسلمانوں سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے ”الحق المبین“ کے نام سے ہر سوال کا تفصیلی جواب دیا۔ جس سے یہ کتاب تیار ہو گئی۔ خوب معلوماتی اور ثقاہت سے بھرپور کتاب ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں پیش خدمت ہے۔ حکیم عبدالغنی صاحبؒ

کے والد کا نام حافظ محمد عالم تھا۔ حکیم صاحب نے اپنے علاقہ سے مڈل کیا۔ لاہور، گجرات میں دیگر تعلیم حاصل کی۔ دہلی طبیہ کالج سے طب کی تعلیم پائی۔ ”گلدستہ حکمت“ کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ حکمت بھی کرتے تھے۔ للہ شریف ضلع جہلم کے حضرت خواجہ مقبول رسول^۷ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کیا۔ رد قادیانیت پر الحق المبین کے علاوہ:

”تناقضات مرزا“ اور ”اعتقادات مرزا“ اور ”مینارہ قادیانی کی حقیقت“ نامی رسائل بھی آپ نے تحریر کئے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

(۶۱۶)

عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابوغده

شام کے نامور محدث، ریاض یونیورسٹی میں شعبہ حدیث کے سربراہ حضرت العلام پروفیسر ابوغده نے ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ کی تخریج کر کے قادیانی کفر کا عرب دنیا میں ناک میں دم کر دیا۔ موصوف حلب شام کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ میں خدمت حدیث کے حوالہ سے آپ کو امام کا مقام حاصل تھا۔

(۶۱۷)

عبدالقادر آزادؒ (لاہور)، مولانا

(وفات: ۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے حدیث کی تکمیل کی۔ بہاولپور اسلامی مشن کے مہتمم رہے۔ تبلیغی زندگی کا آغاز تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے کیا اور بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہو گئے۔ نصف سے زیادہ دنیا میں تبلیغ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ کئی بار حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ نامور خطیب تھے۔ عمر بھر تبلیغ اسلام کو حرز جان بنائے رکھا۔ بھرپور محنتی انسان تھے۔ اپنی محنت سے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ عربی، اردو، فارسی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ انگریزی سے شناسائی تھی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ملنسار تھے۔ جسے ایک بار ملتے اس پر

ایسا سحر کر دیتے کہ وہ زندگی بھر آپ کی یادوں کو لئے پھرتا۔ مہمان نواز تھے۔ خوب وضع دار انسان تھے۔ جو شخص کسی کام کے لئے ان کے دروازہ پر گیا بھرپور کوشش کر کے اس کے کام کو کسی ٹھکانے پر لگا دیتے۔ سرکاری ملازمت کے باعث افسران سے میل ملاقات، رکھ رکھاؤ کا ڈھنگ آ گیا تھا۔ بڑے سلیقہ سے غریب دوستوں کے کام نکلوانے کی کامیاب کوشش کو وہ عبادت سمجھتے تھے۔ تمام دینی جماعتوں، اداروں، مدارس و شخصیات سے آپ کے مراسم تھے۔ تمام پاکستانی حکومتوں کے سربراہان سے راہ و رسم رکھا۔ مگر اس کے باوجود اپنے مسلکی تشخص پر آنچ نہیں آنے دی۔ عرب و عجم، افریقہ، امریکہ تک کے انہوں نے تبلیغی سفر کئے۔ جہاں تشریف لے گئے خوشگوار یادیں چھوڑ

۱۲۲۹ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

کر آئے۔ انہوں نے محنت کر کے خوب شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ شوگر کے مرض نے آن گھیرا اور پھر اپنے لوازمات سمیت شوگر نے ان کے ہاں ڈیرے لگا دیئے۔ آخر وقت موعود آن پہنچا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

مولانا آزاد مرحوم ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور چناب نگر قریباً ہر سال تشریف لاتے اور مثالی خطاب فرماتے۔ مولانا مرحوم نے رد قادیانیت پر تین رسائل تحریر کئے۔

۰..... ۱ ”مرزائیت غیر مسلم اپنی تحریروں کے آئینہ میں“

۰..... ۲ ”اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و حکمتیں“

۰..... ۳ ”یہ ہے قادیانی“

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانی کی جلد ۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔
فالحمد لله!

(۶۱۸)

عبد القادرؒ (جہاوریان)، مولانا قاضی

(وفات : ۱۴ اپریل ۱۹۸۶ء)

تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز، عالم، صوفی، جہاوریان ضلع سرگودھا آبائی وطن بیرون ممالک تبلیغ کے لئے سفر کے دوران میں قادیانی فتنہ کے انسداد کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے۔ حق تعالیٰ اعلیٰ مقام بہشت نصیب فرمائیں۔

(۶۱۹)

عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت شاہ

(پیدائش: ۱۸۷۳ء وفات: ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ڈھڈیاں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے باسی تھے۔ ایک زمیندار اور علمی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ گھر پر اپنے چچا اور دیگر حضرات سے تحصیل علم کیا۔ پھر سہارنپور، کانپور، دہلی، کہاں کہاں سے علم کے حصول کے لئے مجاہدانہ جدوجہد کی۔ حضرت شیخ الہندؒ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ مدرسہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۰

امینیہ دہلی تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ سے نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ عمر بھر خدمت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر خلافت ملی اور آپ کے وصال کے بعد ان کے جانشین قرار پائے۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ”مرشد الاحرار“ تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، مولانا قاضی احسان احمدؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ ایسی پوری قیادت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے آپ کی سوانح تصنیف کی۔ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی سوانح اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا قلم سوچے ناں کہ کس پایہ کی کتاب ہوگی۔ اس وقت کی ہماری نسل نے شاید اس کتاب کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ ہائے درماندگی و پستی نے کہاں پہنچا دیا۔

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے جس طرح اس محاذ کی سرپرستی فرمائی وہ ہمارے لئے اعزاز ہے کہ الحمد للہ! ہم ان کے سلسلہ سے پیوستہ ہیں ”پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ“ کے مصداق ہیں۔

ذیل میں چند متفرق باتیں سن لیں کہ کام آئیں گی:

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متعلق صلحائے امت کہتے ہیں کہ: ”آپ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بعد ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔“ ہر وقت اس فتنہ عمیاء

قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت بخاری صاحب، مولانا قاضی صاحب، حضرت جالندھری، مولانا لال حسین، مولانا محمد حیات سب آپ کے مرید تھے اور آپ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے کتاب لکھوائی۔ ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمایا۔ ”شہادۃ القرآن“ کی طبع ثانی بھی آپ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ سنئے: آپ نے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اختر سے فرمایا کہ: ”مجھے آپ سے، مولانا محمد علی، مولانا محمد حیات سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

ہیں۔“ مولانا لال حسین اخترؒ نے عرض کیا: ”پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔“ حضرت والاؒ نے فرمایا: ”مولوی صاحب! آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں، باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں، بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا دارو مدار حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ہے۔“

(روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص ۱۱۲)

فقیر راقم الحروف کو تردد تھا کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خانوادہ رائے پوریؒ کا بظاہر حصہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ ۱۰ محرم ۱۴۰۳ھ کو جہادریاں ایک تبلیغی جلسے میں حاضر ہوا۔ حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مولانا قاضی عبدالقادرؒ سے ملاقات ہوئی، جو تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما تھے۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ: جب مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد عارضی امارت مجلس تحفظ ختم نبوت کی مولانا محمد حیاتؒ کے سپرد کی گئی تو میں دین پور شریف حضرت میاں عبد الہادی خواجہ خواجگانؒ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ: ”میں معذور ہوں، سفر کے لائق نہیں۔ آپ کراچی شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ کے پاس تشریف لے جائیں اور میری طرف سے عرض کریں کہ وہ ختم نبوت جماعت کی صدارت قبول کر لیں۔“ یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے۔ میں نے کراچی جا کر حضرت بنوریؒ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ: ”انشراح نہیں!“ دوسرے دن عرض کیا۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ تیسرے دن حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ: ”میاں عبد الہادی صاحبؒ نے یہ فرمایا نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا وجدان کہتا ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کوئی اہم کام ہونے والا ہے۔ اس کے لئے آپ ایسی جامع شخصیت کی کنٹرولر کی حیثیت سے ضرورت ہے۔“ حضرت بنوریؒ مسکرائے، فرمایا کہ: ”حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کا بھی مدینہ الرسول سے خط آیا ہے۔ انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ:

ختم نبوت کی صدارت بغیر وجہ پوچھے قبول کر لو۔ ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔ اس میں نہ صرف خیر ہے، بلکہ آقائے نامدار ﷺ کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔“ چنانچہ حضرت بنوریؒ کو ختم نبوت جماعت کی صدارت کے لئے میں (قاضی عبدالقادر جہادریاں) نے آمادہ کر لیا۔

۱۹۷۳ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک چل نکلی۔ آپ کو ۱۶ جون ۱۹۷۴ء کے اجلاس فیصل آباد میں آغا شورش کی تحریک پر مجلس عمل کا بھی صدر بنا دیا گیا۔ آپ نے جس بیدار مغزی سے تحریک کو کنٹرول کیا، وہ آپ کا حصہ ہے۔ آپ کی صدارت و سرپرستی میں چلنے والی تحریک بالآخر کامیاب

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۳۲

ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

• الحاج محمد ارشد صاحبؒ نے (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے) عرض کیا کہ:

”چاند کے بارے میں تحقیقات کرنے والوں کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں، میں بھی شریک تھا۔ ایک صاحب نے اپنی تحقیق بیان کی کہ فلاں مقام پر جب ہم سیر کرتے ہوئے فضا میں پہنچیں گے تو وہاں ایک گھنٹہ ہوگا جبکہ زمین پر مہینہ۔“ حضرت اقدسؒ نے فرمایا: ”پھر تو حیات مسیح کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان سے اوپر کے مقامات میں وہاں ایک گھنٹہ ہو اور یہاں سال بھر اور اوپر اور زیادہ۔ حتیٰ کہ وہاں ایک دن اور یہاں ہزار سال۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ”وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ“ اور ”فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ“ تو حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں دو ہزار سال ہوں تو وہاں دو دن۔“

• مولانا عبدالعزیز صاحب دہلویؒ نے کہا کہ: میں نے مرزائیوں سے ایک

مناظرے میں کہا تھا کہ ہمارا رزق بھی تو آسمان سے آتا ہے۔ ”وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ“ تو اللہ تعالیٰ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو وہیں بلا لیں تو کیا ان کو وہاں رزق نہیں دیا جاسکتا.....؟

قسم قسم کی مخلوق

پروفیسر عبدالغنی صاحبؒ نے (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں) عرض کیا کہ: کراچی کے ایک اخبار میں آیا تھا کہ امریکا میں ایک عورت ہے جس نے بہت عرصہ کچھ کھایا نہیں اور بدستور کام کرتی رہتی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے کہا کہ: ایسا ہی ایک اخبار میں آیا تھا کہ

امریکا میں ایک عورت بہت عرصے سے سوئی ہوئی ہے (غالباً پچیس سال بتائے تھے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی مخلوق ہے۔“

• مولانا محمد ابراہیمؒ (میاں چنوں والے) نے کہا: میں نے مرزا غلام احمد قادیانی

کی کتاب ”برائین احمدیہ“ کے چند صفحات دیکھے تھے۔ سیاہی ہی سیاہی قلب پر آگئی۔ پھر میں نے کتاب بند کر دی۔ حضرت نے فرمایا: ”اس کی کتابیں دیکھنی ہی نہ چاہئیں۔“ پھر حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: ”مولوی احمد رضا خان بریلی نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۳

ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں اس غرض سے منگوائی تھیں کہ ان کی تردید کریں گے۔ میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔ حکیم نور الدین بھیروی سے ملاقات ہوئی۔ پھر اس کا سارا قصہ بیان فرمایا۔ حکیم مذکور نے حضرت سے فرمایا: ”ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔ تکلم باری ہوتا ہے۔“ فرمایا: ”میں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں حق دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ اس طرف سے طبیعت بالکل ہٹ گئی۔“

”بچو! وہ تو کافر ہے“

•..... حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: ”ڈاکٹر محمد امیر خان صاحب بھی پہلے قادیانی رہ

چکے ہیں۔ پھر ڈیرہ دون کے ایک بزرگ سے ملے۔ ان کی دعا سے توبہ کی توفیق ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ: میں جب ان کے پاس گیا اور پڑھنے کے لئے کچھ ورد و وظیفہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”اپنے پیر سے پوچھ لو۔“ اور فرمایا: ”کیا تمہارا کوئی پیر ہے؟“ میں نے کہا: میرا پیر غلام احمد قادیانی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”بچو! وہ تو کافر ہے۔“ میں حیران ہوا کہ مجھے ”بچو“ کہتے ہیں اور میرے پیر کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن ان کا ایسا تصرف ہوا کہ میرا دل ادھر سے پھر گیا اور میں نے مرزائیت سے توبہ کی اور انہی بزرگ سے بیعت ہو گیا۔“

قادیان کا ناپاک گندا پانی

•..... نیز حضرت رائے پوریؒ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ: ”میں نے خواب دیکھا

کہ قادیان میں ناپاک گندے پانی میں کھڑا ہوں اور مجھے کسی آدمی نے پکڑ کر وہاں سے باہر نکال دیا۔“

•..... مولانا عبدالرحمن صاحب میانویؒ مشہور مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ:

ایک بار موسم گرما میں ماہِ رمضان المبارک گزارنے کے لئے حضرت مری تشریف رکھتے تھے۔ میں بھی ایک شدید مرض سے افاقے کے بعد مری چلا گیا اور حضرت کی صحبت میں رہنے لگا۔ ایک روز تبلیغی جماعت کے ایک صاحب سے میری کچھ بحث چل پڑی۔ اس میں کچھ تلخی کی باتیں بھی ہو گئیں۔ دوسرے روز حضرت وضو فرمانے لگے تھے کہ ان صاحب نے میری شکایت کی۔ حضرت وضو سے رک گئے اور رنجیدہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۴

لہجے میں فرمایا: ”مجھ سے ان حضرات کی شکایت نہ کیا کرو۔ آج کے زمانے میں حضور ﷺ کی عزت و ناموس پر ان کی طرح جان نثار کرنے والا کون ہے؟ حضور ﷺ کی محبت میں ان کو میں صحابہؓ کے نقش قدم پر دیکھ رہا ہوں۔ آئندہ کوئی اس جماعت کی مجھ سے شکایت نہ کرے۔“

• وطن (ڈھڈیاں) میں کچھ عرصہ قیام کے بعد دوبارہ رائے پور تشریف کا عزم کیا۔ روانہ

ہونے لگے تو آپ کے چچازاد بھائی مولوی سعد اللہؒ کے بیٹے مولوی امام الدینؒ نے جو کہ بیمار تھے فرمائش کی کہ مجھے راستے میں حکیم نورالدین کو دکھاتے چلو۔ حکیم نورالدین بھیرہ کا رہنے والا تھا اور حضرت کے خاندان کے بزرگوں کا شاگرد بھی تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے آپ اپنے چچازاد بھائی کو لے کر قادیان پہنچے۔ آپ کے والد کے شاگرد حافظ روشن دین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سات آٹھ روز حکیم مذکور کے مہمان رہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ عصر کے بعد سے ان کی مجلس عام ہوا کرتی تھی۔ قسم قسم کے لوگ آتے اور مسئلے مسائل پوچھتے رہتے تھے۔

ایک روز تنہائی میں، میں نے ان سے پوچھا کہ: ”آپ جو کہتے ہیں کہ حق صرف ہمارے پاس ہی ہے اور باقی سب باطل پر ہیں اور قرآن ان کے دلوں میں نہیں اترتا ہے، تو اس کی دلیل کیا ہے کہ آپ ہی حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر؟“ انہوں نے کہا: ”ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔“ اور کہا کہ: ”مجھے تو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ آریوں اور عیسائیوں کے رد میں ایک کتاب لکھو۔ میں نے لکھ دی۔ میرا سلوک تو اسی میں طے ہو گیا۔“ میں نے کہا کہ: ”انوار تو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ بندوؤں کو بھی؟“ وہ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے: ”ہم سے مکالمہ باری ہوتا ہے۔“ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوسروں کو مکالمہ باری ہوتا ہے یا نہیں۔ چونکہ میں رائے پور شریف سے ہو کر گیا تھا۔ میں نے اتنا کہا: ”تم حق پر ہو یا نہ ہو، جس شخص کو

میں (رائے پور میں) دیکھ کر آیا ہوں، وہ ضرور باطل پر نہیں ہے۔ یقیناً حق پر ہے۔“ میں نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو قرآن مجید پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ تہجد میں طویل تلاوت فرماتے تھے۔ کبھی رو رہے ہیں۔ جب عذاب کا ذکر آتا تو رو رو کر استغفار پڑھ رہے ہیں۔ ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔ اسی طرح جب آیات رحمت کی تلاوت کرتے تو خوش ہو رہے ہیں اور سکوت ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۵

میں نے سمجھا کہ یہ بھی غلط ہے کہ دوسروں کے دلوں میں قرآن نہیں اترتا۔ اگر میں نے حضرت کو نہ دیکھا ہوتا تو میں تو قادیانی بن گیا ہوتا۔

قادیان سے آپ کے ساتھی تو وطن کو واپس ہو گئے اور ہم سہارنپور سے ہوتے ہوئے رائے پور شریف پہنچ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ذکر کی کیفیت پوچھی۔ آپ نے کسر نفسی سے فرمایا کہ: ”حضرت! میں تو عجمی ہوں۔ اپنے اندر کچھ نہیں پاتا۔“ پھر جو کیفیت تھی وہ عرض کی۔ حضرت نے فرمایا: ”الحمد للہ!“ اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے اور رائے پور شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا۔ ایک روز اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا: ”مولوی صاحب! آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں؟“ فرمایا: ”والدہ، بیوی اور دو بھائی!“ فرمایا: ”یہ تو بڑا کنبہ ہے۔ ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ہم آپ اکٹھے رہتے۔“ عرض کیا: ”حضرت! سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ میں تو یہ نیت لے کر آیا تھا کہ ساتھ ہی رہوں گا۔“ چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد جب وہاں رائے پور ہی میں آپ کو اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی اور آپ نے حضرت کی خدمت میں اطلاعی خط پیش کیا تو حضرت نے کچھ ایسے کلمات فرمائے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ حکمت الہی کسی دوسرے کام کے لئے یکسو بنانا چاہتی ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ: میں نے ایک مرتبہ موقع دیکھ کر اپنے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: ”قادیانی، انوار کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتی ہیں اور گریہ وحشت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟“ حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا: مولوی صاحب سنو! ”وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ“

مولانا محمد حیاتؒ اپنے ساتھ ایک رسالہ بہائیوں کے متعلق جو مرزائیوں نے شائع کیا ہے ، لائے اور حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ: مرزا قادیانی اور بہاء اللہ ایرانی میں یہ فرق ہے کہ مرزا قادیانی بزدل تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ زمین ہموار کرنے کے بعد دعویٰ نبوت کیا۔ لیکن بہاء اللہ نے کھلے طور پر اور حکومت کی مخالفت کے باوجود دعویٰ نبوت کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن اور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۶

شریعت اسلام اب منسوخ ہو گئی۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے قادیانیت کے رد میں ایک مختصر تقریر فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ: ”اگر بالفرض مرزا قادیانی بڑے نماز گزار، تہجد خوان اور پرہیز گار بھی ہوتے اور ان کی ساری پیشین گوئیاں مولانا ثناء اللہ والی، عبداللہ آتھم والی، محمدی بیگم والی اور ڈاکٹر عبدالحکیم والی بھی صحیح ثابت ہو جاتیں تو بھی ان کا دعویٰ نبوت غلط ہوتا اور وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے کافر اور مرتد ہوتے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ: ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ اور قرآن مجید نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق ”خاتم النبیین“ کہہ دیا ہے۔ مرزا کا علاج تو بس ایک ہی تھا، جو کہ صحابہ کرامؓ نے مسیلمہ کذاب کا کیا تھا کہ نہ اس کی کوئی بات سنی، نہ اس کو کسی دلیل سے جواب دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ وہی کیا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اب ہم مسلمانوں کی کمزوری ہے کہ ہم سے صحابہؓ والا کام نہ ہوسکا۔ تاہم کمزور ایمان کے ساتھ جتنا کچھ ہوسکے خالی از اجر و ثواب نہیں ہے اور لسانی جہاد میں شامل ہے۔

• آپ نے حضرت جالندھریؒ کو حکم فرما کر مجلس تحفظ ختم نبوت سے شہادت

القرآن شائع کرائی۔

• حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے حکم فرما کر ”قادیانیت ایک تجزیہ“ شائع

کرائی۔ صرف آپ نہیں آپ کے جملہ خلفاء بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صف اول کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

(۶۲۰)

عبدالقادرؒ (سات گڑھی)، مولانا

”ردّ الشبهات القادیانیہ، بالاحادیث والایات القرآنیہ“ حضرت مولانا عبدالقادرؒ ساکن مقام سات گڑھ پیرم پیٹ ضلع شمالی ارکاٹ کی تالیف ہے جو شوال ۱۳۱۳ھ مطابق مارچ ۱۸۹۶ء میں مطبع نامی شہر کانپور میں شائع ہوئی۔ دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ اور ملعون قادیان کا تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے ملعون قادیان نے ”مباحثہ دہلی“ اور مولانا محمد بشیر صاحب نے ”الحق الصریح فی حیات المسیح“ کے نام پر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۳۷

شائع کیا۔ ”الحق الصریح“ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع ہو چکی ہے۔ مباحثہ دہلی میں ملعون قادیان نے جو مزعومہ دلائل پیش کئے اس کتاب میں مولانا عبدالقادر صاحب نے ان پر محاکمہ کیا ہے اور اب یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۲۱)

عبدالقادر (ساکن بیگووال ریاست کپور تھلہ)، مولانا

مولانا عبدالقادر نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”قادیانی کا اعتقاد جو اس کی تصانیف سے ثابت ہے قرآن، حدیث، اجماع صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین وغیرہ علمائے حق کے خلاف ہے۔ اس کی تصانیف میں معجزات مذکورہ قرآن کا صاف انکار پایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے ہدایت کرے۔“

(۶۲۲)

عبدالقادر سانوی، مولانا محمد

مولانا محمد عبدالقادر سانوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ”قادیانی لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول پر افتراء کرتا ہے۔ اسلام کا پیرو بن کر کفار کے طور طریقے پسند کرتا اور اس ذریعہ سے دنیا کماتا ہے۔“

(۶۲۳)

عبدالقادر (گجرات)، جناب ڈاکٹر

محترم ڈاکٹر عبدالقادر کا مرتب کردہ رسالہ ”پیغامِ حق“ ہے۔ سنِ طبع معلوم نہ ہوسکا۔ مرزا قادیانی کی انگریز پرستی کے حوالہ جات پر یہ مشتمل ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب مجلس احرار الاسلام گجرات کے امیر تھے۔ آپ نے یہ رسالہ شائع کیا۔ اس پر نمبر ۱ درج ہے۔ لگتا ہے کہ بعد میں دوسرے نمبر بھی موصوف شائع کرنا چاہتے تھے۔ ہوئے یا نہ؟ البتہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکے اور جو ملا وہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۴۸

(۶۲۴)

عبدالقادرؒ، مولانا صاحبزادہ مفتی

۱۹۱۸ء میں قادیانیوں نے مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے سوالات کئے۔ مولانا عبدالقادرؒ مفتی مدرسہ غوثیہ عالیہ سادھورہ نے بھی ان کا جواب تحریر کیا۔ اس کا نام رکھا: ”التحفة القادریہ عن اسئلة المرزائیہ“ یہ بھی فتاویٰ ختم نبوت کی جلد ۳ میں شامل ہے۔

(۶۲۵)

عبدالقدیر امروہیؒ، جناب

جناب عبدالقدیر امروہیؒ کا مضمون جو پہلے القاسم دیوبند رجب ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا۔ پھر ”مرزائی احمدیوں کی شرمناک رسوائی“ کے نام پر رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ اس میں:

۱..... ماریشس افریقہ کی مسجد سے قادیانیوں کی قانونی بے دخلی۔

۲..... سیدنا مہدی، سیدنا مسیح علیہم السلام اور قادیانی ملعون۔

۳..... محمدی بیگم کا نکاح اور قادیانی ملعون۔

۴..... سلطان بیگ اور مرزا قادیانی۔

ان چار طریقوں پر مرزائیوں کی رسوائی اور مرزا ملعون قادیانی کے کذب کو واضح کیا گیا ہے۔ نوے سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع کیا گیا۔

(۶۲۶)

عبدالقدیر صمدانیؒ، مولانا

مولانا عبدالقدیر صمدانیؒ، قاہرہ مصر کے اخبار ”الفتح“ ۱۰ شعبان ۱۳۵۴ھ کو ”من انصار القادیانیین“ مضمون شائع ہوا۔ جس کا حضرت مولانا عبدالقدیر صمدانیؒ نے پہلے اخبار مجاہدین میں پھر اس پمفلٹ کے ذریعہ ترجمہ شائع کیا۔ ساٹھ سال بعد دوبارہ اسے اب احتساب قادیانیت کی جلد ۵۶ میں محفوظ کر کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۳۹

کا نام ”مرزائیت اور عیسائیت“ ہے۔ رد قادیانیت پر ان کا دوسرا رسالہ ”ڈھول کا پول“ ہے۔

(۶۲۷)

عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار

جناب سردار عبدالقیوم صاحب سابق صدر آزاد کشمیر اور مجاہد اوّل ہمارے اس خطہ کے نامور سیاستدان تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان تھے۔ شریف الطبع شخص تھے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کے بعد سیاستدانوں میں انہیں احترام کا خاص مقام حاصل تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جب آزاد کشمیر کی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور ہوئی تو اس وقت آزاد کشمیر کے آپ صدر تھے۔

پاکستان حکومت کے اس وقت امور کشمیر کے وفاقی وزیر غالباً ڈاکٹر مبشر حسن تھے اور وہ مذہب سے زیادہ لگاؤ کی بجائے آزاد خیال تھے۔ اس زمانہ میں وفاقی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان تھے۔ انہوں نے سردار عبدالقیوم صاحب پر بہت دباؤ ڈالا کہ وہ یہ قرارداد واپس لیں۔ یعنی آزاد کشمیر اسمبلی میں اس قرارداد کے خلاف قرارداد منظور کرائیں۔ لیکن سردار صاحب نے دباؤ کو برداشت کیا اور ایسے نہ ہونے دیا۔ اس کا صدقہ تھا کہ اگلے سال ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ سردار عبدالقیوم صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر تشریف لاتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود^۳ سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔

(۶۲۸)

عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب

جناب عبدالقیوم پراچہ سرگودھا کے رہائشی ہیں۔ قادیانیوں نے ایک رسالہ ”احمدی مسلمان کس غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھیں“ مرتب کیا جو پراچہ صاحب کے مکان کی ڈیوڑھی میں پھینک گئے۔ آپ نے قادیانیوں کے رسالہ کا ”قادیانیوں کا اصل حقیقت سے فرار“ کے نام جواب دیا۔ آپ نے بھی اسے شائع کر کے خوب تقسیم کیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں یہ رسالہ شائع ہو گیا ہے۔

عبدالقیوم سرحدیؒ، مولانا

مولانا عبدالقیوم بہت بڑے ماہر اور نامور استاد تھے۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں منتہی کتب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے صدر بھی رہے اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کی قیادت سیادت بھی فرمائی۔ آپ کے نام سے قادیانیت کانپٹی تھی۔ ایک رات میں پکی مسجد کی تعمیر آپ کی قیادت سعادت کا نتیجہ تھی۔ مولانا سعید الرحمن علوی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا حافظ محمد یوسف عثمانی جیسے حضرات آپ کے شاگرد رشید تھے۔

عبدالقیوم میرٹھیؒ، مولانا

”قادیانی بینک کا دیوالہ..... مرزائی رنگ میں بھنگ“ حضرت مولانا عبدالقیوم میرٹھیؒ نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کا رسالہ ”اشد عذاب علیٰ مسیلمۃ الفنجاب“ مرزا قادیانی سمیت پوری قادیانی برادری کے لئے اشد العذاب ثابت ہوا۔ محمد صدیق قادیانی میرٹھی محاسب قادیانی جماعت میرٹھ اور دوسرے عزیز احمد سیکرٹری تبلیغ قادیانی جماعت پنڈی نے زور آزمائی کی۔ اول الذکر نے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ ثانی الذکر نے سیف الجبار نامی ایک پمفلٹ، دونوں کا جواب یہ رسالہ ہے۔ قادیانی بینک کا دیوالہ..... مرزائی رنگ میں بھنگ“ مرزا اور مرزائیوں کے کذاب ہونے کی بے شمار اقراری شہادتیں، ان سرخیوں پر مشتمل یہ رسالہ بڑے سائز کے آٹھ

صفحات پر شائع ہوا۔ تاریخ اشاعت نہ مل سکی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۳۱)

عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی

(شہادت: ۱۹۳۶ء) عبدالقیوم خان بن عبداللہ خان، قوم: پٹھان، ساکن: غازی، ضلع ہزارہ، تاریخ

پیدائش: ۱۲-۱۹۱۱ء۔

ابتدائی زندگی و تعلیم

غازی عبدالقیوم خان شہیدؒ کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ سکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ صوم و صلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

۱۹۳۲ء میں ان کے والد عبداللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں۔ ایک بھائی جو ان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے۔ جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جب ان کی عمر ۲۱-۲۲ سال کی ہوئی تو ۱۹۳۲ء میں ان کی شادی کرادی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا۔ واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آ گیا۔ دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھورام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے۔

”روزگار فقیر“ کے مؤلف فقیر سید وحید الدین صاحب اس واقعے کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

یہ ۱۹۳۳ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ بمبئی میں شامل تھا۔ ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھورام نے ”ہسٹری آف اسلام“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں آقائے دو جہاں، سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھورام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل و انصاف کی اس نرمی نے نتھورام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے ڈی ایم فیرن جوڈیشل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتم رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۲

سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکرمند تھے کہ توہین رسول کے اس فتنے کا سدباب آخر کس طرح کیا جائے؟ ہزارہ کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا، جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعے کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے۔ اس کے غم و اضطراب اور اندوہ و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ ستمبر ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ ابانت رسول کے ملزم نتھورام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی۔ عدالت دو انگریز ججوں کے بیچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھورام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھورام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھر پور وار کئے۔ نتھورام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا:

”تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟“

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:

”یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے؟ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جسے میری غیر برداشت نہ کر سکی۔“

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی عبدالقیوم نے فیصلہ سن کر فرمایا:

”جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے؟ اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموس رسالت پر نچھاور کر دیتا۔“

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا۔ سید محمد اسلم بار ایٹ لاء کو عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن اس مرد مجاہد (عبدالقیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ: ”میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۴۳

کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔“ سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں علامہ اقبالؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے ملک کے ممتاز علماء کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطہ نظر واضح کر سکیں۔ لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ: ”یہ ایک مسلمان کا ایمان و عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسالت پر حملہ کرے تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔“

اپیل کی سماعت جسٹس "Dadibamehta" اور نو ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم و بیش پچیس ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون و انصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے ’اشتعال‘ کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا: ”سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دے رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو ’اشتعال‘ کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ جبکہ ایک مسلمان کے لئے ناموس رسالت پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہو سکتی۔“

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ: ”کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟“ سید محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا:

”جناب والا! مسلمان، حکومت، ہندو اکثریت کو یہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں۔ مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۳

مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے وہ ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پروا ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔“

غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کے لئے ”اشتعال“ کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا۔ اگر وہ تسلیم کر لیا جاتا تو ناموس رسالت پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کر دی۔ غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی پر جوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری ۱۹۳۶ء میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وفد جس میں مولوی ثناء اللہؒ، عبدالخالقؒ اور حاجی عبدالعزیزؒ شامل تھے، لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبالؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمے کی روئیداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ: ”آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید سے بدل دی جائے۔“ وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ: ”آپ نے سعی و توجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کر لے گی۔“

علامہ صاحبؒ وفد کی گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھئے علامہ صاحبؒ کیا فرماتے ہیں؟ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ عاشق رسول کا معاملہ دوسرے عاشق رسول کے سامنے پیش ہے۔ اس سکوت کو پھر علامہ اقبالؒ ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے فرمایا: ”کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا

ہے؟“ ارکان وفد نے کہا: ”نہیں! اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیچ کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔“

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ تمتا گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا: ”جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو

غازی، پھر کچھ جوش و اقبال اشعار کرے۔ لاہور نظر ان پر آہ!

احرا مید عبد دور لائل شا ڈٹا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۳۵

غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے؟“ علامہ اقبالؒ کے لہجے میں اس قدر تیزی اور سختی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ وفد کراچی واپس ہو گیا۔ غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی، کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش! یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔ لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا علامہ اقبالؒ نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تاثر کو تین شعروں میں بیان فرما دیا۔ یہ اشعار ”لاہور اور کراچی“ کے عنوان سے ”ضربِ کلیم“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعے کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے :

لاہور اور کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مردِ مسلمان، تجھے کیا یاد نہیں؟ حرف ”لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ“

(۶۳۲)

عبداللطیف افضل گجراتی، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۹ء وفات: ۲۰ اگست ۱۹۹۰ء)

جناب عبداللطیف افضل گجرات کے معروف پنجابی اور اردو کے شاعر تھے۔ مجلس احرار سے وابستہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نیاز مند تھے۔ مرزائیت کے خلاف میدان عمل میں نمایاں رہے۔ ”محکوم مسلم، کھینچواں نبی، بشیر پتر، بخاری کا ڈنڈا“ جناب عبداللطیف گجراتی نے چار نظمیں پنجابی زبان میں تحریر کیں۔ پہلی نظم کا نام ”کھینچواں نبی“ ہے۔ دوسری نظم کا نام ”بشیر پتر“ ہے۔ یہ نظم مولانا سید داؤد غزنوی کی زیر صدارت احرار تبلیغ کانفرنس لائل پور میں پڑھی گئی۔ تیسری نظم کا نام ”محکوم مسلم“ ہے۔ یہ نظم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زیر صدارت راولپنڈی کے اجتماع میں پڑھی گئی۔ چوتھی نظم کا نام ”بخاری دا ڈنڈا“ ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۶

چار نظموں پر مشتمل یہ رسالہ تقسیم سے قبل شائع ہوا۔ محترم جناب کامریڈ عبدالکریم احراری وزیر آبادی نے اسے شائع کیا۔ یہ چاروں نظمیں احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہیں۔

(۶۳۳)

عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا

(وفات: ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

عبداللطیف ۱۹۴۰ء میں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے وقت آپ کا خاندان شاہ کوٹ میں آ کر آباد ہوا۔ شاہ کوٹ میں ایک مندر ہوا کرتا تھا اس کے احاطہ میں مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت عبداللطیف سکول میں پڑھتے تھے۔ عبداللطیف کے والد گرامی نے ان کے لئے رشتہ مولانا حافظ غلام محمد صاحب جالندھریؒ (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) سے طلب کیا۔ تب حافظ صاحب مری میں پڑھاتے تھے، وہ رشتہ دیکھنے کے لئے شاہ کوٹ آئے تو عبداللطیف کے والد گرامی کو آمادہ کیا کہ اس صاحبزادہ کو دین کے لئے وقف کر دیں۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ صبح سیر پر جانے کے وقت حافظ غلام محمد صاحب مرحوم نے عبداللطیف کو ہمراہ کیا اور دین کی تعلیم کے لئے ترغیب دی۔ یہ بھی مان گئے۔ حالانکہ میٹرک کے امتحانات ہونے والے تھے لیکن سب کچھ چھوڑ کر دینی تعلیم کے لئے عزم بالجزم کر لیا۔ مولانا حافظ غلام محمد صاحبؒ نے عبداللطیفؒ کے تمام سوٹ منگوائے جتنی پتلونیں تھیں وہ قینچی سے دو دو حصہ کر دیں۔ قمیصوں کے کالر کاٹ دیئے۔ شلواریں سلیں، بستر تیار ہوا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ”ناظم صاحب“ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھریؒ کے نام

رقعہ لکھ کر حافظ غلام محمد صاحبؒ نے دیا اور عبداللطیف صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال جا پہنچے، داخلہ رقعہ دیکھتے ہی ہو گیا۔ البتہ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کے دل میں گھر عبداللطیفؒ نے اپنی نیاز مندانہ و صالح طبیعت سے خود بنا لیا۔ جامعہ رشیدیہ ایسے گئے کہ آٹھ سال بعد وہاں سے مولانا عبداللطیفؒ بن کر نکلے۔ یہ ۱۹۶۴ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔ مولانا عبداللطیفؒ فارغ التحصیل عالم دین بن کر آئے تو مندر والی مسجد کی قسمت جاگ اٹھی۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ حفظ و ناظرہ اور

درج میں الشرموا کی ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - میر ۷۰ انوکاد تھے موا اختر پنجا دیکھ ان سا دلا جا دیا

۱۲۴۷ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

کتب کے درجات میں تعلیم شروع ہوئی ایک وقت تھا کئی حفظ کی کلاسیں ہوتی تھیں اور کتب کے کئی درجات میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت شیخ التفسیر کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور سے بیعت ہوئے تو یوں مولانا عبداللطیف انور ہو گئے۔ مولانا عبداللطیف انور خویوں کا گلدستہ تھے۔ لیکن ان کی چار خویاں ان کی شخصیت میں ارکان اربعہ شمار ہوتے تھے:

۱..... مولانا بلاء کے بہادر اور شیر دل تھے۔

۲..... مولانا دین کے ہر کام میں بڑی مستعدی سے پیش پیش ہوتے تھے۔

۳..... مولانا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی بھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

۴..... مولانا کا اپنے مرشد سے والہانہ و مخلصانہ تعلق تھا، اس میں ہمیشہ اضافہ ہوا، کبھی کمی

واقع

نہیں ہونے دی۔

فقیر راقم کی، مولانا عبداللطیف انور سے واقفیت ۱۹۶۸ء کے اواخر یا ۱۹۶۹ء کے اوائل میں ہوئی۔ عمر، علم، تجربہ ہر چیز میں فقیر سے بڑے تھے۔ واقعہ یہی ہے کہ وہ بہت بڑے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ سے جو قادیانی امیدوار کھڑے ہوئے ان میں چوہدری انور حسین ایڈووکیٹ شیخوپورہ، قادیانی گروہ پنجاب کے صدر کے بیٹے چوہدری بشیر حسین انور قادیانی بھی تھے جو مانانوالہ بار، شاہ کوٹ اور پٹواں وغیرہ کے حلقہ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مانانوالہ بار میں قادیانیوں کے خلاف منڈی میں پہلا بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال

حسین اختر اور فقیر راقم کے بیان ہوئے۔ استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر تو پروگرام کے مطابق اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ فقیر راقم کی اس حلقہ میں مستقل تا اختتام الیکشن ڈیوٹی تھی۔ تب شاہ کوٹ اس حلقہ کا ہیڈ آفس اور مانوالہ بار سب آفس مقرر ہوئے ایک ویگن پر اسپیکر لگا کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ دن رات سفر ہوتے تھے۔ مولانا عبداللطیف انور، ان سرگرمیوں میں ہمراہ ہوتے تھے۔ اکثر پروگرام ان کی ہدایات پر تشکیل ہوتے، اگر وہ سفر میں ساتھ نہ ہوں تو ان کے مدرسہ کے کوئی استاذ و طالب علم ضرور ہم سفر ہوتے تھے۔ ایک جنون تھا کہ دن رات چین نہ لینے دیتا تھا۔ تب اس علاقہ کے دورہ کے لئے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری جیسی عبقری شخصیت جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے معتمد خاص اور مولانا سید عطاء اللہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۴۸

شاہ بخاریؒ کے گرامی قدر رفقاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ایک زمانہ میں وہ مجلس احرار پنجاب کے صدر بھی رہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ناظم اعلیٰ، ۱۹۷۰ء میں وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے۔ مولانا عبداللطیف انورؒ نے دو تین دن اس علاقہ کے دورہ کے لئے طلب کئے حضرت جالندھریؒ تشریف لائے دھواں دھار طوفانی دورہ ہوا، مولانا عبداللطیف انورؒ کے پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے۔ ایک جنون سا سوار تھا۔

شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں میر پور ہے۔ آرائیں برادری کی وہاں اکثریت ہے۔ اس کا نمبردار حضرت جالندھریؒ اور مولانا عبداللطیف انورؒ کو جانتا تھا وہ بھی آرائیں مرید جالندھریؒ تھا لیکن پیپلز پارٹی میں ہونے کے باعث وہ جلسہ کے لئے رکاوٹ کا باعث بن گیا۔ اس نے بدتمیزی تو نہیں کی، البتہ لب ولہجہ اس کا چودھریوں والا تھا۔ مولانا عبداللطیفؒ سامنے ڈٹ گئے۔ حضرت جالندھریؒ نے بڑی فراست سے معاملہ رفع دفع کرایا۔ جلسہ عام کی بجائے ایک بیٹھک میں خاص خاص حضرات کو جمع کر کے قادیانی کفران پر واضح کیا۔ رب کی شان کہ یہ نمبردار چودھری کچھ عرصہ بعد دماغی عارضہ میں نمونہ عبرت بن گیا۔ غرض مولانا عبداللطیف انورؒ نے بڑی جرأت سے اس الیکشن میں قادیانیوں کو دن میں تارے دکھائے۔ پیپلز پارٹی کے سبب وہ بشیر قادیانی سیٹ تو نکال لے گیا لیکن قادیانیت کو گاؤں گاؤں مولانا عبداللطیف انورؒ نے الم نشرح کر دیا۔

مولانا عبداللطیف انورؒ نے ایک بار چک بھوڑو میں ختم نبوت کا جلسہ رکھا مولانا قاری عبدالحئی عابدؒ، مولانا امداد الحسن نعمانی حال برطانیہ۔ فقیر راقم سمیت مولانا عبداللطیف انورؒ قافلہ لے کر گاؤں پہنچے، عشاء کی نماز ہو چکی تھی نمازیوں نے جانا شروع کیا، امام صاحب سمیت مسجد خالی ہو گئی، سردی کا زمانہ تھا مسجد کے بال میں ہم مسافر جمع ہوئے مولانا عبداللطیف انورؒ نے سپیکر کھولا، تلاوت، نظم، اعلان ہوا قادیانیوں نے مسجد کو گھیر کر ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔

مولانا نے مسجد کی کھڑکیاں دروازے بند کئے سپیکر میں قادیانیوں کو للکارا، تیر کمان شروع کرایا۔ اللہ دے، بندہ لے۔ فقیر نے بھی مولانا عبداللطیفؒ کی قائم کردہ طرز پر نعرے لگانے شروع کئے۔ قادیانی پسپا ہوئے۔ اب ایک ایک کر کے مسلمان آنا شروع ہوئے، مسجد بھر گئی۔ رات تین بجے تک جلسہ ہوا۔ یوں مولانا مرحوم نے قادیانیوں کی سیلابی ریلے کے سامنے بند باندھ دیا۔ تین بجے رات کھانا جو شاہ کوٹ سے پکوا کر ہمراہ لائے تھے کھایا اور پیدل شاہ کوٹ کے لئے قافلہ نے چلنا شروع کیا ان سنگین حالات میں رات کا یہ سفر، بے کوئی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۹

بہادری کی انتہاء؟ مولانا عبداللطیف انور صبح شاہ کوٹ پہنچے تو مؤذن نے کہا اللہ اکبر! واقعی اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں۔

اسی طرح سانگلہ ہل کے قریب غالباً چک ۴۵ موڑ ہے۔ وہاں دوستوں نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا اللہ یار ارشد، مولانا عبداللطیف انور کو بلوایا۔ جلسہ پر قادیانیوں نے پابندی لگوا دی۔ مہمان علماء بیان کئے بغیر واپس ہو گئے۔ پھر دوبارہ اعلان جلسہ ہوا۔ علماء آئے لیکن پابندی لگ گئی۔ غالباً تیسری بار جلسہ کا اعلان کیا۔ پہلے منظوری حاصل کی۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبداللطیف انور اور فقیر راقم کو بلوایا۔ جلسہ کے روز مغرب کی نماز مولانا فقیر اللہ اختر اور فقیر راقم نے سانگلہ ہل میں پڑھی۔ نماز کے بعد مولانا عبداللطیف انور سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ مکان پر گئے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی لیٹے ہوئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ منظوری کینسل ہو گئی ہے۔ جلسہ نہیں ہو رہا۔ نہ معلوم کہ فقیر نے کیسے عرض کر دیا کہ جلسہ ہوگا۔ کوئی منظوری کینسل نہیں ہوئی۔ قادیانیوں اور پولیس کی ملی بھگت ہے کوئی پابندی نہیں۔ میں (فقیر راقم) جلسہ کے لئے چک ۴۵ موڑ چلتا ہوں۔ آپ حضرات اطلاع ملنے پر آجائیں، جلسہ ہوگا۔ اس دفعہ خالی واپس نہیں جانا۔ جلسہ کر کے جانا ہے۔ مولانا عبداللطیف انور کا چہرہ تمتا اٹھا۔ فقیر نے ان کو علیحدہ لے جا کر عرض کیا کہ ایک سائیکل اور سائیکل سوار دے دیں۔ بس، ویگن، تانگہ کی بجائے مجھے سائیکل سے جانا ہے۔ اتنے میں ایک ساتھی آگیا۔ اس نے حامی بھری۔ فقیر اس کے ساتھ سواری پر چل پڑے۔ جب مین روڈ پر گاؤں کے مقابل گئے فقیر نے اس ساتھی کو کہا کہ آپ معروف راستہ سے گاؤں آجائیں۔ مجھے کھیتوں کے درمیان سے گزر کر گاؤں میں داخل ہونا ہے۔ کما د کے کٹائی شدہ ایک کھیت سے گنا ہاتھ میں لیا۔ دھوتی باندھے، رومال کندھے پر، ننگے سر، گنا ہاتھ میں۔ جہاں مسجد میں جلسہ تھا اس گلی میں پہنچ گیا۔ ماحول دیکھا تو مسجد کے دروازہ

کے قریب سائیڈ پر پولیس نے ڈیرہ جما رکھا ہے۔ کرسیاں رکھی ہیں۔ پولیس گارڈ موجود ہے۔ سمجھ میں آیا کہ اجنبی آدمی کی طرح مسجد گیا تو پولیس روک دے گی۔ روک ٹوک پر مسجد میں داخلہ مشکل ہوگا۔ ایک ہاتھ میں گنا دوسرے ہاتھ سے دھوتی سنبھالے، سیدھا پولیس آفسر کے پاس گیا۔ پوچھا کہ مسجد کا دروازہ کون سا ہے؟ پولیس آفیسر نے کہا کہاں سے آئے ہو صوفی؟ فقیر نے بڑے اعتماد سے کہا کہ مجھے پیشاب نے تنگ کر رکھا ہے۔ پہلے مسجد کا راستہ بتاؤ۔ ہیٹ ایسی اختیار کی گویا شدید پیشاب کا دباؤ ہے۔ وہ بھرم میں آگیا اور بولا وہ سامنے راستہ ہے۔ فقیر لمبے لمبے جلدی جلدی ڈگ بھرتے مسجد میں جا داخل ہوا۔ گنا کی جان

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۵۰ چھوڑی۔ استنجا اور وضو کیا۔ عشاء کی نماز کی آخری التحیات میں شامل ہوا۔ سلام پھیرا۔ نماز کی تکمیل کے لئے کھڑا ہوا۔ دوستوں نے پہچان لیا۔ وہ دعا بھول گئے۔ خوشی میں سپیکر کھولا اور اعلان شروع کر دیا۔ گاؤں والو مسجد آجاؤ۔ مولانا آگئے ہیں۔ جلسہ ہوگا۔ جلسہ ہر حال میں ہوگا۔ کوئی نہیں روک سکتا۔ بار بار اعلان سے پولیس پریشان کہ یہ کیا ہوا؟ قادیانیوں کے چہروں پر ہوائیاں کہ سارا کھیل ہی بگڑ گیا۔ پولیس کے کھانے کے لئے قادیانیوں نے دیگیں چڑھا رکھی تھیں، وہ اتر گئیں۔ مزید جو پکنا تھیں وہ بند ہو گئیں کہ ہوا کیا کہ اچانک بلائے ناگہانی کہاں سے؟ فقیر نے نماز مکمل کی۔ ہاں! تو مولانا فقیر اللہ اختر مدظلہ بھی ساتھ آئے تھے۔ میرے سانگلہ سے چلنے کے بعد وہ بھی چل پڑے تھے۔ لوگ مصافحہ کے لئے آگے بڑھے۔ فقیر نے پھرتی میں سپیکر کو جالیا۔ اعلان شروع ہوا: ”میرا یہ نام ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی عہدیدار ہوں۔ پاکستان کا ذمہ دار شہری ہوں۔ ہمارے پاس سپیکر اور جلسہ کی منظوری کا آرڈر ہے۔ پولیس کہتی ہے کہ منظوری کینسل ہو گئی ہے تو وہ آرڈر کی کاپی دیں۔ تاکہ کل ہم اسے ہائیکورٹ میں چیلنج کر سکیں۔ اگر تحریری آرڈر نہیں دیتے تو جلسہ ہوگا۔ سپیکر پر ہوگا۔“

یہ کہہ کر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کیا تھی کہ ایک ایک جملہ پر نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔ منٹوں میں مسجد بھر گئی۔ باہر گلی میں بھی پورا گاؤں جمع ہو گیا۔ اس صورتحال پر پولیس کے لئے ایکشن لینا مشکل ہو گیا۔ تھانے دار نے بلوایا۔ فقیر نے کہا کہ وہ خود مسجد میں آجائیں۔ یہ کہہ کر تقریر شروع، تھانیدار صاحب مسجد آئے۔ فقیر نے منبر سے ہی پوچھا فرمائیں؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں جلسہ پر پابندی نہیں ہے۔ سپیکر پر پابندی ہے۔ باہر مجسٹریٹ صاحب ہیں ان سے بات کر لیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ مجسٹریٹ صاحب سپیکر کی پابندی کا آرڈر تحریری دے دیں ابھی سپیکر بند کر دیں گے۔ جلسہ کی تو پابندی نہیں، وہ ہوگا۔ گاؤں کی ناکہ بندی بھی ختم کریں۔ ہمارے جو مہمان علماء سانگلہ ہل میں ہیں ان کے آنے کے لئے راستہ دیں۔ ورنہ سپیکر پر ہی جلسہ

ہوگا۔ آپ پرچہ کاٹیں تقریر کے بعد گرفتار کرلیں۔ تھوڑی دیر میں وہ تھانیدار سپیکر کی بندش کا تحریری آرڈر لے آیا۔ ناکے ہٹ گئے۔ علماء کو گاؤں آنے کی اجازت مل گئی۔ وائرلیس پر اطلاع ملتے ہی علماء روانہ ہو گئے۔ سانگلہ زیادہ دور نہیں پہلے مولانا عبداللطیف انورؒ داخل ہوئے پھر مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ۔ ان کی آمد تک فقیر نے جلسہ کے الاؤ کو روشن رکھا۔ فقیر کا بیان ختم ہوا۔ مولانا فقیر اللہ اخترؒ، مولانا عبداللطیف انورؒ کے بیانات ہوئے۔ آخری بیان مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کا ہوا۔ اللہ دے، بندہ لے۔ مولانا نے خوب بیان کیا۔ سب کسریں نکال دیں۔ رات گئے جلسہ ختم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۵۱

ہوا۔ خوب یاد ہے کہ اس جرات رندانہ پر مرحوم چنیوٹی صاحب اور مولانا عبداللطیف انورؒ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس کے بعد جب بھی مولانا عبداللطیف انورؒ ملے اس واقعہ پر بہت خوشی کا اظہار فرماتے کہ جلسہ کی منظوری تو ختم نبوت والوں کی جیب میں ہوتی ہے۔ ہائے ! وہ قدردان نہ رہے۔ اب تو حاسدوں، جھوٹی شہرت کے بھوکے کذابوں، ٹھگنے مکاروں نام کے مجاہد، عمل کے کمینوں کے دور میں ان باتوں کو سننے والا کون ہے؟ خیر کا دور تھا۔ پولیس میں بھی قدرے اعتدال تھا۔ اب تو معاملہ ہی چوٹ ہے۔

اس واقعہ کے بہت گواہ زندہ ہیں جن صاحب نے اس چوک میں جلسہ رکھا تھا وہ قادری صاحب تھے۔ غالباً سعید نام تھا۔ پہلے مل میں ملازم تھے۔ پھر پیر بن گئے۔ بریلوی حضرات میں نمایاں نظر آئے۔ چناب نگر بھی تشریف لاتے تھے۔ عرصہ ہوا ملاقات نہیں ہوئی تو مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے حوالہ سے کیا کچھ یاد آ رہا ہے؟ مرحوم کے جانے کے بعد اب صرف یادیں ہی رہ گئی ہیں اور بس۔ غرض مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے اپنے صحت کے زمانہ میں کام کو سنبھالا اور خوب سنبھالا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسجد و مدرسہ اور کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ مولانا عبداللطیف انورؒ مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن کے جلسے ہوں یا ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی چناب نگر ہر پروگرام میں پیش نمایاں اور صف اول میں ہوتے تھے۔

مولانا عییداللہ انورؒ کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری سے بیعت ہوئے خلافت حاصل کی، مولانا جمعیت علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر رہے مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ بار بار ان کی دعوت پر تشریف لائے آپ نے متعدد بار قومی صوبائی سیٹوں پر الیکشن میں حصہ بھی لیا۔ مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ پھر جب جمعیت کے ایک

حصہ کے مولانا عبید اللہ انورؒ ناظم بنے تو آپ اس حصہ کے ساتھ تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری جدھر مولانا عبداللطیف انورؒ ادھر۔ کبھی مولانا سمیع الحق گروپ میں، کبھی میاں اجمل قادری گروپ میں۔ غرض اپنے مرشد اور مرشد گھرانہ کے ساتھ رہے۔ مولانا عبداللطیف انورؒ کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا سید احمد، مولانا حسین احمد، دونوں مل کر مدرسہ چلا رہے ہیں۔

مولانا عبداللطیف انورؒ بیمار ہوئے، پھر طبیعت سنبھل گئی۔ دو سال سے نہ بیماری، نہ علاج، نہ پریز البتہ کمزوری نے گھیر رکھا تھا جس کے باعث بہت نڈھال ہو کر رہ گئے۔ صبح

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

بجے وصال ہوا۔ عصر کے بعد کالج کے گراؤنڈ میں مولانا احمد علی ثانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کے صحن کے کونہ اور مسجد کی بغل میں قبر بنی۔ فقیر نے دیکھا تو بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔ رہنا بلبل کا باغ میں“

(۶۳۴)

عبداللطیف جہلمیؒ، حضرت مولانا

(وفات: ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء)

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی ایک ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ اپنے موقف کے پکے ارادے کے مضبوط تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز، تحریک اہل سنت پنجاب کے امیر اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے بانی تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ اس دور پر فتن میں روشن ستارہ تھے۔ جمعیت اسلام کی ابتدائی آبیاری کرنے والے اکابر حق میں سے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر جان سے کاربند ہو جاتے تھے۔ جو موقف سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی لچک کے روادار نہ تھے۔ با مقصد کامیاب زندگی گزاری۔ اس پر بجا طور پر خوش بخت انسان تھے۔ شیعیت، مودودی جماعت اور حیات النبی ﷺ کے منکرین سے کسی بھی رعایت کے روادار نہ تھے۔ ان کے خلاف سخت پرجوش مدلل، دیانتدارانہ تنقید کرتے تھے۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ موقف اختیار کیا اور زندگی بھر اس کو وظیفہ حیات بنالیا۔ اس میں وہ کامیاب و کامران ہوئے۔

جہلم و چکوال کے اطراف میں شیعہ جارحیت کے توڑ کے لئے اپنے رفقاء کو منظم کیا اور بغیر کسی تصادم و جانی نقصان کے اپنے فریق مخالف کو جارحانہ سوچ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ فراست ایمانی، مومنانہ سوچ اور قائدانہ صلاحیت کی دلیل ہے کہ معمولی بھی نقصان کئے کرائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ تمام دینی تحریکوں کے دل سے قدردان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنماؤں، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

بنوریؒ اور حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمدؒ سے مثالی تعلقات تھے۔ دفتر مرکزیہ کو ہمیشہ اپنی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔ ان کے نیک مشورے ہمارے لئے مشعل راہ ہوتے تھے۔ جامعہ حنفیہ کی ابتداء سے اس وقت تک ہمیشہ ان کے سالانہ جلسہ میں مجلس کی نمائندگی ضرور ہوتی تھی۔ اندرون و بیرون ملک ان کے مریدین و متعلقین کی بہت بڑی تعداد ہے۔

عموماً ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے۔ اس موقعہ پر اگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی برطانیہ میں سالانہ کانفرنس ہوتی تو اپنے رفقاء سمیت بھرپور شرکت فرماتے۔ کسی مقرر کی گفتگو میں کوئی اونچ نیچ ہوتی تو اس کی علیحدگی میں اصلاح فرماتے۔ خود فقیر راقم الحروف کو آخری ملاقات میں بھور ضلع گجرات کے سالانہ جلسہ میں علیحدگی میں پسند و نصائح سے نوازا۔ یہ ان کی برخوردار نوازی تھی۔ ورنہ اس دور میں تنقید تو آسان ہے۔ مگر کسی کی اصلاح پر کون توجہ دیتا ہے۔ وفات سے پہلے حضرت مولانا نے جامعہ کا سالانہ جلسہ کا اہتمام کیا۔ ہفتہ اتوار کو کامیاب ترین جلسہ ہوا۔ ملک بھر سے جماعتی کارکن اور حضرت مرحوم کے متعلقین جمع ہوئے۔ تمام انتظامات آپ کی نگرانی میں بہتر طور پر انجام پائے۔ دوسرے دن تھکے ہوئے دل نے بازی ہاری اور اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان کی وفات کی خبر سن کر پورے ملک سے علماء و مشائخ کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ اگلے دن پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست راست کو حوالہ رحمت خداوندی کیا۔

حضرت مرحوم کے دو صاحبزادے حافظ وقاری اور عالم و مجاہد ہیں۔ مولانا قاری خبیب احمدؒ اور قاری صہیب احمد۔ اللہ تعالیٰ ان کو والد گرامی کا جانشین بنائے۔ خدا کرے یہ اپنے والد کے جلائے

ہوئے دیپ کی لو کو کم نہ ہونے دیں۔ بلکہ اسے اتنا روشن کریں کہ وہ مینارہ نور بن جائے۔ وما ذالک
علی اللہ بعزیز!

فقیر نے مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب کو ایک تعزیتی خط بھی تحریر کیا وہ یہ ہے:
مخدومی ومخدوم زادہ حضرت مولانا قاری خبیب احمد صاحب وقاری صہیب احمد صاحب زید
مجدکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

آپ کے والد گرامی عارف باللہ، مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا عبداللطیف کے سانحہ ارتحال کی
خبر سے دل و دماغ پر جتنی چوٹ لگی اس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حالات کی ستمگری
کہ جلسہ اور پھر تعزیت کے لئے حاضری سے محروم رہا۔ جس کا بہت زیادہ صدمہ ہے۔

۱۲۵۴ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

م قافلہ حق کے سرخیل علماء کرام میں سے تھے۔ ان کا وجود عطیہ الہی تھا۔ وہ اپنے موقف اور ے کے دہنی تھے۔ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ اس دور پرفتن میں وہ روشنی کا روشن ستارہ۔ قدرت نے انہیں خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہے۔ اب ان کی تمام تر ذمہ داریاں آپ حضرات کے کندھوں پر ہیں۔ اللہ رب العزت آپ ات کو ان کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہر بزرگ و کارکن آپ رات کے اس صدمہ میں نہ صرف برابر کا شریک ہے بلکہ بجا طور پر اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق تا ہے۔ وہ ہم سب کے بزرگ و رہنما تھے۔ ان کا وجود آپ حضرات کی طرح ہم سب کے لئے ہ نور تھا۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی ئیں۔ حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر (ربوہ) آج قرآن مجید کے ختم واجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔

”پاکستان کا غدار“ نامی آپ کا رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں شامل کرنے کی دت حاصل ہوئی۔ اس رسالہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ یہی ایڈیشن احتساب یانیت جلد ۴۱ میں بھی شائع ہوا۔

(۶۳۵)

عبداللطیف رحمانی مونگیریؒ، حضرت مولانا مفتی

(وفات: دسمبر ۱۹۵۹ء)

مولانا مفتی عبداللطیف رحمانیؒ علماء قدیم کی اہم اور آخری یادگار تھے۔ آپ نا لطف اللہ علی گڑھیؒ کے شاگرد، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کے مرید حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے خواجہ تاش تھے۔ آپ ندوۃ العلماء کے ابتدائی اساتذہ سے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا سید سلمان ندویؒ نے بھی آپ سے شاگردی کا شرف ل کیا۔

ندوہ کے بعد آپ مونگیر حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے پاس چلے گئے۔ ان بیعت بھی ہوئے۔ ان کے نام کے ساتھ ”رحمانی“ کا لاحقہ اس نسبت کی یادگار ہے۔ مجاز

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۵۵

مقدس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر مونگیر میں آگئے تو تصنیف و تالیف میں مگن ہوئے۔ اس زمانہ میں رد قادیانیت پر بھی آپ نے تحریر فرمایا۔ (تفصیل آگے آرہی ہے) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے شعبہ دینیات میں لیکچرار رہے۔ آپ نے تاریخ القرآن، سیرت امام ابو حنیفہؒ اور ترمذی شریف کی شرح لکھی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ خانقاہ مونگیر شریف کے قیام کے دوران آپ نے رد قادیانیت پر رسائل تحریر فرمائے۔ ان میں سے تین ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۹ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ تین رسائل یہ ہیں:

۱..... ”اغلاط ماجدیہ“ صوبہ بہار میں قادیانی جماعت کا مبلغ عبد الماجد قادیانی تھا۔ اس نے

مرزا قادیانی اور قادیانیت کی حمایت میں ایک رسالہ ”القاء“ نامی لکھا۔ حضرت مولانا مفتی عبد اللطیف رحمانیؒ نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ القاء کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں ثابت کر دیں۔ گویا عبد الماجد قادیانی کی بتیسی نکال دی۔ بہار میں قادیانی جماعت کا مایہ ناز مبلغ نے مدت کی محنت اور دیدہ ریزی کے بعد اہل اسلام کے مقابلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اس کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں اس سے سرزد ہوئی۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ رسالہ ہے۔

۲..... ”تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام“ متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے متعدد پیش

گوئیاں کیں۔ جو پوری نہ ہوئیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کذب اور افتراء کی نحوست دور کرنے کے لئے جواب گھڑا کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں بھی پوری نہ ہوئیں۔ غلام احمد قادیانی کا انبیاء علیہم السلام پر یہ صریح الزام اور اتہام سراسر قرآن و سنت کے منافی تھا۔ جن انبیاء علیہم السلام پر مرزا قادیانی نے الزام لگایا ان میں ایک نبی حضرت سیدنا یونس علیہ السلام بھی ہیں کہ معاذ اللہ ان کی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ اس رسالہ (تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام) میں نہایت

صفائی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ اتہام دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کوئی ایسی پیشین گوئی نہ کی جو پوری نہ ہوئی ہو۔

۳..... ”چشمہ ہدایت (مسیح قادیان پر اقراری ڈگریاں)“ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی

کتب سے اسے جھوٹا ثابت کیا گیا ہے۔

عبداللطیف مسعودؒ (ڈسکہ)، مولانا

(وفات: ۱۱ مئی ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبداللطیف مسعودؒ ڈسکہ کے رہائشی تھے۔ جامعہ مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیروز خانؒ فاضل دیوبند کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے۔ دورہ حدیث آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا رسول خانؒ کے شاگرد رشید تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ سے تھا۔ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو چمکتا دمکتا ستارہ بنا دیا تھا۔ صرف ونحو پر مکمل دسترس تھی۔ ذی استعداد عالم دین تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقعہ بنا دیا تھا۔ عمر بھر بڑی مستعدی سے عسرویسر میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین فتنوں کے خلاف آپ کے پاس معلومات کا قابل قدر و قابل فخر ذخیرہ تھا۔ اخلاص ولہیت فقر واستغناء کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر علمائے اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ طبیعت میں وقار تھا۔ مزاج میں مسکنت تھی۔ سراپا اخلاص تھے۔ نام ونمود دکھلاوہ اور ریا سے کوسوں دور تھے۔ عمر بھر رزق حلال کما کر دین کی فی سبیل اللہ تبلیغ کرتے رہے۔ شان ابو ذریؒ کا پرتو تھے۔ قادیانیت وعیسائیت پر بھرپور گرفت رکھتے تھے۔ ان کا لٹریچر آپ کو از بر تھا۔ برصغیر میں اس وقت عیسائیت کے لٹریچر پر گہری نظر رکھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ قادیانیت وعیسائیت کے خلاف متعدد وقیع کتب اور عام رسائل تالیف کئے۔ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کے سالانہ رد قادیانیت کورس کے افتتاح پر تشریف لاتے اور اختتامی دعا کے بعد رخصت ہوتے۔ ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ کئی بار مختلف بیماریوں کا

شکار ہوئے۔ لیکن اتنے مضبوط اعصاب کے انسان تھے کہ ہر دفعہ بیماریوں کو شکست دے کر شیر ہو جاتے تھے۔ یہ ان پر رب کریم کا کرم تھا۔ احکام شرع پر مداومت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ وفات کے روز شام تین بجے جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔

مولانا عبداللطیف مسعود[ؒ] کو رد عیسائیت پر خصوصی دسترس حاصل تھی۔ تحریف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۵۷

بائبل، بزبان بائبل اور اس کا ”مقدمہ“ رد عیسائیت پر یہ آپ کی گرانقدر تصنیفات ہیں۔ مولانا مرحوم کو رد قادیانیت پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ نے رد قادیانیت پر متعدد کتب و رسائل واشتہار شائع کئے جو ہمیں میسر آئے وہ یہ ہیں۔

۱..... ”رفع ونزول و حیات مسیح علیہ السلام“

۲..... ”حقیقت مرزائیت“

۳..... ”مرزا قادیانی کی سچی باتیں“

۴..... ”بدترین دجل و فریب“

۵..... ”ایک مسجد کی حالت زار“

۶..... ”قادیان کے الہامی چکر“

۷..... ”قادیانیت کی حقیقت“

۸..... ”معرکہ حق و باطل“

۹..... ”مرزا قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی“

۱۰..... ”پنجابی نبوت کے کرشمے“

۱۱..... ”مرزائیوں کو احمدی کہنا زبردست کفر ہے“

۱۲..... ”عدالتی فیصلہ“

۱۳..... ”وہ عہد کا رسول ﷺ“

۱۴..... ”آئینہ قادیانی“

۱۵..... ”مسلم ذرا ہوشیار باش“

۱۶..... ”مرزا غلام احمد قادیانی کے ساٹھ (۶۰) شاہکار جھوٹ“

۱۷..... ”مرزائیت کا الہامی بیڈ کوارٹر“

۱۸..... ”مرزا قادیانی کے رنگ برنگے شیطانی الہامات“

۱۹..... ”مرزا قادیانی کے بائیس (۲۲) جھوٹ“

”مقدم الذکر نمبر: ۱“ مستقل کتاب ہے۔ حال ہی میں شائع ہوئی۔ عام طور پر مل جاتی ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد چوبیس (۲۴) میں وہ شامل نہیں کی۔ باقی اٹھارہ کتب و رسائل تمام شامل ہیں۔ ”موخر الذکر تین نمبر: ۱۷، ۱۸، ۱۹“ یہ رد قادیانیت پر آپ کے اشتہارات ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۵۸

ن کو بھی اس جلد میں شامل کر دیا گیا۔ حق تعالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔

(۶۳۷)

عبداللطیفؒ (مندراں والی)، مولانا حکیم

سندھ تھریپارکر میں ایک قادیانی مبلغ تھے جن کا نام احمد علی تھا جو قادیانی گروہ کے معروف مناظر تھے۔ قدرت حق نے احمد علی قادیانی کا ناطقہ بند کرنے کے لئے ڈگری ضلع تھریپارکر کے حافظ مولانا حکیم عبداللطیف صاحبؒ کو کھڑا کر دیا۔ آپ نے قادیانی مبلغ کی تحریر کا جواب تحریر سے، تقریر کا جواب تقریر سے اور مناظرہ کے لئے دو بدو میدان کارزار میں قدم رکھا۔ قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس قادیانی مناظر کی بولتی بند کی۔ سرعام اس کی بولورام ہو گئی۔ وہ مبہوت و دم بخود ہو گیا۔ مولانا حکیم عبداللطیف صاحبؒ نے ایک رسالہ ”خاتم النبیین“ لکھا۔ پھر حیات مسیح علیہ السلام پر ایک رسالہ ”اظہار الحق“ لکھا۔ قادیانی مبلغ احمد علی نے اظہار الحق کا جواب ”نصرة الحق“ کے نام سے تحریر کیا۔ اس قادیانی رسالہ کا جواب ”دعوت الحق رحمانی، بجواب نصرة الحق قادیانی؟“ ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۵۳ء میں تحریر کیا گیا۔ تحریر سادہ مگر گرفت بہت مضبوط ہے۔ حق تعالیٰ مصنف رسالہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ نہ معلوم کیسے کیسے، فرشتہ سیرت، پاک باز لوگ قادیانیت کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے اور قادیانیوں کو سرعام شکست سے دوچار کیا۔ اسی منظر کا مظہر یہ رسالہ ہے۔

”اظہار الحق المعروف رد مرزائیت“ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۶۳۸)

عبداللہ احمد پوریؒ ، مولانا محمد

(وفات: ۱۶ دسمبر ۲۰۰۶ء) مولانا محمد عبداللہ ۱۹۲۹ء قصبہ پکا لاڑاں (لیاقت پور) کے قریب بستی نور محمد بٹوانی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا نور محمدؒ تھا۔ جو حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے

موقوف سے حامیاں مح ۱۹۳۲ء عباسیہ دیگر حض بھی س اجازت

مدارس شرقیہ شرقیہ یاد کیا حضر المہتمم رہنما بٹوانی آپ مجلہ کی تو مولا بہت جائے کتا تسا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۵۹

موقوف علیہ تک کے ہمدرس اور ساتھی تھے۔ مولانا محمد عبداللہؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے اسباق کی بسم اللہ دین پور شریف کی معروف روحانی شخصیت حضرت میاں عبد الہادیؒ نے کرائی۔ الہ آباد مڈل سکول سے آپ نے ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کی انتہائی ڈگری 'علامہ' حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، مولانا محمد صادقؒ، مولانا عبید اللہ بہاولپوریؒ اور دیگر حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

۱۹۴۸ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے زیر اہتمام سرکاری مدارس و سکولز کا انتظام تھا۔ تب آپ ان مدارس سے وابستہ ہوئے۔ مدرسہ عربیہ فاضل، احمد پور شرقیہ کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) بھی رہے اور سرکاری ملازمت کی پوری مدت آپ نے احمد پور شرقیہ میں گزاری۔ اس حوالہ سے آپ کو حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہؒ احمد پوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تمام اہل علم حضرات کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحبؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۲ء تک احمد پور شرقیہ رہے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گھر پکا لاڑاں بستی نور محمد بٹوانی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ بہت محقق اور مدقق عالم دین تھے۔ آپ کی ثقاہت علمی کا اعتراف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے تھے۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے "آئینہ قادیانیت" نامی کتاب وفاق المدارس کے نصاب کے لئے مرتب کی تو حضرت مولانا

سعید احمد جلالپوریؒ کے حکم پر آخری خواندگی کے لئے اس کتاب کو حضرت مولانا محمد عبداللہؒ صاحب کے پاس بھجوایا گیا۔ آپ نے دقت نظر کے ساتھ اس پر کام کیا اور بہت ہی باریک خامیوں کی نشاندہی سے ممنون فرمایا۔ کاروان جنت، خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ، صحابہ کرامؓ کا مقام اور ان پر تنقید؟ جیسی کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤخر الذکر دو کتابوں میں بالترتیب پروفیسر حمید اللہ حیدر آباد دکن اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض تسامحات پر بھرپور علمی گرفت کی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ کے قائم کردہ جامعہ حبیبیہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۶۰

انوریہ کی شوریٰ کے رکن اور کئی جامعات کے سرپرست تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری نے پڑھایا۔ خان پور، طاہر پیر، دین پور، طاہر والی، بہاولپور، احمد پور شرقیہ کے علماء کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

رد قادیانیت پر آپ کے تین رسائل ہمیں ملے:

۱..... ”اسلام اور مرزائیت“

۲..... ”عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآن و سنت کی روشنی میں“ مولانا محمد اسحاق سندیلوی

کی کتاب دینی نفسیات حصہ سوم باب چہارم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا گیا۔ اس پر مولانا عبداللہ مرحوم نے مواخذہ کیا تو جگہ جگہ ملعون قادیان کا بھی ذکر آ گیا۔

۳..... ”لہ دعوة الحق“

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ کے ص ۹ تا ۲۳۶ تک شائع ہو گئی ہیں۔

(۶۳۹)

عبد اللہ افضل پوری عظیم آبادیؒ ، مولانا سید محمد

مولانا سید محمد عبد اللہ افضل پوری عظیم آبادی نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب رد قادیانیت پر تحریر فرمائی۔ ہوا یہ کہ پشاور کے ایک قادیانی میر قاسم علی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا : ”النبوة فی خیر الامة“ اس کے جواب میں مولانا سید محمد عبد اللہؒ نے کتاب تحریر فرمائی۔ ”الخلافة

فی خیر الامۃ ردّاً علی النبوة فی خیر الامۃ“ ایک سو دو سال بعد دوبارہ محاسبہ قادیانیت کی جلد ۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۶۴۰)

عبد اللہ بن عبد الغفار المکیؒ ، جناب علامہ الشیخ

۱۵ محرم ۱۳۲۸ھ کو موصوف نے رد قادیانیت پر ۱۶ صفحات کا عربی زبان میں رسالہ لکھا جس کا نام : ”الهام الخارق فی الرد علی غلام مرزئ الفاسق“ رکھا۔

(۶۴۱)

عبداللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی ، مولانا

”الامر قد استحكم ، بجواب الدلیل المحکم“ ایک قادیانی نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و رفع سماوی اور نزول من السماء قرب قیامت کا انکار کرتے ہوئے ”الدلیل المحکم“ نامی پمفلٹ تحریر کیا۔ مولانا عبداللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ کا جواب تحریر کیا۔ مکمل نام : ”حیات مسیح ، الامر قد استحكم ، بجواب الدلیل المحکم“ ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۴۲)

عبداللہ (بھکر) ، مولانا محمد

(وفات : ۱۱ دسمبر ۲۰۱۵ء)

میانوالی سے راولپنڈی روڈ پر جائیں تو چکڑالہ موڑ سے دس بارہ کلو میٹر آگے راولپنڈی کی جانب گاؤں آتا ہے جسے ”ڈھوک زمان“ کہتے ہیں۔ یہاں پر اعوان برادری کے چشم و چراغ مولانا یار محمد صاحب کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ یہی محمد عبداللہ آگے چل کر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ کہلائے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور قرب و جوار میں حاصل کی۔ پھر مسجد زرگراں میانوالی میں

حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کے پاس مزید تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں پڑھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا محمد عبداللہ مسجد زرگراں مدرسہ تبلیغ الاسلام میں زیر تعلیم اور دفتر ختم نبوت کے انچارج ہوتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر صوفی ایاز احمد خان نیازی، نائب صدر مولانا محمد رمضان صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ کو بنایا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ آپ ان دنوں شرح وقایہ والے سال پڑھتے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل بائے رنگا رنگ ۱۲۶۲ آپ دفتر کے بھی انچارج تھے۔ مرکز سے رابطہ اور ان کے پروگرام کی روشنی میں میانوالی ضلع بھر میں تحریک کو آگے بڑھانا آپ کے دم قدم سے تھا۔ تحریک سے قبل وہاں ختم نبوت کانفرنس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ نے خطاب فرمایا تھا۔ مولانا محمد رمضانؒ، صوفی ایاز خان نیازیؒ، صوفی عبدالرحیم نیازیؒ، صوفی شیر محمدؒ زرگرؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا پیر شاہ عالمؒ، مولانا محمد عبداللہؒ اور دیگر حضرات نے میانوالی سے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ ۳ اپریل کو گرفتار ہوئے اور ۱۸ جولائی ۱۹۵۳ء کو رہا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتیں مولانا محمد عبداللہؒ نے کتاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے لئے تحریر فرمائیں جو نئے ایڈیشن کے ص ۴۲۲ سے ص ۴۵۰ پر مشتمل پر شائع شدہ ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ جمعیت علماء اسلام کے احياء ثانی تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ اس سے پہلے مجلس احرار اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیت علماء اسلام کے احياء کے بعد باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے استعفاء دیا۔ جو صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قبول فرمایا۔ وہ ماہنامہ لولاک میں پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باضابطہ جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے ضلع میانوالی ان دنوں بھکر بھی میانوالی کی ایک تحصیل تھی۔ پھر سرگودھا ڈویژن۔ اس کے بعد بارہا پنجاب کے جمعیت علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب جمعیت علماء اسلام میں آپ کے استاذ مولانا محمد رمضان مرحوم ایک طرف تھے۔ لیکن آپ برابر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور بعدہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کا مجلس ختم نبوت سے جمعیت علماء اسلام میں جانا۔ یہ جمعیت اور مجلس کے رہنماؤں کے باہمی تعاون کے فیصلوں پر عمل درآمد کا حصہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ تادم واپسین جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کے مرکزی سرپرست اعلیٰ تھے۔

حق تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ صاحب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء غرض تینوں تحریکوں میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے آپ کا قیام ہمیشہ دفتر ختم نبوت میں ہوتا۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ پھر چناب نگر میں شرکت سے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ مجلس کے ایک ایک کام پر نظر رکھتے تھے۔ تعاون، سرپرستی، رہنمائی اور اصلاح فرماتے تھے۔ ختم نبوت کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۶۳

کام کے دل و جان سے معترف تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ بہت صاف ستھرا لکھنے کا ذوق رکھتے تھے۔ اپنا مافی الضمیر تحریر کے ذریعہ سمجھانے کے ماہر تھے۔ ذوق انتہائی نفیس تھا۔ گفتگو ہمیشہ اتنی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی تھی کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ فقیر نے ایک دفعہ ایک مجلس میں شیعہ حضرات کی کسی عبادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام باڑہ کا لفظ استعمال کیا۔ فوراً ٹوک دیا۔ فرمایا: امام بارگاہ کہو۔ وہ حضرات اپنی عبادت گاہ کو امام بارگاہ کہتے ہیں۔ امام باڑہ کہنا ان کے نام کو بگاڑنا ہے۔ جو اخلاقاً درست نہیں۔ ان کے امام ہمارے بھی رہنما اور بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے قائم جگہ کو باڑہ کہنا کتنا توہین آمیز ہے؟ اختلاف اپنی جگہ، اخلاقی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی میں ایک تو اس غلطی کا پہلی بار احساس ہوا۔ ورنہ ما بدولت تو ہمیشہ یہی سوقیانہ نام استعمال کرتا تھا۔ دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ زندگی بھر آپ نے پہلے ماہنامہ انوار مدینہ پھر ماہنامہ مناقب کے ذریعہ عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ کی جنگ لڑی۔ لیکن طبیعت میں اعتدال کا یہ عالم تھا کہ علیحدگی میں بھی غیر مناسب و نازیبا الفاظ کا استعمال ان پر گراں گزرتا تھا۔ یہی وہ آپ کی خویاں تھیں جس نے آپ کو دوستوں و غیروں کی نظروں میں باوقار بنا دیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ ریکارڈ رکھنے کے خوگر تھے۔ ایک ایک پرزہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری قومی تاریخ کا اپنے اندر بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہؒ کریم النفس، درویش منش، اجلی سیرت کے رہنما تھے۔ ان کا وجود خیر و برکت کا خزانہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک اور شریف انسان تھے۔ ان سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا۔ آپ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے تو آپ کا قد ۵ فٹ گیارہ انچ تھا۔ یہ آپ نے خود تحریر کیا ہے۔ یہ آغاز جوانی تھا۔ بعد میں کتنا اضافہ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ خوب دراز قد، خوب کتابی کھلا اور وجیہ گورا چٹا چہرہ

دل لبھانے والا تھا۔ کھلی پیشانی، عقابی نظریں، ستواں ناک، دل کی طرح سینہ بھی دراز۔ غرض وسیع القلب و وسیع الصدر تھے۔ سفید وجیہ چہرہ پر سفید داڑھی حسن کی بلندیوں کو چھوتی اور دلوں کو لبھاتی تھی۔

مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے تھے۔ شاید شلوار بھی استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اکثر آپ چادر استعمال کرتے تھے۔ کندھے پر اکثر کلاچی کی لنگی ہوتی تھی۔ پگڑی ہمیشہ پشاوری استعمال کرتے تھے۔ چلنے میں علم کا وقار، متانت و سنجیدگی لئے ہوئے جس مجلس میں ہوتے اہل مجلس کی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ مگر جب بولتے تو موتی رولتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کو ہر دل عزیزی اور محبوبیت کے مقام پر فائز کرایا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۶۳

صاحبؒ کا بیعت کا تعلق بنیادی طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا اور آخر تک آپ اسی ہی خانقاہ کی زلفوں کے اسیر رہے۔ حضرت رائے پوریؒ کی تربیت نے آپ کو سراپا منبع شریعت و طریقت بنا دیا تھا۔ ذکر و فکر میں کمال، عبادت و ریاضت میں استغراق و فنائیت نے آپ کو بلند مقام پر فائز کر دیا تھا۔ وہ اس دھرتی پر علم و عمل کا نمونہ تھے۔ نہ صرف نمونہ بلکہ نمونہ اسلاف تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بعد آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی مرحوم سے رشتہ بیعت استوار کیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے قائم کیا اور ایسا قائم کیا کہ اب آپ کا جنازہ بھی خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نے پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہؒ بھکر والوں نے اپنے مشائخ عظام کا جس طرح احترام کیا وہ آج کل کی نسل کو سمجھانا مشکل ہے۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ گھنٹوں مجلس میں بیٹھتے تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سامنے ایسے مؤدب ہو کر بیٹھتے کہ گویا علیؑ رأسہ طائر کا مصداق بن جاتے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ امسال علالت کے باعث چناب نگر ختم نبوت پر تشریف نہ لائے۔ لیکن اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا صفی اللہ صاحب کو اپنی نمائندگی کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبداللہؒ بہت ہی جفاکش، محنتی اور بھرپور جذبہ رکھنے والے مشنری اور نظریاتی عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے بہت ہی خیر و برکت کی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کے وصال نے تاریخ کا ایک باب بند کر دیا۔

گزشتہ کچھ دنوں سے کمر کے مہروں میں درد شروع ہوا۔ بہاولپور و کٹوریہ ہسپتال جانے کا فیصلہ ہوا۔ گھر سے اپنے قائم کردہ جامعہ قادریہ میں تشریف لائے۔ تمام طلباء و اساتذہ سے فرداً فرداً مصافحہ و ملاقات کی۔ بہاولپور گئے۔ علاج شروع ہوا۔ مہروں کا قریباً پانچ گھنٹے آپریشن ہوا۔ جوانوں کی

طرح دل کام کر رہا تھا۔ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر صاحبان بہت مطمئن تھے کہ آپریشن کامیاب رہا۔ آپ کے جسم میں بھی خوب حرکت آگئی۔ سب مطمئن تھے۔ لیکن تقدیر تو بہر حال تقدیر ہے۔ آپریشن کے بعد غذا میں کمی ہو گئی۔ کوئی چیز کھانے پینے کو طبیعت نہ کرتی تھی۔ اس سے نہ صرف کمزور ہوئے بلکہ بلڈ پریشر کم ہوا۔ وزن کم ہوا۔ جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوئی۔ ایسی کمی ہوئی کہ دنیا میں آنکھ بند کی اور جنت میں جا کھولی۔ بہاولپور سے پھر ایمبولینس کے ذریعہ سفر شروع ہوا۔ جسد خاکی پھر جامعہ قادریہ بھکر صبح ساڑھے تین بجے لایا گیا۔ جب گئے تھے تو ملاقاتیوں کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۶۵

دل دھڑکتے تھے۔ اب واپس تشریف لائے تو ملاقاتیوں کی آنکھیں چھلکتی تھیں۔ آپ کی وفات کی خبر ملک بھر میں پھیلی۔ جس نے خبر سنی دم بخود ہو گیا۔ اگلے دن بھکر کے سب سے بڑے سٹیڈیم میں جنازہ ہوا جو ملک کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ جب کہ بھکر شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ عام قبرستان میں ابدی نیند سو گئے۔ اب اس دن اٹھیں گے جب کہ پوری انسانیت اٹھے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام ارزاں ہو۔ وہ حق تعالیٰ کے مقرب تھے۔ اللہ رب العزت انہیں اپنا اور قرب نصیب فرمائیں۔ ان کی وفات پر دل بے قابو ہے۔ دل روتا ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ان کی جدائی نے غمگین کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سب کے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

(۶۴۳)

عبداللہ بہلویؒ، مولانا محمد

(وفات: ۱۹۷۸ء)

بہل، شجاع آباد کے نامور بزرگ عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا حسین علیؒ (وان بہچراں)، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگرد رشید، متعدد کتابوں کے مصنف اور اپنے زمانہ کے شیخ طریقت تھے۔ حضرت تھانویؒ سے طریقت میں فیضیاب ہوئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں کام کرنے والوں کے رہبر اور سرپرست تھے۔

(۶۴۴)

عبداللہ جان، مولانا

(وفات: یکم جنوری ۱۹۶۳ء)

جلالیہ ضلع اٹک کے نامور عالم دین، مولانا عبدالحق حقانی[ؒ] (تفسیر حقانی کے مصنف) کے شاگرد تھے۔ صرف ونحو کے ماہر تھے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ جہاد میں شریک عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں طور پر حصہ لیا اور قید و بند کے مراحل سے سرفراز ہوئے۔

(۶۴۵)

عبداللہ چکڑالوی، جناب

چکڑالہ ضلع میانوالی کے جناب عبداللہ چکڑالوی تھے۔ معروف منکر حدیث تھے، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے: ”حالات عیسیٰ رسول ربانی و تردید قادیانی“ اس میں انہوں نے قرآن مجید سے اپنی دانست کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات کو جمع کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اقدس، آپ علیہ السلام کے معجزات، آپ علیہ السلام کے خاندان، حالات و واقعات کے متعلق جو وایات اعتراضات و شبہات پیش کئے تھے ان تمام کا اس میں قرآن مجید کی رو سے انہوں نے جواب دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کو اپنے نقطہ نظر سے خوب تار تار کیا ہے۔

(۶۴۶)

عبداللہ خالدؒ (مانسہرہ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۷ جون ۱۹۹۴ء)

مولانا مفتی محمد عبداللہ خالدؒ جامع مسجد مرکزی مانسہرہ کے خطیب تھے۔ اس مسجد کے بانی مولانا محمد اسحق مانسہروی تھے جو حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا مفتی محمد عبداللہؒ ان کے جانشین بنے۔ مولانا محمد عبداللہؒ صاحب خانقاہ سراجیہ کے حضرت ثانیؒ کے مرید اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے شاگرد اور پھر مرید بنے۔ آپ کی فراغت جامعہ اشرفیہ لاہور

كى تهى - مولانا محمد عبدالله مانسهره مىن عقىدهء ختم نبوت كے تحفظ كے لئے دل و جان سرے فدا تهے اور ان كى مسجد ختم نبوت كے لئے مركز كا درجه ركهتى تهى - آء كل لندن ختم نبوت دفتر مىن آء كے صاحبزاده مولانا مفتى محمود خطيب اور مبلغ هىن -

عبداللہ درخواستیؒ، مولانا محمد

(وفات: ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء)

پاکستان کے مقتدر عالم دین، بزرگ رہنما، شیخ وقت، جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ، حافظ القرآن والحديث، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ خانپور ضلع رحیم یار خان کے ایک قریبی دیہات ”درخواست“ میں پیدا ہوئے۔ اس علاقہ میں ”دین پور شریف“ پاک و ہند کی معروف خانقاہ ہے۔ شیخ وقت حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ اس خانقاہ کے بانی تھے۔ دین پور شریف کو تحریک آزادی میں دیوبند کے بعد دوسرا مقام حاصل تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تحریک ریشمی رومال میں دین پور کو مرکزیت حاصل تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسی خانقاہ شریف کے چشم و چراغ تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ نے اسی خانقاہ سے کسب فیض حاصل کیا۔ قطب وقت حضرت میاں عبداللہادی دین پوریؒ حضرت میاں غلام محمدؒ کے جانشین اور اس خانقاہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت درخواستیؒ کو سن شعور میں قدم رکھتے ہی قدرت حق کے کرم و فضل سے اس خانقاہ کا ماحول میسر آ گیا۔ حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ کے زیر سایہ آپ نے تمام تر دینی تعلیم یہاں سے حاصل فرمائی۔ حضرت میاں صاحبؒ کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا۔

آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی سندھ و ریاست بہاولپور میں تبلیغی و تعلیمی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ دین پور شریف کے قریب بڑا شہر خان پور ہے جو ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے۔ یہاں پر آپ نے مخزن العلوم والفیوض کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ جوانی کا عالم تھا۔ قدرت حق نے آپ کو دردمند دل سے نوازا تھا۔ آپ کی شبانہ روز محنت و جگر سوزی سے مدرسہ نے دنوں

میں مثالی ترقی کی۔ پوری ریاست بہاولپور میں اس مدرسہ کو مرکزیت حاصل ہو گئی۔ حضرت درخواستیؒ کی تبلیغی سرگرمیاں تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی شروع ہو گئیں۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے عروج حاصل کر گئیں۔ آپ مخصوص حجازی لہجہ میں قرآن وحدیث کی تلاوت کرتے، لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بلامبالغہ گھنٹوں کھڑے ہو کر ایسی پرتائیر تقریر فرماتے کہ لوگوں کی آہ و بکا فضا میں ارتعاش پیدا کر دیتی۔ آپ اسباق کرے بعد باقی وقت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۶۸

علاقہ میں دور دراز کا پیدل یا سائیکل پر سفر کر کے تقریروں کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کی مقبولیت عند اللہ کا جوانی میں یہ عالم تھا کہ آپ برصغیر کے تمام اکابر علماء و مشائخ کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حضرت امیر شریعتؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کے معتمد خصوصی سمجھے جاتے تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ تو آپ کے اتنے قدردان تھے کہ اسٹیج اور نجی محفلوں میں حضرت درخواستیؒ کی بہت تعریف فرماتے۔ ان کے علمی مقام سے لوگوں کو باخبر کرتے اور حضرت مرحوم کی طرف لوگوں کو کسب فیض کے لئے متوجہ فرماتے تھے۔ جوانی ہی میں قدرت نے آپ کو یہ مقام نصیب فرمایا تھا کہ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ متفقہ طور پر جمعیتہ علماء اسلام کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور وفات حسرت آیات تک (نصف صدی سے بھی اوپر کے زمانہ میں) آپ جمعیتہ علماء اسلام پاکستان ایسی دینی و سیاسی جماعت کے امیر رہے۔

حضرت مولانا پیر خورشید احمدؒ خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ گانویؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ بھلویؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھویؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ میاں چنوں والے ایسے اکابر و بزرگان دین کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایسے ہزاروں علماء کرام نے آپ کی قیادت و سیادت میں جمعیتہ علماء اسلام کے اسٹیج پر وہ کاربائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ کا ایک سنہری وانٹ حصہ ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف، ایوب خان کے زمانے میں ڈاکٹر فضل الرحمن اور منکرین حدیث کے فتنہ کے خلاف، اسلام کی سربلندی کی تمام تر جنگ علمائے حق نے آپ کی قیادت میں لڑی۔ اسلامی نظام کے لئے جمعیتہ علماء اسلام کی تمام تر مساعی آپ کی توجہات عالیہ

کی مربون منت تھیں۔ مشرقی و مغربی پاکستان کا شاید و باید کوئی قصبہ ہو جہاں آپ نے تبلیغی سفر نہ فرمایا ہو۔ جگہ جگہ مدارس و مساجد کا قیام آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہاں پر مدرسہ بن جاتا۔ پاکستان کی کوئی دینی جماعت، کوئی دینی ادارہ ایسا نہیں جس کے لئے حضرت درخواستیؒ نے اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہو۔ پاکستان میں دینی مدرسوں کا جال پھیلانے کے لئے قدرت نے آپ سے تجدیدی کام لیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پورے ملک میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت امیر شریعتؒ، مولانا ابوالحسناتؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۶۹

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دیگر اکابر کی گرفتاری کے بعد آپ نے تحریک کے الاؤ کو جلا بخشی۔

آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرمائی۔ خلیق روڈ ملتان پر واقع دفتر ختم نبوت کا آپ نے سنگ بنیاد رکھا۔ پورے ملک میں ختم نبوت کی کوئی ایسی کانفرنس نہ ہوتی تھی جس میں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ ایک دفعہ بہاولپور کی عید گاہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ مگر اس کے باوجود ہزاروں کی حاضری تھی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی دعوت پر آپ آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کانفرنس کے کارکنوں کو سمجھا دیا کہ عشاء کے بعد میری پہلی تقریر ہوگی۔ حضرت درخواستیؒ کو آپ گیارہ بجے اسٹیج پر لے آئیں تاکہ ان کا آخری بیان ہو سکے۔ کارکنوں نے حضرت درخواستیؒ کو وقت نہ بتایا۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ آج صرف میری تقریر ہے۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر کی ابتدا میں آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کے آنے پر ہمیشہ ہر جلسہ کی طرح اجتماع زیارت کے لئے امد پڑا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کو تقریر روکنا پڑی۔ آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا کہ حضرت آپ کی تقریر گیارہ بجے ہوگی۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ مجھے بہت ضروری باتیں رد قادیانیت پر کہنی ہیں۔ آپ چاہیں تو تشریف رکھیں۔ چاہیں تو گیارہ بجے تک آرام فرمائیں۔ حضرت درخواستیؒ اتنے بڑے آدمی تھے۔ لیکن مجال ہے کہ طبیعت میں ذرہ برابر تکدر آیا ہو۔ فرمایا: ہاں! آپ تقریر کریں۔ میں آپ کی تقریر سنوں گا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی تقریر لمبی ہو گئی۔ آپ گھنٹوں اسٹیج پر بیٹھے رہے اور پھر آخری خطاب فرمایا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوں گے کہ آپ نے جاں گسل محنت فرما کر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مولانا عبدالرؤف چنیوٹیؒ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا پیغام دے کر خان پور بھیجا۔ پیغام سنتے ہی آپ بیماری کے باوجود لاہور کے لئے عازم سفر ہو گئے اور پھر حضرت بنوریؒ کے دست و بازو بن کر تحریک کے لئے پورے ملک میں سرگرم عمل ہو گئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو بھٹو حکومت نے گرفتار کیا۔ غرضیکہ دینی مدارس سے لے کر دینی تحریکات تک، قدرت باری تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی ذات گرامی کو قائدانہ شان کے ساتھ کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۰

آپ کے ہزار ہا شاگرد علماء کرام ہیں جو اس وقت بھی پاکستان، بنگلہ دیش، حجاز مقدس وغیرہ میں خدمت دین کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنے مدرسہ میں رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک زمانہ تھا آپ کا دورہ تفسیر قرآن پورے ملک میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پون صدی تک حضرت درخواستیؒ بلا مشارکت غیرے، علماء حق کے قافلہ کے سرخیل رہے۔ جہاں آپ کے قدم پڑے وہاں پر اللہ رب العزت کی رحمت سے دین کے کام کو وہ ترقی ہوئی کہ سبحان اللہ!

حضرت درخواستیؒ کو قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ آپ حدیث شریف کے حافظ کے طور پر پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ محبت و ایثار کا مجسمہ تھے۔ جب بھی ملک میں تبلیغی سفر پر نکلتے تو ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ اس میں دن و رات، گرمی و سردی، صبح و شام، سفر و حضر، شہر و دیہات کی پابندی نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے جفاکش، ایثار پیشہ علماء کرام تھک جاتے تھے۔ مگر آپ کو قدرت نے ایسی مٹی سے بنایا تھا جس میں تھکاوٹ و آرام کا نام تک نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ ہر جلسہ میں آپ بنیادی خطیب ہوتے تھے۔ قدرت نے آپ کو یہ مقام محبوبیت بخشا تھا کہ آپ کے سامنے کسی بھی خطیب کا چراغ نہ جلتا تھا۔ سادہ عام فہم تقریر فرماتے۔ مگر اس میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ گھنٹوں خود بھی روتے تھے اور لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔ آپ جہاں جاتے بغیر اشتہار و اعلان کے ہزاروں کا اجتماع ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی۔ خیر القرون کے زمانہ کی روایات کے امین و حافظ تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنا دیا تھا اور آپ کی تمام تر خوبیاں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے وقف تھیں۔

حضرت مفتی محمودؒ کے بعد جمعیت علماء اسلام پاکستان انحطاط کا شکار ہو گئی۔ مفکر اسلام مفتی محمودؒ آپ کے دست و بازو تھے۔ ان کی وفات نے صدمہ اور بڑھایا۔ جمعیت علماء اسلام جس

کے لئے آپ نے اپنی جوانی لٹادی تھی۔ اس میں بعض ناگفتہ بہ حالات پیدا ہو گئے۔ جنرل ضیاء الحقؒ کے زمانہ میں بعض مدارس نے زکوٰۃ کے نام پر سرکاری گرانٹ لینا شروع کردی۔ اس کے بد اثرات نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کی پرشکوہ عمارت کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ یہ صدمات حضرت درخواستیؒ کے لئے سوبان روح بن گئے۔ بڑھاپا، قابل اعتماد رفقاء کی رحلت، جمعیت کا اختلاف، یہ صدمات حضرت درخواستیؒ کے لئے مستقل روگ بن گئے۔ جن حضرات کے ساتھ آپ نے کام کیا تھا اور اب جن سے پالا پڑا۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مشرق و مغرب کا فرق تھا۔ اجالے اور اندھیرے کا فرق تھا۔ دن

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۱

رات کا فرق تھا، محتاط اور غیر محتاط کا فرق تھا۔ آپ کی حساس طبیعت نے ان حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ کنارہ کش ہو گئے۔ بیماریوں نے آپ کو گھیر لیا۔ سرگرمیاں محدود ہو گئیں۔ مگر بعض "فہمے غلط کار" لوگوں نے اس اختلاف میں بھی آپ کے نام کو غلط طور پر اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا۔ اس سے آپ کی ذات کو متنازعہ بنادیا گیا۔ نادان لوگوں کی نادانی نے حضرت درخواستیؒ کی زندگی کے ان برسوں کو کربناک بنادیا۔ آپ کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سنبھالنے نہ سنبھل سکی۔ ورثاء و شاگرد، ڈاکٹروں سے جسمانی بیماریوں کا علاج کراتے رہے۔ مگر آپ کے دل کا کاٹا کوئی نہ نکال سکا۔ یا حسرتا!

اتنا عظیم شخص، ماحول، رفقاء اور شاگردوں سے ایسا روٹھا کہ آپ کو منانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی۔ آپ کس قافلہ کے شخص تھے؟ اور اب کن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا تھا؟ آپ کی زندگی میں جمعیت کو متحد کرنے کی ایک کوشش بھی ہوئی۔ بظاہر اتحاد ہو بھی گیا۔ مگر بعض ایسے لوگوں کو یہ گھڑی قیامت معلوم ہوئی۔ وہ اپنی قیادت کے حصار سے باہر نکلنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس کوشش پر انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ پھر وہی تھوکا فضیحتی۔ اس سے آپ کی طبیعت مزید نڈھال ہو گئی۔ اس انتشار کے بعد آپ نے عام اجتماعات میں جانا چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہئے کہ آپ کا دل بھر گیا۔ نہیں بلکہ یوں تعبیر زیادہ مناسب ہوگی کہ آپ کا دل بجھ گیا۔ بعض مخلص نیازمند کبھی کبھار اصرار کر کے بخاری شریف کے ختم کے موقع پر آپ کو لے جاتے۔ آپ بیان بھی فرماتے مگر آپ کا دل ماحول سے اتنا زیادہ دکھی تھا کہ طبیعت میں انشراح نہ ہوتا۔ آنسو بہاتے۔ صبر ایوب علیہ السلام کے وارث! تیری عظمت کو سلام۔ مجال ہے کہ کبھی اپنے دل کے زخم کا کسی کے سامنے اظہار کیا ہو۔ مگر بایں ہمہ آپ کے بے اختیار آنسو آپ کے درد دل کی چغلی ضرور کھاتے تھے۔

مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے جلسہ ختم بخاری میں آپ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی دعوت پر ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نئے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ میں تشریف لائے۔ بیماری و کمزوری کے باوجود حضرت امیر شریعتؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کا کچھ ایسے انداز سے تذکرہ کیا کہ شبہ ہوتا تھا کہ کہیں آپ کو دل کی تکلیف نہ ہو جائے۔ ان کا تذکرہ کرتے کرتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت شیخ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۷۲

الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے تذکرہ پر تو بہت ہی زیادہ طبیعت بے قابو ہو گئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ دعائیں دیں۔ گھنٹہ بھر یہ روحانی و وجدانی کیفیت کی حامل مجلس جاری رہی۔ آپ نے ایک موقع پر اپنے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمن درخواستی کے ذریعہ اپنے درد دل کے علاج (علماء کے) اتحاد کے لئے حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ کو خان پور بھی بلوایا۔ دونوں بزرگ گھنٹوں سوچ و بچار کرتے رہے۔ مگر مشکلات پر قابو پانے کی کوئی راہ نہ نکل سکی۔

اس کے بعد ایک دفعہ آپ انتہائی علالت کے باوجود رحیم یار خان کی ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لائے۔ اپنے شاگرد مبلغین کی سرپرستی فرمائی۔ مجلس کے کام کی تعریف کی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمدؒ کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ رمضان المبارک میں علاج کی غرض سے آپ کو بہاولپور لایا گیا۔ فقیر راقم عیادت کے لئے بہاولپور جماعت کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی کی معیت میں حاضر ہوا۔ آپ کو دیکھا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ عظمت رفتہ کی نشانی، یادگار اسلاف، حافظ القرآن والحديث کی نقابت و کمزوری پر دل سے ہوک سی اٹھی کہ اے کاش! رفقاء اکٹھے ہو جائیں تو حضرت کے درد دل کا علاج ہو جائے۔ ان کی وفات کے بعد بھی اگر یہ حضرات متحد ہو جائیں تو قبر مبارک میں ان کے لئے تسکین روح کا مزید سامان ہو جائے۔ آپ کو ملتان لایا گیا۔ چند دن ملتان میں زیر علاج رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری پابندی سے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ وہاں سے آپ کو کراچی لایا گیا۔ آپریشن بھی ہوا۔ غالباً یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ واپس گھر خان پور تشریف لائے تو طبیعت گرتی ہی چلی گئی۔

قارئین کرام! خدا گواہ ہے کہ فقیر راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خدمتِ حدیث کے باعث آخر وقت تک قدرت نے آپ کو حافظہ کی نعمت کا پورا پورا حصہ دیا تھا۔ بولنے میں گو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر طبیعت پر جبر کر کے جب بولتے تو علم و فضل، حکمت و دانش کے موتی ایسے لٹاتے کہ مجال ہے کہ حافظہ پر بیماری کا ذرہ برابر اثر معلوم ہوتا ہو۔ خدمتِ حدیث کی زندہ کرامت کا یہ نظارہ میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔

نویں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے فقیر راقم کا انگلینڈ جانا ہوا۔ وہاں سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں عمرہ کے بعد امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، حضرت صاحبزادہ طارق محمودؒ، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۷۳

اور صاحبزادہ حافظ محمد عابدؒ کے ہمراہ قیام تھا۔ حافظ صاحبؒ نے دفتر ختم نبوت ملتان فون کیا۔ حافظ محمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ نے فون پر یہ افسوسناک اطلاع دی کہ حضرت درخواستیؒ کا وصال ہو گیا ہے اور کل آٹھ بجے ان کا جنازہ ہوگا۔ ظہر کی نماز کے بعد حرم مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ نے حاضرین سمیت چشم پرہیز سے دعا کرائی۔

۲۸ اگست ۱۹۹۲ء کو صبح چھ بجے حضرت درخواستیؒ کا وصال ہوا۔ ۲۹ اگست کو آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دین پور شریف میں مدفون ہوئے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان، دینی جماعتیں، مدارس و ادارے اور علماء دیوبند کا ہر شخص اپنے محسن و مربی سے محروم ہو گیا۔

حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہ نے ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک سو پانچ سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات علم و فضل کی وفات ہے۔ آپ کے ورثاء، شاگرد، جمعیت علماء اسلام پاکستان کی قیادت سمیت ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوریؒ مسلم لیگ سے اتنے دل برداشتہ ہیں کہ وہ اس کے مقابلہ میں نسبتاً بے نظیر بھٹو کو بہتر گردانتے ہیں اور حضرت درخواستیؒ لیگ اور پی پی دونوں کو ایک سکے کے دو رخ قرار دیتے تھے۔ اتنی سی بات کو میرے ایسے کوتاہ قامت لوگوں نے اتنے پر لگائے کہ دونوں بزرگوں میں بظاہر بعد پیدا ہو گیا۔ مگر حضرت درخواستیؒ کی عظمت کو سلام! کہ آپ اپنی بیماری کے آخری دنوں میں اپنی بیمار و کمزور جان کو خان پور سے دین پور شریف لے گئے۔ دین پور کے سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ دونوں بزرگوں کی رنجش دور ہوئی۔ دونوں بزرگوں پر گریہ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہر شخص آبدیدہ ہو گیا۔ حضرت درخواستیؒ دین پور شریف کے ایک ایک دروازہ پر گئے اور کہا سنا معاف کرایا۔

قبرستان میں حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ، حضرت میاں عبدالہادی پوریؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے مزارات پر حاضری دی۔

حضرت درخواستیؒ کے اس اقدام اور حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ کی اکابر شناسی کے باعث خان پور اور دین پور کا بعد دور ہوا اور ایسا دور ہوا کہ آج حضرت درخواستیؒ وفات کے بعد اپنے جنازہ کو رفقاء کے کندھوں پر لے جا کر دین پور شریف گئے اور ایسے گئے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں اپنے اکابر کے قدموں پر اپنے دل کا علاج تلاش کر لیا۔ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میٹھی اور سکھ کی نیند سو رہے ہیں۔

(۶۴۸)

عبداللہ دھرم کوٹیؒ، مولانا

(وفات: ۲۴ جنوری ۱۹۶۴ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علامہ عثمانیؒ کے شاگرد، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور ان کے بعد ان کے خلیفہ مولانا اللہ بخش بہاولنگریؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ دھرم کوٹ فیروز پور میں پیدائش، چک نمبر ۱۲۶ خوشاب میں وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی اس وقت بہاولپور میں شیخ الحدیث ہیں۔ اپنے دور میں مولانا عبداللہ دھرم کوٹی عقیدہ ختم نبوت کے وکیل شمار ہوتے تھے۔

(۶۴۹)

عبداللہ روپڑیؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۴ء وفات: ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء)

مولانا محمد عبداللہؒ موضع کیر پور امرتسر میں پیدا ہوئے۔ چھانگا مانگا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے مدرسہ غزنویہ، دہلی، رامپور میں پڑھتے رہے۔ فاضل عربی پاس کیا۔ مولانا حافظ عبدالمنانؒ اور پھر سال بعد روپڑ ضلع انبالہ چلے گئے۔ جہاں مدرسہ اہل حدیث قائم کیا۔ یہاں وہ امرتسری سے روپڑی بن گئے۔ معروف اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالقادر روپڑیؒ کے چچا تھے۔ مولانا عبداللہ روپڑیؒ نے مسجد قدس چوک دالگراں لاہور کی بنیاد رکھی اور ماہنامہ تنظیم اہل حدیث

جاری کیا۔ آپ نے ”مرزائیت اور اسلام“ کے نام سے کتاب لکھی۔ آپ نے یہ کتاب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں تحریر کر کے حکومت پر واضح کیا کہ قادیانیت، اسلام کے متوازی و متبائن ہے۔ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ قادیانیت اور اسلام یا قادیانی اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ حقائق کو باہم دیگر ایک قرار دینا حکومت کی سخت نادانی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۳ء کے دوران میں لکھی گئی۔ لیکن اشاعت بعد میں ہوئی۔ ہم نے اسے احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ غلطی سے دوبارہ یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شائع ہو گئی ہے۔

(۶۵۰)

عبداللہ شاہجہانپوریؒ، مولانا

مرزا قادیانی کا ایک مرید محمد احسن امروہی تھا۔ اس کذاب مرید نے اکذب پیر کے حق میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ”اعلام الناس“ تھا۔ اسے مرزا قادیانی نے پڑھا تو خوب تعریف کے پل باندھے۔ غرض ”اعلام الناس“ مرزا قادیانی کی تصدیق شدہ سمجھی گئی۔ قادیانی کتاب ”اعلام الناس“ کا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ نے ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء) میں ”شفاء للناس“ کے نام سے جواب لکھا۔ اس کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی سولہ سال زندہ رہا۔ لیکن اس کتاب کا رد لکھنے کی دجال قادیان کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس عجز و بے بسی نے مرزا قادیانی کو سولہ آنے جھوٹا ثابت کر دیا۔ خوشی کا باعث ہے کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۲ میں یہ کتاب بھی شامل کر دی گئی ہے۔

(۶۵۱)

عبداللہ عفیّؒ، مولانا

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کے تحت قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا۔ قصور کے مجذوب و مجاہد جناب اللہ دتہ نیا بازار نے فتویٰ طلب کیا۔ اہل حدیث مکتب فکر کے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ عفیّؒ نے جواب تحریر کیا جو ”علمی تحقیق“ کے نام پر شائع ہوا، جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع کیا گیا۔ اسی

طرح فتویٰ شرعیہ نمبر: ۲۰۱، انجمن اہل حدیث وزیر آباد کا شائع کردہ بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شائع کیا گیا۔

(۶۵۲)

عبداللہ غازی پوریؒ، مولانا محمد

مولانا محمد عبداللہ غازی پوریؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”میں نے اوراق سوال کو آخر تک پڑھا اور مرزا قادیانی کے عقائد و مقالات کو اس کی اصل تصانیف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۷۶ میں بھی دیکھا۔ یہ شخص دجال، کذاب اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔“

(۶۵۳)

عبداللہ معمارؒ، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد عبداللہ معمارؒ اہل حدیث مکتب فکر کے مسلمہ رہنما تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ کے رد قادیانیت کے محاذ پر دست بازو تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق کتاب ”محمدیہ پاکٹ“ سے ایک زمانہ نفع حاصل کر رہا ہے۔ اس کتاب کے نام سے قادیانیت کانپتی ہے۔ وہ کتاب چونکہ عام طور پر مل جاتی ہے، مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور اسے مسلسل شائع کر رہا ہے۔ اس لئے اسے احتساب قادیانیت میں شائع نہیں کیا۔ اس کے علاوہ تین رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شامل اشاعت ہیں:

۱..... ”اکاذیب قادیان“

۲..... ”مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل“

۳..... ”روئداد مناظرہ روپڑ“

(۶۵۴)

عبداللہ ٹونکیؒ (اورینٹل کالج لاہور)، مفتی محمد

(وفات: ۱۹۳۲ء)

مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق تحریر کیا کہ: ”میں نے قادیانی کے وہ اقوال جو استفتاء میں درج ہیں پڑھے اور ان کو اس کی اصل تصانیف میں بھی ملاحظہ کیا۔ یہ اقوال شریعت اسلام کے خلاف ہیں۔ میرے نزدیک یہ شخص احاطہ اسلام سے خارج اور قرآن وحدیث کے اتباع سے باہر ہے۔“

(۶۵۵)

عبداللہ کلامؒ، مولانا

سکھر سے ایک صاحب نے ۱۹۸۶ء میں سوال بھیجا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۷

قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہ۔ ان دنوں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے دارالافتاء میں مولانا عبداللہ کاکاخیل ہوتے تھے۔ انہوں نے فتویٰ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے شائع کیا جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

(۶۵۶)

عبداللہ (کھاریاں)، مولانا شیخ محمد

(پیدائش: ۱۲۴۹ھ وفات: ۱۳۳۹ھ)

فاضل تبحر، مرجع الفضلاء بے مثل تاریخ گو، مولانا شیخ عبداللہ بن مولانا صدرالدین ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم حافظ نور الدین سے حاصل کی۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی۔ تکمیل علوم کے بعد چک عمر (تحصیل کھاریاں ضلع گجرات) میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بے شمار علماء آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ علامہ اصغر علی روحی کا کہنا ہے کہ میں نے لاہور کی مساجد اور علماء کی فہرست تیار کی تو نصف سے زیادہ حضرت مولانا شیخ عبداللہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔ شیخ عبداللہ بے نظیر فاضل اور مناظرہ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ حضرت پیر سید غلام حیدر شاہ جلالپوری کی وساطت سے خواجہ پیر شمس العارفین سیالوی سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے عربی و فارسی میں ایک منظوم نصیحت نامہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے لکھا تھا۔

(۶۵۷)

عبدالماجد بدایونیؒ، مولانا

(پیدائش: ۲۸ اپریل ۱۸۸۴ء، بدایون وفات: ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

مولانا عبدالماجد بدایونیؒ خانوادہ عثمانیہ بدایون کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد کا نام حکیم عبدالقیومؒ اور برادر مکرم کا نام مولانا عبدالحامد بدایونیؒ تھا۔ جو تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے نامور رہنما تھے۔ جن کا کراچی میں وصال ہوا۔ مولانا عبدالماجد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۷۸

بدایونیؒ نے تمام دینی تعلیم بدایون کے مقتدر علماء سے حاصل کی اور پھر حکیم غلام رضا خانؒ کے پاس دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایون کے مہتمم رہے۔ ماہنامہ شمس العلوم بدایون کے چیف ایڈیٹر، صوبہ متحدہ جمعیت علماء ہند کے ناظم، تحریک خلافت کے رہنما، مسلم کانفرنس کے رکن رہے۔ آپ جہاں رہے ممتاز رہے اور جس تحریک میں حصہ لیا دل و جان سے لیا۔ آپ کے تبحر علمی کا ایک زمانہ معترف تھا۔ آپ نے ”خلاصۃ العقائد“ نامی کتاب لکھی، اس کے ایک باب عقیدہ ختم نبوت کے لئے وقف ہے جسے عقیدہ ختم نبوت کی جلد ۱۳ میں نقل کیا گیا ہے۔

(۶۵۸)

عبدالمالک شاہؒ (گوجرانوالہ)، مولانا سید

(وفات: ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا سید عبدالمالک شاہؒ گاؤں شاہ حسن خیل نزد عبدالخیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے برادر خورد حضرت مولانا خلیفہ محمدؒ سے حاصل کی۔ جوہر آباد کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام ربانیؒ سے بھی آپ نے ابتدائی کتب پڑھیں۔ انتہائی کتب اور دورہ حدیث شریف کی تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے پاکستان کی ہر دل عزیز شخصیت، یادگار اسلاف شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ اشرف العلوم، جامعہ انوار العلوم، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے آپ نے دیگر فنون کی تکمیل کی۔

جامعہ انوار الاسلام شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ نے مولانا سید عبدالمالک شاہؒ کو جامعہ انوار العلوم میں مدرس رکھ لیا۔ مولانا سید عبدالمالک شاہؒ نے با اعتماد تدریس کے باعث طلباء اور شاگردوں میں جلد قبولیت عامہ حاصل کر لی۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باعث مولانا مفتی عبدالواحدؒ نے مدرسہ کے ساتھ اپنے تانبا کے کارخانہ کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کر دی۔ اٹھارہ سال آپ نے انوار العلوم میں تدریس کے فرائض اس خوبصورتی کے ساتھ نبھائے کہ دنیا عس عس کر اٹھی۔ آپ کی خداداد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ﴿ ۱۲۷۹ ﴾

مقبولیت و شہرت کو دیکھ کر جامعہ مدنیہ لاہور کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں نے جامعہ مدنیہ کے لئے آپ کی تدریسی خدمات کا تقاضہ کیا۔ تب آپ نے یہاں تین سال تک ترمذی شریف، توضیح، تلویح، ہدایہ جیسی امہات الکتب کی تعلیم دی۔ ان دنوں آپ کا قیام گوجرانوالہ اور تدریسی ڈیوٹی لاہور میں ہوتی۔ تب تین سال کے شب و روز کی محنت کے بعد تھک گئے۔ حضرت مولانا سید حامد میاں سے اجازت لے لی۔ جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کے حکم پر آپ نے نصرۃ العلوم میں تین عشروں تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ اس وقت دورہ حدیث کے طلباء کو ابوداؤد شریف پڑھا رہے تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔

آپ جمعیتہ علماء اسلام کے بنیادی نظریاتی کارکن تھے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور قائد جمعیتہ مولانا فضل الرحمن کے آپ معتمد خاص تھے۔ مولانا سید عبدالملک شاہ زندگی بھر دین کی سربلندی و عروج اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ آپ نے ضلعی، صوبائی اور مرکزی عہدوں پر جمعیتہ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت بھی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

آپ کا بیعت کا تعلق پنیالہ کے سادات کرام کے سرخیل مولانا صاحبزادہ احمد سے تھا۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری سے بھی ارادت کا تعلق تھا۔ دارالسلام کے مولانا سید علاؤالدین سے آپ نے سلوک کے اسباق پڑھے۔ دارالسلام خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین مولانا پیر ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم سے سلوک کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا سید عبدالملک شاہ، امانت و دیانت، تقویٰ و اخلاص کا پہاڑ تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے ہمیشہ خیر و بھلائی کی باتیں سنی گئیں۔ آپ اتحاد المسلمین کے زبردست حامی تھے۔ فرقہ واریت کو ملک

وملت کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ہنس مکھ چہرہ، باغ و بہار شخصیت، نیکی و تقویٰ کی سعادت مندی کے آثار پیشانی پر جھلکتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص آتا، سب غم بھلا کر جاتا۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ خلق خدا کی خدمت کر کے روحانی فرحت محسوس کرتے تھے۔ قدرت نے آپ کو معاملہ فہمی کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ اجلا لباس، سر پر پگڑی، کندھے پر رومال، چہرہ پر آل رسول ہونے کے آثار مبارکہ، جب بولتے تھے تو ہونٹوں سے پھول برستے تھے۔ ہمیشہ کارکنوں کو آگے بڑھاتے تھے۔ سٹیج پر آنے، اپنا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۸۰

قد کاٹھ بڑھانے کے چکروں سے رحمت حق نے انہیں ہمیشہ محفوظ رکھا۔ مدرسہ و مسجد سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔

لاہور، سیالکوٹ ہائی پاس پر نہر کے کنارے نئی آبادی میں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ بنا بنایا مدرسہ دوسرے ساتھی کے سپرد کر کے فارغ ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ اہتمام و تولیت کے فرائض سرانجام دینے میرے بس کا روگ نہیں۔ توکل علی اللہ ان کی زندگی کا سرمایہ تھا۔ نام و نمود سے کوسوں دور تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خیر خواہ تھے۔ ہر محفل و میٹنگ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفاع کیا کرتے، گویا صفائی کے وکیل کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ چنیوٹ دستیاب مگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کو عرصہ سے شوگر نے گھیرا ہوا تھا۔ جگر کی بیماری بھی بن بلانے مہمان کی طرح چمٹ گئی۔ دل و گردہ بھی متاثر تھے۔ اس کے باوجود اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ پاؤں میں زخم ہوا تو شوگر کے باعث اس نے خطرناک شکل اختیار کی۔ لاہور سروسز ہسپتال داخل ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کیا۔ مولانا فضل الرحمن ملنے کے لئے ہسپتال آئے۔ ڈاکٹروں نے دل و جان سے علاج کا حق ادا کیا۔

وصال سے چند روز قبل عیادت و زیارت کے لئے فقیر راقم سروسز ہسپتال لاہور حاضر ہوا تو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ بہت ہی محبت سے سرفراز فرمایا۔ وہ سراپا راضی با تقدیر الہی نظر آتے تھے۔ فقیر نے دیکھا تو آنکھوں میں نمی آگئی۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا! زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتوں سے نفع اٹھایا۔ زندگی بھر دوڑتے رہے۔ اب اللہ رب العزت نے تھوڑی بہت یہ تکلیف دی ہے تو اس کی تقدیر پر راضی ہوں۔ اللہ میاں سے درخواست کی ہے کہ بہت ہی چھوٹا بندہ ہوں۔ چھوٹی سی تکلیف کے بھی قابل نہیں۔ اس سے زیادہ تکلیف نہ دیں کہ برداشت سے باہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ان کی دعا کو قبول فرمایا کہ وہ دنیا بھر کی تکلیفوں سے چھٹکارا پا کر آخرت کی راحتوں کے

وارث قرار پائے۔ گوجرانوالہ میں نصرۃ العلوم میں آپ کا جنازہ ہوا۔ جو گوجرانوالہ کے تاریخی جنازوں میں سے ایک جنازہ تھا۔ نماز جنازہ پیر طریقت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ نے پڑھائی۔ اپنے استاذ و مربی و مہتمم، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے قدموں میں آسودہ خاک ہو گئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۸۱

(۶۵۹)

عبدالمالک صدیقیؒ (خانیوال)، مولانا خواجہ

(وفات: ۸ ستمبر ۱۹۷۴ء)

پیر طریقت، سلسلہ نقشبندی کے ممتاز شیخ ایک مینار والی مسجد و مدرسہ خانیوال کے بانی ملک بھر میں مریدوں کا وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ سندھ کے قادیانیت زدہ علاقوں میں عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ و ترویج کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ آج ان کے مزار مبارک کی مسجد میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس آپ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا خواجہ عبدالخالق صدیقی منعقد کرتے ہیں۔

(۶۶۰)

عبدالمتین ابوزرین جھنگیؒ، مولانا

موصوف مولانا عبدالنوابؒ محدث ملتانی اہل حدیث کے شاگرد تھے۔ آپ نے سولہ صفحات پر مشتمل رسالہ بنام ”قادیان کا راز کھل گیا“ تحریر فرمایا۔ جسے محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔

(۶۶۱)

عبدالمجید امجد بخاری بٹالویؒ، جناب سید

سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری بٹالویؒ موصوف محکمہ ڈاک کے ملازم تھے۔ قادیان میں پوسٹ ماسٹر کے طور پر عرصہ بھر کام کرتے رہے۔ یہ ۱۹۱۰ء کی بات ہے۔ پھر ۱۹۱۶ء میں دوبارہ یہ قادیان کے پوسٹ آفس کے انچارج بن کر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ نے قادیان میں انجمن حمایت اسلام قادیان بھی قائم کی۔ اس کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ کے عنوان پر ایک عظیم الشان کانفرنس کا بھی آپ نے اہتمام کیا۔ جس میں مولانا نور احمد امرتسریؒ، پروفیسر مولانا سید احمد علی شاہؒ (اسلامیہ کالج لاہور و خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور دوسرے حضرات کو مدعو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۸۲

کیا۔ غرض مجلس احرار اسلام کل ہند کی کانفرنس اکتوبر ۱۹۳۴ء سے بھی قبل کی یہ کانفرنس تھی جو قادیانیوں کے مقابلہ میں منعقد ہوئی۔ جناب سید عبدالمجید شاہ امجد بخاریؒ تقسیم کے بعد خیر پور میرس آگئے تھے۔ بخاری جنرل سٹور کے نام پر کاروبار بھی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں آپ نے ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس کا نام تھا: ”میں اور قادیان“ الحمد للہ! کہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں یہ رسالہ بھی توفیق الہی سے شامل کر دیا گیا ہے۔ متذکرہ کانفرنس کی تفصیل اس رسالہ میں موجود ہے۔

(۶۶۲)

عبدالمجید انورؒ (ساہیوال) ، مولانا

(وفات: ۱۱ جون ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ چک نمبر ۹۲ گ ب جو مرید والا اور ماموں کانجن کے درمیان واقع ہے کے رہائشی تھے۔ آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے نامور شاگرد تھے۔ جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد آپ مختلف مدارس میں درجہ کتب کے استاد رہے۔ پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کی صدارت، حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ کی نظامت میں عرصہ تک تشنگان علوم اسلامیہ کی جامعہ رشیدیہ میں پیاس بجھاتے رہے۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ افہام تفہیم کا حق تعالیٰ نے آپ کو

ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کو چٹکیوں میں سمجھانے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ بہت اچھے واعظ و خطیب بھی تھے۔ خطابت میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ آپ کا آئیڈیل تھے۔ البتہ تقریر میں ہر موقعہ شعر پڑھنے میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا طرز اپناتے تھے۔ آپ کی تقریر عام فہم اور مؤثر ہوتی تھی۔ ایک زمانہ میں اکثر و بیشتر پنجاب کے بڑے مدارس کے سالانہ اجتماعات پر بڑی خصوصیت سے آپ کے وعظ ہوتے تھے۔ عوام و خواص آپ کے بیان میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بیان میں پند و نصائح، موعظت کے واقعات، ذکر الہی و فکر آخرت، اعمال صالحہ کی ترغیب، سنت

رسول بدعا پہلا ایک محرم عہدا خطا

اشعر مجرا جام نام کے ا مقدمہ شہر حا

اثر بار سرا اکا پا

ریا ے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۸۳

رسول ﷺ کے احیاء، محبت نبوی ﷺ، مدارس عربیہ کی اہمیت و ضرورت، صالح معاشرہ کی تشکیل، بدعات و رسوم کی قباحت پر بیان کرتے تو بہت اچھا ماحول پیدا کر دیتے۔ ہر جلسہ میں اپنے سے پہلے مقرر کی کسی بات کو لے کر بات کو آگے بڑھاتے تو مجمع کو چند منٹوں میں اپنا گرویدہ کر لیتے۔ ایک زمانہ میں جامعہ خیر المدارس میں تقریر کرنا بڑے اعزاز کی بات ہوتی تھی۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ مقررین کے انتخاب میں بہت سارے امور کو مدنظر رکھتے تھے۔ مولانا عبدالمجید انورؒ کا خیر المدارس کے جلسہ میں اہمیت کے ساتھ بیان ہوتا تھا جو آپ کی کامیاب خطابت کے لئے بطور سند کے وزنی دلیل ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں اضمحلال در آ گیا۔ مولانا علامہ غلام رسولؒ، مولانا مفتی مقبول احمدؒ، مولانا سید نذر محمد شاہؒ نے جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو مولانا عبدالمجید انورؒ بھی ان کے ساتھ جامعہ رشیدیہ سے اٹھ آئے۔ مولانا سید نذر محمد شاہ مرحوم نے تو الگ سے اپنا ادارہ انوار رحمت کے نام پر قائم کر لیا جو اب بھی بڑی کامیابی سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ باقی حضرات نے نہر کے دوسرے کنارے پر جامعہ علوم شرعیہ قائم کر لیا۔ یہاں بھی مولانا عبدالمجید انورؒ بنیادی اور منتہی کتب کی تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ مولانا مفتی مقبول احمدؒ برطانیہ کے اہم شہر گلاسگو میں خطیب مقرر ہو گئے۔ مولانا علامہ غلام رسولؒ کو آخرت کا بلاوا آ گیا تو علوم شرعیہ کے سب سے سینئر استاذ و مدرس حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ ہی رہ گئے۔ آپ نے ان حالات میں جامعہ علوم شرعیہ میں تدریس کے بانکپن کو برقرار رکھا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ بنیادی طور پر تدریس و خطابت کے آدمی تھے۔ انتظامی امور میں زیادہ جوہر آپ کے کھل کر سامنے نہ آئے۔ مزاجاً ہنس مکھ انسان تھے۔ بات سے بات پیدا کرنی، اس میں

رنگ بھرنا اور مجلس کو کشت زعفران بنانے کے بھی ماہر تھے۔ مزاج کے سڑیل بالکل نہ تھے۔ البتہ ہنسوڑ بھی نہ تھے۔ تاہم کسی سے ٹھن گئی تو گرہ کے بھی مضبوط تھے۔ اکھاڑ پچھاڑ نقد و جرح میں پہل تو آپ نہ کرتے لیکن چونچ اڑ گئی تو دھیمے انداز میں خوب لتے لیتے۔ لیکن انداز ہمیشہ عالمانہ رہتا۔ کبھی بھی عالمانہ وقار کو مجروح نہ ہونے دیا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ کو بہت صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی، نوعمر بیٹے کی حادثاتی جدائی پر آپ سراپا صبر و شکر بن گئے۔ تمام صدمات کو برداشت کیا اور بڑے وقار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب علوم شرعیہ میں آپ گرامی قدر رفقاء کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۸۴

بعد اکیلے رہ گئے تو غم غلط کرنے کے لئے برطانیہ منتقل ہو گئے۔ حضرت مولانا مقبول احمد صاحب سے آپ کی عزیز داری بھی تھی۔ انہوں نے برطانیہ دورہ کی دعوت دی۔ آپ نے برطانیہ کے دور دراز شہروں کا دورہ کیا۔ ہر جگہ اپنی دل پذیر خطابت کا سکھ منوایا۔ ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھے گئے۔ برطانیہ کے اہم شہر رچڈیل میں ادارہ تعلیم الاسلام کی جامع مسجد اور دارالعلوم کی تعمیر نو کا مرحلہ شروع تھا۔ یہ جامع مسجد برطانیہ کی اہم خوبصورت و وسیع و دیدہ زیب مساجد میں شامل ہے۔ جامع مسجد کی خطابت اور دارالعلوم کی تدریس کے لئے ہر لحاظ سے مولانا عبدالمجید انور موزوں تھے۔ قدرت کا تحفہ تھے۔ انتظامیہ نے درخواست کی تو آپ مان گئے۔ اس طرح مستقل برطانیہ میں منتقل ہو گئے۔ لیکن اہل و عیال کو پاکستان رکھنے اور برطانیہ منتقل نہ کرنے کے فیصلہ پر سختی سے کاربند رہے۔

جمعیت علمائے برطانیہ نے گوہر نایاب سمجھ کر انہیں اپنا سرپرست مقرر کر لیا۔ رچڈیل میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ بھرپور پذیرائی ملی۔ لیکن جو بن برقرار نہ رہ سکا۔ انتظامی مسائل سے نڈھال ہو گیا۔ البتہ مسجد کی خطابت کا شہرہ رہا اور خوب رہا۔

پاکستان کے موسم میں گردوغبار کی شاہی ہے تو برطانیہ میں نمی کا راج۔ پاکستان میں بھرپور شور و شغب تو برطانیہ میں خاموشی و تنہائی۔ غرض موسم و ماحول دونوں یکسر بدلے تو جند و جان نے اس تبدیلی کو خوشدلی سے قبول نہ کیا۔ پہلے جگر نے بغاوت کی تو اب دل نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ ان دونوں کا اس میں کیا قصور خود مولانا نے بھی اس تبدیلی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ خوب یاد ہے کہ راقم ایک بار آپ کا ہمراہی تھا۔ رچڈیل کی مسجد دو سڑکوں کے درمیان ڈھلوان میں واقع ہے۔ سڑکوں پر آنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ سیڑھیوں سے سڑک پر آئے تو یک دم خوب صحت مند، چوڑے چکلے سینہ کے ابھار والی خاتون کا سامنا ہوا۔ نظریں جھکائیں۔ استغفار

پڑھا اور بے ساختہ ”لقد صدق شیخ لدھیانوی“ کہا اور دل گرفتہ ہو گئے۔ راقم نے آپ کا ہاتھ سہارا دینے کے لئے پکڑا ہوا تھا تو میرے ہاتھ کو دبایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ میرے جامعہ رشیدیہ کے زمانہ کے ساتھی اور قدردان تھے۔ میں برطانیہ منتقل ہوا تو حضرت لدھیانویؒ نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے اس فیصلہ پر مجھے شرح صدر نہیں۔ آپ ضائع ہو جائیں گے۔ جو خدمت دین کے مواقع پاکستان میں حاصل تھے وہ یہاں کہاں نصیب؟ حضرت لدھیانویؒ کا یہ قول نقل کر کے مولانا عبدالمجید انورؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حکیم العصر تھے۔ میری طبیعت و مزاج کی رعایت کی۔ دراصل انہیں فرمانا چاہئے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۸۵

تھا کہ کس گناہ کی سزا میں برطانیہ آگئے ہو؟ نہ یہاں پڑھنا نہ پڑھانا، نہ علمی مجالس، نہ دینی کاموں کا ماحول۔ کہاں وہ دوستوں کا جھرمٹ اور شاگردوں کی فوج اور کہاں یہ اجنبیت و پراگندگی ماحول۔ پھنسا ہوں اور بہت بری طرح پھنسا ہوں۔ فرقة الاحباب و فرقة الشباب سے نڈھال ہوں۔ اب بیماریوں نے گھیر لیا ہے۔ یہاں علاج و معالجہ کی سہولت پر نظر کر کے وقت گزاری کر رہا ہوں۔ ذرہ صحت اعتدال پر آئے تو اڑ جانے کے لئے پر تول رکھے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ دل و جان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدر دان بلکہ فدائی تھے۔ ملتان آئے تو دفتر تشریف لائے۔ مجلس کی کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ برطانیہ سے پاکستان گئے تو حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب کے جامعہ دارالقرآن فیصل آباد میں ختم بخاری کی تقریب میں مہمان خصوصی تھے۔ اگلے دن چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دارالمبلغین کی کلاس رد قادیانیت کورس کا افتتاح تھا۔ تشریف لائے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ سے افتتاحی خطاب کی درخواست کی۔ بیان کیا تو نور بھرا ماحول بن گیا۔
فلحمد للہ!

آپ نے برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں بیماری و علالت کے باوصف کبھی ناغہ نہیں کیا۔ ایسا بیان کرتے کہ کانفرنس میں جان ڈال دیتے۔ مولانا مفتی سعید احمد جلال پوریؒ نے آپ کی وفات کی خبر سناتے ہوئے یہ فرمایا اور خوب فرمایا کہ مولانا عبدالمجید انورؒ کی وفات سے برمنگھم کانفرنس کے ایک کامیاب خطیب اور مؤثر مقرر سے ہم محروم ہو گئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش فرمائیں۔ ذاتی طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک خادم ہونے کے ناطہ میں راقم سے بہت ہی اکرام و محبت کا معاملہ فرماتے۔ ڈھارس بندھا دیتے۔ تقریر پر خوشی سے جھوم جھوم جاتے اور اصلاح بھی فرماتے۔ راقم نے قرآن مجید ناظرہ بچپن میں ایک عورت سے پڑھا۔

خود جاہل ہوں، مجہول کیا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ پتہ نہیں صحیح بھی پڑھتا ہوں کہ نہیں۔ ایک بار علیحدگی میں فرمایا کہ آپ کو کوئی نہیں کہے گا۔ یہ ناخوشگوار فریضہ میں (مولانا عبدالمجید انورؒ) سرانجام دیتا ہوں۔ زبر کی بجائے زیر ہے۔ اس سے ان کی محبت و اخلاص و سرپرستی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ زیر و زبر تک مجھ مسکین پر نظر رکھتے تھے۔

ایک بار بیان میں راقم نے عرض کیا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کو پاخانہ کی جگہ موت کے باعث وہاں دفن ہونا چاہئے تھا تو تقریر کے بعد فرمایا کہ آپ نے جو بیان کیا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تدفین کے موقع

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۸۶

پر فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ لیکن مشکوٰۃ شریف میں دوسری روایت میں اور بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جہاں اپنے نبی کا دفن ہونا مطلوب ہوتا ہے وہاں اپنے نبی کی وفات واقع فرماتے ہیں۔ فقیر نے سنا تو جھوم اٹھا۔ شکریہ ادا کیا۔ لیکن اپنی لاابالی کے باعث ایک بار پھر بیان کیا تو صرف پہلی روایت بیان کی۔ مولانا عبدالمجید انورؒ پہلے اب دوسری بار کے بیان میں بھی موجود تھے۔ تو پھر علیحدگی میں فرمایا کہ پچھلے سال بھی ایک روایت مشکوٰۃ کی سنائی تھی۔ اس میں موقف زیادہ اجاگر ہوتا ہے۔ آپ نے آج پھر اسے بیان نہیں کیا۔ غرض سبق کیا دیتے تھے سنتے بھی تھے اور یاد بھی کرا دیتے تھے۔ اس کے بعد تو موقعہ کی مناسبت سے کبھی اس روایت کو بھول نہیں پایا۔ ان کی وفات مجلس تحفظ ختم نبوت کے دلی بھی خواہ کی وفات ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید انورؒ کھلا گول چہرہ، خوبصورت داڑھی، رنگت سانولی، کشادہ پیشانی، بھاری سر، چوڑا سینہ، صحت کے زمانہ میں خوب سڈول مائل بہ فربہی ڈیل ڈول اور درمیانہ قد کے تھے۔ سر پر ہمیشہ تھانویؒ وضع کی ٹوپی رکھتے تھے۔ کندھے پر رومال۔ لباس سادہ کھلا اور اجلا۔ جو ملا پہن لیا۔ لباس میں رنگت وغیرہ کے دل دادہ نہ تھے۔ چلنے میں وقار کی پھرتی۔ معاملہ فہمی کے ماہر اور دوستی دشمنی کے جھمیلوں میں نہ پڑنے والے تھے۔ کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کے لئے جو داڑھ کے نیچے آگیا، رگڑا اور چل دیئے کا معاملہ ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ بہت ہی صالح اور عبادت گزار تھے۔ پاکستان آتے جاتے عمرہ یا حج کا سفر ضرور کرتے۔ اس لئے حج و عمرہ کا شمار تو وہ خود یا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جن کی رضا کے لئے وہ کرتے تھے اجر بھی اسی ذات نے دینا ہے۔

پہلے ذکر کیا ہے کہ وفات کی خبر کراچی سنی - مولانا قاضی احسان احمد صاحب سے کاغذ قلم مانگا۔ لیکن مضمون نہ لکھ سکا۔ آج ۲۳ جون ۲۰۰۸ء ہے۔ ایک دو دن میں رچڈیل مسجد جانا ہے۔ مضمون دفتر لندن میں لکھ رہا ہوں۔ تعزیت ان کے نمازیوں سے جا کر عرض کروں گا۔ لندن میں مغرب کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ پاکستان میں زرداری ٹائم رات کے دو بج گئے۔ اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ کافی و بس، باقی سب ہوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محسنوں کی وفات سے دل و دماغ پر کیا بیتی ہے اس سے ہر ذی عقل انسان واقف ہے۔ راقم مزید کیا مرثیہ خوانی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۸۷

درگزر فرمائے۔ مولانا مرحوم نے بیماری کے باوجود عمرہ کیا۔ پاکستان گئے۔ واپسی پر برطانیہ کے لئے سیٹ بک تھی۔ بیماری نے شدت اختیار کی تو سیٹ کینسل کرا دی۔ اپنے گھر ساہیوال میں کچھ دن زیر علاج رہے کہ بلاوا آ گیا۔ برطانیہ آنے کی بجائے بطنِ ارض کی طرف کوچ کیا۔ چلو آخری خواہش کہ صحت بحال ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے وطن جانے کے لئے پر تولے ہوئے ہوں کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ وطن آگئے اور اب فوتگی کے بعد صحت کیا جوانی بھی عود کر آئی ہوگی کہ آخر صالح عالم دین تھے۔ ان کی تمنا قدرت نے یوں پوری کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین!

(۶۶۳)

عبدالمجید دہلوی ، مولانا

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دجال قادیانی کا دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانی سے تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے وہ ناتمام چھوڑ کر ”جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا“ اس بحث کو مولانا محمد بشیر سہسوانی نے ”الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح“ کے نام سے شائع کیا۔ اس پر قادیانی چیف گرو کے چیلے محمد احسن امروہی قادیانی نے ”اعلام الناس“ لکھی۔ جس پر مولانا عبدالمجید نے دہلی سے بھوپال جا کر مولوی احسن امروہی قادیانی سے خط و کتابت کی۔ یہ تمام مراسلت مولانا عبدالمجید دہلوی نے ”بیان للناس“ کے نام پر شائع کی۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۶۶۴)

عبدالمجید سوہدروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء وفات: نومبر ۱۹۵۹ء)

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ نے سوال و جواب کی صورت میں ”داستان مرزا“ کے نام سے کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اوّل لکھا ہے۔ آخر میں ”دوسرے حصہ کا انتظار فرمائیں“ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۸۸

ہوا یا نہیں۔ مولانا موصوف نے حصہ اوّل کے ٹائٹل پر یہ تعارف درج کیا۔ ”مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مدلل اور معقول طرز بیان نہایت صاف اور سلیس پیرایہ دلکش اور سنجیدہ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہے۔“ فقیر سو فیصد اس تعارف کی تائید کرتا ہے جیسے سنا اس سے ہزار درجہ بہتر پایا کا مظہر یہ کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۶۵)

عبدالمجید سیفیؒ، جناب حکیم

(وفات: ۲۲ اگست ۱۹۶۰ء)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا خواجہ خان محمدؒ تحریر کرتے ہیں کہ: ”تحریک کے ضمن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی۔ عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی غرض سے علماء، وکلاء کی تیاری، مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے رہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددیؒ، خلیفہ مجاز خانقاہ سراجیہ نے اپنی عمارت ۷۷ ریڈن روڈ لاہور کو تحریک کے رہنماؤں کے لئے وقف کر دیا۔ تمام تر مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لئے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور رہائی کے بعد مولانا

محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دوسرے رہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔“

(۶۶۶)

عبدالمجید فاروقی (لاہور)، مولانا

موصوف گنج مغلیہ لاہور کے تھے۔ ”قادیانی کی گالی کا حقدار کون؟“ پمفلٹ انہوں نے شائع کیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۸۹

(۶۶۷)

عبدالمجید (فجی آئی لینڈ)، مولانا

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر نے ۱۹۶۸-۶۹ء کے قریب انگلستان کا دورہ کیا۔ اس دوران میں ایک عرصہ کے لئے فجی آئی لینڈ بھی تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں فجی آئی لینڈ کے مولانا عبدالمجید دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر ملتان آئے اور حضرت مولانا محمد حیات سے رد قادیانیت پر کورس بھی کیا۔ مولانا عبدالمجید، مولانا بشیر احمد خاکئی (شورکوٹ)، مولانا نذیر بلوچ اور فقیر راقم ہم چار دوستوں کی کلاس تھی۔ یہاں سے فراغت کے بعد فجی تشریف لے جا کر ختم نبوت کے کام کو سنبھالا۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں برکتوں سے سرفراز فرمائیں۔

(۶۶۸)

عبدالمجید مونگیری، مولانا

”تعبیر روئے حقانی، رد ہفوات قادیانی“ تحریر جناب مولانا عبدالمجید کتاب ہذا میں قادیانی رسالہ ”اسرار نہانی“ کا محققانہ و مفصل جواب دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور مولانا سید محمد علی مونگیری کے متعلق قادیانی خرافات کا ایسا جواب دیا گیا کہ قادیانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے گئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں یہ شائع شدہ ہے۔

(۶۶۹)

عبدالمجید ناییناؒ، جناب حکیم حافظ

(وفات: ۱۲ فروری ۱۹۷۲ء) حافظ عبدالمجید مرحوم کی شخصیت اوصاف اور کمالات کا مجموعہ تھی۔ موت العالم، موت العالم کے مصداق ان کی وفات سے ہماری ملی اور دینی زندگی کی صفوں سے ایک تبحر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۹۰

عالم دین ایک حاذق طبیب اور ایک بلند کریکٹر رہنما کی جگہ خالی ہو گئی ہے۔ مرحوم بہ اعتبار مسلک و مشرب اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جس بارے میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے تاثر کا اظہار اس شعر کے ذریعہ فرمایا تھا۔

بہ آن گروہ کہ از ساغر وفا مستند

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

لاریب حافظ عبدالمجیدؒ کا تعلق اس گروہ سے تھا جس کے سرخیل شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، چوہدری افضل حقؒ، مولانا گل شیر شہیدؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور حافظ علی بہادرؒ وغیرہم تھے۔

حافظ عبدالمجیدؒ لائل پور شہر کے ایک نواحی گاؤں چک ۲۴۲ ر۔ ب آبادی وزیر خان کے ایک معزز راجپوت گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد چوہدری وزیر خان صاحب مرحوم پنجاب کے روایتی سفید پوشوں میں شامل ایک لینڈ لارڈ تھے۔ خدا کی قدرت بچپن ہی میں چیچک لگنے کے باعث حافظ صاحبؒ کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اس معذوری کے باعث چوہدری وزیر خان نے انہیں مجبوراً دُنیوی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے اور سبع قرأت و تجوید سے سند حاصل کرنے کے بعد انہوں نے فارسی اور عربی علوم کے حصول کی طرف توجہ مبذول کی۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل سے عربی اور دینی علوم کی سند حاصل کی۔ وہ ہند و پاک کے مشہور محدث علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، جن پر استاد کو بجا طور پر فخر تھا۔

تکمیل الطب لکھنؤ سے فاضل طب کی ڈگری لی اور پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور پنجاب یونیورسٹی ہی سے بی، اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے پہلے نایینا گریجویٹ تھے۔ دینی اور دنیوی علوم و فنون کے حصول کے بعد انہوں نے لائل پور شہر میں اپنا مطب قائم کیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں حکیم نایینا کے عرف سے شہر اور گرد و نواح میں بے پناہ شہرت حاصل کر لی اور اس سلسلہ میں بھی مرجع خلائق بن گئے۔

طبی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسیات اور تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۳۶-۳۷ء کا زمانہ تھا۔ مجلس احرار اسلام اس وقت مسلمانوں کی معروف سیاسی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۹۱ جماعت تھی۔ پنجاب میں ان دنوں اس جماعت کا طوطی بولتا تھا۔ علمائے حق اور حریت پسند نوجوان برطانوی سامراج کے خلاف اسی محاذ سے نبرد آزما تھے۔ حافظ صاحب مجلس احرار اسلام میں شامل ہو گئے۔ حکیم نورالدین مرحوم اس زمانہ میں لائل پور جماعت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے حافظ صاحبؒ کی اعلیٰ صلاحیتوں اور مخلصانہ عملی سرگرمیوں کے پیش نظر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جماعتی صفوں میں حافظ صاحبؒ کو آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ بہت جلد ہی وہ احرار کے معروف رہنما شمار ہونے لگے۔ قیام پاکستان سے قبل لائل پور ہندوؤں اور سکھوں کا شہر تھا۔ چند گنے چنے مسلمان لائل پور شہر میں آباد تھے۔ ان میں حکیم نور دین، شیخ محبوب الہی، مفتی محمد یونس، چاچا محمد اکبر، چوہدری صاحب دین، میاں محمد فتح اللہ، خان سرفراز خان، عطاء محمد آف پکا ماڑی، حافظ محمد عبداللہ، سید بخت بیدار شاہ، چوہدری محمد اکبر اور اسی طرح چوہدری نادر خان، میاں محمد نور اللہ اور مولوی محمد عثمان رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ حافظ صاحب اپنی دینی سیاسی اور سماجی خدمات کی بدولت اس فہرست میں شامل تھے۔

۱۹۳۹ء میں جب دوسری عالم گیر جنگ شروع ہوئی تو برصغیر ہند و پاک میں سب سے پہلے مجلس احرار نے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون، فوجی بھرتی کا بائیکاٹ اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور تھوڑے عرصہ ہی میں احرار رہنماؤں نے اپنی جوشیلی اور باغیانہ تقریروں کی بدولت پورے ہندوستان کی فضا کو انگریزوں کے خلاف برہم کر دیا۔ اس تحریک میں حافظ عبدالمجید صاحبؒ نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ بالآخر ایک باغیانہ تقریر کی وجہ سے ان پر مقدمہ چلا اور وہ ایک سال سزا کے لئے جیل چلے گئے۔ یہ قید انہوں نے راولپنڈی جیل میں مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، آغا شورش کاشمیریؒ اور مولانا گل شیر شہیدؒ جیسے اکابر کی ہمراہی میں کاٹی۔ قید کے زمانہ میں بھی

حافظ صاحبؒ نے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آغا شورش کاشمیریؒ نے اسی قید کے دوران حافظ صاحبؒ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ رہائی کے بعد انہوں نے پھر وہی باغیانہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔ ان کی انہی سیاسی خدمات کے پیش نظر ساتھیوں نے انہیں مجلس احرار لائل پور کا صدر اور مرکزی مجلس کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کر لیا۔ آزادی وطن تک وہ مجلس احرار کے صف اول کے رہنماؤں میں شریک رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا اور سیاسی سرگرمیوں سے تقریباً کنارہ کشی اختیار کر لی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۹۲

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر اور مجلس عمل کے رکن رکن تھے۔ تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مارچ ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہو کر ایک سال کے لئے نظر بند کر دیئے گئے۔ تحریک کے تمام لیڈر گرفتار ہو چکے تھے۔ جیلیں رضاکاروں سے بھری پڑی تھیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تحریک ختم نبوت میں ایک لاکھ رضاکاروں نے اپنی گرفتاریاں پیش کی تھیں۔ تحریک کا زور ٹوٹ جانے کے بعد حکومت اس فکر میں تھی کہ زیادہ سے زیادہ رضا کاروں کو رہا کر دے۔ اس فکر کے لئے سرکاری حکام رضا کاروں کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ معافی نامہ کے فارم پر دستخط کر دیں یا ضمانت پر رہائی کی درخواستیں دیں۔ یہ سلسلہ لائل پور جیل میں بھی شروع ہوا۔

راقم الحروف کو ۲۰ / مارچ ۱۹۵۳ء کو گرفتار ہوتے ہی لاہور شاہی قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ لائل پور میں باقی جو رہنما موجود تھے ان میں حافظ عبدالمجیدؒ کو حکومت کی سکیم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا گیا اور انہیں میرے بعد لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ ایک ماہ بعد جب میں مولانا عبدالواحد خطیبؒ گوجرانوالہ اور چوہدری ثناء اللہ بھٹہؒ کی معیت میں شاہی قلعہ سے لاہور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا تو حافظ صاحبؒ کو وہاں موجود پایا۔ وہ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، مولانا نصیرالدین غورغشتیؒ، مولانا خلیل احمد قادریؒ اور دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ سیاست خانہ میں رہے تھے۔ میں نے پہنچتے ہی انہیں اپنے کمرے میں بلوا لیا اور ان کے خادم کی حیثیت سے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ چند دنوں بعد ہمیں کیمبل پور جیل پہنچا دیا گیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ چوہدری ثناء اللہ بھٹہؒ، چوہدری محمد علیؒ ممبر صوبائی اسمبلی شیخوپورہ حمید نظامی مرحوم کے چھوٹے بھائی بشیر نظامی بھی تھے۔ کوئی سال بھر حافظ صاحبؒ کیمبل پور جیل میں ہمارے ساتھ نظر بند رہے۔ اس عرصہ میں مجھے حافظ صاحبؒ کی خدمت کرنے، ایک ہی کمرہ میں رہائش اور ہمرابی کا

شرف حاصل رہا۔ کیمبل پور جیل میں زندانیوں کا جو گروہ موجود تھا۔ اس میں حافظ صاحبؒ اور میرے علاوہ مولانا غلام محمد ترنمؒ، مولانا عبید اللہ احرارؒ، مولانا عبدالرحیم اشرفؒ، سید طیب شاہ ہمدانیؒ، مولانا فضل محمد قصوریؒ، خواجہ جمال دین بٹؒ، جناب حمزہ صاحبؒ کے والد مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ، عبدالحمیدؒ آزاد سر خیل احرار، چوہدری محمد عاشق قصوری مرحوم اور بعض دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ حافظ صاحب مرحوم زندانیوں کے اس قافلہ کے امیر اور جیل کی پاکیزہ محفلوں میں میر محفل ہوا کرتے تھے۔ تمام ساتھی حافظ صاحب کا دل و جان سے احترام کیا کرتے تھے۔ ان سے

۱۲۹۳ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

اكتساب فیض کرتے تھے۔ راقم الحروف اور سید طیب شاہ ہمدانی قصوریؒ نے حافظ صاحبؒ سے پڑھنا شروع کیا اور دوسرے احباب مجھ سے پہلے رہا ہو کر چلے آئے تو مجھے ان کی رفاقت سے محرومی کا شدید احساس اور رنج ہوا۔

حافظ صاحبؒ نے علمی دنیا میں شہرت اور نام حاصل کرنے، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں سرگرم حصہ لینے کے علاوہ عربی اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ لائل پور کی مشہور دینی درس گاہ اشاعت العلوم کو ان کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے۔ حافظ عبدالمجیدؒ اس بات کی بڑی تڑپ رکھتے تھے کہ پاکستان میں قرآن و سنت پر مبنی اسلامی آئین کا نفاذ ہو۔ وہ اس سلسلہ میں ہمیشہ ہر اس شخص اور جماعت سے پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے، جو اس مملکت میں اسلامی آئین کے لئے جدوجہد کرنا چاہتا تھا۔ بعض حلقوں میں وہ جماعت اسلامی سے متعلق سمجھے جاتے تھے۔ حالانکہ وہ جماعت اسلامی میں ہرگز شامل نہ تھے، بلکہ بعض باتوں میں ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔ لیکن وہ آئین اسلامی کی جدوجہد میں ان کے حامی اور معاون تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہر بدی کے خلاف آواز اٹھانے کے سلسلے میں اہل حق کے دوش بدوش ہر قربانی کے لئے تیار ہو جایا کرتے تھے اور بے پناہ مالی امداد دیا کرتے تھے۔ اللہ نے حافظ صاحبؒ کو بڑی خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔ ساتھیوں کو ہمیشہ جوش پر قابو پانے اور ہوش سے کام کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ اجتماعی زندگی میں وہ ساتھیوں اور ہم عصروں کو اختلاف رائے کا حق دیتے اور ان سے خود بھی یہی حق مانگتے تھے۔ ان کی عادت تھی وہ اپنی رائے اور مسلک پر سختی سے کار بند رہتے۔ لیکن کسی دوسرے شخص پر اپنی رائے ہرگز نہ تھوپتے تھے۔

وہ سچے اور کھرے انسان تھے: صاف گوئی اور مختصر گوئی ان کا شعار تھا اور مخاطب سے بھی وہ اسی کی توقع رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نے ہزاروں روپیہ کی کتابیں اپنی جیب خاص سے مصر اور دوسرے ممالک سے منگوائی تھیں اور باقاعدگی سے ان کو سنا کرتے تھے۔ قدرت نے انہیں بلا کا حافظہ دیا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ساتھیوں سے ایک دفعہ حدیث کا سبق سن کر کلاس میں اسے من وعن دہرا دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے اساتذہ حیران رہ جایا کرتے تھے۔ دس دس سال بعد ملنے والے لوگوں کو محض السلام علیکم کی آواز سنتے ہی پہچان کر ان کا نام بتا دیا کرتے تھے۔

وہ آزاد خیال اور وسیع المشرب انسان تھے۔ اللہ نے انہیں علمی اور دینی خزانے کئے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۹۴

علاوہ دنیاوی مال و متاع سے بھی نوازا تھا۔ وہ دل کے سخی تھے۔ دینی اور سماجی بھلائی کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی شہری جائیداد جو تقریباً پانچ چھ مکانوں اور کوٹھیوں پر مشتمل تھی، مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور کے لئے وقف کر دی۔ اس جائیداد کے علاوہ مبلغ گیارہ ہزار روپیہ کے متعلق بھی وصیت کر رکھی جو اب مدرسہ کو دے دیا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے دو دفعہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ پہلی دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عبدالرحیم اشعر کو اور دوسری مرتبہ اشاعت العلوم کے ایک مدرس مولوی عبدالقیوم کو ہمراہ لے گئے۔ ان کے تمام مصارف خود برداشت کئے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو عالم دین انہیں ایک طویل عرصہ سے کتابیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور اس طرح انہیں جدید و قدیم کتب کے مطالعہ کا موقع میسر آتا۔ ان کے لئے ہزاروں روپے کے صرف سے رہائش کا مکان تعمیر کرایا اور ان کے نام کرا دیا۔

حافظ صاحب نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں چک ۲۲۴ ر۔ ب میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ حافظ صاحب نے بے شمار عزیزوں، دوستوں، معتقدوں اور ساتھیوں کے علاوہ اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو سوگوار چھوڑا ہے۔

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

(از قلم: مولانا تاج محمود)

(۶۷۰)

عبدالمجید (کوٹ سبزل)، مولانا

تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان کے رہائشی مولانا عبدالمجید تھے جو کچھ عرصہ کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔

(۶۷۱)

عبدالمنان (سرگودھا)، جناب راؤ

جناب راؤ عبدالمنان سرگودھا کی تاجر برادری کے نامور رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں سرگودھا کی سطح پر مجاہدانہ، قائدانہ، بے باکانہ کردار ادا کیا۔ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما تھے اور بھر پور خطیب تھے۔ خطابت میں راؤ برادری کا جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔

(۶۷۲)

عبدالمنان وزیر آبادیؒ ، جناب حافظ

معروف اہل حدیث رہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان وزیر آبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

”میں نے قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان کو کفر والحاد اور افتراء علی اللہ والرسول سے مملو پایا۔ اس کا مسلک اہل الحاد و فساد کا طریق ہے۔ اس کا مذہب کجی و عناد ہے۔ وہ ان دجاجلہ میں سے ہے، جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی تھی۔“

(۶۷۳)

عبدالواحد خان رام پوریؒ ، مولانا

حضرت مولانا عبدالواحد خان رام پوریؒ کے ساتھ ایک مرزائی نے حیات و ممات عیسیٰ مسیح میں بحث کی اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہا۔ مگر حق غالب رہا اور مرزائی دلائل مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ گئے اور مولانا نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیا۔ ”مناظرۃ دلپسند (۱۳۴۶ھ) ملقب بدولقب تاریخی (لقب اول) فتح مسیح بفرار مرزائی (۱۳۴۶ھ) (لقب ثانی) حیات ممدوح جہاں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ۱۳۴۶ھ“ بہار سے یہ رسالہ اولاً شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۴)

عبدالواحدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ انوار العلوم اندرون شیرانوالہ گوجرانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنما یت علماء اسلام کے مرکزی رہنما WAIT, I notice my transcription got cut off at the end of the last line. Oh, I pressed enter too :early in my thought? No, I will type it properly. Wait, let's re-read the last line of the image گوجرانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما Okay, writing it correctly below رہنما

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۹۵

(۶۷۲)

عبدالمنان وزیر آبادیؒ، جناب حافظ

معروف اہل حدیث رہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان وزیر آبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

”میں نے قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان کو کفر والحاد اور افتراء علی اللہ والرسول سے مملو پایا۔ اس کا مسلک اہل الحاد و فساد کا طریق ہے۔ اس کا مذہب کجی و عناد ہے۔ وہ ان دجالہ میں سے ہے، جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی تھی۔“

(۶۷۳)

عبدالواحد خان رام پوریؒ، مولانا

حضرت مولانا عبدالواحد خان رام پوریؒ کے ساتھ ایک مرزائی نے حیات و ممات عیسیٰ مسیح میں بحث کی اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہا۔ مگر حق غالب رہا اور مرزائی دلائل مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ گئے اور مولانا نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیا۔ ”مناظرۃ دلپسند (۱۳۴۶ھ) ملقب بدولقب تاریخی (لقب اول) فتح مسیح بفرار مرزائی (۱۳۴۶ھ) (لقب ثانی) حیات ممدوح جہاں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ۱۳۴۶ھ“ بہار سے یہ رسالہ اولاً شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۴)

عبدالواحدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ انوار العلوم اندرون شیرانوالہ گوجرانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۹۶

تھے۔ آپ بہت بہادر اور مجاہد عالم دین تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کی جراتوں کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ آپ نے اس تحریک میں بڑی بہادری سے جیل بھی کاٹی تھی۔

(۶۷۵)

عبدالواحد مخدومؒ (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا

مولانا عبدالواحد مخدوم ڈاور علاقہ چناب نگر کے باسی تھے۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے ابتدائی پڑھنے والوں میں تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کردار، تضاد بیانیوں، ایک صد جھوٹ اور درجن بھر جھوٹی پیش گوئیوں کے مجموعہ پر مشتمل یہ کتاب ”کذبات مرزا“ ترتیب دی جو مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ اب دوبارہ اسے احتساب قادیانیت جلد ۵۴ کا حصہ بنایا گیا ہے۔

(۶۷۶)

عبدالواحدؒ (کنری ضلع تھر پارکر)، جناب میاں

(وفات: ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء)

میاں عبدالواحد صاحب نے ایم ایس سی تعلیم پائی۔ گورنمنٹ ہائی سکول کنری میں ۴ سال سائنس ٹیچر رہے۔ ملازمت سے دل بھر گیا تو زمیندارہ شروع کیا۔ زمیندارہ میں اپنی ذاتی شرافت، دیانتداری کے باعث نام پیدا کیا۔ خوب سے خوب تر کی تلاش کے جذبہ کے تحت زمیندارہ پیشہ میں ایک کامیاب اور ماہر کا درجہ اختیار کر گئے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سمیت حج کی سعادت حاصل کی۔ کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور روح رواں رہے۔ بہت ہی گہرے اور ٹھنڈے دل و دماغ کے

انسان، معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ پڑھے لکھے، زیرک، نرم مزاج، پختہ رائے، ایسے اوصاف نے انہیں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ اپنے پرانے، ہندو، مسلم سب کے دلوں پر انہوں نے بے تاج بادشاہ کی طرح حکمرانی کی۔ اللہ رب العزت نے ایک بیٹا و بیٹی کی دولت سے مالا مال کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کے لئے ان کا وجود سایہ الہی تھا۔ ان کی مرنجان مرنج شخصیت کے نقوش عرصہ تک اہل علاقہ کے لئے ایک یادگار کے طور پر ضرب المثل رہیں گے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۹۷

مولانا محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سکھر میں ان کا جنازہ ایک مثالی جنازہ تھا۔ مرکز کی طرف سے حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے بذات خود تعزیت کے لئے سفر کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۶۷۷)

عبدالودود قریشیؒ (پشاور)، جناب

”خاتم الانبیاء (تیر وود بر سینہ مردود)“ پشاور کے معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالودود قریشیؒ نے ملعون قادیان کے خلاف ستمبر ۱۹۴۲ء میں یہ رسالہ شائع فرمایا تھا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۸)

عبدالوہاب حجازیؒ (سمندری)، جناب

”مرزائیاں دے حلق وچ شیشہ“ سمندری ضلع فیصل آباد کے عبدالوہاب حجازی بد نصیبی سے قادیانی ہو گئے۔ پھر خوش نصیبی سے مسلمان ہو گئے۔ پنجابی نظم پر مشتمل رسالہ ”مرزائیاں دے حلق وچ شیشہ“ تحریر کیا جو کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۹)

عبدالوہاب خانؒ (رام پور)، مولانا

(وفات: ۲۲ / نومبر ۱۹۷۸ء)

”حالات والہامات مرزا“ حضرت مولانا عبدالوہاب خانؒ بانی جامعہ المعارف رام پور کی مرتب کردہ ہے۔ پہلی بار جنوری ۱۹۲۱ء میں رام پور میں شائع ہوئی۔ مولانا عبدالوہاب خان صاحبؒ کا ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء میں انتقال ہوا۔ رام پور یو۔ پی سے مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹین رام پور کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ یہی ایڈیشن ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں محفوظ کیا ہے۔ یہ ایڈیشن مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند دارالعلوم دیوبند کے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے۔

(۶۸۰)

عبدالوہاب شاہ (حاصل پور)، جناب سید

(وفات: ۱۳؎ مئی ۲۰۰۸ء)

مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحب احمد پور شرقیہ کے محلہ کٹڑہ احمد خان میں ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید محمود شاہ صاحب ایس۔ وی سکول ٹیچر تھے۔ سید عبدالوہاب نے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ احمد پور شرقیہ کے حافظ رحمت اللہ کے ہاں حفظ قرآن کیا۔ قاری عبدالمالک صاحب کے ہاں راولپنڈی میں گردان اور قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ امینیہ راولپنڈی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب کی زیر سرپرستی دینی علوم حاصل کئے اور پھر احمد پور شرقیہ گورنمنٹ کالج میں لائبریرین کے عہدہ پر مامور ہو گئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ قدرت نے لحن داؤدی سے آپ کو حصہ نصیب کیا تھا۔

تحریک کے جلسے جلوسوں میں ختم نبوت پر نعتیں پڑھتے تو مجمع پر سحر کی کیفیت طاری کر دیتے۔ دشمن نے آپ کو زہر دیا۔ بروقت علاج سے جان تو بچ گئی لیکن آواز سخت متاثر ہوئی۔ جوانی میں شوق اٹھا تو دارالعلوم مدنیہ بہاولپور سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ ۱۹۹۳ء میں حاصل پور تشریف لائے۔ یہاں ایک سکول میں ملازمت اختیار کی۔ روایت ہے کہ حاصل پور تشریف لائے تو سب سے پہلے جو آپ کے میزبان تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں پہلی بات یہ کی کہ آپ حاصل پور کو چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ سید آل رسول تھے۔ حسینی خون تھا۔ وعدہ کر لیا اور پھر وہیں دفن ہو کر عہد وفا کی تاریخ میں ایک شاندار روایت کا اضافہ کر دیا۔

فقیر راقم کی آج سے برسوں پہلے مدرسہ صادقہ منچن آباد کے جلسہ پر پہلی ملاقات ہوئی۔ معصوم چہرہ، سادگی کا پیکر، پہلی ملاقات میں فرمایا کہ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالقادر کا کیا حال ہے؟ اچانک سنا تو فقیر کو حیرت ہوئی پوچھنے پر فرمایا کہ گورنمنٹ کالج احمد پور شرقیہ میں ان سے راہ و رسم اور دوستی تھی۔

برادر خورد عبدالقادر کی مثالی دینداری میں مولانا سید عبدالوہاب شاہ کی صحبتوں کا اثر ہے۔ فقیر کا اس ملاقات کے بعد تو دوستانہ ہو گیا۔ وہ بھر پور محبت والے شخص تھے۔ علاقہ بھر میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۹۹

وعظ و تبلیغ، سادہ مگر دل میں اترنے والی گفتگو سے مقبول دینی شخصیت تھے۔ دن کو سکول میں، چھٹی ہوتے ہی جلسوں میں شرکت کے لئے سفر کرنا آپ کا معمول تھا۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور نفع خلق خدا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پہلے چنیوٹ میں پھر ۱۹۸۲ء سے چناب نگر میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ چناب نگر کانفرنس ہمیشہ جمعرات جمعہ کو ہوتی ہے۔ جمعہ بعد از نماز فجر درس کا ہمیشہ سے معمول چلا آ رہا ہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کا جامع و مفصل کسی ایک عنوان پر خطاب کا یہ معمول کانفرنس کا اہم حصہ ہے۔ عرصہ تک مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ یہ درس دیتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک بار اتفاق سے حاصل پور کی جماعت کے ساتھ شاہ صاحبؒ رات کو کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مقررین کی بہتات کے باعث رات کو بیان نہ ہوسکا۔ تو صبح درس کرا دیا۔ پہلے ہی درس میں مجمع پر جادو کر دیا۔ پھر تو ہمیشہ کا معمول بن گیا اور زندگی کے آخری دم تک اس روایت پر آپ عمل پیرا رہے۔

ظہر کے وقت حاصل پور سے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوتے۔ عشاء کے بعد رات گئے تک شریک کانفرنس رہتے۔ تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ساتھیوں کو جگاتے اور صبح کی نماز صف اول میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرتے۔ سلام پھیرتے ہی منبر پر فروکش ہوتے پھر وعظ شروع ہو جاتا۔ جو اشراق تک جاری رہتا۔ درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سال بھر کانفرنس کے سامعین جس طرح کانفرنس میں شمولیت کے لئے دن گنتے رہتے۔ یہی حال اس درس کے لئے سامعین کا ہوتا۔

وعظ میں قرآن و سنت، تفسیر و تشریح، قصص، حکایات، عبرت آموز واقعات و تمثیلات، حالات حاضرہ پر تبصرہ، عوام کی خیر خواہی کے لئے پند و نصائح، حکومتی ظلم و برے دینی پر نقد و جرح،

برموقعہ شعر و اشعار واستعارات سے کام لینا۔ غرض خطابت کے تمام جوہر ان میں موجود تھے۔ بہاولپور اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کی زندگی کے معمولات قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

بہاولپور ایک بار ”مین مقرر“ تشریف نہ لائے۔ آپ کو آخر میں وقت دیا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر دھیمے انداز سے آغاز کیا۔ چند منٹوں میں پورا اجتماع ان کی مٹھی میں تھا۔ رات گئے تک کانفرنس جاری رہی۔ مین مقرر کی عدم تشریف آوری کو لوگ ویسے ہی بھول گئے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لئے غلہ منڈی بہاولپور میں احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پر وہ تنقیدیں کیں کہ پہلے مقررین کی خطابت ان کے بیان کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۰

نیچے دب گئی۔ ابھی ۱۱ اپریل ۲۰۰۸ء کو ملتان میں ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کے لئے چلے۔ ان کے کانفرنسوں میں شرکت کے ہمیشہ کے ہمسفر الحاج منیر اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت حاصل پور ہمراہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولیدؓ کی کالونی و ہاڑی پہنچے تو طوفانی باد و باران نے مشکل کھڑی کر دی۔ حاجی منیر اختر صاحب نے مولانا محمد اسحق ساقی کو فون کیا کہ اس حالت میں کیا حکم ہے؟ ساقی صاحب نے بتایا کہ ملتان میں بارش و آندھی نے طوفان کی کیفیت اختیار کر رکھی ہے۔ کانفرنس میں شرکت کی بجائے واپس جانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا سید عبدالوہابؒ سے حاجی منیر اختر نے صورتحال بیان کی۔ تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ موسمی مشکلات اپنی جگہ، مگر کانفرنس میں تو بہر حال شرکت کرنا ہے۔ چنانچہ شدید طوفان میں آئے اور کانفرنس کے اختتام تک دفتر مرکزیہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ آپ کی عقیدہ ختم نبوت سے گہری و جذباتی وابستگی کی شاندار مثال ہے۔

آپ نے تبلیغ میں ایک سال لگایا۔ مقامی تبلیغی جماعت سے ربط باضبط رکھا۔ غرض وہ کئی صفات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت تھانویؒ کے حلقہ کے ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ سے تھی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حافظ غلام حبیبؒ چکوال والوں سے ارادت کا تعلق قائم کیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر پیر ذوالفقار نقشبندی سے خلافت حاصل کی۔

عالم دین، صوفی کامل، شریعت کے عامل، سنت نبوی کے شیدا، تبلیغی مزاج، سادہ طبیعت، سراپا عجز و انکسار کی صفات نے آپ کو چمکتا دمکتا زر خالص بنادیا تھا۔ شاہ صاحبؒ کا کھلا لمبا چہرہ، خوبصورت نرم ملائم چہدري بالوں والی داڑھی، گندم گوں رنگ، معصومیت جھلکتی صورت، درمیانہ قد، مناسب جسمانی ساخت، نہ بالکل پتلے دبلے نا بالکل فربہ، درمیانی جسامت، سفید لباس، لمبا کرتا، سر پر ٹوپی اس پر دو شملوں والی پگڑی، ہاتھ میں لمبا و موٹا ڈنڈا، چلنے میں

وقار مگر پھرتیلی چال، یہ تھے سید عبدالوہاب شاہ صاحبؒ۔ محبوبیت کا یہ عالم کہ چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل میں گھر کر جانے والے۔ مخلص رہنما، ہر دلغیز عوامی خطیب، سید آل رسول، حسینی خون، غرض خویوں و نسبتوں سے مالا مال آپ کی شخصیت تھی۔ چند سال قبل پرانا حاصل پور ہائی سکول روڈ پر وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے دارالعلوم حاصل پور کی بنیاد رکھی۔ جامع مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کام زوروں پر، خاصہ مکمل بھی کر لیا۔ متعدد بار حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ ان سے کئی ملاقاتیں رہیں۔ وہاں ان کی وابستگی و شیفگی کا رنگ ہی اور ہوتا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

تھا۔ گرمی کی چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ یا عمرہ کا معمول تھا۔ یہ سب معمولات جاری تھے کہ دنیا سے دل بھر گیا۔ آخری روز دجال کے فتنہ، اس سے بچنے کی ادعیہ پر ساتھیوں کو مطلع کرتے رہے اور بار بار کہا کہ اب نبی پاک ﷺ کے پاس جانے کو دل کرتا ہے۔ تبلیغی سفر پر نکلے، پاکپتن دن کو وعظ کیا۔ شام کو بورے والا آ رہے تھے کہ تیز رفتار بس کار پر چڑھ گئی۔ ڈرائیور اور خود موقع پر اور باقی دو ساتھی ہسپتال میں جاں بحق ہو گئے۔ اگلے دن مثالی جنازہ ہوا۔ وہ کیا گئے زمانہ کی رت ہی بدل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

(۶۸۱)

عبدالکریم سعدی سندھیؒ، مولانا

سندھی زبان میں اڑھائی سو صفحات پر مشتمل کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات و واقعات کا تار پود بکھیرا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت واہمیت اہل سندھ ہی خوب جانتے ہوں گے۔ اس کی سرخیوں اور حوالہ جات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مولانا عبدالکریم سعدی سندھیؒ کی بھرپور مجاہدانہ کوشش و کاوش ہے۔ اللہ رب العزت ان کی عزتوں میں اضافہ فرمائیں۔

(۶۸۲)

عبدالکریمؒ (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد

پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ کے ایک عالم دین مولانا ابوالحسن محمد عبدالکریمؒ تھے، جنہوں نے بخاری شریف کی شرح بھی لکھی۔ ۱۹۰۶ء میں رد قادیانیت پر آپ کی ”بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی“ شائع ہوئی جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

مصنف نے یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر کی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات اور دوسرا ایک سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ کل دو سو چوبیس صفحات ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چند سطری اردو عبارت میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کر کے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جوابات ہیں۔ ہزاروں پنجابی اشعار پر مشتمل یہ کتاب رد قادیانیت کے سلسلہ میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۰۲

اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہت ہی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔

(۶۸۳)

عبدالکریم قریشی (پیر شریف)، مولانا

(وفات: ۲۴ جنوری ۱۹۹۹ء)

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی صدیقی النسل تھے۔ چالیسویں پشت میں جاکر آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق سے مل جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم کے ہمراہ حجاز مقدس سے سندھ میں تشریف لائے تھے۔ گزشتہ دو سو سال سے آپ کے خاندان کے بزرگوں نے پیر شریف میں رہائش اختیار کی تھی۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشی پیر شریف تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عالم قریشی اور دادا کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ قریشی تھا۔ پیر شریف میں یہ خاندان کئی پشتوں سے علم و فضل کا نشان ہے۔

سندھ میں جب کبھی صدیوں قبل اسلامی احکام کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ ان دنوں سندھ کے قاضی القضاة مخدوم محمد عاقل تھے۔ مولانا عبدالکریم قریشی کے دادا مولانا محمد عبداللہ کے دادا مولانا مفتی محمد قریشی ان دنوں پیر شریف کی مسند علم و فضل کے وارث تھے۔ مخدوم محمد عاقل سالانہ تبلیغی وعدالتی دورہ پر تشریف آوری کے دوران میں پیر شریف بھی تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمد قریشی کے متعلق پیر شریف کی رعایا نے بتایا کہ ہم نے مسجد کے لئے ایک مولانا

صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ مخدوم محمد عاقلؒ نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مفتی مولانا محمد قریشیؒ تشریف لائے۔ رسمی تعارف کے بعد مخدوم محمد عاقلؒ نے ان سے یکے بعد دیگرے تین مسئلے دریافت فرمائے، جس کے آپ نے صحیح جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اس پر مفتی محمد قریشیؒ نے اجازت طلب کر کے مخدوم محمد عاقلؒ سے تین مسئلے دریافت کئے ہر مسئلہ پر مخدوم محمد عاقلؒ کتاب طلب فرماتے اور مسئلہ نکال کر جواب ارشاد فرماتے۔ مفتی محمد قریشیؒ نے فرمایا کہ:

علم در جلد خویش نہ آنکہ در جلد میش

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۳

مخدوم محمد عاقلؒ محمد قریشی صاحبؒ کے علم و فضل سے نہ صرف متاثر ہوئے۔ بلکہ اس علاقہ میں ان کو قاضی مقرر کر دیا اور آپ جامع مسجد (موجودہ) پیر شریف کے متصل ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں کے شرع محمدی کے مطابق فیصلے کرتے۔ دوسرے سال جب مخدوم محمد عاقلؒ تشریف لائے تو استقبال کے لئے مفتی محمد قریشیؒ بھی لوگوں کے ہمراہ بستی سے باہر تشریف لائے۔ مخدوم محمد عاقلؒ نے مفتی صاحبؒ کو دیکھتے ہی اونٹ سے نیچے چھلانگ لگا دی اور مفتی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت اگر میری گردن تڑوانی ہو تو استقبال کے لئے تشریف لایا کریں اور اگر مجھے صحیح سلامت رکھنا پسند کرتے ہوں تو میرے استقبال کے لئے تشریف نہ لایا کریں۔

حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد عالمؒ ہٹی گاؤں کے مولانا محمد ایوبؒ، گوٹھ لاکھا کے مولانا تاج محمود سمہؒ، گھوڑو بہوڑ کے میر بخش بھٹوؒ سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم کے وارث حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحبؒ سے پانچ سال میں تکمیل کی۔ گھوٹکی اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ تعلیم دیتے رہے آپ ان کے ہمراہ رہے۔

علوم اسلامیہ اور حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مولانا محمد صادق صاحبؒ کے ہاں دو سال آپ نے پڑھایا۔ اسی دوران میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی ان دنوں درخواستیں اور ویزا وغیرہ کی موجودہ مشکلات نہ تھیں۔ نہ ہی تصویر کی پابندی تھی۔ بحری جہاز کی ٹکٹ لیتے اور حج پر روانہ ہو جاتے۔ چنانچہ آپ نے بھی ایسے ہی حج کیا۔ سات سال مدرسہ انوار العلوم کنڈیارو میں نے آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد میں اپنے شیخ حضرت قبلہ مولانا حماد اللہ ہاليجویؒ کے حکم پر ۱۹۵۸ء میں اپنے گاؤں پیر

شریف میں مدرسہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری لمحے تک اس گلشن نبوی کی آبیاری کرتے اور خون جگر سے اسے نہال کرتے رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اس وقت بھی ایک سو سے زائد آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ ، مولانا عبدالقادر خضدار ، مولانا نور محمد ، مولانا میر محمد ، مولانا میر حسن ، مولانا منظور ، مولانا صلاح الدین اور کئی دیگر حضرات اس وقت اپنے اپنے علاقہ و حلقہ میں علم و آگہی کے دیپ جلائے ہوئے ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۴

آپ کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن ارشاد فرماتے۔ ابتدائی فارسی و صرف کے درجہ کے طلباء سے لے کر منتہی طلباء تک سب اس میں شریک ہوتے۔ ۶ سال سے ۸ سال تک آپ تکمیل کرا دیتے تھے۔ دس کتابیں احادیث شریف کی آخری تین سال کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ آپ کی تعلیم اتنی سادہ مگر دلکش و دلنشیں ہوتی تھی کہ اس عرصہ میں پڑھنے والے آگے چل کر بہترین مدرس بن جاتے تھے۔ افہام و تفہیم کا قدرت نے آپ کو ایسا ملکہ نصیب فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کے اخلاص و تقویٰ کی برکت اور اساتذہ و مشائخ کی نظر کرم سے حق تعالیٰ نے آپ کو ایسی شان محبوبیت نصیب فرمائی تھی کہ شاگرد آپ پر جان چھڑکتے تھے اور دل و جان سے آپ پر فدا ہوتے تھے۔ یہ سب اخلاص و ذکر الہی کا صدقہ تھا کہ آپ نے بہت جلد پورے صوبہ سندھ میں ایسا علمی مقام حاصل کر لیا کہ تمام بمعصر پیچھے رہ گئے۔

پیر طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہاليجویؒ کے ہاتھ پر آپ نے ۱۹۲۸ء میں بیعت کی۔ حضرت ہاليجویؒ کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور ان کا حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ بھر چونڈی شریف والوں سے اور ان کا سوئی شریف کی خانقاہ سے تھا۔ حضرت مولانا حماد اللہ ہاليجویؒ سے آپ کو اجازت و خرقہ خلافت حاصل ہوا اور ان کے وصال کے بعد ایسی نسبت شیخ منتقل ہوئی کہ آپ دیکھتے ہی علاقہ بھر میں محبوب مشائخ بلکہ شیخ المشائخ ہو گئے۔ بلاشبہ لاکھوں فرزندان اسلام نے آپ سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور ذکر الہی کی نعمت سے اپنے قلوب و جگر کی دنیا کو آباد کرنے والے بن گئے ہوں گے۔

۱۹۵۶ء میں آپ نے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنے تحریکی دور کا آغاز کیا۔ ایوب خان کے عائلی قوانین، ڈاکٹر فضل الرحمن کا فتنہ، تحریک نظام مصطفیٰ اور ایم۔ آر۔ ڈی۔ غرضیکہ تمام

ملکی و قومی تحریکوں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی اور مرکزی عہدوں پر آپ فائز رہے۔ جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کی امارت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آج کل اہل حق کے قافلہ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے آپ سرپرست اعلیٰ تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ قائد جمعیت مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، روح رواں جمعیت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا گل بادشاہؒ اور دیگر جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں سے آپ کے نہ صرف مثالی تعلقات تھے۔ بلکہ وہ تمام حضرات آپ کی قدردانی کرتے تھے اور آپ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۵

کے علم و فضل کے نہ صرف معترف بلکہ مداح تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لئے اس وقت اپنے اکابر کے جانشین تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے شیخ حضرت ہاليجوئی کے ہمراہ سکھر کی عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی۔ ہزاروں بندگان خدا کو دن رات ایک کر کے تحریک سے وابستہ کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور، انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے مدرسہ میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں آپ نے مندوب کے طور پر شرکت فرمائی اور قادیانیوں کے ارتداد و زندقہ پر ایسی جامع و مانع علمی گفتگو فرمائی۔ جس پر تحریک ختم نبوت کے قائد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے آپ کی گفتگو کو بہت سراہا۔ شیعہ مکتب فکر کے رہنما اور مجلس عمل کے ممبر سید مظفر علی شمس نے اٹھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری نے آپ کو گلے لگا لیا اور بیساختہ کہا کہ حضرت آپ نے فتنہ قادیانیت کے ارتداد و زندقہ پر ایسی علمی گفتگو فرمائی ہے، جس سے نہ صرف اس فتنہ کی سنگینی ہم پر واضح ہو گئی، بلکہ اس کی شرعی سزا (سزائے ارتداد) پر بھی ہمیں انشراح ہو گیا۔ اس وقت تحریک ایسے مرحلہ میں داخل ہو گئی ہے کہ جو مطالبہ ان کے غیر مسلم اقلیت کا ہم نے کر رکھا ہے، اس کو لے کر آگے چلنا ہوگا۔ ورنہ شرعاً قادیانی فتنہ کا علاج وہی ہے جو آپ نے واضح فرمایا جو قرن اول میں صدیق اکبر نے اس پر عمل درآمد کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف قدرت نے آپ کے دل میں ایسی تڑپ پیدا فرما دی تھی کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے سندھ کی دھرتی کا ہر عالم دین قادیانیت کے خلاف ”سنت صدیقی“ کا علمبردار بن گیا۔

آپ نے بارہا چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں خطاب فرمایا۔ آپ کا خطاب اتنا دلنشین ہوتا تھا کہ سامعین عیش عیش کر اٹھتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے اس دور میں متکلم اسلام حضرت مولانا

محمد علی جالندھریؒ اور مجاہد اسلام حضرت مولانا عبدالکریمؒ (بیر شریف) کو سمجھانے کا خوب ملکہ نصیب فرمایا۔ اس دور میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ کو تصویر سے جتنی نفرت تھی۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ ایک دفعہ چنیوٹ تشریف لائے۔ کسی اخباری نمائندہ نے آپ کا فوٹو لے لیا۔ آپ سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر آگئے۔ جب تک کیمرہ مین سے کیمرہ کی فلم منگوا کر آپ کو نہیں دی گئی آپ سٹیج پر نہیں گئے۔ فلم لے کر پہلے ضائع کی پھر سٹیج پر تشریف لے گئے۔ ساری زندگی شناختی کارڈ نہیں بنوایا۔ حج کے لئے درخواست

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۶

نہیں دی۔ پہلی بار بغیر تصویر کے حج پر گئے دوبارہ تصویر بنوانے کے خطرہ سے حج و عمرہ کو چھوڑ دیا۔ یہ آپ کا تقویٰ تھا۔ قدرت نے آپ میں ایسی خویاں ودیعت فرمائی تھیں۔ ان پر جتنا ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام اکابر سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ امیر مرکزہ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ سے ملنے کے لئے میر صبح صادق کھوسہؒ کے ہمراہ لاڑکانہ سے خانقاہ سراجیہ کا طویل سفر کیا۔ خانقاہ شریف تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ چناب نگر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے خانقاہ شریف سے چناب نگر کا سفر کیا۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے ملاقات و زیارت کی۔ کچھ وقت ساتھ گزارا اور پھر واپس پیر شریف کے لئے سفر فرمایا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی جب اندرون سندھ کا سفر فرماتے تو پیر شریف ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ پیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ نے تمام خدام کو کمرہ سے رخصت کر دیا۔ خود حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سامنے لیٹ گئے اور درخواست کی کہ میرے جسم پر دم فرمادیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ دیر تک دم کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت پیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قلب پر رکھ دیا اور کہا کہ حضرت اس پر بھی دم کر دیں اور توجہ دے دیں جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا معروف طریقہ سلوک ہے۔ اس پر حضرت نے عمل کیا۔ ایک بار کراچی علاج کے لئے تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری بھی کراچی آئے ہوئے تھے۔ پتہ چلا تو ہسپتال عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت کو فالج کی تکلیف تھی۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری سے مصافحہ کیا تو اپنے ہاتھ سے مولانا کے ہاتھ کو دبا دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ

میں نے آپ کا ہاتھ اس لئے دبایا تا کہ آپ کو تسلی ہو کہ میرے ہاتھ پر اب فالج کا اثر نہیں رہا۔ بلکہ اس نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ آپ کی ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں سے دلی تعلق اور شفقت کا بے نظیر نمونہ تھا۔

ایک بار سندھ میں جگہ جگہ سے قادیانی شرارتوں کی رپورٹ آنے لگی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ نے حضرت پیر شریف والوں کو والا نامہ تحریر فرمایا۔ آپ نے سندھ کے علماء کرام کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ڈیوٹی لگ گئی۔ پنجاب و سندھ کے خطیب ایک ساتھ چلے۔ ٹھٹھہ سے لے کر سکھر تک پورے سندھ کے ہر ضلعی صدر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۰۷

مقام پر کانفرنسوں و کنونشنوں کا ایسا مربوط سلسلہ قائم ہوا کہ پورا سندھ ایک ہی دورہ سے فتنہ قادیانیت کے خلاف جاگ اٹھا۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے بہت ساری خیر و برکت آپ کی ذات میں جمع کر دی تھی اور وہ تمام کی تمام دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور فتن باطلہ کی بیخ کنی کے لئے آپ نے وقف کر دی تھی۔

طالبان کی جہادی تحریک کے آپ دل سے قدر دان تھے۔ بیماری کے باوجود تھوڑا سا افاقہ ہوتے ہی افغانستان تشریف لے گئے۔ امیر المومنین ملا عمر سے ملاقات کی اور ہمیشہ ان کی مالی اعانت فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے متعلقین کو جہاد کی اس وقت ترغیب دی جب جہاد کا مسئلہ نسیا منسیا! ہو چکا تھا۔

عمر بھر سفر و حضر میں نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرمائی۔ زندگی بھر کی ایک نماز بھی وفات کے وقت آپ کے ذمہ نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مجھے اسم ذات کا علم ہے۔ اس اسم ذات کو میں نے فرائض کی پابندی و رضائے الہی کے حصول کے لئے ہمیشہ کا معمول بنایا ہوا ہے۔ اسمائے حسنیٰ، سورۃ یسین، درود، وظائف اور ذکر الہی آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ دین کی تعلیم و ترویج آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ ۱۶/رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کو شام پونے سات بجے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اپنے معالج کے ہاں کراچی میں انتقال فرمایا۔ وفات سے چند ساعت پہلے فرمایا تکلیف ہے یہ بھی قدرت کا عطیہ و نعمت ہے۔ اس پر بھی خوش ہوں۔ کلمہ شریف پڑھا۔ تین بار اللہ! اللہ! اللہ! کہا اور یہ کہتے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کراچی سے آپ کی میت مبارک کو پیر شریف لایا گیا۔ دوسرے دن ۱۷/رمضان المبارک کو جنازہ ہوا۔ پورے سندھ و بلوچستان سے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا جو بلا مبالغہ ایک

لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔ آپ کی مسجد شریف سے متصل پہلے موجودہ قبرستان میں آپ کو سپرد رحمت باری کر دیا گیا۔

ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ پیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت پیر شریف والوں نے اپنا خواب سنایا۔ فقیر راقم اس مجلس میں موجود تھا۔ حضرت پیر شریف والوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک دبانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میری پشت کی جانب میری بیوی با پردہ بیٹھی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کریں کہ میں بھی آپ (ﷺ) کے قدموں کو دبانے کی سعادت حاصل کروں۔ میں نے عرض کی کہ: آقا! آپ کی خادمہ بھی اجازت چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے انکار

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۰۸

فرما دیا۔ میری بیوی نے تجویز پیش کی کہ پاؤں مبارک پر کیڑا رکھ دیتی ہوں۔ کیڑے کے اوپر سے دبانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ میں نے پاؤں دباتے دباتے درخواست کی کہ: آقا (ﷺ) مرزائیت بہت پریشان کر رہی ہے۔ وہ بڑھ رہی ہے۔ آپ کی امت پریشان ہے۔ میری یہ درخواست سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ دعا کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا دیئے۔ میاں بیوی ہم بھی دعا میں شامل ہو گئے۔ میں اس وقت دل میں سوچ رہا تھا کہ مرزائیت کی ناکامی واستیصال کے لئے دعا ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں بیداری ہو گئی۔ (ﷺ)

(۶۸۴)

عبدالکریم مباہلہ رحمہ اللہ (لاہور)، مولانا

عبدالکریم مباہلہ پہلے صرف عقیدۂ قادیانی نہ تھے۔ بلکہ قادیان کے باسی بھی تھے۔ مدت العمر قادیانی نبوت کی چکی پر پیل کی طرح جتے رہے۔ ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے مرزا محمود قادیانی کو زنا میں مرتکب دیکھا تو عقیدت کی تمام عمارت دھڑام سے نیچے آگری۔ جری انسان تھے۔ ابتداء میں مرزا محمود قادیانی کو للکارا تو مرزا محمود نے انہیں زیر کرنے کے لئے غنڈا ازم شروع کیا تو مولانا عبدالکریمؒ شیر ہو گئے۔ انہوں نے اسے لتاڑا تو مرزا محمود انتقام پر اتر آیا۔ ان کی پٹائی کرا دی۔ انہوں نے قادیان کے قادیانیوں کو مرزا محمود کی کمینگی سے باخبر کیا۔ اصل صورتحال سامنے آنے پر مرزا محمود ننگے ہو گئے تو عبدالکریمؒ مباہلہ کے مکان کو آگ لگوا دی۔ مولانا عبدالکریمؒ نے مرزا محمود کو پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا تو عبدالکریمؒ مباہلہ کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

مرزا محمود کے لئے قادیان کی دھرتی گرم توئے کا کام کرنے لگی۔ تو ان پر قاتلانہ حملہ کرا دیا۔ اس سازش سے عبدالکریم مباہلہ پہلے خبر پا کر ادھر ادھر ہو گئے۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ نے ”مباہلہ“ کے نام سے قادیان سے ہی اخبار جاری کر دیا۔ اس کی مکمل فائل مرزا محمود کی بدکاریوں کا سنگین مرقع ہے۔ مقدمہ قتل کی کارروائی بھی اس اخبار میں شائع ہونے لگی تو مرزا محمود کے اوسان خطا ہو گئے۔ مرزا محمود کے گماشتے قادیانی قاتل کو بھی سزائے موت ہو گئی۔ اب مولانا عبدالکریم مباہلہ نے اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد قادیان کو چھوڑ کر امرتسر میں رہائش رکھ لی۔ اس زمانہ میں آپ نے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ سے بھی واسطہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۰۹

رہے۔ قادیان میں مجلس احرار کے تحت کام کرنے والے حضرات کے دست و بازو تھے۔ تقسیم کے بعد لاہور آ گئے۔ مجلس احرار الاسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ قادیان کے مبلغ مولانا عنایت اللہ چشتیؒ نے اپنی کتاب مشاہدات قادیان کے ص ۱۳۵ سے ۱۳۷ تک مولانا عبدالکریم مباہلہؒ کا ذکر یوں کیا:

”عبدالکریم مباہلہ کے والد مستری ”فضل کریم“ جالندھر سے ہجرت کر کے قادیان میں مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ بڑے کاریگر مستری تھے۔ انہوں نے قادیان میں آ کر اپنے کاروبار کو شروع کیا۔ سویاں بنانے والی مشین ڈھال کر بناتے تھے۔ بڑا کاروبار چمکا، بہشتی مقبرہ کے قریب زمین لے کر عالی شان مکان بنایا۔ خدا نے دو لڑکے دیئے تھے۔ بڑے کا نام عبدالکریم تھا جو بعد میں عبدالکریم مباہلہ کے نام سے مشہور ہوئے اور دوسرے کا نام ”زاہد“ تھا۔ زاہد تو قادیان کی رہائش کے دنوں معصوم بچہ تھا۔ عبدالکریم کو لکھایا پڑھایا۔ پہلے میٹرک اور پھر ”مولوی فاضل“ ہوا اور مرزائیوں کی ”مبلغ ٹیم“ میں شامل ہو گیا، جو مسلمانوں کو مرزائی بنانے کا منحوس مشغلہ رکھتی تھی۔ مولوی عبدالکریم مرزائیوں کے بڑے کامیاب مبلغ تھے۔ انہوں نے طول و عرض جا کر مرزا غلام احمد کی ”نبوۃ کاذبہ“ کا پروپیگنڈا کیا۔ جماعت اور خلیفہ قادیان کا قرب اور اعتماد حاصل کر لیا اور ترقی کی راہ پر بڑی تیزی سے گامزن ہو کر جماعت میں امتیازی مقام حاصل کر لیا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ یکدم ان پر ناگہانی تودہ گرا اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ خلیفہ قادیان کے کریکٹر کی کمزوری انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور یکدم ان کے ظاہر و باطن کی کایا پلٹ گئی۔ نماز روزہ ترک کر دیا۔ بلکہ خدائی وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالکریم مذہب کے بڑے متوالے، عبادت گزار اور تہجد خوان تھے۔ خلیفہ پر اس حد تک اعتقاد رکھتے تھے کہ اسے خدا کا نائب اور پیغمبر خیال کرتے تھے۔ اس اعتقاد کو جب اچانک شدید ٹھوکر لگی تو ان کے مذہب کا سارا محل پاش پاش اور زمین بوس ہو گیا اور وہ ہمارے کیمپ میں آ گئے۔ وہ بظاہر ہمارا ساتھ دے رہے تھے اور

ہمارے انداز میں گفتگو کرتے تھے اور ہماری طرح ختم نبوت اور دیگر مسائل پر مرزائیہ کے خلاف تقاریر کرتے تھے اور ان تقاریر کا لبادہ سنی مسلمانوں کی طرح مذہبی ہوتا تھا۔ مگر وہ اندرونی طور پر مذہب سے بیزار تھے۔ خلیفہ محمود پر قیاس کر کے تمام مذہبی امور کو ایک فراڈ خیال کرتے تھے۔ مذہبی لبادہ انہوں نے اس ضرورت کے تحت اوڑھے رکھا کہ اس کے بغیر وہ ہمارے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ مرزائیوں کی مخالفت ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ ایک عرصہ تک ان کی یہ کیفیت رہی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد آہستہ آہستہ ان میں تبدیلی شروع ہوئی اور اس کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۱۰

تکمیل حضرت سید علی ہجویری گنج بخشؒ کے مزار پر حاضر ہونے سے ہوئی اور انہیں حضرت ہجویری کی باطنی توجہ سے دوبارہ اسلام نصیب ہوا۔ میرا ان سے بڑا گہرا تعلق رہا اور یہ کیفیت انہوں نے خود مجھے بتائی۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے اور مرنے سے پہلے وہ صحیح العقیدہ سنی حنفی مسلمان ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

خلیفہ محمود کے متعلق صحیح واقعات کا علم ہونے کے بعد مولوی صاحب خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انہیں یہ خواہش ہے چین کر رہی تھی کہ جس طرح ہو اور اس راہ میں کتنی ہی قربانی دینی پڑے، خلیفہ کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کیا جائے۔ قادیان کے مسلمانوں سے رابطہ قائم رکھنا؟ احرار کا بحیثیت جماعت، مرزائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا اور مجھے قادیان کی مستقل رہائش کے لئے اکسانا سب ان کے اس مقصد کے حصول کی ترتیب وار کڑیاں تھیں۔ پہلے انہوں نے انفرادی کوشش شروع کی اور مرزا محمود کے خلاف الزامات عائد کر کے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزا محمود نے اٹ سٹ جوابات سے ٹالا تو مولوی صاحب نے ”مباہلہ“ نامی اخبار نکالا جو اوّل سے آخر تک مرزائیت کے خلاف ہوتا تھا اور اس میں الزامات کی فہرست کے بعد جلی قلم سے مباہلہ کے چیلنج کو دہرایا جاتا تھا۔ اسی باعث مولوی عبدالکریم صاحب ”مباہلہ“ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی خفیہ سازش

یہ سب کچھ منظر عام پر آچکا تھا اور مرزا محمود کی بدکرداری عوام میں پھیل کر عام گفتگو کا موضوع بن گیا تھا۔ مگر مولوی صاحب کے مکان کی جائے وقوع ایسی تھی جہاں دور دور تک کسی مسلمان یا ہندو یا سکھ کا مکان نہ تھا اور وہ مکان خالص مرزائی آبادی میں گہرا ہوا تھا۔ اگر

کسی غیر مرزائی کا مکان ان کے نزدیک بھی ہوتا تو پھر بھی ان کے لئے چنداں مفید نہ ہوتا۔ کیونکہ اس دور میں قادیان میں کسی مرزائی کے خلاف شہادت کا مہیا کرنا ناممکن تھا۔ خلیفہ نے یہ سکیم بنائی کہ مکان کو جلا کر مولوی صاحب کے پورے کنبے کو راکھ کر دیا جائے۔ حکام اپنے ہیں، ہمیں پوچھنے والا کون ہے؟ چنانچہ ایک نامسعود رات کو مکان جلانے کا منصوبہ رات بارہ بجے کے بعد تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ شنید ہے کہ مرزائیوں کے خلیفہ اول حکیم نورالدین کی بیوی جو مرزائی تھی اور ان کے ساتھ گھلی ملی ہوئی تھی اسے اس منصوبہ کا علم ہو گیا۔ یہ لوگ خود بھی خلیفہ سے بدظن تھے اور مولوی عبدالکریم کو ایک حد تک صحیح اور اس کے الزامات کو درست سمجھتے تھے۔ پڑوس میں ان کا مکان

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۱۱

تھا اور عموماً ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ خدا نے اس کے دل میں القاء کیا کہ فوراً جاؤ اور میری مخلوق کو ہلاکت سے بچاؤ۔ چنانچہ اس نے برقع سر پر لیا اور مولوی صاحب کے گھر جا کر مولوی عبدالکریم کے والد مستری فضل کریم کو بتایا۔ تم بے خبر بیٹھے ہو اور تمہاری موت کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ مال اسباب کی پرواہ مت کرو اور آہستہ سے جان بچانے کی فکر کرو۔ مباہلہ خاندان کے لئے یہ عورت فرشتہ آسمانی بن گئی۔ جس نے ان کے بچاؤ کا سامان مہیا کر دیا۔ دو بھائی تھے اور تیسرا بوڑھا باپ تھا۔ مرزائی پہرے دار مطمئن تھے اور مکان سے دور بے خبر بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالکریم ایسے انداز میں مکان چھوڑنے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے کہ کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ مرزائیوں نے منصوبے کے مطابق طے شدہ وقت پر مکان کو آگ لگا دی اور خود مکان کے ارد گرد کھڑے ہو کر نگرانی کر رہے تھے تاکہ کوئی بھی فرد بچ کر نکلنے نہ پائے۔ مکان مکینوں سے سرشام خالی ہو چکا تھا۔ مکان جلتا رہا اور کسی مکین نے بچ نکلنے کی کوشش تک نہ کی تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ پورا کنبہ جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ دو تین دن کے بعد پتہ چلا کہ مستری تو زندہ بخیر و عافیت امرتسر پہنچ چکے ہیں۔ خلیفہ کو جب ان کے زندہ بچ نکلنے کا علم ہوا تو وہ سٹ پٹایا اور منتظمین کو بلا کر سرزنش کی کہ تمہارا کیا انتظام تھا کہ مستری زندہ مکان سے چلے گئے اور تمہارے پہرے ناکام ہوئے۔ لیکن ان کم بختوں کو پتہ نہیں کہ مارنے والا، رکھنے والا خدا ہے۔ خدا کے سامنے بندہ کی تدبیر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ مکان جلنے کی خبر اخبارات میں آئی۔ مگر حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ وہ خود تو بچ نکلے مگر ہزاروں کا اثاث البیت مکان سمیت جل کر راکھ ہو گیا اور وہ ایک دفعہ تو کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی دوسری کوشش

مولوی عبدالکریم کا اخبار مباہلہ امرتسر سے باقاعدہ طور سے ہفتہ وار نکل رہا تھا جو خلیفہ محمود اور مرزائیوں کے خلاف اپنا مشن پورا کر رہا تھا۔ قادیان میں ایک منصوبہ کے تحت اخبار میں عائد کردہ الزامات کے خلاف گورداسپور کی کچہری میں مولوی صاحب کے خلاف فوج داری استغاثہ دائر کیا گیا اور طے یہ پایا کہ جب وہ امرتسر سے تاریخ بھگتنے گورداسپور جائیں تو ایک آدمی لاری یا بس میں دن کی روشنی میں اور سواریوں کے سامنے مولوی صاحب کو قتل کر دے۔ جس آدمی کی ڈیوٹی لگائی گئی اسے اطمینان دلایا گیا کہ ہم اسے مقدمہ قتل سے بری کرالیں گے۔ چنانچہ ایک دن جب کہ مولوی صاحب اپنے ایک دوست الحاج مستری محمد حسین نامی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۱۲

کے ساتھ تاریخ بھگت کر بس میں واپس بٹالہ آ رہے تھے تو ایک پٹھان چھڑے سے ان پر حملہ آور ہوا۔ قاتل جلدی میں تھا یا اسے مولوی صاحب کی پوری شناخت نہ تھی۔ مولوی صاحب تو بچنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کا ساتھی مستری محمد حسین قتل ہو گیا اور خلیفہ صاحب کا یہ وار بھی خالی گیا۔ مستری محمد حسین مرحوم (حضرت امیر شریعتؒ کا مرید تھا) اس کے بھائی بٹالہ کے رہنے والے تھے اور بڑے کارخانہ دار تھے۔ قتل کا کیس رجسٹرڈ ہوا اور ضروری کارروائی کے بعد جرم ثابت ہو جانے پر قاتل گرفتار ہو گیا۔ خلیفہ قادیان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور قاتل کو چھڑانے کے لئے ”پری کونسل لندن“ تک اپیل کی اور ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہایا مگر اس کی ”سزائے موت“ بحال رہی اور وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مرزائیوں نے اس کی لاش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے سفاکی کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔

یہ تھے مولوی عبدالکریم مباہلہ جنہوں نے ہمیں تحریک قادیان کے لئے آمادہ کیا۔ مگر افسوس ہے کہ جن حضرات نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور قربانیاں دیں وہ تمام دوست ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے اور انہوں نے تحریک ختم نبوت کی موجودہ کامیابی کو نہ دیکھا۔ جب کہ تحریک کا بنیادی مطالبہ کافی حد تک پورا ہوا اور مرزائیوں کو جدا گانہ اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کی صف سے باہر نکال دیا گیا۔ ان دوستوں میں صرف میں (عنایت اللہ چشتی) ہی زندہ ہوں اور تحریک کی کامیابی کو دیکھ کر پھولے نہیں سماتا۔ جب قادیان میں باقاعدہ کام شروع ہو گیا تو جماعت (مجلس احرار اسلام) نے ایک غیر سیاسی تبلیغی شعبہ قائم کر دیا جس کے جنرل سیکرٹری مولوی عبدالکریم مباہلہؒ قرار پائے اور بہت سے مبلغ جن کو شعبہ تبلیغ باقاعدہ مابانہ تنخواہ دیتا تھا۔ ان سب کا کنٹرول مولوی عبدالکریم مباہلہ کے ہاتھ میں تھا۔ باقاعدہ حساب کی چیکنگ ہوتی تھی۔“

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے کتاب ”مشاہدات قادیان“ مندرجہ ختم نبوت لائبریری ملتان کے ص ۱۳۵ پر یہ نوٹ لگایا:

”مولانا عبدالکریم مباہلہ کا لاہور میں انتقال ہوا۔ بندہ (عبدالرحیم اشعر) اس دن لاہور میں تھا۔ مولوی عبدالحمید آزاد مجھے لے گئے۔ شاہ محمد غوث مزار کے پاس ان کا جنازہ اس بندہ (عبدالرحیم اشعر) نے پڑھایا۔ الحمد للہ علی ذالک“

مولانا عبدالکریم مباہلہ کے سات رسائل ہمیں میسر آئے:

۱..... ”مباہلہ پاکٹ بک“ یہ مباہلہ بک ڈپو امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس کا انہوں نے خود

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۱۳

تعارف پہ لکھا: ”اس پاکٹ بک کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ہمارا مقصد اس کی اشاعت سے صرف اتنا ہے کہ ہر مسلمان تھوڑے وقت میں نہ صرف قادیانیت کی حقیقت سے واقف بلکہ دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو کر ایک کامیاب مبلغ بن جائے۔ اس مقصد کے لئے کم از کم حجم میں زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچا کر بفضلہ تعالیٰ دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔“

۲..... ”خود کاشتہ پودا“ یہ چار صفحاتی پمفلٹ ہے۔ نام سے مضمون واضح ہے۔

۳..... ”حقیقت مرزائیت“ اس میں زیادہ تر صرف قادیانیوں کے کفر اور انگریزی نبوت کی

طرف سے انگریز حکومت کی خوشامدی و چاپلوسی قادیانی لٹریچر سے حوالہ جات کے ساتھ یکجا کیا گیا۔

مرحوم کے یہ تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع ہوئے۔

۴..... ”کیا قادیان میں مناظرہ قبول کیا جائے گا“ بحیثیت مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ امرتسر

کے ناظم اعلیٰ کے آپ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ میں شائع شدہ ہے۔

۵..... ”رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر“ (از جنوری ۱۹۳۹ء تا اکتوبر ۱۹۴۱ء)

۶..... ”قادیانی سیاست“

۷..... ”خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۳ھ، ترکان احرار کا پیغام“

یہ تین رسائل مولانا عبدالکریم مباہلہ کے ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں موجود ہیں۔

عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب

قادیان پٹھان کوٹ گورداسپور کے عبدالکریم ناقد گزرے ہیں۔ یہ پہلے قادیانی تھے پھر مسلمان ہوئے۔
عبدالکریم ناقد نے کتاب لکھی: ”حقیقت مرزائیت اور حقیقت ناقد“ یہ کتاب احتساب قادیانیت کی
جلد ۳۸ میں شائع کی گئی ہے۔

(۶۸۶)

عبدالہادی دین پوریؒ، حضرت میاں

(پیدائش: ۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء وفات ۲۶ اگست ۱۹۷۸ء)

حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ خانقاہ عالیہ دین پور کے بانی حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوریؒ کے جانشین اور خانقاہ شریف کے شیخ ثانی تھے۔ حضرت میاں عبدالہادی صاحبؒ نے تمام تر تعلیم دین پور شریف میں اکابر علماء کرام سے حاصل کی۔ دورۂ تفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کیا اور ان سے خلافت بھی حاصل کی۔

حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ عقیدہ ختم نبوت کے لئے ہمیشہ مستعد رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت امیر شریعتؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے آپ کے بہت ہی مشفقانہ تعلقات تھے۔ فیروزہ کے علاقہ میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کو بلوا کر تقریر کراتے تھے اور خود صدارت فرماتے تھے۔ ختم نبوت کی حمایت اور قادیانیوں کے خلاف لکھنے پر آغا شورش کاشمیریؒ، ایوب خان مرحوم کے دور میں گرفتار ہوئے۔ کراچی میں جیل کاٹی۔ اس دوران حضرت میاں عبدالہادیؒ پل پل کی صورتحال سے باخبر اور دعا گو رہے۔ آغا صاحب رہا ہو کر ٹرین سے واپس آئے تو خانپور کے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں میں حضرت میاں عبدالہادی صاحبؒ بھی شامل تھے۔ پلیٹ فارم پر چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ آغا صاحبؒ ٹرین سے اتر کر لیٹ گئے۔ آپ نے سینہ سے لگایا اور دعا دی۔ اسی طرح تحریک ختم نبوت

۱۹۷۴ء سے متعلق ایک واقعہ ”تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء“ جلد اول کے ص ۱۱۰، ۱۱۱ سے ملاحظہ فرمائیں۔

”فقیر کو ۲۰ مئی ۱۹۹۳ء کو ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے ایک دینی جلسہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہاں کے عالم باعمل حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مفتی حبیب الرحمن درخواستی، برادرم مکرم خطیب اہل سنت مولانا عبدالکریم ندیم خانپوری نے بتایا:

”قطب عالم حضرت میاں عبدالہادی صاحب سجادہ نشین دین پور شریف، اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ مگر اس تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے آپ کی قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی چارپائی کو خان پور جلوس میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۱۵

لایا گیا۔ ویگن پر چار پائی رکھی گئی۔ ان حالات میں آپ نے جلوس کی قیادت کی۔ خان پور کے اس جلوس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور حضرت حافظ سراج احمد صاحب بریلوی آپ کے دائیں بائیں ہمراہ تھے۔ شرکاء جب ختم نبوت کا نعرہ لگاتے تو حضرت میاں عبد الہادی صاحب اپنی تمام تر توانائیوں کو جمع کر کے ”زندہ باد“ سے جواب دیتے۔ مرزائیت مردہ باد کہتے تو آپ پر جلال کی کیفیت طاری ہوتی۔ رفقاء کو اشارہ سے بلا کر فرماتے کہ میاں دیکھو، گواہ رہنا۔ کل قیامت کے دن رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ شفاعت میں گواہی دینا کہ یہ عاجز (آگرے جو اپنی انکساری کے جملے ارشاد فرمائے، فقیر لکھ نہیں سکتا) عبد الہادی محض اس عمل کے صدقہ سے نجات و شفاعت کی بھیک مانگے گا۔ گواہی دینا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ ہی سے نجات ہوگی۔ نجات اور شفاعت حاصل کرنے کا یہ ”شارٹ کٹ“ راستہ ہے۔ انہیں حضرات کی ان اخلاص بھری اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دشمن اپنے کئے کی ہار رہا ہے اور اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔“

(۶۸۷)

عبداللہ احرار (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۰ء وفات: ۲۰ فروری ۱۹۷۵ء)

مشرقی پنجاب سے فیصل آباد آگئے۔ عمر بھر مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے دینی خدمات سرانجام دیں۔ مسلکی لحاظ سے اہل حدیث تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تعمیر و ترقی میں مثالی کردار ادا کیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر اور جانشین امیر شریعت مولانا سید عطاء المنعم بخاری مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بعد میں ایسا مرحلہ بھی آیا کہ

مولانا عبید اللہ احرار نے چوہدری ثناء اللہ بھٹہ کو ناظم اعلیٰ بنا لیا اور حضرت ابن امیر شریعت نے اپنا صدر مولانا محمد حسین چنیوٹی کو بنا لیا۔ ایک کو ناظم اعلیٰ مل گئے دوسرے بزرگ کو صدر مل گئے۔ کام چلتا رہا۔ بلکہ خوب چلتا رہا۔ مولانا عبید اللہ احرار کی جانب سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں صمدانی کمیشن میں تحریری بیان داخل کرایا گیا جو مولانا مظہر علی اظہر کے صاحبزادہ جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ نے داخل کرایا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں تمام رفقاء احرار سمیت خوب حصہ لیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے قادیانیوں کو غیر مسلموں میں کھڑا کیا۔ زہے نصیب!

(۶۸۸)

عبید اللہ انور (لاہور)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۲۱ اگست ۱۹۲۶ء وفات: ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے قرآن مجید والد ماجد اور قاری عبدالکریم صاحب سے جو دارالعلوم دیوبند سے لاہور آئے تھے سے پڑھا اور اسی دوران آپ نے جماعت چہارم کا امتحان بھی دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت لاہوری نے فرمایا کہ اگر اول آؤ گے تو جو کچھ مانگو گے وہی ملے گا۔ خدا کی قدرت کہ آپ اول آگئے۔ حضرت نے پوچھا کس چیز کی خواہش ہے۔ آپ نے جواب دیا مجھے گھڑی، گھوڑا اور ایک چھاتہ خرید کر دیا جائے اور دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا دیں۔ حضرت نے آپ کی ان عجیب و غریب خواہشات کو سنا تو آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ انور سے یہ ہمارا پہلا وعدہ ہے۔ اسے ضرور پورا کرنا چاہئے۔ وگرنہ بچے کے ذہن پر برا اثر پڑے گا۔ چنانچہ آپ کی خواہش کو پورا کیا اور علی گڑھ سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند دکھلایا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ماحول سے متاثر ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کی تو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کر دیا گیا اور پھر چند سالوں کے بعد جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ آپ وہاں پڑھتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی جلاوطنی کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی ڈیوٹی ان کی خدمت کرنے کی لگ گئی۔ حضرت سندھی کی خدمت کے ساتھ ان سے تقریباً تین چار سال علم بھی حاصل کیا۔ حضرت سندھی نے آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند بھجوا دیا اور تعارفی کارڈ پر داخلہ کے لئے لکھا جسے قاری محمد طیب قاسمی نے آنکھوں سے لگایا۔ ایک ملاقات میں حضرت

سندھی نے ڈاکٹر ذاکر حسین سے کہا کہ انور جب دیوبند سے فارغ ہوں گے تو انہیں آپ کے سپرد کروں گا کہ آپ نے برلن سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انور کو الہیات کی ڈگری دلوائیں۔ (حضرت سندھی فرماتے تھے کہ بی اے تک کی انگریزی کی استعداد ضروری ہے تاکہ انگریزوں سے نجات مل سکے) آپ نے ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کیا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے علاوہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۱۷

آپ نے شیخ الادب مولانا اعزاز علی امرہویؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا سید اصغر حسینؒ، مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ، مولانا سید مہدی حسن شاہ جہانپوریؒ جیسی جبال العلم شخصیات سے حدیث شریف پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ کے ساتھیوں میں امیر الہند سید اسعد مدنیؒ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ فراغت کے بعد حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنیؒ کو مولانا محمد صادقؒ کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھجوا دیا۔ پانچ چھ سال تک آپ نے وہاں پڑھایا اور پھر حضرت لاہوریؒ کے بلانے پر لاہور آ گئے۔ کراچی سے لاہور بلانے کا مقصد حضرت لاہوریؒ کا یہ تھا کہ وہ اپنے تمام امور ان کے سپرد کریں اور تمام امور اپنی نگرانی میں کروائیں اور ساتھ ہی روحانیت کے منازل بھی طے کروائیں۔

حضرت لاہوریؒ نے خود ان کی تربیت فرمائی۔ کھانا سامنے ہوتا تو حضرت لاہوریؒ فرماتے کہ توجہ دو کیا ہے (حلال ہے یا حرام ہے) گوشت کیا ہے؟ فروٹ کیسے ہیں؟ حضرت کو اللہ نے حلال و حرام میں امتیاز کرنے کا یہ خاص نور عطاء فرمایا تھا۔ وہ نور حضرت لاہوریؒ سے آپ کی طرف منتقل ہوا اور ہمیشہ ٹیسٹ میں کامیاب رہے اور پھر حضرت لاہوریؒ نے ان کو خلافت بھی دے دی۔ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ سمیت جید علماء کرام، حضرت لاہوریؒ کے خلفاء و خدام کے مشورہ سے حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کو حضرت لاہوریؒ کا جانشین مقرر کیا گیا۔

آپ اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی طرح اپنی زندگی کو قرآن و سنت اور دین کے لئے وقف کیا۔ اپنی ذات کو کچھ نہ سمجھا اور ہمہ وقت سنت رسول پر عمل پیرا رہے۔ آپ جمعیتہ علماء اسلام کے مرکزی و صوبائی عہدوں پر فائز رہے۔ جمعیتہ علماء اسلام کا ترجمان ہفت روزہ ترجمان اسلام پبلیکیشن آپ کے نام تھا۔ قدرت حق نے آپ کو خوبیوں کا مرکز بنایا تھا۔ آپ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں ہمیشہ تشریف لاتے۔ حضرت لاہوریؒ کے بعد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۱۸

آپ کے دورہ تفسیر کے طلباء کو مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی رد قادیانیت پر لیکچر دیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی مکمل نگرانی فرماتے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل آپ کی مسجد شیرانوالہ میں ہوئی۔ آپ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پنجاب کے صدر بھی رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا منبع بنایا تھا۔

(۶۸۹)

عبداللہ (عظیم آباد)، مولانا قاضی

(پیدائش: ۱۲۸۶ھ وفات: ۱۳۲۳ھ)

مولانا قاضی عبداللہ گڑنہ عظیم آباد کے تھے۔ اپنے چچا مولانا امین اللہ صاحب سے علم حاصل کیا۔ طویل مدت تک پڑھایا۔ پونہ، دکن اور مدراس میں مدتوں قاضی کے عہدہ پر کام کیا۔ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام، توضیح المرام، فتح اسلام میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے عروج جسمی اور نزول کا انکار کیا۔ تب مولانا سید محی الدین نے استفتاء مرتب کیا، جس کا تفصیل سے جواب حضرت قاضی عبداللہ عظیم آبادی نے تحریر فرمایا۔ اس کا نام ”فتاویٰ تکفیر منکر عروج جسمی ونزول عیسیٰ علیہ السلام“ ہے۔ اس پر تائیدی دستخط مفتی محمد سعیدؒ، مفتی حیدر آباد دکن میر حیدر علی خانؒ، سید محمد علی قادریؒ ایسے بارہ حضرات نے کئے۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں پہلی اشاعت کے سوا سو سال بعد ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۶۹۰)

عتیق الرحمن آروى؁ مولانا

”اسلام اور مرزائيت“ يه مضمون حضرت مولانا عتيق الرحمن آروى؁ كا مرتب كرده هے - جو دارالعلوم ديوبند كے مبلغ تهے - آپ كا يه مضمون رساله ”قاسم العلوم“ ديوبند ميں قسط وار ۸/قسطوں ميں شائع هوا جو بعد ميں پمفلٹ كى شكل ميں شائع كيا گيا - احتساب قاديانيت جلد ۵۱ ميں پيش خدمت هے -

(۶۹۱)

عتیق الرحمن چنیوٹی، مولانا

مولانا عتیق الرحمن صاحب بہت فاضل شخص تھے۔ عرصہ تک قادیانی رہے۔ اللہ رب العزت نے اسلام و ایمان سے بہرہ ور فرمایا۔ قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ فاروق، چشتی، تائب کے نام سے جانے پہچانے گئے۔ تقسیم کے بعد چنیوٹ میں مقیم ہوئے تو عتیق الرحمن چنیوٹی کہلائے۔ آپ کے تین رسائل ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:

۱..... "قادیانی فتنہ"

۲..... "قادیانی نبوت (پیغام محمدیت بجواب پیغام احمدیت)" مرزا محمود قادیانی ملعون نے

پیغام احمدیت نامی رسالہ لکھا۔ اس کے جواب میں پیغام محمدیت شائع کیا گیا۔ جو بعد میں قادیانی نبوت کے نام پر شائع ہوا۔

۳..... "قادیانی امت کا دجل" مولانا عتیق الرحمن چنیوٹی کا اپریل ۱۹۵۲ء کا شائع کردہ

رسالہ ہے۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ نے توفیق دی۔

مولانا عتیق الرحمن چنیوٹی مرحوم سے میں (سید امین گیلانی) نے دریافت کیا کہ آپ کیسے مرزائیت کے دام سے نکلے؟ تو انہوں نے خواب سنایا۔

"میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں مرزائی مرکز سے نکل کر بازار میں چوک کی طرف جا رہا ہوں۔ چوک میں لوگ کھڑے ہیں۔ جیسے مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ میں جب اس حلقے میں پہنچا تو دیکھا، لوگوں کے درمیان چند شخص کھڑے ہیں جن کے جسم انسانوں کے اور منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر رونے کے انداز میں چیخ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ مرزا غلام احمد کے مرید ہیں۔ فوراً ڈر کر جاگ گیا، پھر توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا۔"

(سید امین گیلانی)

(۶۹۲)

عتیق اللہ شاہ کشمیری، جناب مفتی

"آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے" اخبار صادق پونچھ کشمیر سے شائع ہوتا تھا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۲۰

اس کا ایڈیشن راولپنڈی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی جلد ۱۱ شمارہ ۲۷ اشاعت مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ ایک ضمیمہ شائع کیا گیا۔ جس میں ایک مقالہ تھا۔ جس کا نام تھا: ”آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے“ مقالہ نگار حضرت مولانا شمس العلماء مفتی عتیق اللہ شاہ تھے جو پونچھ کشمیر کے مفتی اعظم تھے اور شمس العلماء کے خطاب یافتہ بھی۔ انہوں نے مذہبی سے کہیں زیادہ سیاسی حوالہ سے کشمیر میں قادیانی سازشوں کے بارہ میں مواد کا انبار جمع کر دیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں یہ رسالہ شامل ہے۔

(۶۹۳)

عثمان الوری رحمہ اللہ (کراچی)، جناب محمد

کراچی کے جناب محمد عثمان الوری رحمہ اللہ نے ۱۹۸۸ء میں ”عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت“ کے نام سے کتاب شائع کی۔ اس کتاب کو محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں سمو دیا گیا ہے۔

(۶۹۴)

عرب مکی حنفی قادری رحمہ اللہ، مولانا قاری مفتی السید

محمد

موصوف نے رد قادیانیت پر ”الکلام الفصیح فی تحقیق حیات المسیح“ پر ستر صفحات کی ۱۹۳۰ء میں کتاب لکھی جس میں حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفع جسمانی کو قرآن کریم

سے ثابت کیا ہے اور قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی کے کذب و افتراء کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل اور محققانہ مباحث درج کئے ہیں۔ تاریخی نام ”ابواب تردید غلام احمد قادیانی“ ہے جس سے سن اشاعت سنہ ۱۹۳۰ء نکلتا ہے۔ پچاسی (۸۵) سال بعد اب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع کیا گیا۔

(۶۹۵)

عزیز احمد قادری بدایونی رحمہ اللہ، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۰۱ء وفات: جولائی ۱۹۸۹ء)

قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا محمود نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک خطبہ دیا جسے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۲۱

قادیانی کمپنی لمیٹڈ نے ”انعام الہی“ کے نام پر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ تب گڑھی شاہو لاہور کی جامع مسجد عید گاہ میں حضرت مولانا مفتی عزیز احمد صاحبؒ خطیب ہوتے تھے۔ آپ نے مرزا محمود ملعون قادیان کے پمفلٹ کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا۔

”اکرام الہی بجواب انعام الہی“ جو احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا مفتی عزیز احمد صاحبؒ نامور ثقہ عالم دین تھے۔ قرآن مجید کے مترجم بھی تھے۔ پہلے مدرسہ قادریہ بدایون میں پھر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں پڑھاتے رہے۔

(۶۹۶)

عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ) ، جناب

ایک قادیانی عزیز احمد ٹھیکیدار اپنی اندھی عقیدت لے کر ربوہ آیا۔ یہاں پوری قادیانیت کو کردار کے میدان میں اپنے سامنے عریاں رقص کرتے دیکھا تو قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ قادیانی مرکز میں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب یہ پمفلٹ ”ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی“ ہے۔ اسے احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۶۹۷)

عزیز الرحمن (بمبئی) ، مولانا مفتی

انڈیا بمبئی کے دارالعلوم امدادیہ میمن واڑہ روڈ بمبئی کے مفتی عزیز الرحمن صاحب نے مرزا طاہر کے مباہلہ کے جواب میں پمفلٹ شائع کیا۔

عزیز الرحمن دیوبندیؒ ، مولانا مفتی

دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن دیوبندیؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

”قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلا شک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔ اس پر کتاب و سنت کی شہادت نہیں پائی جاتی۔“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۲۲

(۶۹۹)

عزیز الرحمن سنجرانی (ملتان)، جناب

ملتان مجلس احرار اسلام کے کارکن اور نظریاتی ساتھی جناب عزیز الرحمن سنجرانی تھے۔ ”آئینہ مرزائیت“ کے نام پر ایک پمفلٹ انہوں نے شائع کیا تھا۔ مرحوم خوب درد مند قسم کے انسان تھے۔

(۷۰۰)

عزیز الرحمن گجراتی، جناب ملک

قادیانی خلیفہ مرزا محمود پر بدکرداری، بدکاری، گندے اور کمینے، فحش و حیاء سوز الزامات خود قادیانی جماعت کی معتد بہ تعداد نے لگائے اور ڈنکے کی چوٹ پر لگائے۔ ان میں ایک ملک عزیز الرحمن گجراتی بھی تھے جو احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف عبدالرحمن خادم کے سگے بھائی تھے۔ قادیانیوں کے مقدر کو دیکھو ایک بھائی مرزا محمود کو مصلح موعود قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے پرلے درجہ کا مکار و بدکار یقین کرتا ہے۔ یہ رسالہ ”جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے“ اسی تناظر میں پڑھا جائے کہ اس کا لکھنے والا خود ایک قادیانی ہے اور قادیانی خلیفہ کو ڈانگ دے رہا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل ہے۔

(۷۰۱)

عزیز انصاری (گوجرانوالہ)، جناب علامہ

گوجرانوالہ میں مسلم لیگ کے معروف رہنما حضرت علامہ عزیز انصاریؒ ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا تاج محمودؒ کے شانہ بشانہ رہے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۹۷۳ء میں آپ کا خطاب بھی ہوا۔ خوب خوب خدمت ختم نبوت کے لئے مستعد رہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۲۳

(۷۰۲)

عطاء اللہ اعوانؒ، جناب پروفیسر

(وفات: ۷ اپریل ۲۰۱۶ء)

پروفیسر صاحب مرزا قادیانی کے قریبی ساتھی رحیم بخش قادیانی کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک کی تعلیم صادق عباسیہ ہائی سکول بہاولپور سے حاصل کی۔ ۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء میں جمعہ کے دن احمد پور شرقیہ کی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جس میں مجاہدین ختم نبوت نے مرزا قادیانی کے کردار کو خوب کھول کھول کر بیان کیا تو اللہ پاک نے اس چودہ پندرہ سالہ نوجوان کو ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ اس نوجوان نے ہزاروں کے اجتماع میں مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ جس سے مسجد کے در و دیوار تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔ لوگوں نے نوجوان کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ بعد ازاں نوجوان کی تعلیم تربیت اور کفالت کا ذمہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے سر لیا۔ حضرت شاہ جیؒ اس نوجوان سے بہت محبت فرماتے اور یہ نوجوان گھنٹوں شاہ جیؒ کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دیگر اکابرین ختم نبوت بھی محبت فرماتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد پہلے ٹیچر پھر ترقی کر کے ایس ای کالج بہاولپور میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ تقریباً ۲۷ سال کا عرصہ گزار کر کالج سے ریٹائر ہوئے۔ قبول اسلام سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ختم نبوت کے مشن سے وابستہ رہے۔

۷ اپریل ۲۰۱۶ء بروز جمعرات آپ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق شیخ الحدیث مفتی عطاء الرحمن صاحب نے پڑھایا۔ مجلس کی طرف سے جنازہ میں ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ، مولانا اسحاق ساقی اور حافظ محمد انس نے شرکت کی۔

عطاء المحسن شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید

(پیدائش: ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء، امرتسر وفات: ۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء، ملتان)

مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ حضرت امیر شریعتؒ کے صاحبزادے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۲۴

تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس سے دورہ حدیث شریف کیا اور پھر عمر بھر جماعتی طور پر دینی مدارس کے قیام، جماعت کی تبلیغی و تنظیمی مصروفیات میں گم رہے۔ لکھنے پڑھنے کے خوگر تھے۔ ساری زندگی اس شغل کو جاری رکھا۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ لیکن تقدیر الہی پر راضی تھے۔ مولانا سید عطاء الحسن بہت ہی بہادر اور جفاکش انسان تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شب و روز ایک کردیئے۔ جماعتی حوالے سے وہ ایک سوچ کے حامل تھے اور اس پر نہایت ہی جزم کے ساتھ قائم ہی نہیں دائم بھی تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے قد کاٹھ، وجاہت ایسی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کے چھ مضامین کا مجموعہ محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۰۴)

عطاء المنعم شاہ بخاری (ملتان)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ء وفات: ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری المعروف سید ابوذر بخاری ہمارے مخدوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی۔ پھر آپ کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کے مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھر میں داخل کرا دیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان کی پہلی علماء کرام کی دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کرنے والی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے زیر سایہ خیر المدارس میں پڑھاتے بھی رہے۔ پھر مستقل مزدور رسائل کے ایڈیٹر رہے۔ الاحرار لاہور سے جاری کیا جو تاحال آپ کے صاحبزادہ سید

محمد معاویہ بخاری کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کے جانشین قرار دیئے گئے۔ آپ کو قدرت نے علم وفہم، حافظہ، حسن الصوت، حسن الصوت سے وافر حصہ دیا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو حضرت امیر شریعتؒ کی یاد تازہ کر دیتے۔ اتنے حسین و جمیل تھے کہ بقول مولانا محمد شریف جالندھریؒ کہ بعض وجوہ سے اپنے والد گرامی سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔ حق بات کہنے کے خوگر تھے۔ وہ اپنا ایک مؤقف رکھتے تھے اور اس میں کسی بھی طرح لچک کے روادار نہ تھے۔ البتہ خوددار تھے اور بلا کے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۲۵

آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ جس مجلس میں ہوتے اپنی خویوں، نسبتوں اور ذاتی وجاہت کے باعث نمایاں ہوتے۔ حافظ، قاری، سید، آل رسول، جانشین امیر شریعت، تبحر عالم فاضل، غضب کا حافظہ، خطیب، ادیب، صحافی، دانشور، پیر طریقت غرض خویوں کا مرقع تھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد جب پابندیاں نرم ہوئیں اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں تو حضرت ماسٹر صاحبؒ، حضرت شیخ صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ احرارؒ، چوہدری ثناء اللہ بھٹہؒ، صوفی الحاج عبدالرحیم خان نیازؒ، جناب محمد حسن چغتائیؒ، جناب ملک عبدالغفور انوریؒ اور دیگر حضرات کے ساتھ مل کر مجلس احرار اسلام کے احیاء تعمیر و ترقی، تشکیل و ارتقاء کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ اس میں اس حوالہ سے بہت کامیاب رہے کہ راہ حق کے مخلص اور ایثار پیشہ دوستوں کا ایک گروہ نہیں بلکہ جماعت تیار کر لی۔ جن کا صرف اور صرف آپ آئیڈیل تھے۔ وہ آپ کے چشم و ابرو کے اشارے کے منتظر رہتے۔ دیکھا جائے تو کسی بھی رہنما کی یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان کے دور میں مجلس احرار میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اولیت کی جگہ روحانیت نے لے لی۔ کہاں سے چلے کہاں پہنچے۔ اتنی تیز رفتاری سے کہ اس دور کے تمام رہنما پیچھے رہ گئے۔ دلائل سے گفتگو کرنے کے آپ بادشاہ تھے اور آپ کے خطابات ماسٹر پیس ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ تھے۔

مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور مولانا خواجہ خان محمدؒ کا احترام کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے اپنے عہد میں مکتبہ احرار قائم کر کے مجلس احرار اسلام کا بہت سارا لٹریچر دوبارہ شائع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ صرف تاریخ احرار اور مشاہدات قادیان پر آپ کے مقدمات کو دیکھ لیا جائے تو گویا معلومات کے سمندر کو

قلمبند کر دیا ہے۔ مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ کا وجود اس دھرتی پر ایک انعام تھا۔ وہ کیا گئے تصویر بخاری گم ہو گئی۔

ظفر اللہ قادیانی نے شاہ جیؒ کی وفات پر کہا: کہاں ہیں بخاری؟ آغا شورش کاشمیریؒ نے چٹان پر سید عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ کی تصویر چھاپ کر ظفر اللہ قادیانی کی بولتی میں پگھلا ہوا تارکول ڈال دیا۔ شورش شاہ جیؒ اور سید عطاء المہیمنؒ زندہ باد!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۲۶

(۷۰۵)

عظیم پارس ایرانی، جناب ڈاکٹر محمد

مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد بیانات کا حیرت انگیز مجموعہ ”آئینہ قادیان“ ڈاکٹر محمد عظیم پارس ایرانی انچارج پارس فری ہسپتال لاہور نے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۰۶)

عظیم واعظ سرکار عالی، مولوی محمد

علی گڑھ سے آج سے قریباً ایک صدی قبل رسالہ شائع ہوا، جس کا نام ”تحقیق قبر مسیح“ ہے۔ اس کے ٹائٹل پر تالیف جناب مولوی محمد عظیم واعظ سرکار عالی لکھا ہے جو جناب محمد عبدالوہاب عندلیب ایڈیٹر رسالہ واعظ نے طبع کرا کے مطبع اعظم حاجی شاہ علی گڑھ سے شائع کیا۔

(۷۰۷)

علاؤ الدین بی۔ ایل بھاگل پوری، جناب

عبدالمجید نامی ایک شخص جو بھاگل پور کا رہنے والا تھا قادیانی ہو گیا۔ اسی قادیانی نے مرزا قادیانی کی تائید میں چند رسائل بھی لکھے جس کا جواب خانقاہ عالیہ مونگیر شریف سے شائع کیا گیا۔ عبدالمجید قادیانی کے رسائل اور ان کے جوابات پڑھ کر جناب علاؤ الدین بی۔ اے، بی۔ ایل بھاگل پوری سے دیرینہ شناسائی اور دوستی کی بنیاد پر عبدالمجید قادیانی کو ایک خط لکھا جسے

”دوستانہ نصیحت“ کرے نام پر شائع کر دیا۔ قریباً ایک صدی پہلے کا یہ خط ہرے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شائع کیا گیا۔ اس کا ایک آخری ورق کرم خوردہ تھا وہ حصہ ناقابل استفادہ تھا۔ اسے بیاض کی شکل میں چھوڑ دیا ہرے۔

(۷۰۸)

علم الدین حافظ آبادی رحمہ اللہ، مولانا

مرزا غلام قادیانی کے ایک پیرو نے ”چودھویں صدی کا چاند“ نامی رسالہ شائع کیا۔ حافظ آباد کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب مولانا علم الدین نے جواب میں ”چودھویں صدی کا دجال کون؟“ یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ معروف اہل حدیث رہنما مولانا نور حسین گرجا کھی رحمہ اللہ گوجرانوالہ شہر نے اس رسالہ کو شائع فرمایا۔ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں اسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا ہے۔ فالحمد للہ! اور غلطی سے جلد ۵۲ میں بھی شامل ہو گیا۔

(۷۰۹)

علم الدین رحمہ اللہ (ساکن قادیان)، مولانا

مولانا علم الدین رحمہ اللہ خاص قادیان کے ساکن تھے۔ بعد میں جامع مسجد کیمبل پور (اٹک) کے خطیب بھی رہے۔ آپ کے قیام اٹک کے دوران میں ایک قادیانی ملعون نے چار ورقی پمفلٹ بنام ”اجرائے نبوت“ شائع کیا۔ مولانا علم الدین رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں ”حقیقت مرزائیت مع ختم نبوت، بجواب اجرائے نبوت“ شائع فرمائی۔ جو ۲۱ شعبان ۱۳۴۷ھ کو آپ نے مکمل فرمائی۔ اس کتاب میں قادیانی گروہ کی کتب سے قادیانیت کو باطل ثابت کیا گیا اور مسئلہ ختم نبوت کو تحقیق و الزام ہر دو طریق پر روشن کر کے دیکھا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں یہ کتاب بھی شامل اشاعت ہے۔

علم الدین شہید رحمہ اللہ (لاہور)، جناب غازی

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جس سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالت عالیہ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانون کے

چہارستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۲۸

مطالبی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ لاہور میں حضرت امیر شریعتؒ کے احتجاجی جلسے کا اعلان کر دیا گیا۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے جلسے کو بند کرنا چاہا، مگر حضرت امیر شریعتؒ نے پورے وقت مقررہ پر جلسہ کیا۔ اسی جلسے میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی شریک تھے۔ جلسہ ایک احاطے میں کیا گیا۔ احاطے کے دروازے پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا: ”آج آپ لوگ جناب فخر رسل خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا احمد سعیدؒ کے دروازے پر ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہؓ اور ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں؟“

پھر اس زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”ارے دیکھو تو! اماں عائشہؓ دروازے پر تو نہیں کھڑیں؟“ جلسہ ہل گیا، کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور لوگوں کی نگاہیں بے ساختہ دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ فرمایا دیکھو دیکھو! سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ اٹھے ہیں۔ خدیجہؓ و عائشہؓ پریشان ہیں۔ امہات المؤمنینؓ آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عائشہؓ پکارتی ہیں، وہی عائشہؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ پیار سے ”حمیرا“ کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے حبیب پاک ﷺ کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں کے ناموس کے لئے کٹ مرا کرتے ہیں۔ وہ دیکھو! سیدہ فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ ہے کوئی باغیرت مسلمان جو میرے ابا کا نام لے؟

فرمایا: ”مسلمانو! یا توہین سننے والے کان نہ رہیں، یا لکھنے والا ہاتھ نہ رہے اور بکنے والی زبان نہ رہے۔“

صبح ترکھان کا بیٹا غازی علم الدین اٹھا، جا کر راجپال کا کام تمام کر دیا۔ غازی عبدالرحمن (مہتمم)، مولانا حبیب الرحمن (صدر)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری مقرر تھے۔ کیس چلا۔ ایک ایک سال کے لئے ہر سہ حضرات حوالہ زنداں کر دیئے گئے۔ غازی علم الدین پر قتل کا مقدمہ چلا، پھانسی کا حکم ہوا اور وہ تختہ دار پر حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۲۹

تحفظ میں لٹکا دیئے گئے۔ بعد میں حضرت قاضی احسان احمد صاحبؒ اسی جیل میں گرفتار ہو کر گئے۔ اتفاق سے آپ کو اسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا، جس میں پہلے غازی علم الدین شہیدؒ رہ چکا تھا۔ جیل وارڈن نے کہا: ”قاضی صاحبؒ! تم بہت خوش نصیب ہو، یہ بہت ہی برکت والی کوٹھڑی ہے۔“ قاضی صاحبؒ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ صاحب! غازی علم الدینؒ اس کوٹھڑی میں تھا، تو ایک رات کوٹھڑی روشن ہو گئی۔ بقعہ نور بن گئی۔ میں پہرے پر تھا۔ میں حیران و پریشان دوڑا ہوا آیا کہ کہیں ملزم اپنے آپ کو آگ تو نہیں لگا رہا۔ مگر وہ تو بڑے اطمینان سے اس دنیا سے گم صم تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران کھڑا رہا، کافی دیر بعد جگایا، پوچھا تو میرے اصرار، منت و سماجت پر غازی مرحوم نے کہا کہ خواب میں رحمت عالم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ فرمایا علم دین! ڈٹ جاؤ، میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ہفت روزہ ”لولاک“ فیصل آباد، مورخہ ۳ جنوری ۱۹۸۳ء)

غازی علم الدینؒ کی خوش بختی آپ نے ملاحظہ کی۔ اب مرزا بشیر الدین کی وہ بدزبانی جو اس واقعے پر سیخ پا ہو کر اس نے کہی، ملاحظہ ہو: ”وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں، وہ لوگ جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء)

اور طرفہ تماشا یہ کہ جب انگریز کی حمایت کا مرحلہ آئے تو وہی حرام، حلال اور ناجائز، جائز بن جاتا ہے۔

”ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں جو اپنے خون اور جان دینے سے دریغ نہیں کیا اور نہ اب دریغ ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱)

ظلم کی انتہاء دیکھئے کہ رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے غازی علم الدینؒ کا اقدام ناجائز اور مرزا قادیانی کی عزت کے لئے جائز، مرزا محمود نے کہا، ملاحظہ ہو: ”اپنی دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا، قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔“

(اخبار الفضل قادیان ج ۱۷ نمبر ۱۰۱ ص ۱، مورخہ ۴ مئی ۱۹۳۰ء)

”اگر اس سلسلے میں کسی کو پھانسی دی جائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم اسے برگز منہ نہیں لگائیں گے۔ بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔“

(اخبار الفضل قادیان ج ۱۷ نمبر ۹۷ ص ۷، مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء)

(۷۱۱)

علمائے سیالکوٹ

۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں ایک قادیانی کا جنازہ مسلمان نے پڑھا دیا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹیؒ امام مسجد یتیم شاہ محلہ اتاری نے چودہ رفقاء سمیت فتویٰ طلب کیا۔ مولانا محمد علی کاندھلویؒ، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، حکیم محمد صادقؒ ایسے بیسیوں حضرات نے فتویٰ دیا کہ نماز جنازہ پڑھانے والا اعلانیہ توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹیؒ نے شائع کیا۔ جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۷۱۲)

علمائے شاہجہاں پور

تحریک تحفظ ختم نبوت کی تواریخ میں شاہجہاں پور کے بے شمار علماء اور اہل علم کا نام ملتا ہے جنہوں نے شہر و اطراف شہر سے فتنہ قادیانیت کے استیصال میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں سے بعض نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ (مفتی اعظم ہند)، حضرت مولانا محمد کفایت ابن نجیب اللہ صاحبؒ، سید محمد اعظم صاحبؒ (مفتی شاہجہاں پور)، مولانا غلام محی الدین صاحبؒ (امام جامع مسجد شاہجہاں پور)، مولانا محمد عثمان صاحبؒ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور)، مولانا محمد عبد الخالق صاحبؒ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور)،

مولانا محمد سخاوت اللہ خان صاحبؒ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور) یہ علماء کبار وہ ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ہم عصر ہیں اور ۱۹۰۶ء میں قادیانیت کے خلاف ایک استفتاء کے جواب میں فتویٰ پر ان سب اکابر کے دستخط ہیں۔ اس وقت اس مقدس تحریک سے جڑے ہوئے تمام بزرگوں کا احاطہ اور حصر مقصود نہیں۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان سب کے درمیان حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ کا وجود ایسا لگتا ہے کہ قدرت باری تعالیٰ نے آپ کا انتخاب ہی اسی عظیم خدمت کے لئے کیا تھا۔

(از قلم مولانا شاہ عالم گورکھپوری)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۳۱

(۷۱۳)

علمائے گوجرانوالہ

گوجرانوالہ باغبانپورہ میں ایک قادیانی کا جنازہ ایک مسلمان نے پڑھا دیا۔ ۱۹۶۶ء کی بات ہے۔ فتویٰ مرتب ہوا۔ مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، مولانا محمد چراغؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ، مولانا قاضی شمس الدینؒ، مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، مولانا ابوداؤد محمد صادقؒ، ایسے حضرات نے اس کی تائید کی۔ جنازہ پڑھانے والے نے علی الاعلان توبہ کی۔ ایمان و نکاح کی تجدید ہوئی۔ مولانا احمد سعیدؒ (گوجرانوالہ) نے اس فتویٰ کو شائع کیا۔ جسے ہم نے بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کیا ہے۔

(۷۱۴)

علی الحائری (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید

(ولادت: ۱۸۸۰ء..... وفات: جون ۱۹۳۱ء، لاہور)

جناب مولانا سید علی الحائری لاہوری، شیعہ عالم تھے۔ جنہیں شیعہ حضرات، حضرت حجة الاسلام والمسلمین، صدر المفسرین، سلطان المحدثین، محی الملة والدين، رئیس الشیعیہ، مدار الشریعہ، فیاض دہر، حکیم الامت الناجیہ، سرکار شریعت مدار، علامہ، قبلہ، مجتہد العصر والزمان جیسے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات تو تقریباً طے سمجھی جاسکتی ہے کہ مولانا سید

علی الحائری شیعہ حضرات کے نامور مذہبی سکالر تھے اور شیعہ حضرات میں ان کا مقام ومنصب یقیناً بلند تھا۔

ملعون قادیان مرزا قادیانی نے ”دافع البلاء“ نامی کتاب لکھی۔ جس میں سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسینؑ پر اپنی فضیلت ثابت کی۔ معاذ اللہ!

مرزا قادیانی کی اس ملعونانہ جرأت اور احمقانہ جسارت، رذیل حرکت، خبیث شرارت پر شیعہ حضرات میں سے مولانا علی الحائریؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اس کے زمانہ حیات میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ مولانا علی الحائریؒ کی پانچ کتابیں رد قادیانیت پر فقیر کے علم میں آئیں۔ ان میں سے:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۲

”وسيلة المبتلاء لدفع البلاء“ ۱۲ صفر ۱۳۲۰ھ، مطابق ۲۳ مئی ۱۹۰۲ء کو آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کے سات صفحات تھے اور مفید عام پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں موصوف نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسینؑ کے حالات لکھ کر قادیانیوں کو دعوت دی کہ وہ سوچیں کہ ان مقدس حضرات کے عالی مقام سے ملعون قادیان کو کیا نسبت تھی؟ اس میں موصوف نے سیدنا حسینؑ کے حالات خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے تحریر کئے۔ اس لئے کہ مصنف خود شیعہ ہیں۔ لہذا مطالعہ کے وقت یہ بات پیش نظر رہے۔

”تبصرة العقلاء“ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے اس رسالہ کا تعارف تحریر کیا ہے: ”بتائید رب جلیل یہ رسالہ مرزا قادیانی اور حضرت امام حسینؑ کے حالات کا قرآن مجید اور ملائکہ اور انبیاء سلف سے تقابل کر کے آنجناب (سیدنا حسینؑ) کی فضیلت کا ثبوت ہے۔“ یہ رسالہ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ، مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۰۲ء کو آپ نے مکمل کیا۔ اس میں آپ نے خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے سیدنا حسینؑ کے مقام و منصب کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ ان مباحث کا ہمارے موضوع ”احتساب قادیانیت“ سے تعلق نہ تھا۔ ہاں! البتہ رسالہ، ملعون قادیان کے رد میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے رد قادیانیت کا حصہ تو اس رسالہ سے ہم نے لے لیا۔ جو شیعہ نقطہ نظر تھا۔ اسے حذف کر دیا گیا اور جہاں جہاں سے حذف کیا اس کے لئے علامتی نشان یعنی نقطے ڈال دیئے۔ غرض ۴۴ صفحات میں سے ۲۶ صفحات ہم نے لئے۔ باقی کو ترک کر دیا۔ جو حصہ لیا اس میں بھی شیعہ نقطہ نظر کی جھلک موجود ہے۔ اس لئے کہ مصنف شیعہ ہے۔ لیکن رد قادیانیت پر شیعہ حضرات کا موقف جاننے کے لئے اس رسالہ کو ملخصاً احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں لے لیا ہے۔

”مهءى موعوء“ بهى مولانا على الحائرى كا هے - آٲ نهى به رساله شعبان ۱۳۴۲هـ مىن آءرر كىا - گىلانى ٲرىس لاهور سهى آواجه بك اىجنسى نهى شائع كىا - اس مىن بهى سىءنا مهءى علىه الرضوان كه مىعلق تمام شىعه نقطه نظر آٲ نهى آءرر كر كه ملعون قاءىان كه ءعوى مهءوىء كو اس ٲر ٲركها هے اور اسه آوب كذاب و ءجال آابء كىا هے - به رساله بهى آاصه آءف كرنا ٲڑا كه سىءنا مهءى علىه الرضوان كه مىعلق شىعه

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۳

حضرات کا کیا موقف ہے؟ یہ ہمارے سلسلہ ”احتساب قادیانیت“ کا موضوع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حذف کیا۔ ۲۴ صفحات تھے۔ جہاں سے حذف کیا علامتی نشان یعنی نقطے ڈال دیئے۔ اس کے باوجود بعض چیزیں شیعہ نقطہ نظر کی بھی رہنے دی گئیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کی جو گرفت مصنف نے کی ہے وہ بالکل سمجھ نہ آتی۔ یہ ناگزیر تھا۔ اس کو گوارا کر لیا گیا۔

۲..... ”مسیح موعود“ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کا تعارف خود مصنف نے

ٹائٹل پر یہ دیا: ”مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کا قرآن و حدیث سے مدلل ثبوت اور مرزائیوں کے مایہ ناز مسئلہ وفات مسیح کی مکمل تردید اور متعلقہ اعتراضوں کا مفصل فیصلہ۔“ یہ مکمل رسالہ من وعن لے لیا۔ خالصتاً حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر بحث ہے۔ ملعون قادیان کے دعویٰ مسیحیت کو بھی اڑے ہاتھوں لیا ہے۔ کہیں معمولی ترمیم و اضافہ شاید ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ البتہ یہ رسالہ مکمل احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں آ گیا ہے۔ مصنف نے مارچ ۱۹۲۶ء میں رسالہ شائع کیا تھا۔ یاد رہے کہ رد قادیانیت پر موصوف کی ایک کتاب ”غایۃ المقصود“ چہار حصص پر مشتمل ہے۔ وہ چونکہ مکمل فارسی میں ہے۔ بغیر ترجمہ اس کی اشاعت اور وہ بھی ضخیم کتاب کی، سمجھ نہ آئی کہ کیا کروں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں اسے شامل نہیں کیا۔ خیال تھا کہ احتساب کی ایک مکمل جلد میں شیعہ حضرات اور خارجی حضرات کے رد قادیانیت پر رسائل کو جمع کروں گا۔ تاکہ رد قادیانیت کا یہ گوشہ بھی سامنے آجائے۔ لیکن اتنی ”برکات“ شاید ایک جلد نہ برداشت کر پاتی۔ چنانچہ مولانا علی الحائریؒ کے چار رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں جمع ہو جانے پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ باقی باقی!

علی امرتسریؒ؁ ءناب ڈاکٹر حکیم محمد

(پیدائش: ۱۸۹۱ء وفات: ۲ اءست ۱۹۹۰ء) ڈاکٹر حکیم محمد علیؒ طبیه کالج دہلی کے سند

یافتہ تھے۔ طبیه کالج امرتسر کے ہیڈ پروفیسر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۴

بھی تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ”سودائے مرزا“ کے نام سے رسالہ لکھا۔ آپ نے اس رسالہ میں قطعی دلائل اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے ثابت کیا ہے کہ مرزا ملعون قادیان، نہ نبی تھا نہ مسیح نہ مجدد اور نہ ہی ولی و ملہم بلکہ مرض مالیخولیا کا مریض تھا۔ اس کے کل الہامات و دعاوی محض مرض مالیخولیا کے باعث تھے۔ یہ رسالہ ۱۹ فروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ جسے احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں بھی شائع کیا گیا۔

(۷۱۶)

علی چنیوٹیؒ، جناب صوفی محمد

(وفات: ۱۰ فروری ۲۰۱۶ء)

صوفی محمد علی، حضرت حاجی محمد صدیق ارائیں پانی پتی کے ہاں ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ صوفی صاحب نے چنیوٹ میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ سلانوالی میں ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔ چک نمبر ۹۰ شمالی میں آپ امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آج کل اقبال رائس ملز چنیوٹ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ صوفی محمد علیؒ نظریاتی کارکن تھے۔ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے عاشقانہ تعلق تھا۔ زندگی بھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت بھرا تعلق قائم رکھا۔ عالمی مجلس کے مدرسہ چناب نگر کے آپ خصوصی معاون و محب تھے۔

(۷۱۷)

علیٰ (ژوب)، جناب الحاج صوفی محمد

(وفات: ۵ مئی ۱۹۸۸ء)

الحاج صوفی محمد علی صاحبِ ژوب فورٹ سنڈیمن کے مجاہد اسلام تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کو اس علاقہ میں بام عروج تک پہنچایا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس علاقہ میں بانی اور پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔ آپ نے جولائی ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کے خلاف ژوب میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جناب بھٹو صاحب

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۵

ژوب تشریف لائے تو بھرے جلسہ میں پیہر کر مظاہرہ کر کے جناب بھٹو صاحبؒ کو تحریک ختم نبوت کی اہمیت و حساسیت کا احساس دلایا۔

صوفی محمد علیؒ کا وجود اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھا۔ بہت ہی مخلص اور مجاہد فی سبیل اللہ شخص تھے۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کا آغاز کیا۔ اب آپ کے صاحبزادہ الحاج محمد اکبر صاحب نے اپنے رفقاء سمیت اس کام کو وسعت دی۔ مجلس کا ملکیتی دفتر اور مدرسہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے حضرت صوفی محمد علی صاحبؒ کے پوتے اور حاجی محمد اکبر صاحبؒ کے ایک صاحبزادے عالم ہیں۔ صاحبزادہ مولوی محمد انور صاحب کا نام حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے نام پر رکھا تھا۔ یہ سب ہمارے الحاج صوفی محمد علی صاحبؒ کی نیکیوں کا صدقہ ہے۔ اللہم رب زد فزدا!

(۷۱۸)

علیؒ (لودھراں)، جناب صوفی محمد

(وفات: ۳/جنوری ۱۹۹۳ء)

سنام ریاست پٹیالہ میں جناب محمد حسن راجپوتؒ کے ہاں صوفی محمد علی صاحبؒ پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے ملتان آ گئے۔ یہاں محکمہ انہار میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ ملتان کو خیر آباد کہا۔ ملازمت ترک کر کے لودھراں جا کر فروکش ہوئے۔ تحصیل آفس میں ملازمت کی۔ پھر اخبارات کے شعبہ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۵۵ء سے مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق قائم ہوا جو زندگی کے آخری سانس تک قائم رہا۔

(۷۱۹)

علی محمد صدیقیؒ (راجن پور)، مولانا

مولانا علی محمد صدیقیؒ کے والد گرامی حاجی قادر بخشؒ تھے جو قوم پرہار سے تعلق رکھتے تھے۔ پرہار، بستی راجن پور کے قریب جانب غرب واقع ہے۔ یہاں مولانا علی محمد صاحبؒ ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ راجن پور میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں داخلہ لیا۔ جہاں قاری سیف الرحمنؒ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ یہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۶

مدرسہ مفسر قرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کا قائم کردہ تھا۔ مولانا عبدالعزیزؒ ایک ثقہ عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر پر آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ خوب ترنم سے تقریر کرتے تھے اور سماں باندھ دیتے تھے۔ مولانا علی محمد صاحبؒ نے آپ سے ترجمہ و تفسیر بھی پڑھا۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھتے رہے۔ اس دوران آپ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے پاس بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا علی محمد صاحبؒ نے دورۂ حدیث جامعہ مخزن العلوم خانپور سے کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم تونسویؒ (فاضل دیوبند) اور جامع المعقول والمنقول مولانا واحد بخش صاحبؒ (فاضل دیوبند) کوٹ مٹھن والوں سے حدیث شریف پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ یاد رہے کہ مولانا محمد ابراہیمؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اور مولانا واحد بخش صاحبؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء کے آس پاس مولانا علی محمد صدیقیؒ اور مولانا عبد الخالق رحمانیؒ نے مرکز العلوم مسافر خانہ راجن پور میں تعلیمی، تدریسی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ قرآن مجید کے حفظ اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم کا اجراء کیا گیا۔ دو سال بعد مولانا علی محمد صاحبؒ نے ۱۹۷۲ء میں جامع مسجد کینال کالونی راجن پور میں مدرسہ اشرف المدارس حنفیہ کا اجراء کیا اور پھر زندگی کے آخری سانس تک مدرسہ کا اہتمام اور مسجد کی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

مولانا علی محمد صدیقیؒ خاندانی طور پر زمیندار تھے۔ خاصی زمین رکھتے تھے۔ اپنی وضع قطع، قد و کاٹھ، علمی وجاہت اور زمیندارہ وقار کے باعث سرکاری افسران کے حلقہ میں مقبول رہنے لگے۔ مربوط گفتگو کے بادشاہ تھے۔ تلخ سے تلخ حقیقت کو رسیلی اور میٹھی گفتگو میں ایسا بیان کرنے کے ماہر تھے کہ مشکل سے مشکل مرحلہ کو بھی چٹکیوں میں حل کر لیتے تھے۔ آپ کی گفتگو کو

ہر آدمی وقعت دیتا تھا۔ اس سے آپ کی ہر دلچیزی اور مقبولیت عامہ میں اضافہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رائے کو احترام کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے سفیر امن، ہمدرد قوم و ملت کے اعزازات نے آپ سے عزت حاصل کی۔ ڈسٹرکٹ مصالحتی کمیٹی اور ڈویژنل امن کمیٹی کے آپ چیئرمین تھے۔ حق کا ساتھ دینا ہمیشہ حق و سچ کی بات احسن انداز میں پیش کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ جمعیت علماء اسلام کے امیر اور ناظم عمومی تھے۔ اس لئے آپ عمر بھر جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۷

رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ وصال کے وقت بھی آپ عالمی مجلس راجن پور کے امیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ مولانا علی محمد صاحب ہمیشہ غریب دوستوں، اور علاقہ کے عوام کی خدمت اور مدد میں کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا جنازہ راجن پور کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے تھا۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے پڑھایا۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے۔ خوب آزاد مرد تھے۔

(۷۰)

علی مونگیریؒ، حضرت مولانا سید محمد

(ولادت: ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء، کانپور وفات: ۱۳/ستمبر ۱۹۲۷ء، مونگیر)

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ سادات میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیسویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ بہاء الحق ملتانیؒ کے صاحبزادہ شاہ ابوبکرؒ چرم پوش تھے۔ جو ہندوستان کے ضلع مظفر نگر کے قصبہ کٹھول میں آکر آباد ہوئے۔ شاہ ابوبکرؒ چرم پوش آسمان ولایت کے نیر تاباں تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میری نسل کبھی ولایت سے خالی نہ ہوگی۔ شاہ ابوبکرؒ سے سید محمد علی مونگیریؒ تک تو یہ بات سو فیصد چشم حقیقت سے دنیا نے دیکھی۔ شاہ ابوبکرؒ، حضرت مونگیریؒ کے گیارہویں جد امجد ہیں۔ حضرت مونگیریؒ ۳ شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں سید عبدالعلیؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ ولادت کے دو سال بعد والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ آپ کے دادا سید شاہ غوث علیؒ ابتدائی زمانہ میں آپ کے کفیل رہے۔ قرآن مجید اپنے چچا سید ظہور علیؒ سے پڑھا۔ ابتدائی فارسی کتب سید عبدالواحد

بلغرامی سے پڑھیں۔ درسیات کی تکمیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م: ۱۳۳۳ھ) جو استاذ الاساتذہ ہند تھے اور مولانا عنایت احمد کاکوروی مصنف علم الصیغہ (م: ۱۲۷۹ھ) سے کی۔ دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی سہارنپوری (م: ۱۲۹۷ھ) سے کیا۔ مختلف حضرات کے زیر صحبت رہے۔ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے کی۔ ایک بار گھوڑے پر حضرت شاہ فضل الرحمن کو ملنے گئے۔ واپسی پر آپ نے گھر پیغام بھیجا کہ کچھ کچا پکا جو ہے بھجوا دو۔

چند سیر چنے کچے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۸

آئے۔ حضرت شاہ فضل الرحمنؒ نے حضرت مونگیریؒ کے رومال میں تین لپیں چنوں کی بھر کر ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دنیا ہم نے آپ کو دی اور پھر پان منگوا یا۔ پہلے خود حضرت گنج مراد آبادیؒ نے چبایا پھر حضرت مونگیریؒ کو دیا اور پھر فرمایا کہ یہ پان عرفان تھا جو آپ کو دیا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمنؒ گنج مراد آبادیؒ سے بیعت کے بعد دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے کیا۔ پھر شاہ فضل الرحمنؒ نے بھی حدیث کی اجازت دی اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت مونگیریؒ نے عرصہ تک پڑھایا۔ طالب علموں کا خوب رجوع ہوا۔ آپ ندوۃ العلماء کے بانی تھے۔ آپ نے بڑا کتب خانہ تیار کیا۔ جو اب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ ندوۃ العلماء کا قیام ۱۸۹۲ء کے جلسہ مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا۔ مولانا مونگیریؒ اس ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔

مرزا قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں رسالہ تحفۃ الندوہ لکھا۔ حضرت مونگیریؒ نے توجہ نہ دی۔ مونگیر و بھاگل پور کے اضلاع میں قادیانیوں نے سرگرمیاں دکھائیں اور پھر بہار میں بھی قادیانی یورش بڑھی۔ اب ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کر کے حضرت مونگیریؒ مونگیر تشریف لائے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ انہوں نے دوبارہ اس میدان میں آنے کی جرأت نہ کی۔ یہ قادیانیت پر پہلی ضرب کاری تھی جس سے نہ صرف بہار کے قادیانیوں کو بلکہ پورے ہندوستان کی قادیانی تحریک کو سخت نقصان پہنچا اور اس کے بہت خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔ اس مناظرے میں (جو ۱۹۱۱ء میں ہوا) تقریباً چالیس علماء شریک تھے۔ دوسری طرف سے حکیم نور الدین وغیرہ آئے تھے۔ مناظرے کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا ہی

کافی ہے کہ ادھر مناظرہ شروع ہوا، ادھر مولانا سجدے میں گر پڑے اور جب تک فتح کی خبر نہ آئی سر نہ اٹھایا۔

اس مناظرے کی مختصر روئیداد مولانا کے صاحبزادہ مولانا منت اللہ رحمانی نے قلمبند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مرزا قادیانی کے نمائندے حکیم نور الدین صاحب، سرور شاہ قادیانی اور روشن علی قادیانی، مرزا قادیانی کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے اور ان کی فتح میری فتح۔ اس طرف سے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، علامہ انور شاہ کشمیری صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، مولانا عبدالوہاب بہاری صاحب، مولانا ابراہیم صاحب

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۳۹

سیالکوٹیؒ، (تقریباً چالیس علمائے کرام) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا۔ صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے۔ کتابیں الٹی جا رہی ہیں۔ حوالے تلاش کئے جارہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علیؒ کی طرف سے مناظرے کا وکیل اور نمائندہ کون ہو؟ قرعہ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ کے نام پڑا۔ آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا۔ علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں گئی۔ وقت مقرر تھا۔ اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ اسٹیج پر تقریر کے لئے آئے اور اس طرف آپ سجدے میں گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک فتح کی خبر نہ آگئی۔ بوڑھوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا قادیانی کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سروں پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔“

(سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ)

مولانا کے ایک مسترشد اور مجاز مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے ذریعے مونگیر اور بھاگلپور کے دیہاتوں میں سینکڑوں ہزاروں اشخاص کی اصلاح ہوئی اور وہ ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ دیہاتوں میں مولود کے جلسے اس اصلاح کا بڑا ذریعہ بنے اور ان سے بہت فائدہ ہوا۔ مولانا ایک طویل اور مفصل مکتوب میں ان کو لکھتے ہیں:

”مولود شریف کے جلسے کراؤ اور اس میں ان کے (مرزا قادیانی اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو۔ جس مقام کے لوگ نہایت غریب ہیں ان سے کہو کہ تم سنو۔ شیرینی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔ تم کو ہر جگہ بھیجیں۔ یہاں سے رسائل

قادیانی کے متعلق منگوا کر ان لوگوں کو دو اور اس خط کی متعدد نقلیں کر کے جو ہمارے احباب ہیں، ان کو بھجواؤ۔“

اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ کہ

مولانا مرحوم کو اس سنگین خطرے کا جو مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا، پورا احساس تھا اور اس کے مقابلے کا ان کو اس قدر زائد اہتمام تھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ:

”اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلم جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانیت کی کتاب پائے۔“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۰

اس بات سے مولانا مرحوم کے اس اہتمام و توجہ اور خلش و بے چینی کے ساتھ اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت اس تحریک نے کتنی خطرناک اور تشویش انگیز صورت اختیار کر لی تھی اور اس بات کی ضرورت صاف محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے سدباب کے لئے اسی دل سوزی اور قربانی سے کام لیا جائے۔ جس سے مولانا مرحوم نے کام لیا اور اپنے آرام اور صحت کی پروا کئے بغیر اس کے لئے ہر قسم کی جدوجہد اور قربانی میں سب سے پیش پیش رہے۔

ایک صاحب (مولوی نظیر احسن صاحب بہاری) جن کا خط پاکیزہ تھا۔ صرف اس کام پر مامور تھے کہ وہ مسودات صاف کرنے میں تاخیر ہو جاتی تو مولانا مرحوم ان سے فرماتے کہ: ”محنت سے کام کرو، تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا۔“

ایک مرتبہ مولوی صاحب نے پوچھا کہ: ”کیا مجھ کو جہاد بالسیف کا ثواب ہوگا؟“ فرمایا: ”بے شک! اس فتنہ قادیانیت کا استیصال جہاد بالسیف سے کم نہیں۔“

مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ تین بجے تہجد کے لئے اٹھ جاتے تھے۔ اب یہ تہجد کا وقت بھی رد قادیانیت کے لئے وقف کر دیا۔ اکثر یہ وقت تصنیف میں گزرتا۔ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم تہجد چھوڑ کر رد قادیانیت پر کتابیں لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا وجود قادیانی امت کے لئے درہ عمر کی حیثیت رکھتا تھا۔ رد قادیانیت کے عنوان پر کام کرنے والے حضرات کے لئے مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی حیثیت آئیڈیل شخصیت کی ہے۔ آپ نے اس عنوان پر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں جو رتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور فتنہ قادیانیت کے لئے سوبان روح ہیں۔ ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ نے فتنہ قادیانیت پر اتمام حجت کا کام لیا۔ وہ بلاشبہ اپنے دور میں امت مسلمہ کے لئے آیت من آیات

اللہ تھے۔ آپ کی خانقاہ مونگیر سے سو سے زیادہ رد قادیانیت پر کتب و رسائل شائع ہوئے جن میں سے اکثر و بیشتر آپ کے رشحات قلم ہیں۔ باقی آپ کے شاگردوں و مریدوں میں سے علماء کرام کی جماعت کے تحریر کردہ ہیں۔ آپ کی خانقاہ عالیہ سے صحائف رحمانیہ مختلف اوقات میں شائع ہوئے جن کی تعداد ۲۴ ہے۔ ان کو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شائع کیا گیا۔ فالحمد للہ!

صحائف رحمانیہ کی اشاعت دسمبر ۱۹۱۲ء سے شروع ہو کر ۳۰ اگست ۱۹۲۴ء تک اختتام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴۱

پذیر ہوئی۔ گویا دس سال میں یہ چوبیس رسائل شائع ہوئے۔ ۱۹۱۳ء کے بعد ۲۰۰۱ء میں ان کی اشاعت پر تقریباً ۹۰ سال کا عرصہ بیت گیا۔ نوے سال بعد بھی ان مضامین کی آب و تاب جوں کی توں باقی ہے۔ یہ مکمل رسائل کس طرح جمع ہوئے۔ یہ مستقل کہانی ہے۔ ”تدارکات الحساب لیوم الحساب“ کے تحت اس کہانی کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت مونگیریؒ کے چودہ رسائل ہمیں میسر آئے۔ ان میں سے تین تو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شائع ہو چکے۔ باقی احتساب قادیانیت جلد ۷ میں شائع ہوئے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت۔ (۲) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت و افضلیت۔ (۳) عبرت خیز۔ (۴) فیصلہ آسمانی (حصہ اول)۔ (۵) تتمہ فیصلہ آسمانی (حصہ اول)۔ (۶) فیصلہ آسمانی (حصہ دوم)۔ (۷) فیصلہ آسمانی (حصہ سوم)۔ (۸) دوسری شہادت آسمانی (اول، دوم)۔ (۹) تنزیہ ربانی از تلویث قادیانی۔ (۱۰) معیار صداقت۔ (۱۱) حقیقت المسیح۔ (۱۲) معیار المسیح۔ (۱۳) ہدیہ عثمانیہ و صحیفہ انواریہ۔ (۱۴) حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ۔

ان میں سے پہلے تین صحائف رحمانیہ پر مشتمل احتساب قادیانیت جلد پنجم میں شائع ہو گئے ہیں۔ فلحمد للہ! باقی گیارہ کا مجموعہ احتساب قادیانیت جلد ہفتم ہے۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں آپ کی کتاب حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ کا خلاصہ شائع کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا رؤیا

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ صاحب کشف و کرامت بزرگ، صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت وظائف، عبادت و مجاہدات میں گزرتا تھا۔ انہوں نے متعدد بار ذکر کیا کہ

میں عالم رؤیا میں حضور سرور کائنات، فخر موجودات، خاتم الانبیاء ﷺ کے دربار عالی میں پیش ہوا۔ نہایت ادب و احترام سے صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”محمد علی! تم وظیفے پڑھنے میں مشغول ہو اور قادیانی میری ختم نبوت کی تخریب کر رہے ہیں۔ تم ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کرو۔“

حضرت مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اس مبارک خواب کے بعد نماز فرض، تہجد اور درود شریف کے علاوہ تمام وظائف ترک کر دیئے۔ دن رات ختم نبوت کے کام میں منہمک ہو گیا۔

(روئداد مجلس ۱۹۸۲ء ص ۱۳)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۴۲

اسی درمیان یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مراقبے میں مولانا مرحوم کو یہ القا ہوا کہ یہ گمراہی (قادیانیت) تیرے سامنے پھیل رہی ہے اور تو ساکت ہے۔ اگر قیامت کے دن باز پرس ہوئی تو کیا جواب ہوگا؟

(سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری ص ۲۹۷)

(۷۲۱)

علی کاندھلویؒ، مولانا محمد

(وفات: ۱۶ / دسمبر ۱۹۹۲ء)

جامعہ دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا محمد علی کاندھلویؒ، نامور عالم دین، محقق و مفسر، مدرس، مصنف تھے۔ آپ نے معالم القرآن کے نام پر ۱۴ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ گرفتاری دی اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے قائم کردہ ادارہ کو تا قیام قیامت قائم و دائم پھلتا پھولتا رکھیں۔

(۷۲۲)

عماد الدین غوریؒ، مولانا

مولانا عماد الدین غوریؒ ابتدائی عمر میں بڑے طاقتور اور نامی پہلوان تھے۔ لیکن جوہر قابل تھے۔ پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور ایک جید عالم بن گئے۔ دین کی خدمت شروع کر دی۔ ایک دن یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں بیٹھے تھے۔ محمد تغلق نے کہا فیض خدا منقطع نیست چرا باید

کہ فیض نبوت منقطع شود اگر حالا کسے دعویٰ پیغمبری بکند و معجز نماید تصدیق می کند یا نہ؟
(جب فیض خدا منقطع نہیں تو فیض نبوت کیوں منقطع ہو؟ اگر اب کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے
اور معجزہ دکھائے تو تصدیق کرو گے یا نہیں؟) یہ سننا تھا کہ غیرت ایمانی جوش میں آئی اور ناموس
ختم نبوت پر حرف آنے سے آنکھوں میں خون اتر آیا اور زبان سے نکلا۔ ”بادشاہ گوہ مخور“ (بادشاہ
گندگی مت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۳۳

کھاؤ) بادشاہ نے حکم دیا: ”عماد کو ذبح کردو اور زبان باہر نکال ڈالو۔“ آپ نے نہایت بے پروائی سے اس حکم کو سنا اور کلمہ حق کہنے پر شہید ہو گئے۔

(۷۲۳)

عمر اچھروی، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۰۲ء وفات: ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد عمر اچھروی معروف عالم دین، عابد، زاہد، متقی شخص تھے۔ نامور مناظر تھے۔ مصنف تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے شاگرد مولانا احمد علی میرٹھی سے دورہ حدیث کیا۔ مولانا محمد عبداللہ محدث روپڑی سے بھی حدیث شریف پڑھی۔ شیخوپورہ کے حضرت میاں شیر محمد شرق پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ بریلوی مسلک کے مخلص بااصول عالم دین تھے۔ اختلاف علمی کے باوجود عالمانہ وقار کو کبھی داغدار نہیں ہونے دیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے خوب معرکے رہے۔ آپ نے مقیاس نبوت کے نام پر تین جلدوں پر مشتمل قادیانیوں کے خلاف کتاب لکھی۔

(۷۲۴)

عمر (ژوب)، جناب الحاج شیخ محمد

(وفات: ۱۶ فروری ۱۹۸۷ء)

ژوب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر الحاج شیخ محمد عمر صاحبؒ تھے جو اپنی نیکی، تقویٰ، سخاوت و جرأت میں اہل علاقہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو اتنی عظمت دی تھی کہ ان کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آجاتے تھے۔ شیخ غلام حیدر صاحبؒ آپ کے صاحبزادوں میں اور اپنے والد کی روایات کے مطابق مجلس کے کام کے ساتھ دل و جان سے وابستہ ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۴۴

(۷۲۵)

عمر شمس آبادیؒ، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۲۷ اپریل ۱۹۵۷ء) عالم، خطیب، انتھک مجاہد، فقہ کی جزئیات کے ماہر مدرس، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

(۷۲۶)

عمر ملتانیؒ، مولانا محمد

یہ بزرگ خوب آدمی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں دمشق سے قادیانیوں کے خلاف عربی زبان میں پمفلٹ چھاپ کر مفت تقسیم کرتے تھے اور خود کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکن لکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ تعارف حاصل نہ ہوسکا۔ دمشق سے شائع شدہ رسالہ ”کشف الستار عن القادیانیہ مطیعة الاستعمار“ اتنا تعارف ملا حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔

(۷۲۷)

عنایت اللہؒ (لاہور)، مولانا

دارالعلوم اچھرہ لاہور کے مولانا عنایت اللہ صاحبؒ نے یہ رسالہ ”کیا مرزائے قادیانی عورت تھی“ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو مرتب کیا جو اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

عنایت علی دنیا پوریؒ؁ مولانا صوفی

(وفات: دسمبر ۲۰۰۰ء) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا پور ضلع لودھراں کرے امیر اور معروف

سماجی شخصیت محترم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۳۵

صوفی عنایت علی صاحب ہوشیار پور کی راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دنیا پور چک نمبر ۶ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ موصوف نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی، پھر فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر دنیا پور شہر آ کر کاروبار شروع کیا۔ بہت ہی مجاہد، انتھک، محنتی اور مخلص رہتا تھا۔ مقامی طور پر مساجد و مدارس کا انتظام و انصرام خدمت گزاری، سماجی طور پر غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کوشش ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس معاشرہ میں مظلوم کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے۔ محترم صوفی صاحب نے ہر مظلوم کی اعانت کو اپنا فرض سمجھ کر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اس سے آپ کو حق تعالیٰ نے ہر دل عزیز شخصیت بنا دیا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی مساعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کے وجود سے قادیانیت تھراتی تھی۔ آپ کا نام سن کر قادیانیوں کو سانپ سونگھ جایا کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے خلاف مثالی خدمات انجام دیں۔ دن رات ایک کر کے عوام کی ذہن سازی کی۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکالے۔ قادیانی ان دنوں شوخ و گستاخ گھوڑے کی طرح پشت پر پانی نہیں پڑنے دیتے تھے۔ دنیا پور تھانہ میں تھانیدار تلنگا مزاج تھا۔ جس پر کریلا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آتی تھی۔ قادیانی جماعت اور تھانیدار نے مل کر سازش تیار کی کہ پرامن جلوس پر تشدد کیا جائے۔ یا ان کو اتنا ہراساں کیا جائے کہ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے بند ہو جائیں۔ دیہاتی ماحول، جلوس کے شرکاء کی گرفتاری عمل میں آئی۔ ساٹھ کے قریب شرکاء گرفتار ہوئے۔ تھانہ کی حوالات کا کمرہ اتنا تنگ تھا کہ ساٹھ آدمی کھڑے بھی نہ ہو سکتے تھے۔ ان سب کو کمرہ میں پریس کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ بڑی مشکل سے دروازہ بند ہوا۔ اتنے چھوٹے کمرہ میں اتنے زیادہ آدمیوں کے باعث تمام شرکاء کو رات کھڑے ہو کر گزارنی پڑی۔ صبح قادیانی زمیندار

کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھانیدار بھی ان کے ساتھ اکڑ فوں کرتا آ بیٹھا۔ ایک ایک آدمی کو نکالتے تھانیدار ”پولیسیا زبان“ اور ڈرا دھمکا کر تھانہ سے بھگا دیتا۔ صوفی صاحب کی باری آئی تو باہر نکلتے ہی تھانیدار کے سر ہو گئے۔ ہم عاشق رسول ہیں، تم قادیانیوں کے ایجنٹ ہو، شرم نہیں آتی، قادیانیوں کو تم نے کرسی پر بٹھا رکھا ہے۔ بغیر ایف۔ آئی۔ آر کے ساری رات غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا۔ ہمارا جلوس قانون کے دائرہ میں تھا۔ تم نے غیر قانونی حرکت کی۔ آپ کی للکار پر قادیانی نو دو گیارہ ہو گئے۔ تھانیدار کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔

غرض قانونی طور پر قادیانیوں کا تعاقب، مقدمات کی پیروی آپ نے جاری رکھی۔

۱۳۲۶ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

قادیانی مریل گھوڑے کی طرح دم خم سے عاری ہو گئے۔ صوفی صاحب مرحوم بہت سی خوبیوں کے مان تھے۔ انسان دوست تھے۔ شرافت و سادگی کا پیکر تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نماز جنازہ و تدفین میں شریک ہوئے۔

(غ)

(۷۲۹)

غازی احمدؒ (اٹک)، جناب پروفیسر

پروفیسر غازی احمد (سابق کرشن لعل) جنہیں حضور نبی کریم ﷺ نے عالم خواب میں خود اپنے دست مبارک پر مسلمان کیا اور نہایت شفقت فرماتے ہوئے اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ ان کی زبانی ایمان پرور واقعہ سنئے:

”آج سے دس بارہ سال قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بی۔ اے کے امتحانات کے سلسلے میں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ (چناب نگر) میں ناظم امتحان مقرر کیا۔ میں پچیس دن ربوہ (چناب نگر) کالج میں میرا قیام رہا۔ ایک اتوار کو چھٹی کے دن میں نے مرزا ناصر احمد سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ دفتر میں گیا اور ملاقاتیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔ میرا تیسواں نمبر تھا۔ میں نے ناظم ملاقات سے کہا: ”اگر ممکن ہو تو جلد ملاقات کرا دیں مجھے تو امتحان کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔“ انہوں نے میرے متعلق مرزا صاحب کو فون پر بتایا۔ ناصر صاحب نے کہا کہ: ”ان کا نام دوسرے نمبر پر درج کر دیں۔“ پہلے نمبر پر ڈاکٹر عبدالسلام تھے۔ ملاقات شروع ہوئی تو ڈاکٹر

عبدالسلام تقریباً نصف گھنٹہ تک محو گفتگو رہے۔ ان کے بعد میری باری آئی۔ مرزا ناصر دوسری منزل پر تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ مرزا ناصر نے دروازے میں آکر میرا استقبال کیا۔ علیک سلیک کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔ مرزا ناصر نے کہا: ”پتا چلا ہے کہ آپ نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔“

میں نے کہا: ”جی ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ میں واقعی ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور رب العزت نے مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا۔“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۴۷

مرزا ناصر نے کہا: ”مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عالم رویا میں آپ کو اسلام سے مشرف فرمایا۔“

”جی ہاں! آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہے۔“

مرزا ناصر نے مسرت کا اظہار فرمایا اور کہا: ”واقعی آپ بڑے خوش قسمت انسان ہیں۔ بلکہ میں کہوں گا کہ آپ تو اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں۔“

مرزا ناصر میرے قبول اسلام کی تفصیلات دریافت کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ تقریباً نصف گھنٹہ اسی گفتگو میں گزر گیا تو میں نے کہا: ”جناب! کافی وقت گزر چکا ہے، نیچے بہت سے ملاقاتی آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ میں رخصت چاہتا ہوں۔ البتہ اگر مناسب خیال کریں اور گستاخی نہ سمجھیں تو ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“

مرزا ناصر نے خوش دلی سے اجازت دے دی۔

جیسا کہ جناب کو بھی معلوم ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے مشرف باسلام فرمایا اور بمصداق حدیث: ”مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى“ (یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے میری ذات ہی کو دیکھا) میرا ایمان ہے کہ میں نے رسول مکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی سے دین اخذ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جو عقیدہ اور مسلک میں نے اپنایا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی رضائے عالیہ کے مطابق ہے۔

آپ حضرات کا سلسلہ نبوت کا سلسلہ ہے۔ اگر آپ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہوتا تو نبی اکرم ﷺ مجھے اسلام سے مشرف فرمانے کے بعد ہدایت فرما دیتے کہ: ”اب تم مسلمان تو ہو چکے

ہو، تکمیل دین کے لئے قادیان چلے جاؤ۔“ بحیثیت نبی آپ ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو نظر انداز نہ فرماتے۔ مگر حضور ﷺ نے مرزا صاحب کی نبوت کو قطعاً نظر انداز فرما دیا۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ نبوت عند اللہ وعند الرسول درست نہیں۔ بلکہ یہ نبوت، نبوت کاذبہ کے زمرے میں آتی ہے۔

مرزا ناصر نے سوال سن کر فرمایا: ”یہ سوال میری زندگی میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔ آپ کے سوال کی معقولیت میں شک نہیں۔ مگر ملاقاتی کافی بیٹھے ہیں۔ پھر کسی ملاقات میں اس کا جواب دوں گا۔“

میں نے عرض کیا: ”مجھے ایک بات اور دریافت کرنا ہے۔ میں نے مرزا قادیانی کی تحریر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۴۸

یہی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار ہیں۔ ناصر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔“

مرزا ناصر نے اظہار مسرت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ : ”مرزا قادیانی تو آپ کے خیال کے مطابق منصب نبوت پر سرفراز تھے۔ کیا یہ امر منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک نبی ایک امتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو؟ کیا یہ مقام نبوت کی توہین نہیں؟“

مرزا ناصر نے فرمایا: ”اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل کے ساتھ دوں گا۔“
میں نے مرزا ناصر سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔

جب میں سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ختم نبوت پر میرے ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا کہ واقعی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کا لایا ہوا دین کامل، مکمل اور اکمل ہے۔ کسی نئے تکمیل کنندہ کی قطعاً نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کی نبوت کاذب ہوگی۔

(من الظلمات الی النور ، مصنفہ: پروفیسر غازی احمدؒ)

(۷۳۰)

غازی منجم (راولپنڈی)

موصوف خود کو پاکستان نجوم سوسائٹی کا صدر اور غازی نجوم کالج کا پرنسپل قرار دیتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۸۵ء میں ”قادیانی نبی اور غازی منجم“ کے نام پر کتاب لکھی جس میں سیاروں کی

روشنی میں مرزا قادیانی کی نبوت کو باطل قرار دیا۔ علم نجوم خود نا قابل اعتبار بلکہ مردود ہے۔ یہی حال پیروان قادیان کا ہے۔

(۷۳۱)

غفور احمدؒ (کراچی)، جناب پروفیسر

(وفات: ۲۶ دسمبر ۲۰۱۲ء)

جناب پروفیسر غفور احمد صاحبؒ انڈیا بریلی میں جون ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۴۹

آگرہ، لکھنؤ کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لکھنؤ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس انسٹی ٹیوٹ اور اردو کالج میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ پارلیمنٹ میں جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر تھے۔ تب ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے ساتھ جناب پروفیسر غفور احمد صاحبؒ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حکومت پاکستان کے ساتھ مذاکراتی ٹیم کے ممبر تھے۔ پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی قادیانی مسئلہ کے حل کے لئے جو تمام ممبران پر مشتمل تھی۔ اس کے اجلاسوں کی صدارت جناب صاحبزادہ فاروق علی خان سپیکر قومی اسمبلی، مس اشرف خاتون عباسی ڈپٹی سپیکر اور پروفیسر غفور احمد صاحبؒ کرتے تھے۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں قومی اتحاد کے صدر مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ تھے اور سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب محمد رفیق باجوہ تھے۔ تب رفیق باجوہ کی بھٹو صاحبؒ سے ایک خفیہ ملاقات کا سکیڈل سامنے آیا تو قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں نے باجوہ صاحب کو چلتا کیا۔ ان کی جگہ پروفیسر غفور احمد صاحبؒ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ قومی اتحاد سے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحبؒ نے مذاکرات کا ڈول ڈالا تو مولانا مفتی محمودؒ کے دائیں جناب نوابزادہ نصر اللہ خانؒ اور بائیں جناب پروفیسر غفور احمد صاحبؒ ہوتے تھے۔ یہ تین رکنی مذاکراتی ٹیم اپوزیشن کی جانب سے تھی اور گورنمنٹ کی جانب سے جناب ذوالفقار علی بھٹوؒ، جناب عبدالحفیظ پیرزادہؒ اور جناب کوثر نیازیؒ ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں پروفیسر غفور احمد صاحبؒ کی ثبات قدمی، محنت، تدبیر اور بیباکی کے جوہر قوم کے سامنے آئے۔ اس ٹیم نے آخر وقت تک جس طرح مذاکرات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحبؒ کو جکڑے

رکھا وہ ایک شاندار قومی تاریخی ریکارڈ ہے۔ اسی اثناء میں ایک طالع آزما نے شب خون مار کر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ تب اس طالع آزما سے جماعت اسلامی کے سربراہ میاں محمد طفیلؒ کا برادری ازم غالب آیا۔ جناب ائیر مارشل اصغر خان اکیلے اڑان بھرنے کے دریغ ہوئے۔ جماعت اسلامی قومی اتحاد کو چھوڑ کر ضیاء الحق سے سمجھوتہ کرنے کے لئے پر تولنے لگی۔ قومی اتحاد کو بچانے کے لئے مولانا مفتی محمودؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ ایسے با اصول سیاست دانوں کو بھی حکومت کا حصہ بننے پر راضی ہونا پڑا۔ تب جناب پروفیسر غفور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۵۰

ر صاحب ، جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی کابینہ میں شامل ہوئے۔ لیکن سمندر عبور کرنے کے باوجود جن حضرات کے خشک اجلے لباس کو ایک قطرہ پانی کی بھی نمی نہ پہنچی ان میں جناب پروفیسر غفور احمد صاحب بھی شامل تھے۔

پروفیسر غفور احمد مرنجان مرنج انسان تھے۔ دھان پان قسم کے با اصول سیاست دانوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بہت نفیس طبیعت پائی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، جناب نوابزادہ نصر اللہ خان، جناب پروفیسر غفور احمد صاحب کی معاملہ فہمی، زیر کی اور تدبیر کے قائل تھے۔ کل کی بات ہے جناب طاہر القادری پروفیسر سے ڈاکٹر اور ڈاکٹر سے شیخ الاسلام بن گئے۔ لیکن پروفیسر غفور احمد صاحب نے ۱۹۵۱ء سے ۲۰۱۲ء تک ایک ہی جماعت اور ایک ہی منصب کو اپنائے رکھا۔ زہے استقلال و اصول پرستی جواب عنقاء ہو رہا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قومی اسمبلی کی کاروائی کا خلاصہ ”قومی تاریخی دستاویز“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد جمیل خان نے پروفیسر غفور احمد صاحب کو عنایت کیا تو دیکھتے ہی چشم پر نم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سراپا دعا بن گئے۔ ہم فقیروں کا ان سے برابر نیاز مندی کا رابطہ رہا۔ وہ بھی شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کے قافلہ سے برابر رابطہ میں رہے۔ اب اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ کہاں وہ صحبتیں، کہاں یہ دوریاں۔ کل من علیہا فان و یقی وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام! کراچی میں جنازہ ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل رہے۔ جنازہ پر شیعہ سنی سب قائدین ایک ہی صف میں متحد نظر آئے۔ رحمت پروردگار رحمتوں کی بارش ان کی تربت پر نازل فرمائے۔ آمین!

غلام احمد اخگر امرتسریؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۸ء، امرتسر وفات: ۱۵ اگست ۱۹۲۷ء، امرتسر)

”مرزا قادیانی نے اپنے ایک درزی مرید سے ایک عبارت بنوا کر رسالہ الہدیٰ میں درج کی۔ محلہ خانیار میں یوز آصف کی قبر ہے جو مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۱

قاضیؒ نے امرتسر سے اہالیان سری نگر کشمیر کے سرکردہ حضرات کو خط لکھا۔ انہوں نے تحریر کیا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کے مرید کی تحریر میں جن علماء نے تغلیط کی، مرزا قادیانی نے دجل سے ان کے اپنے رسالہ میں سے نام نکال دیئے۔ جن کے نام لکھے وہ نابینا، لنجرے یا جوتا فروش ہیں۔ مرزا قادیانی خود یا اس کا نمائندہ آکر اپنے رسالہ میں درج شدہ فقط کوئی دو گواہ پیش کرے جو یہ کہیں کہ یہ قبر مسیح کی قبر ہے۔ لیکن مرزائیت پر ایسی اوس پڑی کہ گویا سانپ سونگھ گیا۔“ اس رسالہ ”مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی“ میں تفصیل ہے اور یہ مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ کا مرتب کردہ ہے جسے خواجہ محمد عبدالعزیزؒ دبیر انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر نے شائع کر کے تقسیم کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

امرتسر میں اہل فقہ مکتب و پریس قائم تھا۔ وہاں سے اخبار اہل فقہ بھی جاری تھا۔ اخبار اہل فقہ کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ تھے۔ قاضی فضل کریم لنڈا بازار لاہور کا ایک قادیانی تھا۔ اس نے ایک مضمون ”وفات مسیح علیہ السلام“ پر لکھ کر اپنے دل کی کالک کاغذ پر بکھیری۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ کو توفیق دی۔ انہوں نے اس اشتہار کا جواب ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر، مرزائیوں کی دھوکہ بازیاں اور ان کا جواب“ میں دیا۔ یہ دسمبر ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ایک صدی سے زائد کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اس کی اشاعت انعام و فضل الہی ہے۔ مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ کشمیری بٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، خطیب و مناظر تھے۔ مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانیؒ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔

فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اس کی روک تھام کے لئے اپنے شیخ امیر ملتؒ کے حکم پر اگرہ میں امیر وفد کے طور پر نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو شعر گوئی سے بھی تعلق تھا۔ اخگر تخلص استعمال کرتے تھے۔ رد مرزائیت پر آپ کے تین رسائل تھے:

۱..... ”مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی“

۲..... ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کی دھوکہ بازیاں“

۳..... ”مرزائیت کا جنازہ“

پہلی دو کتابیں تو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳، ۵۴ میں شامل اشاعت ہیں۔ تیسری نہ مل سکی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۵۲

(۷۳۳)

غلام احمد پرویز

(ولادت: ۹/ جولائی ۱۹۰۳ء وفات: ۲۳/ مارچ ۱۹۸۵ء) ”ختم نبوت اور تحریک احمدیت“ جناب غلام احمد پرویز جولائی ۱۹۰۳ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی پرویز صاحب ہیں جو خود کو اہل قرآن کہتے ہیں اور علماء کرام کو منکر حدیث قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ”ختم نبوت اور تحریک احمدیت“ کتاب قادیانیوں کے خلاف تحریر کی۔ دوسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ ۱۹۷۴ء کے اواخر میں شائع کیا۔ پرویز صاحب نے قادیانیت کا تجزیہ اپنے طور پر خوب سے خوب تر کیا ہے۔ قادیانیت و پرویزیت اس کتاب میں ایک دوسرے کے مد مقابل ہے۔ ایک غلام احمد نے دوسرے غلام احمد کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اسے چت گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو کر سینے پر مونگ دلنے کا جو انداز اختیار کیا ہے، اس نے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شائع کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

(۷۳۴)

غلام احمدؒ (مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۲۷۳ھ وفات: ۱۶/ اپریل ۱۹۰۷ء) مولانا غلام احمدؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ”میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو معجزات و کرامات اور کمالات انبیاء علیہم السلام کا منکر وہ قرآن و حدیث کی تحریف کرتا (یعنی اس کے معنی بگاڑتا) ہے۔ میرے

نزدیک یہ شخص ملحد ہے جو اس مصدق و موید ہے وہ بھی گمراہ ہے۔ خدا مسلمانوں کو اس فتنے سے بچائے۔“

(۷۳۵)

غلام اللہ خانؒ (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۵ء وفات: ۲۷/ مئی ۱۹۸۰ء) مولانا غلام اللہ خانؒ شاہی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے جن کے جد اعلیٰ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۳

سیدنا علی المرتضیٰؑ ہیں۔ مولانا دیار چھچھ اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی گاؤں کے زمیندار اور نمبردار تھے۔ اپنے گاؤں کے حافظ محمد جیؒ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ اپنے گاؤں، سکندر پور، واں بھچراں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد عید گاہ گجرات، دارالعلوم عزیزہ بگویہ بھیرہ بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کی شادی پر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والے تشریف لائے۔ شادی کے بعد راولپنڈی کے ایک مدرسہ میں تدریس اور پرانا قلعہ میں خطابت جمعہ کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ یہاں پر فارغ وقت میں آپ نے طلباء کو درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھانی شروع کیں۔ راولپنڈی ایسے شہر میں قادیانیوں نے شورش کی۔ آپ نے خطاب میں انہیں للکارا۔ قادیانیوں سمیت اور انتظامیہ کو پسو پڑ گئے۔ آپ نے قادیانیت کے مکر و فریب اور کفر کو ایسا الم نشرح کیا کہ سکول کی ملازمت سے فارغ کر دیئے گئے۔ مگر دفاع ختم نبوت میں آپ کا قدم پیچھے نہیں ہٹا۔ آپ برابر برق رفتاری سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آگے بڑھتے رہے۔

راجہ بازار میں شوالہ جوگیاں کے نام پر ہندوؤں کی عبادت گاہ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں ہندو جاتے ہوئے یہ جگہ آپ کے نام وقف کر گئے۔ آپ نے یہاں جامعہ تعلیم القرآن اور جامع مسجد کی تعمیر کی۔ آپ کی تدریس و خطابت نے آپ کو راولپنڈی کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔ بڑے بڑے چھچھ کے جید اکابر علماء کی ایک کھیپ تدریس کے لئے یہاں جمع ہوئی تو آپ کا مدرسہ تعلیم القرآن شہرت کے آسمان پر چھا گیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جنہیں ایک دیانتدار مصنف نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ نے گرفتاری دی۔ مدتوں بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

میں بھی آپ کی مسجد ختم نبوت کی تحریک کا مرکز رہی۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا احمد علی لاہوری، مولانا غلام غوث ہزاروی نے جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کا احیاء کیا تو اس اجلاس میں آپ شریک تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب وائے بہچراں والوں کے آپ شاگرد بھی تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ استاذ مرحوم کا جنازہ بھی آپ نے پڑھایا۔ آپ نے ان کے طرز پر ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا تو پورے ملک میں دھوم مچ گئی۔ آپ نامور خطیب تھے اور اپنی طرز خطابت کے خود موجد تھے۔ عقیدہ توحید کے علمبردار تھے۔ علماء دیوبند پر دل و جان سے فدا تھے۔ آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی تحریر دستخط کر کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۴

اتحاد کو مضبوط کیا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ نے دستخط نہ کئے اور یوں اختلاف کو انہوں نے وسیع کر کے ایک خطرناک راستہ اختیار کیا جس کے نتائج و ثمرات بد آج بھی ماحول کو پراگندہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے مناد تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا تاج محمودؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ تحریک ختم نبوت کے ہر مرحلہ پر پیش پیش رہے۔ جو آپ کے عشق رسالت مآب ﷺ کی لازوال دلیل ہے۔

(۷۳۶)

غلام جہانیاںؒ (ڈیرہ غازیخان)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۲ء وفات: ۱۴ جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا غلام جہانیاں اصلاً جتوئی والا مظفر گڑھ کے تھے۔ پھر ڈیرہ غازیخان تشریف لائے تو جامعہ معینہ کی بنیاد رکھی اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ عالم دین اور مدرس تھے۔ مولانا غلام حسین مظفر گڑھیؒ اور مولانا سلطان محمودؒ کوٹلہ رحم علی شاہ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ سبحانیہ ملتان سے سند حدیث حاصل کی۔ متعدد مدارس میں پڑھانے کے بعد ڈیرہ غازیخان میں آئے۔ آپ خواجہ محمد معین الدین کوریجہؒ کے مرید باصفا تھے۔ اس حوالہ سے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن والوں کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ قادیانیوں نے مقدمہ بہاولپور میں مؤقف اختیار کیا کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ، مرزا قادیانی کو ”عہد صالح“ فرماتے تھے۔ اس پر کوٹ مٹھن کے سجادہ نشین کے حکم و ارشاد پر قادیانی دجل کو پارہ پارہ کرنے کے لئے حضرت مولانا غلام جہانیاںؒ نے

ایک رسالہ ترتیب دیا۔ اس کا نام ہے: ”ارشاد فرید الزمانؒ، متعلق مرزا قادیان“ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شامل کیا ہے۔

(۷۳۷)

غلام جیلانی برقؒ، جناب ڈاکٹر

(ولادت: ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۱ء وفات: ۱۲ مارچ ۱۹۸۵ء)

جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برقؒ نے جولائی ۱۹۵۳ء میں ”حرف محرمانہ“ تحریر فرمائی۔ دنیا جانتی ہے کہ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برقؒ پر ایک زمانہ میں ”انکار حدیث“ کا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

رجحان غالب تھا۔ آپ کی یہ تصنیف بھی اسی زمانہ کی ہے۔ جگہ جگہ حدیث شریف کے انکار پر ان کا قلم زور آور طوفان کی طرح موجیں مارتا نظر آتا ہے۔ علماء کرام کی مخالفت میں جی بھر کر منہمک نظر آتے ہیں۔ ان تمام تر نقائص کے باوجود قادیانیت کے لٹریچر پر ان کی بھرپور گرفت ہے۔ مرزا قادیانی پر جس سمت سے حملہ آور ہوتے ہیں اس کے بال و پر نوچ لیتے ہیں۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا یہ مصداق کتاب ہے۔ اے کاش! کوئی متلاشی حق قادیانی اس کتاب کو پڑھ لے۔ چاہے اسے ایمان نصیب نہ ہو۔ لیکن اتمام حجت تو یقینی امر ہے۔ اس لئے ہی احتساب قادیانیت جلد ۳۲ میں اس کو شامل کیا ہے۔

(۷۳۸)

غلام حیدرؒ، جناب ماسٹر

شیخ ماسٹر غلام حیدرؒ سرگودھا جہلم میں انگریز حکومت کے دور میں مختلف سکولوں میں ماسٹر و ہیڈ ماسٹر رہے۔ ان کے رد قادیانیت پر تین رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱..... ”عشرہ کاملہ“ اس رسالہ کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پہلے قادیانی

عقائد رکھتے تھے۔ اس رسالے میں انہوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے پہلو تہی اختیار کی۔ مگر بعد کے ان کے رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر نہیں بلکہ کافر ہی گردانے لگ گئے۔ اس رسالہ میں دس اصول مقرر کر کے انہوں نے مرزا قادیانی کی بولتی بند کر دی ہے۔

۲..... ”کشف الاسرار“ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدر صاحبؒ کا ہے۔ اس کا پورا نام

ہے: ”کشف الاسرار یعنی ریویو متعلق انگریزی قرآن، مولوی محمد علی ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی امیر احمدیہ جماعت لاہور“ اس میں لاہوری مرزائی محمد علی کے انگریزی ترجمہ قرآن پر جا بجا گرفت کی ہے۔ اس رسالہ کی وجہ تصنیف پانچ صفحات پر انہوں نے خود لکھی ہے۔ اس لئے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس میں دیکھ لیا جائے۔

۰.....۳ ”کشف الحقائق“ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدرؒ کا ہے۔ اس میں لاہوری

جماعت کے محمد علی لاہوری کے بخاری شریف کے ترجمہ پر انہوں نے نقد کیا۔ جس میں مولانا اصغر علی روحیؒ جیسے فاضل و یگانہ روزگار شخصیت سے بھی وہ راہنمائی لیتے رہے۔ ابتداء میں یہ مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۶ء کی فائلوں میں چھپتا رہا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۶

بعد میں انہوں نے اسے مستقل رسالہ کی شکل میں اس نام سے شائع کر دیا۔ افسوس کہ شیخ ماسٹر غلام حیدرؒ کے تفصیلی حالات اس سے زیادہ ہمیں نہ مل سکے۔ جس کا قلق ہے۔ آپ کے یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۷۳۹)

غلام دستگیر الهاشمی القصوریؒ، مولانا

(وفات: ۱۸۹۷ء، قصور)

مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، قریشی صدیقیؒ لاہور کے محلہ چلہ بیبیاں اندرون موجی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقیؒ تھا۔ آپ نے علمی خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے۔ ”میرا خاندان بزرگوار قصور میں بہت مشہور ہے۔ جن سے اطراف ہند و پنجاب و ڈیرہ جات تک کے خاص و عام فیضیاب و بامراد ہیں۔“

(تحفہ دستگیر یہ ص ۱۵۵)

مولانا غلام دستگیرؒ کی والدہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ مجاز مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضورؒ کی ہمشیرہ تھی۔ مولانا غلام دستگیرؒ، مولانا غلام محی الدینؒ کے بھانجے، داماد، مرید اور خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور آج انہیں کے مزار مبارک کے قبرستان میں مولانا غلام دستگیرؒ استراحت فرما ہیں۔

آپ کو قرآن پاک سے عشق تھا۔ آپ نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے قرآن خوانی سے پایا ہے۔ آپ کی شہرت و عزت کا یہ عالم تھا

کہ لوگ اپنے بچوں کے نام آپ کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ مولانا غلام دستگیر نامیؒ کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس کا اعتراف مولانا غلام دستگیر نامیؒ نے تاریخ جلیلہ میں خود کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے لئے اشتہار شائع کئے۔ پھر براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء میں چار حصے شائع کئے۔ صفر ۱۳۰۲ھ (دسمبر ۱۸۸۴ء) میں قصور کے عالم دین حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے براہین احمدیہ سہ حصص اور اشتہار پڑھ کر اردو میں ایک رسالہ ”تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ“ تحریر کیا اور اس کی نقل مرزا قادیانی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۷

کو بھیج کر اس سے توبہ کا تقاضہ کیا۔ مرزا قادیانی نے چپ سادھ لی تو مولانا قصوریؒ نے مولانا احمد بخش امرتسریؒ، مولانا نواب الدین امرتسریؒ، مولانا غلام محمدؒ (امام شاہی مسجد لاہور)، حافظ نور احمدؒ (امام مسجد انارکلی لاہور)، مولانا نور احمدؒ (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ سے اس رسالہ پر تقریظات تحریر کرائیں۔ جس میں مرزا قادیانی کا مدعی نبوت، مدعی الہام، ایسے دعاوی کو مبرہن کیا گیا اور اس کے عقائد کو اسلام اور اہل اسلام کے منافی قرار دیا گیا۔ علمائے کرام کے فتویٰ جات اور شرعی آراء آجانے کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے مرزا قادیانی کو پھر دعوت اسلام دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی نظر انداز کر دیا تو مولانا نے شوال ۱۳۰۳ھ، مطابق جولائی ۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیریہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ”رجم الشیاطین براغلوطات البراہین“ تجویز کیا۔ علمائے کرام کے فتوے، مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے متعلقہ حصے، اشتہار پر مشتمل دستاویزات تیار کر کے حرمین شریفین کے آئمہ و مفتیان سے فتوے طلب کئے۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ء) میں فتویٰ جات حرمین شریفین سے موصول ہو گئے۔ وہ فتاویٰ جات لے کر آپ امرتسر گئے۔ بعض رؤسا اور اسلامی درد رکھنے والے مؤثر حضرات کے ذریعہ مرزا قادیانی سے رابطہ کیا کہ اب بھی وقت ہے کہ آپ توبہ کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ بعض رؤسا نے پھر مرزا قادیانی کو مباحثہ و مناظرہ کے لئے بلایا۔ لیکن وہ انکاری رہا۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات میں مرزا قادیانی نے لاہور آنے کا وعدہ کیا۔ مولانا دستگیرؒ وعدہ کے مطابق لاہور دس دن قیام پذیر رہے۔ لیکن مرزا قادیانی نہ آیا۔ ابتداء میں جب مولانا محمد حسین بٹالویؒ مرزا قادیانی کے متعلق مثبت رائے رکھتے تھے۔ ان سے مباحثہ کے لئے مولانا غلام دستگیرؒ نے طرح ڈالی۔ مولانا محمد حسینؒ نے بند کمرہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن مولانا غلام دستگیرؒ نے کہا کہ علماء کی موجودگی میں مرزا قادیانی

کے الہامات پر گفتگو ہو گی۔ مولانا بٹالویؒ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک بار مولانا غلام دستگیرؒ نے مرزا قادیانی کو امرتسر کے ایک رئیس کے ذریعہ مباحثہ کے لئے طلب کیا تو مرزا قادیانی نے کہا کہ میری باتیں تصوف کی ہیں۔ صوفیاء کرام شریک مجلس ہوں۔ مولانا نے قبول کر لیا کہ صوفیاء کرام کے خاندانی تین علماء کو بلا لیں۔ لیکن مرزا قادیانی پھر طرح دے گیا۔ اس کارروائی کے درمیان صفر ۱۳۰۲ھ سے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ (دسمبر ۱۸۸۳ء تا اپریل ۱۸۹۱ء) تک مرزا قادیانی کی متعدد کتب و رسائل بھی سامنے آ گئے۔ مرزا قادیانی کے متعلق نرم گوشہ رکھنے والے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ خود حضرت مولانا محمد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۵۸

حسین بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کی موافقت ترک کر کے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی تین کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ اوہام شائع ہونے پر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے علانیہ بغاوت کی اور فتویٰ حاصل کیا۔

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر

الحمد للہ ! فتنہ قادیانیت کا استیصال اتنی بڑی سعادت ہے کہ اب ہر مکتب فکر کے رفقاء اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی ”اولین“ کی سعادت حاصل کرنے، اعزاز پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ فیصل آباد کے مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی نے ”سب سے پہلا فتویٰ تکفیر“ کے نام سے کتاب شائع کی اور مؤقف اختیار کیا کہ علماء لدھیانہ سب سے پہلے مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر جاری کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے ڈاکٹر بہاء الدین نے ”تحریک ختم نبوت“ حصہ اول شائع کیا تو انہوں نے یہ سعادت علماء اہل حدیث کے کھاتہ میں ڈال دی۔ میرے ایسے مسکین کے لئے اس تناؤ میں کچھ عرض کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن دیانت داری سے ترتیب وار چند واقعات نقل کر دینے میں حرج بھی کوئی نہیں۔

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ سے بہت قبل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ

نے حکیم نور الدین کو کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی سے بچنا۔ وہ ارتداد و الحاد اختیار کرے گا۔ آپ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔

۲..... حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو بھی

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے قبل متوجہ فرمایا۔

۳..... مرزا غلام احمد قادیانی کی برابین احمدیہ (۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۴ء تک) شائع ہوئی۔ اس

زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے وکیل صفائی تھے اور مرزا قادیانی کی تائید یا صفائی میں مولانا بٹالوی سے بعض ایسی باتیں بھی ہوئیں جو قطعاً غیر شرعی تھیں۔ اس زمانہ (۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے مرزا قادیانی کے لئے لٹے اور مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں فکر مند ہوئے۔ کوشش و کاوش کی۔ فتویٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اس کی تفصیل فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے۔ یہ فتویٰ جون ۱۹۰۱ء (ربیع الاول ۱۳۱۹ھ) میں شائع ہوا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۵۹ھ

۴..... مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے صفر ۱۳۰۲ھ (مطابق دسمبر ۱۸۸۳ء) میں

مرزا قادیانی کے خلاف ”تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات البراینیہ“ اردو اور اس کا عربی ایڈیشن ”رجم الشیاطین بر اغلوطات البراین“ مرتب کر کے عرب وعجم کے علماء سے دستخط لئے۔ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے یہ کام مکمل کر لیا۔ اس میں مولانا قصوریؒ نے مولانا بٹالویؒ کی مرزا قادیانی کی تائید پر سخت تنقید بھی کی۔ کتاب مرتب ہونے، فتویٰ آجانے کے بعد مولانا قصوریؒ مرزا قادیانی کو توبہ کے لئے مباحثہ، مناظرہ، مباہلہ کے لئے بلاتے اور دعوت اسلام دیتے رہے۔ مایوس ہونے پر ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۶ء میں کتاب شائع کر دی۔

۵..... مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے جس طرح ابتداء میں مرزا قادیانی کی تائید کی۔ ۱۸۹۱ء

میں مرزا قادیانی کی کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالۃ اوہام کے آجانے کے بعد کروڑ گنا زیادہ شدت کے ساتھ مرزا قادیانی کی مخالفت کی۔ دن رات ایک کر کے مرزا قادیانی کا ایسا تعاقب کیا کہ مرزا قادیانی کو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ اسی زمانہ میں ہی مولانا نے فتویٰ مرتب کیا اور اسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں قسط وار شائع کرنا شروع کر دیا۔ بعد میں ایک ساتھ بھی شائع ہوا۔

توفیق و تطبیق

اگر واقعات کی ترتیب کو مدنظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے ترتیب و توفیق و تطبیق قائم ہو سکتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تخالف و تعارض نہیں رہے گا۔ نیز یہ کہ تمام مکاتب فکر اس سعادت کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب

العزت نے اس فتنہ کے خلاف متوجہ فرمادیا۔

۲..... علمائے لدھیانہ نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۸۸۳ء میں آواز حق بلند

کی۔ اس کی پوری تفصیل فتاویٰ قادریہ میں مرتب شدہ موجود ہے۔ لیکن یہ فتویٰ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔

۳..... مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے ابتدائی حصے

دیکھتے ہی ”تحقیقات دستگیریہ، رجم الشیاطین“ مرتب کی۔ دسمبر ۱۸۸۳ء میں ہی یہ کتاب مرتب ہو کر امرتسر، لاہور، پٹنہ کے علماء کے دستخط ہو گئے۔ ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۶۰

کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ گویا یہ سب سے پہلی تحریری جدوجہد یا نقش اول اسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ تحریر صفر ۱۳۱۲ھ، اگست ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔

۴..... اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے علماء سے فتویٰ لے کر ۱۸۹۱ء میں اپنے

رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔

غرض اس طرح قدرت نے ان تمام حضرات کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کمر بستہ کر دیا تھا۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش علماء لدھیانہ کی ہے۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب مولانا غلام دستگیر قصوریؒ ہوئے۔ سب سے پہلے فتویٰ شائع مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا ہوا۔ اپنی طرف سے تمام حضرات کی محبت و بغض سے خالی ہو کر فقیر کی اس وقت تک یہ رائے قائم ہوئی ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کی کتاب جس کے عربی حصہ کا نام ”رجم الشیاطین بر اغلوطات البراہین“ اور اردو حصہ کا نام ”تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ“ ہے۔ یہ متن اور ترجمہ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی ہے۔

مولانا کی رد قادیانیت پر دوسری کتاب: ”فتح رحمانی بدفع کید قادیانی“ ہے۔ یہ کتاب قادیانیوں کے ایک اشتہار کے جواب میں معمول کی ایک تصنیف ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کذاب کی ایک معرکہ الآراء کذب بیانی نے ہمارے اور قادیانیوں کے لئے اس کتاب کو ایک تاریخی اور معرکہ الآراء کتاب بنا دیا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

”مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے۔“

(لیکچر لاہور ص ۴۸، خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۳)

”ان نادان ظالموں سے مولوی دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں یہی دعا کی کہ یا الہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد میں اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔“

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۷، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷)

چونکہ مولانا غلام دستگیر قصوریؒ مرزا قادیانی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے تھے۔ مرزا قادیانی نے محض جھوٹ اور افتراء کے طور پر ان کے انتقال کو اپنی سچائی ظاہر کرنے کے لئے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا۔ مرزا قادیانی کے دوبارہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۱

”یہی دعا کی کہ یا الہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔“ مرزا قادیانی نے جس کتاب ”فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی“ کے حوالہ سے کہا احتساب قادیانیت کی جلد ۱۰ میں ہم نے شائع کر دی ہے۔ منقولہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت البغایا اس کتاب سے قیامت کی صبح تک نہیں دکھا سکتی تو پھر اعتراف کریں کہ کذاب اعظم مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے جھوٹ بولا تھا۔ بے کوئی قادیانی جو غیرت کی پڑیا کھا کر مرد میدان بنے اور مرزا قادیانی کو سچا ثابت کرنے کے لئے میدان میں قدم رکھے؟ کتاب ہم نے پیش کر دی۔ اس کتاب کا وجود ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب صریح کی بین دلیل ہے۔

”فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی“ کی ابتداء میں مولانا غلام دستگیر قصوریؒ اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله وصحبه الذين راعوا عهده، اما بعد!

عبدہ اٹیم محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ، برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ھ مقدمہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے۔ چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروف ہو کر حضرات علماء حرمین محترمین زاد ہما اللہ تعالیٰ حرمةً وشفراً سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعت السنہ ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ھ و محرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں، بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا

حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد سعید نے (جو منجانب حضرت سلطان روم مترجم حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین بر رد اغلوطات البراہین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔ جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔ پھر آخر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۲

شمولیت بہت سے علماء و محدثین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان (۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۹۷ء) تاریخ مقرر کر کے معہ اپنے دونوں فرزندوں کے ۱۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا۔ جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے۔ آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے دلیل قرآن و حدیث سے اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۷ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان ایزاد کی اور آخر شعبان تک منتظر رہا۔ بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا قادیانی کو بلایا۔ وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ: ”تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں۔“

(عنوان اشتہار مولوی غلام دستگیر کے اشتہار کا جواب، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷، ۲۹۸)

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور و قصور و امرتسر سے بدلیل قرآن و حدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے محض بغرض

دھوکہ دہی جو اس کا جیلی وتیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ”تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ویکفرام“ میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی باوصف ان دعویٰ نبوت و توہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔ ”نعوذ باللہ من الحور بعد الکور“ جب فقیر اخیر شعبان میں قصور میں آیا تو ابتدائے رمضان المبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قصوریؒ نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۳

ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا قادیانی کو بہ ثبوت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب متعین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آجائیں گے تا کہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔ اس پر بھی مرزا قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین مرزائی نے سخت زبانی اور دریدہ دہنی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔ جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں۔ ”فالی اللہ المشتکی“ طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا قادیانی نے اپنی الہامی کتاب ازالہ میں ”مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شدومد سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتویٰ دیا ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۹۵ تا ۵۹۷، خزائن ج ۳ ص ۴۲۱، ۴۲۲)

اب ہر خلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے؟ اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا قادیانی کہاں؟ سچ ہے بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

الغرض رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ زرنگاری پریس لدھیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ (یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملا ہے۔

بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل ہے علم محض اردو خواندہ ہے۔ غالباً یہ اشتہار خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے (و جماعت مرزائیان لدھیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا۔ جس میں بڑے زور و شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر (اشتہار صداقت آثار) لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے از سر تا پا محض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے۔ چونکہ اس اشتہار میں اولاً و اصلتاً علماء امرتسر و لدھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے۔ اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۴

کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔ اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لدھیانہ میں وارد ہوا، تو سنا گیا کہ حضرت علماء لدھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا قادیانی کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ (انجام آتھم ص ۳۱ تا ۳۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵ تا ۳۲۸) کو پہنچانا لازم ہے تا کہ ان کی بواقعی تکذیب اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ هو الہادی !

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً و عجماً مرزا قادیانی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جاتے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجئے! اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کے مرزائی کمال اصرار سے طلبگار ہیں۔ بطور قال اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانشمندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں۔ اگر ہادی حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آجائے گا۔ واللہ هو الموفق!

جب مرزا قادیانی مباحثہ، مناظرہ اور مفاہمہ کے لئے تیار نہ ہوا تو مولانا نے ان الفاظ میں دعا کی :

”اے مالک الملک! جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا و سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ ویسا ہی دعا و التجاء اس قصوری کان اللہ لہ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق عطاء فرما۔ اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کے بنا: فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام: ۴۵)“

(فتح رحمانی ص ۲۱، احتساب قادیانیت ج ۱۰ ص ۵۶۷، مطبوعہ ملتان ستمبر ۲۰۰۳ء)

مولانا کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کو فوراً اس کے الہ نے ”الہام“ کیا کہ مولوی غلام دستگیر قصوریؒ اس کے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ سے مرے ہیں۔ حقیقت الوحی کی عبارت ملاحظہ ہو:

”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے طور پر مجھ سے مباہلہ کیا۔ اپنی کتاب میں دعا کی جو کاذب ہے۔ خدا اسے ہلاک کرے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۹)

لطف کی بات تو یہ کہ اس الہام کو اصول صداقت بنانے والا مرزا قادیانی خود موت کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۵

دروازے پر پہنچ کر اس اصول کو توڑ دیتا ہے۔ مرزا قادیانی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بدین مضمون نکالا: ”اے خدا! مجھ میں اور ثناء اللہ (امرتسری) میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں جھوٹا و کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۹)

اس اشتہار کی اشاعت کے ایک سال تین ماہ بعد مرزا قادیانی تو دنیا سے اٹھ گیا اور مولوی ثناء اللہؒ نشان صداقت بن کر کئی سال زندہ رہے۔ اب ساری مرزائی امت مولوی ثناء اللہؒ کی صداقت کا اعلان اس لئے نہیں کرتی کہ الہامات میں ترمیم کرنے والی نبوت خود زینت لحد ہو چکی تھی۔ اس جماعت کے بعض محققین اس مباہلہ اشتہاری کو مباہلہ کی صف میں نہیں لاتے۔ وہ اس مباہلہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر قصوریؒ سے یک طرفہ ہوا تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ مولانا ہماری دعا سے فوت ہوئے۔ حالانکہ مولوی غلام دستگیر قصوریؒ کی دعا میں یہ کہیں نہیں کہ جو جھوٹا ہوگا اسے مار بلکہ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا (الانعام: ۴۵) ”میں قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجاء کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز کٹ گیا ہے۔“

آپ کی وفات کے بعد قادیانیوں نے اپنے روایتی کذب و افتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ مولانا غلام دستگیر قصوریؒ مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہو گئے ہیں اور آپ کی نسل بھی آگے نہیں چل سکی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمنؒ بڑے متقی و پارسا تھے۔ انہی کی وجہ سے آپ اپنی کنیت ابو عبدالرحمنؒ لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالرحمنؒ کے صاحبزادے مولانا غلام ابوبکرؒ تھے اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد اشرفؒ ہوئے ہیں۔ نیز آپ کی صاحبزادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کے والد وزیر علی شاہ کی بیوی تھیں۔ جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر

على اور سیده منور بیگم آء بهی بفضل خدا اپنی اولاد در اولاد كے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

فقیر راقم ۲۰۱۴ء میں مولانا محی الدین قصوریؒ اور مولانا غلام دستگیر قصوریؒ كے مزارات پر ایصال ثواب كے لئے حاضر ہوا ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۶

(۷۴۰)

غلام ربانی (جوہر آباد)، جناب مولانا

(وفات: جولائی ۲۰۰۰ء)

”مرزائیوں کے کافرانہ عقائد“ حضرت مولانا غلام ربانیؒ جوہر آباد میں خطیب اور جمعیت علماء اسلام کے سرپرست تھے۔ بہت ہی بہادر اور نڈر عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۴ اپریل ۱۹۸۴ء کو کتابچہ لکھا۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا غلام ربانی مولانا مفتی محمودؒ کے شاگرد تھے اور ان کے نظریات کے امین آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۷۴۱)

غلام ربانی چشتی حنفی (اٹک)، جناب قاضی

(پیدائش: ۱۸۷۱ء وفات: ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء، شمس آباد، اٹک)

۰.....۱ ”رد قادیانی“ مولانا قاضی غلام ربانی چشتی حنفی شمس آباد ضلع اٹک کا یہ رسالہ ہے۔

سیدنا مہدی و سیدنا عیسیٰ علیہم السلام کے ظہور و نزول کے کتب تفاسیر سے حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ رسالہ آسان فارسی زبان میں ہے اور خوب ہے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو شمس آباد میں انتقال ہوا۔ وہاں ہی مزار مبارک ہے۔

۰.....۲ ”مرزا کی غلطیاں“ ملعون قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے اعجاز المسیح، اعجاز احمدی کے نام پر قصیدہ شائع کر کے مقابلہ کے لئے دعوت دی۔ مولانا قاضی غلام ربانی نے مرزا قادیانی کی کتاب اعجاز المسیح سے مرزا قادیانی کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے چیلنج کے غبارہ کو ناکارہ کر دیا۔ مولانا غلام ربانیؒ شمس آبادی ضلع اٹک کا رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

۱۳۶۷ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مولانا قاضی غلام ربانیؒ، مولانا قاضی نادر دینؒ کے صاحبزادہ اور قاضی غلام گیلانیؒ کے برادر اصغر تھے۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے انہیں دو بزرگوں سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم رام پور مدرسہ عالیہ میں حاصل کی۔ آپ عرصہ تک ڈھا کہ میں بھی بطور عربی پروفیسر کے اسلامک کالج میں پڑھاتے رہے۔ آپ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے مرید خاص تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے خوب رد قادیانیت کا کام لیا۔

(۷۴۲)

غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری

چوہدری غلام رسول چیمہ صاحب وہ خود قادیانی تھے لیکن مرزا محمود قادیانی کے جنسی کثوت، آمرانہ ڈکٹیٹر شپ کے خلاف تھے۔ انہوں نے قادیانیوں پر مشتمل ”حقیقت پسند پارٹی“ بنائی تھی اور مرزا محمود کے خلاف کتاب تحریر کی جس کا نام ہے: ”خلیفہ قادیان (ربوہ) کے ناپاک سیاسی منصوبے“ یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل ہے۔

(۷۴۳)

غلام رسول فیروزیؒ، مولانا

کسی قادیانی نے ایک مسلمان کو سات سوال لکھ کر دیئے کہ علماء اسلام سے ان کا جواب لے کر دو۔ وہ سات سوال حضرت مولانا غلام رسول صاحب فیروزیؒ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان کا

جامع اور مختصر جواب ”الجواب الصحيح في حيات المسيح عليه السلام“ تحریر فرمایا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں اس رسالہ کو بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۷۴۴)

غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسریؒ کی عربی زبان میں تصنیف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۶۸

ہے۔ آپ نے ایک کتاب ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی جس کا نام: ”الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح“ ہے۔ آپ نے عقلی نقلی اعتبار سے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر اس کتاب میں دلائل کے ایسے انبار جمع کئے کہ مرزا قادیانی سمیت کسی قادیانی کو مقابلہ میں لب ہلانے یا قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد مرزا قادیانی پندرہ سال زندہ رہا۔ لیکن مولانا غلام رسولؒ کے دلائل کے سامنے اسے دم مارنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مولانا غلام رسولؒ کا وصال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ آج ۲۰۱۰ء میں گویا کہ ۱۱۹ سال بعد اس کتاب کی اشاعت ثانی در احتساب قادیانیت جلد ۴۲ ہمارے لئے ڈھیروں خوشیوں کا موجب ہے۔ فلحمدلہ!

مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ نے کشمیر اور امرتسر میں دینی تعلیم حاصل کی۔ فقہ، اصول فقہ اور منطق کے اپنے زمانہ میں ماہر استاد مانے جاتے۔ علوم وفنون پڑھانے میں زندگی صرف کی۔ ”الالہام الصحیح“ کسی زمانہ میں یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ اس کتاب لکھنے کے باعث ملعون قادیان زندگی بھر مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ کو گالیاں بکتا رہا۔ لیکن کتاب کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ کے والد گرامی کا نام امیر الدین قاسمیؒ تھا۔ مولانا غلام رسول نقشبندی کی کتاب ”الالہام الصحیح“ عربی کا اردو میں ترجمہ ”آفتاب صداقت“ کے نام پر آپ کے شاگرد اور بھتیجے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحبؒ نے کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع ہو گیا ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور امیر اول مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے استاذ تھے۔

غلام سبحانیؒ (مانسہرہ)، مولانا

مولانا غلام سبحانی صاحب خطیب جامع مسجد موڑہہ کلاں تحصیل و ضلع مانسہرہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام : ”حجة قطعیہ علی رموز مرزائیہ (مرزا کی کہانی ، مرزا کی زبانی)“ اسے ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل اشاعت کیا ہے ۔ یہ کتاب ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی تحریر کردہ ہے ۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی کتاب ”ترک مرزائیت“ سے زیادہ تر اس کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے ۔ آخر میں تو بہت سارا حصہ مکمل مذکور کتاب سے لے کر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۹

اس کتاب کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مصنف کے ذوق کے احترام میں فقیر نے مکمل اس کو احتساب قادیانیت جلد ۳۰ کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اسی میں خیر ہوگی۔

(۷۴۶)

غلام غوث ہزارویؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۵ء وفات: ۴ فروری ۱۹۸۱ء)

بستی کوٹ قلندر آباد (ضلع مانسہرہ) سے ڈیڑھ میل مغرب میں واقع ہے۔ یہاں مولانا سید گلؒ رہتے تھے جو مڈل سکول میں استاذ تھے اور بہت مجذوب طبیعت کے بزرگ تھے۔ ان کے گھر ۱۸۹۵ء میں مولانا غلام غوثؒ پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل آئے۔ ضلعی تعلیم آفیسر نے آپ کا پندرہ روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جب کہ اسی زمانہ میں سات روپے سپاہی کی تنخواہ ہوتی تھی۔ لیکن بایں وظیفہ و رعایت آپ کے والد نے آپ کو دینی تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں بفقہ ضلع مانسہرہ کے مولانا غلام رسولؒ مدرس تھے۔ ان کے ہمراہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ سات ماہ کافیہ نورالایضاح اور شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ چھٹیوں میں گھر آئے۔ اگلے سال بفقہ میں مولانا نعمانؒ سے شرح جامی وغیرہ تک کتب پڑھیں۔ اپنے خسر محترم مولانا احمد گل صاحبؒ سے شرح وقایہ آخرین پڑھی۔ اگلے سال مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ مولانا حافظ عبداللطیفؒ سے مختصر معانی اور حسامی پڑھی۔ آپ کے ساتھیوں میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا اسعد اللہؒ بھی تھے۔ رمضان المبارک کی تراویح مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی اقتداء میں ادا

کیں۔ مولانا غلام رسول صاحبؒ بفقہ والے پھر دارالعلوم دیوبند لے گئے۔ آپ نے مولانا عبدالسمیعؒ سے سلم العلوم مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے مقامات اور دیگر فنون کی کتب پڑھیں۔ اگلے سال مشکوٰۃ شریف مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے پاس رکھی۔ ان کے صاحبزادہ قاری محمد طیبؒ مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں مولانا غلام غوثؒ کے ہمدرس تھے۔ اگلے سال دورۂ حدیث کیا۔ بخاری و ترمذی سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ، مسلم و نسائی علامہ عثمانی صاحبؒ اور ابوداؤد مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ نے پڑھائیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰

مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خان صاحبؒ، مولانا غلام رسولؒ، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ سے بھی کتابیں پڑھیں۔ اگلے سال پھر دارالعلوم میں تکمیل کی۔ یہاں جمعیتہ الطلبة قائم کی۔ سرپرست مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنے۔ جمعیتہ طلباء کا وفد الہ آباد لکھنؤ کے تعلیمی دورہ پر گیا تو مولانا عبدالباریؒ فرنگی محل کے مدرسہ کے طلباء نے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کے لئے عربی میں استقبالیہ پڑھا۔ مولانا غلام غوثؒ نے فی البدیہہ عربی میں جواب دیا۔ فرنگی محل اور دیوبند کے اساتذہ نے اس پر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ تکمیل کے سال مولانا غلام غوثؒ دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس بھی رہے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کراچی والے بھی آپ کے ہمدرس اور پھر معین مدرس بنے۔

پھر مولانا غلام غوثؒ اور مولانا محمد یوسف جونپوریؒ کو دارالعلوم کی جانب سے حیدر آباد دکن بھجوا دیا۔ گدوال، پورن وغیرہ بھی خدمات سرانجام دیں۔ پھر بفقہ اپنے گھر آگئے۔ ۱۹۳۰ء میں بفقہ مانسہرہ میں کانگریس میں رفقاء سمیت شامل رہے۔ انگریز حکومت کے حکم سے گرفتار ہوئے۔ ایبٹ آباد جیل میں رہے۔ پھر بنوں سے دو ماہ بعد رہا ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں جمعیتہ علماء ہند کی صوبائی کانفرنس پشاور میں شریک ہوئے جس میں مفتی کفایت اللہؒ بھی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں اپنے علاقہ میں قادیانیوں کے خلاف خوب کام کیا۔ پھر مجلس احرار اسلام میں شریک ہوئے۔ شریک کیا ہوئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست راست قرار پائے۔ پاکستان بننے کے بعد تک مجلس احرار اسلام کے ہراول دستے میں شامل رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیتہ علماء اسلام کا ملتان میں کنونشن ہوا۔ اس میں حضرت لاہوریؒ (صدر) اور مولانا غلام غوثؒ (جنرل سیکرٹری) منتخب ہوئے۔ ملک بھر میں جمعیتہ علماء اسلام کو ایک متحرک و فعال جماعت بنادیا۔ متعدد بار مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ملک عزیز کے صفِ اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

مولانا غلام غوثؒ اور رد قادیانیت

مولانا ہزارویؒ ایسے وقت میں آکر بفع میں اقامت پذیر ہوئے کہ ضلع مانسہرہ کے بڑے بڑے خوانین اور جاگیردار مرزائیت کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے۔ وہ صرف اپنی محفلوں اور حجروں میں نہیں بلکہ بازاروں اور عوامی مجمعوں میں بھی مرزا خبیث کو ”حضرت صاحب“ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور سرکاری افسر جو مرزائی ہوتے اپنے اس خبیث مذہب اور عقیدہ کی کھل کر تبلیغ کرتے۔ ان حالات کا مشاہدہ کرنے سے آپ کو بڑا دکھ ہوا اور بڑے تدبر کے ساتھ حالات کا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

تجزیہ کیا اور اس بات کو نوٹ کر لیا کہ ضلع مانسہرہ میں جتھہ، برادری اور پارٹی کی سیاست ہے۔ اس سے عقیدہ بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خیال مسلمان خوانین کو ساتھ ملا کر مرزائی گروہ کا اثر زائل کیا جائے۔ آپ نے دوسرے کئی وجوہ کے ساتھ اس عظیم مقصد کو پیش نظر رکھ کر کانگریس میں شرکت اختیار کر لی۔ خدائی خدمت گار پارٹی، کانگریس کی ذیلی پارٹی تھی اور اس کے منشور کے مطابق ملک میں سیاسی جدوجہد کر رہی تھی۔ یہاں کے آزادی پسند اور انگریز دشمن خوانین اسی پارٹی میں شامل تھے۔ مولانا نے اس پارٹی میں شامل ہو کر انہیں یہ حقیقت سمجھائی کہ انگریز اور مرزائی دو قالب یک جان ہیں۔ یہ مرزائی خوانین اور جاگیر دار ہی انگریزوں کی تقویت اور استحکام کا باعث ہیں۔ وہ ایسے ہی نمک خواروں اور زر خرید بندوں کے بل بوتے پر یہاں حکومت کر رہے ہیں۔ اگر یہ نمک حلال نہ ہوں تو انگریزوں کی کیا مجال کہ وہ ہم پر حکومت کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے ان مسلمان اور دیندار خوانین کو جمعیت العلماء ہند میں شامل کر لیا۔ یا کم از کم انہیں دینی معاملات میں اپنا ہم نوا بنالیا۔ پھر اسی یکجہتی اور قوت اتحاد سے فائدہ اٹھا کر آپ نے انگریزوں کے ساتھ مرزائیت کو بھی بانگ دہل للکارا اور اس کو ناکوں چنے چبوائے۔ مذہبی اور سیاسی میدان میں ایسی شکست فاش دی کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ اس سلسلہ میں چند واقعات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

مناظرہ بھگلہ اور مرزائی مبلغ کی شکست فاش

۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۹۳۳ء میں مرزا بشیر الدین قادیانی نے ہزارہ کو فتح کرنے اور اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور مزید پختہ کرنے کے لئے ان خوانین کی دعوت یا سازش پر اپنے تیز و طرار اور شاطر قسم کے مناظر اللہ دتہ کو ہزارہ بھیجا۔ ہزارہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ مگر یہ مدرس اور

مفتی قسم کے لوگ تھے۔ مناظرہ کے فن میں انہیں مہارت نہ تھی اور نہ ہی مرزائیت کے مغالطوں اور چالاکیوں سے کما حقہ آگاہ تھے۔ چنانچہ مرزائی مناظر مختلف جگہوں پر تقریر کرتا ہوا علمائے کرام کو چیلنج دیتا اور اپنی فضا بناتے ہوئے بھگلہ آپہنچا۔ بھگلہ، مانسہرہ اور بالاکوٹ کے درمیان ایک پرفضا مقام ہے۔ یہاں کے بااثر سادات اور بالاکوٹ کا ایک بااثر خان قلیچ خان مرزائیت سے وابستہ ہو کر سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان سب کی ملی بھگت اور سازش سے اللہ دتہ بھگلہ پہنچا تھا۔ ان لوگوں نے مختلف دیہاتوں میں دعوت نامے بھیج کر لوگوں کو بلایا اور بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ دوسرے دن اللہ دتہ پروگرام کے مطابق پولیس کی نفری اور اپنے مسلح محافظوں کے جھرمٹ میں سٹیج پر آیا اور مرزا قادیانی کے قصیدے پڑھنے لگا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۷۲

جب اس پروگرام کا علم علماء کرام کو ہوا تو سخت پریشان ہوئے اور عوام کے ایمان کو خطرہ میں محسوس کیا۔ پھر مرزائی مناظر کا جواب دینا ان کے بس میں نہ تھا اور اتنے جاگیرداروں، خوانین اور حکام کو مخالف کرنا اور ان کے روبرو بات کرنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ یہ کسی میٹنگ یا مسجد کی بات نہ تھی بلکہ میدان مبارزت میں جوہر دکھانے کا مرحلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ قاضی محمد یونس صاحب بالا کوٹیؒ کو جزائے خیر دے کہ ان حالات کو سن کر مولانا مرحوم کے پاس بے حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔

اکلوتا فرزند زین العابدینؑ موت و حیات کی کشمکش میں

مگر مولانا کے گھر حالت یہ تھی کہ ان کا نہایت ہی ذہین و فطین اور جی دار اکلوتا بیٹا موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ابھی فوت ہوا۔ ابھی دم نکلا، سب اہل خانہ اس کے فراق میں دردمند اور آزرده تھے اور آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں سے جاری تھا۔ مولانا نے چند منٹ سوچا اور قاضی صاحب سے فرمایا۔ ذرا ٹھہریں! میں کتابیں لے کر آتا ہوں۔ آپ اندر آئے، چند کتابیں لیں اور اپنے لخت جگر کو خدا کے حوالے کر کے گھر سے جانے لگے۔ آپ کی والدہ مرحومہ نے فرمایا زین العابدینؑ مر رہا ہے اور آپ کتابیں لے کر گھر سے جا رہے ہیں۔ آپ نے بے تکلف فرمایا، اماں جان! یہاں ایک زین العابدینؑ کی موت کی بات ہے اور ادھر نبی کریم ﷺ کی امت کے ایمان کی بات ہے۔ اگر ایک آدمی بھی مرتد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ مجھے زین العابدینؑ کے مقابلہ میں امت کا ایمان زیادہ عزیز ہے۔ یہ کہہ کر آپ گھر سے رخصت ہو گئے۔ بے اڈہ پر اطلاع پہنچی کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ نماز جنازہ پڑھ کر جائیں۔ آپ نے فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانا فرض عین ہے۔ اگر میرے پہنچنے سے پہلے اللہ دتہ واپس چلا گیا تو بہت سے مسلمانوں کا ایمان خراب کر جائے گا۔ بچے کو دفن کرنے کے لئے عزیز خان اور اہل محلہ کافی ہیں۔

مگر اللہ دتہ کے زہر کا تریاق میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ قاضی محمد یونسؒ کے ہمراہ بھگلہ روانہ ہو گئے اور ایسے وقت وہاں پہنچے جب اللہ دتہ بڑے جوش و خروش سے سٹیج پر براجمان پولیس کی نفری اور مسلح گارڈ کے گھیرے میں تقریر کر رہا تھا۔ لوگوں کو ہم خیال بنانے کے لئے علماء پر چوٹیں کرتا ہوا انہیں چیلنج دے رہا تھا۔

مولانا ہزارویؒ کا سٹیج پر قبضہ

سارے گھیراؤ کو توڑ کر مولانا سٹیج پر چڑھ گئے اور صاعقہ الہی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے اور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۷۳

کڑک کر اللہ دتہ سے فرمایا: او اللہ دتہ! لوگوں کے ایمان کو خراب نہ کرو۔ تم مرزا کی نبوت کی بات کرتے ہو، نبوت اور ولایت تو بڑی چیز ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ مرزا آنجہانی کو ایک شریف انسان بھی ثابت کرنے کے لئے مجھ سے مناظرہ کرلو۔ خدا کی قسم کہ مرزا نہایت ہی کمینہ اور بداخلاق انسان تھا۔ تم اس خبیث کی بات کرتے ہو۔ اللہ دتہ کو جان کے لالے پڑ گئے کہ یہ مولانا ہزارویؒ کہاں سے آدھمکا۔ اس کی قوت گویائی جواب دے گئی اور مولانا نے سٹیج سے دھکے دے کر اس کو نیچے گرا دیا۔ اس نے اپنے حواریوں کے ساتھ بھاگنے ہی میں خیر سمجھی اور قادیان پہنچ کر دم لیا۔ مولانا نے اسی سٹیج پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی۔ ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگوائے۔ لوگوں کے ایمانی ولولوں کو گرماتے ہوئے فرمایا کہ ان مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کرو۔ ان کی شادی، غمی اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ چنانچہ مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ الحمد للہ! آج تک یہ لوگ خانہ بدر ہیں اور کبھی کبھار چوری چھپے آ کر اپنی جائیداد پر نگاہ حسرت ڈال کر چلے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت مولانا کی شخصیت کے جوہر نکھر نکھر کر نظروں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی غیرت ایمانی، ان کی جرأت و جانبازی، ان کی حاضر جوابی، ان کا توکل، ان کی ہیبت و شوکت، غرض ایک مجاہد جرنیل اور مدبر جانباز کی قربانی کی تصویر بالکل سامنے نظر آتی ہے۔

زیدہ کی مرزائیت کا استیصال اور آپ کی کرامات

زیدہ تحصیل صوابی ضلع مردان کا ایک قصبہ ہے۔ یہاں کے خوانین مرزائی ہو گئے تھے اور ان کا علاقہ بھر میں اس قدر اثر تھا کہ لوگ مرزا قادیانی کو ”حضرت صاحب“ کہتے تھے۔ ان حالات کا علم آپ

کو ہوا تو ایک چھوٹی سی مسجد میں جلسہ کا انتظام کرایا۔ اس کی تفصیل کے سلسلہ میں مولانا عبدالحنان مرحوم جہانگیری فاضل دیوبند رقمطراز ہیں۔

محترم حضرت مولانا ہزارویؒ کی تمام زندگی گونا گوں واقعات اور مجاہدانہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی کون کون سی ادا اور جرأت، للہیت کا واقعہ ذکر کیا جائے۔ غالباً ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد میں خاص کر تحصیل صوابی میں انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کے منحوس اثرات بہت پھیلنے لگے تھے۔ خاص کر خوانین طبقہ اور سرکار

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۷۴

انگریزی کے ملازمین میں یہ زہر روز بروز بڑھ رہا تھا۔ موضع زیدہ میں خوانین تمام علاقے میں سب سے زیادہ حکومت کے گھر با وقعت اور بارسوخ، اونچے پائے کے سمجھے جاتے تھے اور کافی زور کے مالک تھے۔ ان میں چند افراد مرزا لعنة الله عليه کے پیرو بن گئے اور علاقہ میں موضع ٹوپی، رزوبی اور اسماعیلیہ کے دیہات بھی میں یہ مرض پھیل گیا۔ زیدہ میں تو یہاں تک ان کا رعب قائم تھا کہ کسی کو مرزا قادیانی کا نام بھی بے ادبی سے لینے کی جرأت نہ تھی اور عوام کو احساس اور خبر تک نہ تھی کہ یہ بھی کوئی خلاف اسلام و مذہب کوئی فرقہ ہے۔ انہی دنوں میں انہیں خوانین کے ایک قریبی رشتہ دار اور خدا ترس مسلمان مرد مسمی شیر محمد خانؒ آف زیدہ جہانگیرہ آیا اور اس بات کی استدعا کی کہ زیدہ میں مرزائیت بہت زیادہ قوی ہو رہی ہے اور یہ اثرات روز بروز علاقہ میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کا انسداد نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ یہ ارتداد تمام علاقہ میں پھیل جائے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا ہزارویؒ جو بعض اور ہم خیال علماء مثلاً مولانا عبدالقیوم پوپلزئیؒ اور مولانا لطف اللہؒ جہانگیرہ اور حکیم فضل حقؒ آف نوشہرہ وغیرہ کے ساتھ پہلے سے اس فرقہ کے خلاف پشاور، مردان وغیرہ میں برسر پیکار تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا اور سب اکٹھے ہو کر شیر محمد خانؒ کی معیت میں زیدہ پہنچے۔

پہلے پہل تو لوگوں نے اپنی اپنی مساجد وغیرہ میں مرزائیوں کے خلاف جلسہ کرنے کی اجازت سے پہلو تہی کی۔ مگر بعد سمجھانے اور شیر محمد خانؒ کی کوشش سے آئندہ جمعہ کو مسجد محلہ چنگڑ میں جلسہ مقرر ہوا۔ تمام علاقہ میں تشہیر کی گئی۔ جمعہ کو لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے۔ کئی لوگ تو تماشہ کے خیال سے آئے تھے کہ خانوں کے خلاف ان کے قصبہ میں جلسہ کیسے ہوگا۔ بہر حال جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے تقریر مولانا لطف اللہ صاحبؒ نے شروع کی۔ مخالفین بھی مجمع کے باہر قطار باندھ کر کھڑے تھے۔ ان مخالفین میں خوانین کی ایک سرکردہ

شخصیت مسمیٰ عجب خان جو ان دنوں میں ضلع ہزارہ اوگی میں پولیٹکل تحصیلدار تھا اور تھا بھی کٹر مرزائی ۔ جس نے ہزارہ میں بھی کافی ستم بویا تھا۔ وہ بھی جلسہ گاہ کے باہر ایک چبوترے پر چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھا تھا۔ نیز اس کا ایک لڑکا یوسف خان بھی قطار میں کھڑا تھا۔ مولانا لطف اللہ صاحبؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر کیا اور اس کے دعوؤں کے بارے میں کہنا شروع کیا تو پہلے تو مرزائیوں نے گڑ بڑ شروع کی۔ مگر بعد میں جب مولانا لطف اللہؒ نے کافر کا لفظ کہا تو عجب خان اچانک کھڑا ہوا اور شور و شغب شروع کر دیا اور اس کے بیٹے یوسف خان نے پستول نکال کر دھمکی دی کہ اگر مرزا قادیانی کے متعلق اور ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو گولی مار دوں گا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۷۵

جب یہ کیفیت دیکھی تو مولانا ہزارویؒ یکدم کھڑے ہو گئے اور مولانا لطف اللہؒ کو بٹھا دیا اور خود اپنا گریبان کھول کر اور سینہ ننگا کر کے کہنے لگے کہ تم میں غیرت ہے تو مارو۔ میرے سینے میں گولی، مگر تمہارے اس موعود پیغمبر میں تو اتنی غیرت نہیں تھی۔ تم میں اتنی غیرت کہاں سے آگئی۔ چنانچہ مولانا اپنی عادت کے مطابق اور جوش ایمانی سے ایسے گرجے اور ایسے برسے کہ تمام حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ نوجوانوں نے عجب خان کے لئے جو چارپائی رکھی تھی وہ فوراً اٹھا کر باہر پھینک دی اور ہر طرف سے نعرہ تکبیر کی صدا گونجنے لگی۔ ادھر پولیس تھانیدار جو اس وقت کوئی سکھ تھانیدار تھا وہ موجود تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس تھانیدار کو للکارا اور کہا اگر پولیس والے اس مجمع کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو ہٹ جائیں۔ ہم مسلمان خود کنٹرول کر لیں گے۔ چنانچہ تھانیدار نے بھی مجبوراً یوسف خان کے ہاتھ سے پستول چھین لیا اور باقی شریروں کو جو چند ایک آدمی تھے بھگا دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور مرزائیت کے تاروپود کو بکھیر دیا۔ مسلمانوں سے کہا کہ ان کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے منع کر دو وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس جلسہ کے بعد قصبہ زیدہ بلکہ علاقہ میں کایا پلٹ گئی اور مرزائی الو پرندہ جیسے دن کو باہر نکلنے سے رہے۔ قدرت خداوندی سے ایک مرزائی مسمی گلاب کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ مسلمانوں نے کسی شیر محمدؑ کی سرکردگی میں قبرستان پر پکٹنگ لگا دی۔ اس کے بعد گلاب مرزائی نے ارادہ کیا کہ اپنی ملکیت کی زمین بھی جو بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی اس میں قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو اس کے بھتیجوں نے جو کہ مسلمان تھے۔ کہا کہ ہمارا دوسرا چچا مسمی عبدالمنانؒ جو کہ پشاور میں ملازم ہے۔ اس کو منگواؤ اور زمین تقسیم کرو۔ بعد ازاں اپنے حصہ میں دفن کرو۔ چنانچہ اسی کشمکش میں تین دن تک مردہ پڑا رہا۔ بعد ازاں ایک اور مرزائی، شاید اس کا نام گل محمد تھا، نے اپنی زمین میں دفن کرنے کو کہا۔ مگر کوئی قبر کھودنے والا زیدہ

میں نہ ملا اور ٹوپی وغیرہ سے اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو بلایا اور قبر کھودی اور دفن ہوا۔ کچھ مدت کے بعد اس عجب خان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازہ اور قبر کا بھی یہی حشر ہوا۔ زیدہ میں ایک بچہ مسلمان بھی اس کے (عجب خان) نزدیک نہیں ہوا۔ دو چار مرزائیوں نے (مل کر) سپرد خاک کر دیا۔

شاید ان دنوں خان عبدالغفور خان صاحب آف زیدہ جو کہ زیدہ کے خوانین کے چیف اور صوبہ سرحد کے لیجسلیٹیو اسمبلی (Legislative Assembly) کے سپیکر تھے۔ ان کو عجب خان کی موت کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ رشتہ دار تھے شام کو کار میں سوار ہو کر پہنچے۔ اڈہ کے پاس لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنازہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ دفن کر دیا گیا۔ پھر عبدالغفور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۷۶

خان پوچھتا ہے کہ جنازہ ہو گیا؟ لوگوں نے کہا دفن کر دیا گیا ہے۔ وہ غصہ سے کہنے لگا کہ میں جنازے کے متعلق پوچھتا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ گاؤں کے لوگ نزدیک بھی نہیں ہوئے۔ شاید کچھ مرزائیوں نے کچھ کیا ہو، تو خان موصوف کہنے لگے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر میں کیوں جاؤں؟ تمام لوگوں سے مخالفت مول لوں۔ چنانچہ وہ اسی کار میں واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اسی خان عبدالغفور صاحب کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ بہت بڑا خان تھا اور سیشن جج بھی رہ چکا تھا اور اسمبلی کا سپیکر بھی۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں آئے۔ حسب روایت شیر محمد خانؒ کہ میں نے عبدالرحیم خان کو جو خان عبدالغفور خان کا لڑکا تھا اور اس وقت سیشن جج تھا خط لکھا کہ چونکہ تمہارا بھائی عبدالحمید خان مرزائی ہے۔ اگر وہ اپنے والد کے جنازہ میں شریک ہوگا تو ہم مسلمان شریک نہ ہوں گے۔ اگر وہ شریک نہ ہو نیز اور مرزائی (بھی) تو پھر جنازہ پڑھیں گے۔ چنانچہ عبدالرحیم خان نے لکھا کہ عبدالحمید وغیرہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ جب جنازہ رکھا گیا تو شیر محمد خانؒ اور خان موصوف مرحوم کا چھوٹا لڑکا عبدالرؤف خان صفوں میں پھرے اور لوگوں سے کہا اگر کوئی مرزائی ہو تو اس کو نکال دو۔ چنانچہ چند ایک مرزائی ایک طرف نکل کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اسی جنازہ میں نواب ہوتی نواب محمد اکبر خانؒ بھی موجود تھے۔ اس نے خان مرحوم کے بیٹے عبدالحمید مرزائی کو بہت برا بھلا کہا۔ تیسرے روز عبدالحمید خان نے اپنے حجرے میں جب کہ لوگ تیسرے روز فاتحہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کیا۔

مگر وہ اعلان بھی مصنوعی اور دھوکا تھا مگر بہر حال یہ تمام معرکہ سر کرنے اور لوگوں میں مرزائیت کی حقیقت آشکارا کرنے اور مسلمانوں کے ایمانوں کو محفوظ کرنے کا سہرا بھی انہی مجاہد کبیر مولانا مرحوم کے سر ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے عبدالسلام مرزائی جو کہ عبدالحمید خان کا بیٹا ہے جو کہ

ہزارہ ڈی سی رہ چکا ہے اور جس نے مولانا مرحوم پر ہزارہ میں کئی مقدمات بنا رکھے تھے۔ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اور جو اسی شیر محمد خان کی چچا زاد بہن تھی، کے جنازے کا بھی یہی حشر ہوا۔ (کوئی مسلمان نزدیک نہیں گیا) زیدو کے واقعات کے بعد مولانا مرحوم نے ٹوپی نیز اسماعیلیہ میں بڑے زور دار جلسے کئے اور مرزائیوں کی اچھی طرح خبر لی جس کی وجہ سے عوام کے بچے بچے کے دل میں مرزائیت سے نفرت پیدا ہو گئی۔ (بحوالہ خط مولانا عبدالمنان صاحب جہانگیرہ فاضل دیوبند) یہ اصل خط احقر (سید منظور احمد آسی) کے پاس محفوظ ہے۔

ایک اور واقعہ

ضلع مانسہرہ کا ایک بڑا معتبر خان مرزائی ہو گیا تھا اور معزز خوانین کے ہاں اس کی شادی ہوئی تھی۔ مولانا کو کسی معتبر ذریعہ سے پتہ چلا کہ اس خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ اس نے عقیدہ نہیں بدلا۔ مولانا کچھ علماء کو لے کر اس عورت کے بھائی سے ملے جو کہ مسلمان تھا اور اسے متوجہ کیا کہ اپنی بہن کو کسی طرح اپنے پاس بلالو۔ ورنہ اس بدکاری میں تم بھی شریک ہو گے۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی اور باتوں میں ٹال دیا۔ مولانا نے مانسہرہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور مرزائیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اس خان کا نام لے کر فرمایا کہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ وہ مرزائی ہو کر مرتد نہیں ہوئی۔ میں اس خاتون سے کہتا ہوں کہ خدا را اس جہنم کی زندگی سے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو نکالے۔ اس کا مرزائی کے گھر رہنا بالکل حرام ہے اور اگر وہ نہیں نکلتی تو مولانا نے بڑے زور دار لہجے میں فرمایا کہ ہے کوئی مسلمان جو اس کو اٹھا کر لے جائے میں اس کا نکاح اس مسلمان کے ساتھ خود پڑھاؤں گا۔ مولانا ایسے برسے کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی اور زندگی بھر ان خوانین سے ختم نبوت کی بنیاد پر لڑتے رہے اور انہیں سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی موقعہ نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ ناکام رہے اور مولانا کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت مولانا کے ساتھ تھی یہ کچھ نہ کر سکے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا کا کردار

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس تحریک کے ابتدائی معاملات طے کرنے، علماء کرام، اولیاء عظام اور سیاسی زعماء کو دعوت دے کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر سوچنے اور ملکی صورتحال کو پیش نظر رکھ کر پالیسی طے کرنے کی ذمہ داری مولانا ہزارویؒ کے سپرد تھی۔ انہوں نے ہی دعوت نامے بھیج کر ان حضرات کو بلایا۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب کے ص ۸۰ پر ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کراچی نے واقعات کی رفتار کو تیز کر دیا اور احراریوں نے اس موقع سے جس کا وہ مدت سے انتظار کر رہے تھے انتہائی فائدہ اٹھایا۔ ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں ایک اشتہار شائع ہوا کہ ۱۳ جولائی کو برکت علی ہال میں تمام جماعتوں کی ایک کنونشن منعقد ہو گی جس میں علماء، خطیب، پیر، سجادہ نشین اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور کارکن شامل ہوں تاکہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۸

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ابتدائی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ اس جلسے کا دعوت نامہ فرد شہادت ڈی ایس ۳۸، غلام غوث ہزارویٰ نے جاری کیا۔

پھر مجلس عمل بنی۔ مطالبات طے ہوئے اور ان کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں سول نافرمانی کر کے جیل جانے کا فیصلہ ہوا۔ مجلس عمل نے اپنے مطالبات پیش کئے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے وغیرہ! مگر حکومت نے مطالبات کو تسلیم کرنے کی بجائے مرکزی قائدین کو کراچی میں گرفتار کر لیا۔ جس کے ردعمل میں تحریک چل پڑی۔ تحریک سے پہلے احرار رہنماؤں نے اس مسئلہ کے لئے اتنا کام کیا تھا اور اس قدر احساس دلایا تھا کہ بس اشارہ کی دیر تھی۔ ملک کے کونے کونے سے علماء کرام، صوفیاء عظام، ارباب خانقاہ، طلباء و عوام میدان عمل میں آگئے۔ مگر تحریک کا اصل میدان پنجاب خصوصاً لاہور تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے لاہور والوں کی قربانیاں تاریخ کا ایک سنہرا اور ناقابل فراموش باب ہے۔ مولانا ہزارویٰ کے سپرد صوبہ سرحد خصوصاً ضلع ہزارہ تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان مرحوم سے بات کر کے تحریک کا ہمنوا بنالیا تھا اور اس نے حامی بھری تھی کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔ مگر جب تحریک زور سے چل پڑی اور ہزاروں علماء، صلحاء، طلباء اور دیندار مسلمان میدان عمل میں آگئے تو مرکزی حکومت کے کہنے پر عبدالقیوم خان نے اپنے قول و قرار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رکاوٹ پیدا کر کے تحریک کو صوبہ سرحد میں کمزور کر دیا۔ اس دوران مولانا ہزارویٰ کو کسی باوثوق ذریعہ سے مولانا محمد علی جالندھری کا پیغام ملا کہ لاہور کے حالات سخت ہوتے جارہے ہیں۔ آپ بہت جلد وہاں پہنچ کر تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں تاکہ تحریک ناکامی کا شکار نہ ہونے پائے۔ آپ گرفتاری نہ دیں۔ ورنہ پیچھے رہ کر کوئی کام کرنے والا نہ ہوگا۔ آپ ہی نے پیچھے رہ کر کام کرنا ہے۔ یہ پیغام

سن کر آپ لاہور پہنچ گئے اور تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گرفتاری کے لئے پروگرام کے ساتھ دستے بھیجتے رہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی آپ کے مستقل معاون رہے۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں تو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔ جنرل اعظم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوا۔ مگر اس کے باوجود تحریک پروگرام کے ساتھ جاری رہی اور منظم طریقہ سے چلتی رہی۔ ارباب مارشل لاء نے معلوم کیا کہ یہ تحریک ایسے منظم اور مخفی طریقہ سے کون چلا رہا ہے انہیں معلوم ہوا کہ یہ سارا نظام مولانا ہزاروی کے ہاتھ میں ہے اور وہ کسی غیر معروف جگہ میں روپوش ہیں کہ پتہ تک نہیں چلتا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۷۹

فوجی حکام نے اعلان کر دیا کہ جو مولانا ہزاروی کو گرفتار کرنے میں مدد دے گا تو اسے انعام دیا جائے گا۔ اس پر بھی کامیابی نہ ہوئی تو فیصلہ ہوا کہ جہاں ملیں انہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ مولانا ایسے حالات میں جب باہر گولیاں برس رہی تھیں، فوجی جس کو چاہتے برسٹ مار کر ختم کر دیتے اور جس کو چاہتے جیل بھیج دیتے۔ اپنے تدبیر اور عزم و حوصلہ سے تحریک کے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ بھی کوئی لیڈر ہے۔ اس وقت لاہور میں آپ کا ایک داماد محمد یوسف خان اپنی بیوی کے ہمراہ رہتا تھا۔ وہ اس وقت بالکل غیر معروف آدمی تھا اور کسی جگہ ملازم تھا۔ مولانا اکثر ان کے گھر میں رہتے اور ہدایات لکھ کر یوسف خان کے ذریعے ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے۔

ختم نبوت کا یہ مجاہد مولانا کی ہدایات اور خطوط لے کر ایک پرانے سے تھیلے میں ڈال لیتا اور سائیکل پر سوار ہو کر فوجیوں کی گاڑیوں کے سامنے سے گزر کر متعلقہ لوگوں تک پہنچاتا اور کسی کو شک تک نہ گزرتا۔ مارشل لاء دور میں یہ ڈیوٹی جان پر کھیل کر یوسف خان ہی ادا کرتا رہا۔ مولانا کبھی بیڈن روڈ پر حضرت سیفی صاحب کے ہاں تشریف لے جاتے کبھی حضرت لاہوری کے ہاں پہنچ جاتے۔ اس طرح رات دن جگہ بدلتے رہتے۔ جب مارشل لاء کی سختی عروج پر پہنچ گئی اور آپ کی گرفتاری کے لئے جگہ جگہ چھاپے پڑنے لگے تو آپ نے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ خیال آیا اگر اس طرح گولی سے مارا گیا تو بزدلی تصور ہو گی۔ آپ گرفتاری کے ارادہ سے آ رہے تھے کہ مولانا حمید اللہ حضرت لاہوری کے خلف الرشید راستہ میں ملے اور گرفتاری کی مخالفت کی اور آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے کئی میل باہر لے گئے اور وہاں چھوڑ آئے۔ چند دنوں کے بعد آپ پھر لاہور آ گئے اور پھر گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس بار بھی حمید اللہ کو پتہ چلا اور وہ آ کر راستہ سے آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے تقریباً بارہ میل دور چھوڑ آئے اور فرمایا گرفتاری نہیں دینی۔ (اس

میں کیا حکمت تھی، کبھی پھر عرض کروں گا۔ انشاء اللہ!) کچھ دنوں کے بعد پھر لاہور آئے اور مولانا داؤد غزنویؒ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب کسی اشتعال کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں پر مارشل لاء کا اثر پڑا ہوا ہے۔ آپ لاہور سے باہر چلے جائیں اور گرفتاری نہ دیں۔ آپ نے لاہور سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر مارشل لاء کے دوران لاہور سے باہر جانا بے حد مشکل تھا۔ سب راستوں پر فوجی چوکیاں تھیں۔ آنے جانے والوں کو وہ پوری طرح چیک کرتے۔ پھر پاس بنا کر دیتے۔ لاہور جانے کی وجہ دریافت کرتے۔ واپسی کا وقت پوچھتے اور اسے ایک کارڈ حوالے کرتے۔ واپسی پر وہ کارڈ چیک پوسٹ والوں کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۸۰

حوالے کر کے جانا پڑتا۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تحریک میں قربانی دینے کے لئے نہ آسکیں اور مطلوبہ لوگوں کو پکڑا جاسکے۔ مولانا کے لئے یہ مرحلہ بڑا مشکل تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بندوبست بھی فرمایا۔ مولانا خداداد مرحوم جو مولانا کے ہم زلف تھے اور شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ میں زمین خرید کر آباد ہو گئے تھے اور یوسف خان کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے بڑی زبردست قربانی اور بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مولانا کی بچی اور اپنی بہو کو لے کر شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ لے گئے۔ پندرہ، بیس دن آپ وہاں ٹھہرے رہے۔ مگر یہاں سب سہولتوں کے باوجود یہ پریشانی تھی کہ ملک کی صورتحال صحیح طور سے نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ آپ نے مولانا خداداد مرحوم سے فرمایا کہ مجھے اس طرح بحفاظت میرے شیخ و مرشد کے پاس خانقاہ سراجیہ کنڈیاں پہنچادیں۔ انہوں نے پھر جان پر کھیل کر یہ ڈیوٹی سرانجام دی اور بحفاظت مولانا کو برقع پہنا کر خانقاہ سراجیہ پہنچا دیا۔ یہاں سے آپ کو حضرت نے اپنے خاص مرید کے پاس بھلوال بھیج دیا۔ جہاں ان کے پاس بستی سے باہر وسیع زمین تھی اور اس میں ان کی آبادی تھی۔ اس طرح آپ سات ماہ تک ان کے پاس بڑی آزادی سے رہے۔ آپ کے پاس پابندی سے اخبارات پہنچائے جاتے اور آپ ان کی روشنی میں مرکزی قائدین تک اپنے خیالات کو پہنچاتے رہتے۔ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت میں وہ جرح درج ہے جو آپ نے سرظفر اللہ خان پر جرح کرنے کے لئے لکھ کر بھیجی تھی۔ آپ کی سلامتی اور حفاظت کے بارہ میں دو واقعات بیان کرنے مناسب ہوں گے۔ ایک بار خود میرے (سید امین گیلانی) استفسار پر مولانا نے فرمایا:

کہ میں لاہور میں جہاں مقیم تھا وہاں پولیس کی چوکی قریب ہی تھی اور پولیس والے آتے جاتے تھے۔ مارشل لاء حکام کا تشدد زوروں پر تھا۔ ایک دن مجھے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی اسی حالت میں میری نیم سی آنکھ لگ گئی اور میں بین النوم والیقظہ دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ تشریف فرما

ہیں اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں: غلام غوث فکر نہ کرو۔ تم نے جو کچھ کیا ہے محض ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تیری ضرور حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور حضور انور ﷺ کی زیارت سے دل مسرت سے بھر گیا۔ پھر مجھے کسی حال میں بھی پریشانی نہیں لاحق ہوئی۔

دوسرا واقعہ آپ کے مرشد قطب وقت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ کا ہے کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھیں بند کیں اور قلب پر نظر جما کر (یعنی مراقبہ کر کے) ارشاد فرمایا کہ میں مولانا غلام غوثؒ کو اپنی تحویل میں لیتا ہوں۔ انشاء اللہ دشمن

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۸۱

انشاء اللہ ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا نے نہایت ہمت، تندہی، جانفشانی سے اس کی قیادت کی۔ جبکہ دیگر راہنما پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے۔ اس وقت کی حکومت نے مولانا کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران ہی مولانا کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مولانا جہاں ملیں گولی مار دی جائے۔ اس مجلس میں مشہور مسلم لیگی راہنما جناب سردار بہادر خان صاحب[ؒ] (صدر پاکستان محمد ایوب خان[ؒ] کے بھائی) بھی شریک تھے۔ سردار بہادر خان صاحب[ؒ] نے مولانا قاضی شمس الدین[ؒ] کو بلا کر کہا: ”مولانا کی حفاظت کریں۔ انہیں کہیں روپوش کر دیں یا ملک سے باہر بھیج دیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔“ چنانچہ مولانا خفیہ طور پر تحریک کی قیادت کرتے رہے اور خداوند قدوس نے مولانا کی حفاظت کی۔ لیکن گولی مروانے والوں کو خدا نے قاہرہ کے قریب ہوائی حادثے میں جلا کر بھسم کر دیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

تحریک ختم نبوت ختم ہوئی تو اب مولانا کے ظاہر ہونے کا مرحلہ تھا۔ ادھر ان کو گرفتار کر کے گولی مار دینے پر انعام مقرر تھا۔ چنانچہ خانقاہ سراجیہ آئے۔ حضرت ثانی[ؒ] سے مشورے میں طے پایا کہ جمعہ کے دن علی الاعلان اجتماع عام میں جا کر تقریر کریں تاکہ عام و خاص کو پتا چل جائے کہ مولانا ابھی زندہ سلامت ہیں۔ اس حالت میں گرفتاری ہوئی تو پولیس کو گولی مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔ ادھر پولیس والوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر ایٹ آباد و ہزارہ کے لوگ آپ کے لئے غائبانہ دعائیں، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی و خیراتیں کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو رفقاء کی معیت میں ایٹ آباد بھیجا گیا۔ جمعہ کے وقت الیاسی مسجد ایٹ آباد میں مولانا محمد اسحاق ایٹ آبادی[ؒ] خطبہ دے رہے تھے تو یک دم ان کی مولانا پر نظر پڑی۔ برجستہ

کہا: ”لوگو! تم نے یہ تو سن رکھا ہوگا کہ جنات ایک مخلوق ہے، مگر آج تک کسی جن کو دیکھا نہیں ہوگا۔ لو آج تمہیں سامنے ایک جن دکھاتا ہوں جو مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تو مولانا کا انتقال ہو گیا ہے۔“ اس پر لوگوں نے پیچھے ہٹ کر مولانا کو دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع نے پرجوش استقبال کیا۔ آپ نے خطاب فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ دیا۔ پولیس و حکومت کی سازش ناکام ہو گئی۔ مولانا کی جان لینے کے درپے دشمن نامراد ہو گئے اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے قادیانیت، قادیانیت نواز لوگوں کا احتساب پھر سے نئے ولولے کے ساتھ شروع کر دیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۲

مولانا ہزارویؒ ایک دفعہ جنرل محمد ایوب خان سے ملنے گئے۔ مشہور احرار رہنما شیخ حسام الدین مرحوم بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ بات چیت کے دوران ایوب خان نے کہا: ”مولانا! جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں، وہ تو اس طرح ہے۔“ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا: ”ہاں خان صاحب! کرسٹائن کیلر کے ساتھ ننگا غسل کرنے والے جو اسلام کو سمجھے۔ بھلا ہم کب اس طرح سمجھ سکتے ہیں؟“ ایوب خان نہایت شرمندہ ہوئے۔

گھر سے آخری سفر

آپ کو انتقال سے چند دن قبل ربوہ (چناب نگر) ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔ تشریف لائے، جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر پر ہزاروں کے اجتماع سے خطاب کیا۔ رات کو چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرنا تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ دسمبر کے آخری دنوں یہ کانفرنس ہوتی تھی۔ کمزوری کے باعث اپنی قیام گاہ پر رہے۔ تشریف نہ لا سکے۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا تاج محمود مرحوم دونوں حضرات کانفرنس کے منتظمین تھے۔ ملنے کے لئے قیام گاہ پر گئے۔ ان حضرات کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ فرمایا: آپ کے حکم پر ربوہ (چناب نگر) جمعہ پر تقریر کے لئے اس لئے حاضر ہوا کہ:

۱..... آخری عوامی تقریر ختم نبوت پر ہو۔

۲..... آپ کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آگے چل کر (عالم برزخ کی طرف

اشارہ) بزرگوں کو آنکھوں دیکھی رپورٹ دوں گا۔

۳..... دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرا لوں گا۔

میرے اللہ کی شان بے نیازی کہ مولانا کا گھر سے یہ آخری سفر تھا۔ واپس پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مقبولیت عند اللہ کی دلیل

انتقال کے وقت چالیس روپے کے مقروض تھے۔ جس مکان میں انتقال ہوا، بارش کے وقت اس کی چھت ٹپک رہی تھی۔ بجلی بارش کے باعث چلی گئی۔ گھپ اندھیرے میں آپ کا چہرہ مرکزی بلب کی طرح روشن تھا۔ یہ ان کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی زندگی میں اس فقیر بے نوا پر زبان طعن بلند کی۔ ان کو خداوند کریم سے اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۳

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی میں وکیل ختم نبوت کے فرائض سرانجام دیئے۔ لاہوری و قادیانی مرزائیوں کے محضر نامے کا جواب لکھ کر قومی اسمبلی میں پڑھا۔

۱..... حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ

کانفرنس رکھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ سمیت اپنے تمام ہم عصر احباب کو بلا تکلف کہہ دیا کہ کانفرنس میں بسترہ ہمراہ لائیں۔ کانفرنس پنجاب میں تھی اور مولانا غلام غوثؒ نے سندھ سے تشریف لانا تھا۔ ان کا سندھ میں دس پندرہ روزہ تبلیغی دورہ تھا۔ پورے دورہ میں ایک کانفرنس کے لئے بسترہ ہمراہ رکھنا مشکل تھا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ بغیر بستر کے تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ہمراہ کھانا کھایا۔ رات کو تقریر کی۔ صبح کی ٹرین سے واپس جانا تھا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ مطمئن کہ میرے کہنے کے مطابق مولانا ہزارویؒ بسترہ ضرور ہمراہ لائے ہوں گے۔ اس لئے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضرت ہزارویؒ نے دل میں خیال کیا کہ مولانا جالندھریؒ کا حکم تھا کہ بسترہ ساتھ لائیں۔ اب اگر بسترہ ہمراہ نہیں لایا تو قصور میرا ہے۔ اس لئے مولانا جالندھریؒ کو تکلیف کیوں دوں؟ کانفرنس سے فارغ ہوئے۔ پنڈال کے قریب کسی مسجد میں جا کر ایک لوئی میں سردی کی رات گزار دی۔ صبح راز منکشف ہوا تو مولانا جالندھریؒ نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ بسترہ ہمراہ نہیں لا سکا۔ حضرت ہزارویؒ نے کہا کہ حضرت آپ میرے بھائی بھی ہیں اور مخدوم بھی۔ اگر میں اس کام میں آپ کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا تو تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہتا۔ رات گزارنی تھی سو گزر گئی۔ (ہائے ایسی اعلیٰ سیرت کے انسان کہاں سے لائیں؟)

۲..... مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے جناب غلام نبی یا مجلس چنیوٹ کے چوہدری ظہور احمد

میں سے کسی ایک نے بتایا کہ ہم لاہور دفتر گئے۔ مولانا ہزارویؒ دفتر میں اکیلے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ ہم نے آرام کرنا تھا۔ حضرت نے ہمیں بسترہ عنایت کیا۔ ہم سو گئے۔ صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ ایک بسترہ تھا۔ جو حضرت نے ہمیں دے دیا۔ آپ نے ساری رات دسمبر کی سردی ایک لوئی میں گزارا۔ واقعہ سناتے وقت ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ اگر اکابر اپنے رضا کاروں پر اس طرح شفقت و محبت فرماتے تھے۔ تو رضا کار بھی ان کے چشم و ابرو کے اشارے پر جان دینے کو فخر محسوس کرتے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۴

۳..... ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت میں تمام رضا کار راہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جماعت کے رہنماؤں و رضا کاروں کو جن کے گھر کے حالات معاشی طور پر نا درست تھے اور گھر کے افراد کی کفالت ان پر تھی ان کے نام وظیفہ قوت لا یموت جاری کر دیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے گھر کا پتہ دفتری احباب کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے حضرت مولانا ہزارویؒ کے گھر ایک پیسہ نہ جاسکا۔ تحریک کے ختم ہو جانے پر حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مولانا ہزارویؒ کو کچھ وظیفہ دینا چاہا۔ مولانا ہزارویؒ نے مسکرا کر اپنے روایتی انداز میں کہا کہ حضرت اگر ہر ماہ بڑھانہ رقم پہنچتی رہتی تو بھی گزارہ ہوتا رہتا۔ اگر نہیں پہنچی تو بھی گزر ہو گیا ہو گا۔ یہ رقم میری طرف سے جماعت کے خزانہ میں جمع کرا دی جائے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ زندگی بھر اس واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مولانا ہزارویؒ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ ان جیسے درویش منش انسان اس قحط الرجال کے دور میں خال خال نظر آتے ہیں۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے بھی ساری زندگی جماعت سے تنخواہ نہیں لی۔

۴..... حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ خطیب پاکستان، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر حالات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو کر بتایا کہ حضرت مولانا مرحوم کو بدھ کے روز تہجد کے وقت دل کا دورہ پڑا۔ ذکر الہی کرتے رہے۔ جب تکلیف بڑھنے لگی تو گھر والی کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ زندگی بسر کی۔ میری عسر و یسر کی آپ ساتھی ہیں۔ میری زندگی فقر و فاقہ اور جیل میں گزری۔ میں آپ کے حقوق کما حقہ ادا نہ کر سکا۔ میرا آخری وقت ہے۔ زندگی کا کہنا سننا معاف کر دیں۔ اپنی بچیوں کو بلا کر فرمایا کہ میری وصیت یاد رکھیں۔ دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ وصیت و نصیحت کی۔ بچیوں نے کہا کہ اگر آپ اجازت

دیں تو ہم ڈاکٹروں کو بلالیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑے حکیم ہیں۔ میں اپنے آپ کو اس ذات باری کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ بھی مجھے اس کے سپرد کر دیں۔ چھوٹے بھائی کو بلا کر فرمایا کہ میں فلاں آدمی کا چالیس روپے کا مقروض ہوں۔ میری طرف سے ادا کر دیں۔ یہ کہہ کر پہلو بدلا۔ ذکر الہی اور کلمہ کا ورد شروع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۵

۵..... حضرت مولانا سیف اللہ خطیب اسلام آباد بڑی کوشش کے باوجود جنازہ میں شریک

نہ ہو سکے۔ جب پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ بتی و روشنی کا انتظام نہ تھا۔ ایک ”ڈھارے“ کے نیچے مولانا کا جنازہ رکھا تھا۔ حضرت مولانا سیف اللہ نے منت سماجت کی مجھے چہرہ ضرور دکھایا جائے۔ احباب نے کہا کہ سارا دن لوگ زیارت کرتے رہے ہیں۔ اب جنازہ ہو گیا ہے۔ اندھیرا ہے۔ معاف کریں۔ مگر مولانا کے مسلسل اصرار و محبت پر وہ مان گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا گیا۔ مولانا کہتے ہیں کہ واللہ العظیم! اندھیرے میں حضرت مولانا مرحوم کا چہرہ روشن ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔ مجھے روشنی کرانے کی ضرورت نہ رہی۔ میرے دل میں آیا کہ اللہ رب العزت قبر میں جانے سے پہلے حضرت مولانا مرحوم کی ولایت کو ہم پر ظاہر فرما رہے ہیں۔ جسے حضرت مولانا مرحوم زندگی بھر چھپائے رکھے تھے۔

۶..... حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ خطیب جھنگ حضرت مولانا مرحوم کی تعزیت کے

لئے گئے۔ قبر پر دیر تک زار و قطار روتے رہے۔ احباب جمع ہوئے اور اپنے اپنے انداز میں حضرت مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت مرحوم گویا ابوذرؓ کے اس دور میں صحیح وارث تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے بھی حضرت ابوذرؓ کو فرمایا کہ آپ اس دنیا سے اکیلے جائیں گے۔ حضرت مرحوم کے جنازہ پر بھی بارش نے برس برس کر لوگوں کو بہت روکا کہ حضرت ابوذرؓ کا غلام جنازہ میں بھی اپنے آقا کی سنت کو پورا کر کے صحیح وارث کا حق ادا کر جائے۔ اس کے باوجود بھی ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

۷..... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اس دور میں اکابر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان

کے صحیح نمائندہ اور جانشین تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ پر تشریف لائے مجلس کے کام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ دورانِ تقریر تحسین فرمائی۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ اور راقم کا نام لے کر مسند افتخار سے سرفراز فرمایا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے وجود مسعود کو مجلس کے لئے نعمت خداوندی قرار دیا۔ بھرپور مسرت خوشی و انبساط کا مظاہرہ کیا۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ حضرت! آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ بیماری کے باوجود ہماری سرپرستی فرمائی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۶

پوری جماعت آپ کی شکر گزار ہے۔ جواباً حضرت مرحوم نے فرمایا نہیں مولانا! میرا فرض تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ ربوہ جاؤں گا اس شہر میں بیان ہو جائے گا۔ احباب سے علماء سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرالوں گا۔ اب اگلا سفر (سفر آخرت) ہونے والا ہے تو حضرات مرحومین اکابر کو جا کر آپ کے کام کی رپورٹ بھی پیش کروں گا کہ آپ نے اپنے جانشین مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو جہاں چھوڑ آئے تھے۔ ان کا ہر قدم اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں اور قابل فخر کارنامے سرانجام دے رہے ہیں جو انشاء اللہ قیامت کے دن رحمت ﷺ کی خوشنودی کا سبب بنیں گے۔ ان تحسین کے کلمات کو سن کر حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت مرحوم نے فرمایا مولانا آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ختم نبوت کا کام بہت اونچا کام ہے۔ اتنا اونچا کام ہے جس کا اس دنیا والے نہ اندازہ لگا سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں۔

۸..... ربوہ ختم نبوت کانفرنس مسجد محمدیہ سے فارغ ہو کر آپ مجلس تحفظ ختم نبوت

پاکستان کے

دوسرے بڑے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ زیر تعمیر مسجد و مدرسہ کو دیکھا۔ مسرت کا اظہار فرما کر مولانا حافظ محمد حنیف مدظلہ سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد حیات مرحوم کہاں بیٹھتے تھے۔ وہ جگہ دکھائی گئی۔ دیر تک دیکھتے رہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا کہ اچھا اب

ان سے بھی عنقریب ملاقات ہونے والی ہے۔ (اشارہ تھا کہ اب میری بھی دارفانی کو تیاری ہے)

۹..... وفات سے قبل کا جمعہ راولپنڈی میں پڑھایا۔ فرمایا کہ خیال تھا کہ مولانا ریاض احمد

اشرفیؒ میری تعزیت کو تشریف لائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ میں ان کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں (ان کا بھی حال ہی میں انتقال ہوا وہ بھی بھوسہ منڈی راول پنڈی میں مولانا ہزارویؒ کی مسجد کے خطیب تھے) یہ میری زندگی کا آخری جمعہ ہے۔ کہا سنا معاف کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس جمعہ کے بعد پھر دوسرا جمعہ نہ آیا اور مولانا ہزارویؒ ہم سب کو یتیم چھوڑ کر چل دیئے۔ رہے نام اللہ کا!

۱۰..... جناب حافظ محمد حنیف مدظلہ ہی کی روایت کے مطابق گزشتہ سال جب مولانا

ہزارویؒ، مولانا سید صادق حسین شاہؒ جھنگ کے مدرسے کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو انہوں نے حافظ صاحب مدظلہ سے مولانا تاج محمودؒ کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۸۷

خیریت دریافت کی اور کہا کہ جب فیصل آباد جاؤ تو مولانا کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ ہم نے ایک نیک مقصد کے لئے اکٹھا سفر کیا ہے۔ مجھے یاد تو نہیں کہ میں نے کچھ زیادتی کی ہو۔ تاہم مولانا کو کہنا کہ میرے ساتھ جس نے بھی کسی قسم کی زیادتی کی میں نے اسے معاف کر دیا۔ مولانا سے کہیں وہ بھی کہا سنا معاف کر دیں۔ یہی نہیں مولانا آخری دنوں میں عام جلسوں میں بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ میری کسی سے دوستی یا دشمنی اللہ کے لئے تھی۔

رد قادیانیت پر آپ کی تصانیف

۱۹۷۴ء کی مقدس تحریک ختم نبوت میں بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قومی اسمبلی پاکستان کے معزز رکن تھے۔ قادیانیوں نے قومی اسمبلی میں اپنا محضر نامہ پیش کیا۔ اس کے مقابلے میں آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ”موقف ملت اسلامیہ“ پیش کیا مجلس عمل کی طرف سے امت مسلمہ کے موقف کو پیش کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کو نصیب فرمائی۔ جب کہ قادیانی جماعت کے محضر نامہ کے جواب تیار کرنے، کتاب مرتب کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے مقدر میں لکھی تھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، علامۃ الدھر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کا اعزاز بھی آپ نے حاصل کیا۔ تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام ہند کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد ”کل پاکستان جمعیتہ علماء اسلام“ کی بنیاد رکھنے اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرنے والے سرفروش گروہ میں آپ پیش پیش ہیں۔ ایک زمانے میں پاکستان میں آپ علماء حق کے قافلہ کے سرخیل تھے۔ قادیانیت کے خلاف آپ کے گرانقدر کارنامے

تاریخ ختم نبوت کا روشن باب ہیں۔ جواب محضر نامہ پر آپ کے علاوہ آپ کے دو گرامی قدر رفقاء مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ ایم۔ این۔ اے اور مولانا عبدالحقؒ بلوچستانی ایم۔ این۔ اے کے بھی دستخط تھے۔ جواب محضر نامہ حضرت ہزارویؒ کی باقیات الصالحات میں سرے ہے۔

جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۷۴۷)

غلام فرید چشتیؒ (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ

(پیدائش: ۱۸۴۱ء وفات: ۱۹۰۱ء)

کوٹ مٹھن کے معروف چشتی بزرگ، عالم، شاعر، صوفی اور باخدا انسان تھے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کے عشق کا وافر حصہ دیا تھا۔ آپ سیدنا فاروق اعظمؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا خاندان حجاز مقدس سے سندھ ٹھٹھہ، ملتان اور پھر کوٹ مٹھن آ کر آباد ہوئے۔ آپ سرائیکی زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر تھے۔ چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابن عربی کے فلسفہ تصوف کے داعی تھے۔ آپ کی مجالس کے ملفوظات قلمبند کرنے کے لئے آپ کے مرید رکن الدین نے کام شروع کیا۔ اوچ شریف کا ایک ملعون قادیانی غلام احمد اختر کے رکن الدین سے تعلقات تھے۔ مرزا قادیانی کی شہ پا کر غلام احمد اختر قادیانی نے رکن الدین کے ہاں آنا جانا شروع کیا۔ کبھی کبھار حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے مل کر مرزا قادیانی کی نسبت باتیں بھی سنائی شروع کیں۔ اسی قادیانی مردود نے ایک خط مرزا قادیانی کے نام تیار کر کے حضرت خواجہ صاحبؒ کے دستخط کرا لئے۔ خط کے جواب میں یکے بعد دیگرے مرزا قادیانی نے خطوط لکھے۔ خواجہ صاحبؒ کا خط اور مرزا قادیانی کے خطوط خواجہ صاحبؒ کے ملفوظات میں شائع ہو گئے۔ یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے وصال کے بعد شائع ہوئے۔ اب خواجہ صاحبؒ کے گدی نشین خواجہ محمد بخش نازکؒ نے یہ پڑھے تو انہیں نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ اور ہم مرزا قادیانی کو کافر سمجھتے ہیں۔

خواجہ ہوت محمدؒ (شیدانی شریف)، حاجی جندوڈہ سیت پوریؒ اور مولوی حامد شیدانویؒ جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلفاء تھے اور نیاز مند، سب نے کہا کہ مرزا قادیانی کے جب عقائد سامنے آئے تو خواجہ صاحبؒ برملا فرماتے تھے کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کا رسالہ ”حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور مرزا قادیانی“ میں یہ تفصیلات درج ہیں جو احتساب قادیانیت جلد اول میں شائع شدہ ہیں۔ خود مرزا قادیانی نے بھی انجام آتھم میں پیر صاحبؒ کو مباہلہ کا چیلنج دیا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ مجھے کافر دجال کذاب سمجھتے ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۸۹

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء نمبر میں قاضی محمد غوث منصورؒ کے قلم سے مزید تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۷۴۸)

غلام قادر بھیرویؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۴۵ء، بھیرہ وفات: ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء، لاہور)

مولانا غلام قادر بھیرویؒ کے والد کا نام غلام حیدرؒ تھا۔ مولانا غلام قادر بھیرویؒ نے مولانا غلام محی الدین بگویؒ اور مولانا احمد الدینؒ سے بھیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی میں مفتی صدر الدین آزرده (وفات: ۱۲۸۵ھ) سے تکمیل کی۔ ۱۲۷۳ھ میں لاہور اونچی مسجد بھاٹی گیٹ اور بیگم شاہی مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت تھے۔ دورِ مرزائیت میں پنجاب میں آپ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ: ”قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔“ بعد میں علمائے دین و مفتیان شرع متین نے اس فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نور الدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نور الدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کا لاہور میں وصال ہوا۔ بیگم شاہی مسجد میں مدفون ہوئے۔

(۷۴۹)

غلام قادر چشتی امرتسریؒ (ملتان)، جناب حکیم

(پیدائش: ۱۹۰۸ء وفات: ۱۹۷۵ء)

حکیم غلام قادرؒ امرتسر کے حکیم فقیر محمد چشتیؒ کے صاحبزادے تھے۔ مولانا محمد عالم آسیؒ امرتسری کے شاگرد رشید اور خواجہ میاں علی محمد چشتیؒ سے بیعت تھے۔ آپ امرتسر سے ”درہ اسلام“ نامی ماہنامہ آریوں اور قادیانیوں کے خلاف شائع کرتے تھے۔ علامہ آسی سے مل کر الفقیہ امرتسر سے شائع کرتے تھے۔ جس میں رد قادیانیت پر بھی کافی مواد ہوتا تھا۔

(۷۵۰)

غلام قادرؒ (مکھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا

جھنگ مکھیانہ کے ایک درویش صفت عالم دین، بہادری و حق گوئی میں اپنی مثال آپ۔ ہمیشہ طرہ والی پگڑی اور عمدہ لباس میں نظر آتے تھے۔ مجلس احرار اسلام کے ساتھ عمر بھر وابستہ رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر سے گہرے دلی خوشگوار تعلقات تھے۔ جب تک زندہ رہے کبھی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت سے ناغہ نہیں کیا۔ بہت ہی نظریاتی انسان تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھ رہے۔ انہیں کی روایات کے امین ہو گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

(۷۵۱)

غلام گیلانیؒ (شمس آباد)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۵ء)

مولانا قاضی غلام گیلانیؒ شمس ضلع اٹک کے صوفی نادر دینؒ کے صاحبزادے تھے۔ یہ خاندان حضرت خواجہ گیسو درازؒ سے منسوب ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ جنگ باز، حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ سرحد میں آئے۔ جو بالاکوٹ کے معرکہ کے بعد تریلا ضلع ہزارہ موضع

نقارچی میں رہ گئے۔ پھر وہاں سے مردان چلے گئے۔ پھر شمس آباد آکر قیام پذیر ہوئے۔ قاضی غلام جیلانی کی ولادت جنگ باڑ کے صاحبزادہ نادر دین کے ہاں ۱۲۸۵ھ کو ہوئی۔

آپ نے دینی تعلیم چھچھ کے معروف عالم مولانا سید رسول کے پاس حاصل کی۔ تکمیل کے لئے آپ رامپور گئے۔ مولانا منور علی رامپوری سے آپ نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھانا شروع کیا۔ حضرت مولانا سید احمد شہید کے خلیفہ مولانا کرامت علی رامپوری کی ترغیب پر بنگال چلے گئے۔ ربع صدی سے زائد عرصہ آپ نے بنگال میں خدمات دینیہ سرانجام دیں۔ پھر واپس اپنے علاقہ شمس آباد ضلع اٹک آگئے۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان میں سے تین رد قادیانیت پر بھی ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۹۱

۰ ۱ ”تیغ غلام گیلانی بر گردن مرزا قادیانی“

۰ ۲ ”جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی“

۰ ۳ ”جواب معقول در رد قادیانی مجہول بطریق

المنطق والمعقول“

یہ کتابیں بنگال قیام کے دوران لکھی گئیں۔ وہاں آپ نے قادیانیت کے خلاف معرکہ حق و باطل قائم رکھا۔ اسی طرح علاقہ چھچھ میں ۱۹۲۲ء میں ایک بدبخت قادیانی ہو گیا تھا۔ حضرت قاضی غلام گیلانی صاحبؒ نے چھچھ کے علماء کے ساتھ مل کر اس پر ارتداد کا حکم لگایا۔ وطن سے بدر کیا۔ چنانچہ ایران میں اس کی موت ہوئی۔

حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی صاحبؒ، حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف والوں سے مجاز تھے۔ مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والوں کے پیر بھائی تھے۔ مولانا حسین علیؒ جب چھچھ کے دورہ پر آتے تو شمس آباد میں قاضی غلام گیلانیؒ کے ہاں قیام کرتے۔ یوں خانقاہ سراجیہ کنڈیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ (م: ۱۹۴۱ء) کے آپ ہم عصر اور پیر بھائی بھی ہوئے۔ مولانا اپنی تصانیف میں جگہ جگہ مولانا احمد رضا خانؒ کا بہت احترام سے نام لکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں دیوبندی، بریلوی تنازعہ نے موجودہ صورت اختیار نہ کی تھی۔ علمی اختلاف تھا اور بس!

آپ کے رد قادیانیت پر رسائل کی تعداد تین ہے۔ ان میں سے دو رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل اشاعت ہیں:

۰.....۱ ”تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی“ سب سے پہلا ایڈیشن مطبع اہل سنت بریلی انڈیا

سے شائع ہوا۔ بڑے سائز کے ایک سو بیالیس صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کا ہمیں فوٹو حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ نے ارسال فرمایا تھا۔ اندازہ ہے کہ اس کتاب کو چھپے سو سال کا عرصہ بیت گیا۔ اب قریباً ایک صدی بعد اسے دوبارہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔
فالحمد للہ!

۰.....۲ ”جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی“ یہ بھی قاضی غلام گیلانیؒ کی تالیف لطیف

ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۱۱۸ صفحات تھے۔ اس کا فوٹو حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۹۲

اپنی حیات میں دفتر ملتان کی لائبریری کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ فوٹو سے فوٹو لے کر کام چلایا اور توفیق ایزدی سے معرکہ سر کر لیا۔ فالحمدلہ تعالیٰ!

آپ کا تیسرا رسالہ ”بیان مقبول در رد قادیانی مجہول“ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۷۵۲)

غلام مجتبیٰؒ، جناب

ماہنامہ ”البلاغ“ کراچی اپریل ۱۹۷۳ء میں جناب غلام مجتبیٰ صاحبؒ کا مضمون چھپا تھا۔ عنوان: ”مرزا قادیانی کی یہودیوں کے لئے ایک عظیم خدمت“ تھا۔ بہت ہی مدلل اور سنجیدہ مضمون تھا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے صدیقی ٹرسٹ کراچی نے علیحدہ پمفلٹ شائع کیا۔

(۷۵۳)

غلام محمد بگویؒ (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا

مولانا غلام محمد بگویؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

”جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں وہ گمراہ ہے۔ اس قسم کے عقیدے پہلے کبھی سننے میں نہ آئے تھے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے عقائد و اقوال سے بچیں اور شریعت حقہ کی پیروی کا التزام کریں۔“

(۷۵۴)

غلام محمدؒ (احمد پور شرقیہ) ، جناب سید

”مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی واحکام مرتبہ قرآن رحمانی وربانی“ اس کے مؤلف سید محمد غلامؒ خلیفہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ یہ صاحب احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کے مقیم تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے مراد حضرت بغدادیؒ نہیں بلکہ اوچ شریف کے ان کے ہمنام کوئی بزرگ مراد ہیں۔ صادق الانوار بہاولپور مطبع سے اولاً یہ شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت ج ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۵۵)

حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ

(پیدائش: ۱۸۳۵ء وفات: ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء)

امام العارفین حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوریؒ بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان اصلاً جھنگ سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر ریاست بہاولپور (دین پور) میں تشریف لائے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوریؒ، سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ بھرچونڈی شریف کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحبؒ کے تعارف کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ میاں عبد الہادی دین پوریؒ کے والد گرامی اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرشد گرامی تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوریؒ نے آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا۔ میاں غلام محمد صاحب دین پوریؒ کی سوانح حیات ”ید بیضاء“ کے نام پر دین پور خانقاہ عالیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت ۲۰۱۳ء کے ص ۲۰۸، ۲۰۹ پر قادیانیت کے خلاف مقدمہ بہاولپور کے سلسلہ میں یہ اقتباس ایمان افروز ہے۔

”ابتداء میں مرزائیت نے مشرقی پنجاب میں جنم لیا اور وہیں نشو و نما پائی۔ پنجاب کے علماء نے اس فتنہ کی سرکوبی کرنی چاہی تو سرکار انگریز نے اس کو اپنی امان میں لے لیا۔ یوں یہ انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پودا اس کی نگرانی میں پھلتا پھولتا رہا۔ ادھر علماء اور صوفیاء اس کا تعاقب کرتے رہے۔ حضرت دین پوریؒ نے بھی پنجاب کی جماعت کو اس مفسدہ سے خبردار کر دیا تھا اور

دشمنان ختم رسالت ﷺ کے خلاف اپنی توجہات مبذول فرمائی تھیں۔ پنجاب کے آخری سفر میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ حضرتؒ سے ملے تو آپ نے ان کو اس طرف خاص توجہ دلائی۔ جب مولانا مرحوم آپ کی مجلس سے اٹھ کر گئے تو اپنے ساتھی سے فرمایا کہ حضرت بہت ضعیف ہو گئے ہیں اور سفر کے قابل نہیں ہیں۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو قادیان لے جاؤں اور ان لوگوں سے کہوں کہ ہمارے آخری نبی ﷺ کے ایک امتی غلام کو دیکھو اور اپنے نبی کو بھی دیکھو۔ کیا عجب وہ لوگ حضرت کا چہرہ انور ہی دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔ حضرتؒ کی عمر کا آخری زمانہ تھا کہ ۱۹۳۲ء میں مرزائیت کے خلاف بہاولپور میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۹۲

ایک مقدمہ مسلم عوام کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ ایک تنسیخ نکاح کا پرانا مقدمہ تھا جو ابتداء میں بہاولپور کی مختلف چھوٹی عدالتوں میں چلتا رہا تھا اور اب بڑی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ مدعیہ مسلمان تھی اور مدعا علیہ مرتد مرزائی تھا۔ مقدمہ نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ فریقین کو اپنے اپنے مذہب کی حقانیت عدالت میں ثابت کرنے کو کہا گیا تھا۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ یہ مقدمہ عرصہ ۷ سال سے چل رہا تھا اور مدعا علیہ فخر و مباہات کے طور پر علانیہ کہا کرتا تھا کہ قادیان کا خزانہ اور منظم جماعت اس کی پشت پر ہے۔ مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اس کو شخصی مقدمہ سمجھے رکھا اور مدعیہ کی مالی امداد میں کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔ عدالت کے اس حکم کے بعد مسلمانان بہاولپور میں قدرتاً یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعیہ کا افلاس اور اس کی ناداری اس کی شہادت شرعی پیش کرنے سے قاصر رکھے۔

(رپورٹ مقدمہ بہاولپور)

حضرت پیر کو جب مقدمہ کی نوعیت و اصلیت کا پتہ چلا تو آپ سخت برے چین ہوئے۔ جماعت کو دامے درمے قدمے سخنے اس مقدمہ میں دلچسپی لینے کی تاکید فرمائی۔ علماء ہند خصوصاً حضرت انور شاہ کشمیریؒ کو توجہ دلائی کہ آپ بہاولپور شہادت کے لئے ضرور تشریف لائیں۔ اسی طرح خود بھی بہاولپور تشریف لے گئے اور تا فیصلہ مقدمہ وہاں میر سراج الدین مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرما رہے۔ حضرت اپنی زندگی میں پہلے کبھی کسی عدالت میں نہیں گئے تھے۔ (نہ مدعی بن کر نہ مدعا علیہ بن کر) مگر اس مقدمہ میں باوجود ضعف کبرسنی اور جسمانی عوارض کے روزانہ پیشی پر عدالت میں تشریف لے جاتے تھے اور تا برخاست عدالت کمرہ عدالت میں موجود رہتے تھے۔ آپ کے تصرف باطنی سے جج محمد اکبر خان مرحوم اکثر حضرت کے چہرہ انور کو تکتا رہتا اور روتا رہتا۔ اس پر مرزائیوں کے وکلاء نے کئی بار اعتراض کیا اور مرزائی پریس نے خوب واویلا کیا کہ جج

صاحبِ پیڑ حضرت دین پوریؒ کا عقیدت مند ہے اور آپ کمرہ عدالت میں اس پر باطنی تصرف فرما ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو عدالت میں نہ بیٹھنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ سرکار ہند انگریز سے بھی مداخلت کی اپیلیں کی گئیں۔

چنانچہ مقدمہ میں مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی۔ دشمنان ختم رسالت کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ پہلا باقاعدہ عدالتی فیصلہ تھا جس میں ایک عدالت عالیہ نے منکرین ختم نبوت ﷺ کو مرتد اور خارج از اسلام لکھا تھا۔ یہ عدالتی فیصلہ تاریخ ختم نبوت میں ایک زریں اور یادگار فیصلہ ہے اور یقیناً ملت اسلامیہ کی اس شاندار فتح کے در پردہ حضرت پیڑؒ کی توجہات باطنی اور عملی سرگرمیوں کا بڑا حصہ تھا۔“

غلام محمد شوخ بٹالوی، جناب میاں

جناب ایم غلام محمد شوخ بٹالوی ساکن مررڑ روڑی والا چک نمبر ۱۴۱ ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع شیخوپورہ (حال ضلع سانگلہ ہل) تھے۔ انہوں نے دو رسالے:

۱..... ”میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ اول)“

۲..... ”میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ دوم)“

ان کے مرتب کردہ ہیں۔ پہلا حصہ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اور دوسرا حصہ ستمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئے۔ مرزا قادیانی کی کتب کے مطالعہ سے جو اشکالات وارد ہوتے تھے وہ مرزا ناصر کو لکھ کر بھیجے۔ مگر مرزا ناصر کی بولتی بند ہو گئی۔ متضاد حوالہ جات کی وہ کیا توجیہ کرتا۔ مثلاً مرزا قادیانی نے کہا کہ ”حضور علیہ السلام کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔“ کچھ عرصہ بعد خود کہا کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“ اب دونوں عبارتیں مرزا قادیانی کی ہیں۔ مرزا ناصر کیا جواب دیتا؟

۳..... ”ختم نبوت بجواب خاتم النبیین نمبر مرزائیہ“ ۱۹۵۲ء میں قادیانیوں نے الفضل کا نمبر

”خاتم النبیین“ کے نام سے شائع کیا جو دجل و دھوکہ دہی کا مرقع تھا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، یادگار اسلام حضرت مولانا محمد نافع جامعہ محمدی شریف نے اس کے جوابات تحریر

فرمائے۔ ایم غلام محمد شوخ بٹالویؒ نے بھی قادیانی نمبر کا جواب تحریر فرمایا۔ جس کا نام تھا: ”ختم نبوت بجواب خاتم النبیین نمبر مرزائیہ“

۴..... قادیانیوں نے ”احمدیت کا پیغام“ رسالہ شائع کیا۔ جناب ایم غلام محمد شوخ

بٹالویؒ نے ”مقفے کلام“ کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں شائع ہو گئے ہیں۔

غلام محمد شوخ بٹالویؒ کے صرف چار رسائل میسر آئے۔ ورنہ آخری رسالہ پر سلسلہ اشاعت نمبر :

۱۱ درج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے اور بھی یقینی طور پر رسائل تھے۔ جن تک ہماری رسائی

نہیں ہوئی۔ چلو جتنے ہو گئے الحمد للہ ! باقی کی اللہ تعالیٰ کسی اور کو توفیق بخشیں گے کہ وہ

جمع کر دیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۷۵۷)

غلام محمد گھوٹویؒ شیخ الجامعہ (بہاولپور)، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۶ء وفات: ۱۹۴۸ء)

مولانا غلام محمد گھوٹویؒ گجرات میں پیدا ہوئے۔ فارسی، ابتدائی صرف نحو مولانا محمد چراغ چکوڑیؒ ضلع گجرات سے پڑھی۔ پھر مولانا جمال الدینؒ ساکن مکھڈ ملتان، مولانا غلام حسینؒ تلیری مظفر گڑھ، مولانا نور الزمانؒ ساکن چھچھ اٹک اور جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔ مولانا فضل حق رامپوریؒ، مولانا احمد حسن رامپوریؒ سے پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف مولانا وزیر حسن رامپوریؒ سے کیا۔ برصغیر کے نامور پیر طریقت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ رہے۔ اس زمانہ میں بہاولپور میں قادیانیوں کے خلاف کیس چلا، جس میں مولانا ابو القاسم کولوتارڑویؒ، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا نجم الحسنؒ، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا عبد الشکور لکھنویؒ تشریف لائے۔ یہ سب اہتمام مولانا غلام محمدؒ اور مولانا محمد صادقؒ بہاولپوری نے کیا تھا جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد اور دیوبند کے فاضل تھے۔ ۱۹۲۴ء میں بریا گجرات میں مناظرہ ہوا۔ قادیانیوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کے صدر مولانا غلام محمد گھوٹویؒ تھے۔ بہت ہی قد کاٹھ کے فاضل، بَسْطَةُ فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کے مصداق عالم تھے۔

(۷۵۸)

غلام مرتضیٰؒ (بیربل)، مولانا

(وفات: ستمبر ۱۹۰۶ء)

حکیم نور الدین جو مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہ اول بنا۔ بھیرہ ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ اس نے مولانا غلام مرتضیٰؒ بیربلویؒ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ آپ نے چیلنج قبول کیا اور حکیم نور الدین کو چاروں شانوں چت کیا۔ حکیم نور الدین وہاں سے بھاگا کیونکہ اس نے بھاگنے میں ہی

﴿ ۱۳۹۷ ﴾ ﴿ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ﴾

اپنی عافیت سمجھی۔ جب مناظرے میں شکست سے دوچار ہوا تو بھیڑ میں عوام کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہا۔ جس کی وجہ سے قادیان چلا گیا اور پھر وہاں سے مرزا قادیانی کی بیعت و پیروی کے لئے خطوط، اشتہار بھیجنے شروع کر دیئے۔ حضرت قدس سرہ کو جب بذریعہ خط اشتہار ملا تو آپ نے اس کی سخت درگت بنائی اور جوابی خط ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی خذکم اللہ بحرمة النبی الحقانی۔ از جمیع اہل الاسلام بعد از ادائے ما وجب آنکہ اشتہار ایشان کہ سراسر مخالف آیات بینات بودہ رسید و محبت ایشان بادیان باطلہ معلوم گردیدہ۔ ”کلا انا یترشح بما فیہ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ اللہم انصر من نصر دین محمد ﷺ واخذل من اعرض عن دین محمد ﷺ“
ان مت علی ہذہ العقیدۃ الفاسدۃ مت علی غیر دین الاسلام وجعلت قبورکم ایہا الطائفۃ الخبیثۃ فی قبور الیہود والنصارى لا فی قبور اہل الاسلام“

درخانہ اگر کسی است یک حرفے بس است

(بحوالہ مجموعہ مکتوبات از پروفیسر نصر اللہ معینی)

ترجمہ: مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تمہیں اپنے نبی برحق کے صدقے ذلیل و رسوا کرے۔ تمام اہل اسلام کی طرف سے جس چیز کے تم حقدار ہو تمہیں پہنچے (یعنی لعنت) بات یہ کہ تمہارا اشتہار جو آیات بینات کے سراسر خلاف ہے اس سے باطل مذاہب کے ساتھ تمہاری محبت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل کو باطل

سمجھنے اس سے بچنے کی توفیق عطاء فرما۔ اے اللہ! جو دین مصطفیٰ ﷺ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو دین مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرے تو اسے ذلیل و رسوا کر دے۔

اگر تو اسی عقیدہ فاسدہ پر مر گیا تو جس پر مرے گا وہ دین اسلام نہیں ہوگا کچھ اور ہی ہوگا اور اے خبیث ٹولے تمہاری قبریں یہود و نصاریٰ کے قبرستان میں بنائی جائیں گی نہ کہ اہل اسلام کے قبرستان میں۔ اگر کسی کے خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک ہی لفظ کافی ہے۔

وفات: مرزائیت کو یوں للکارنے والا یہ مجاہد ۱۵ رجب ۱۳۲۱ھ (بمطابق ستمبر ۱۹۰۶ء) کو اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۹۸

ن فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مرد مجاہد کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ آمین !
آپ کی قبر پیر بل کی خانقاہ میں واقع ہے۔

(۷۵۹)

غلام مرتضیٰ میانویؒ ، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۸۶۰ء وفات: ۱۹۲۸ء)

مولانا مفتی غلام مرتضیٰؒ، مولانا محمد رفیقؒ ساکن برتھ غربی نزد جھاوریاں ضلع سرگودھا کے ہاں ۱۸۶۰ء میں غلام مرتضیٰ نامی بچہ پیدا ہوا جو بعد میں مناظر اسلام مولانا غلام مرتضیٰ میانویؒ کے نام سے مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنے۔ مولانا نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور جامعہ نعمانیہ میں صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچے۔ قادیانیوں کے خلاف آپ کا ایک مناظرہ بریا اسٹیشن ضلع گجرات میں ہوا۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ”الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی“ ہے۔ اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۲۸ میں شائع کرتے ہوئے اس کے تعارف پر لکھا تھا کہ:

”الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی“ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ بہت بڑے عالم دین اور جامع معقول و منقول تھے۔ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء آپ کا قادیانی شاطر جلال الدین شمس کے ساتھ بریا ضلع گجرات میں حیات مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوا۔ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ (شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور)، مولانا نجم الدینؒ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)، مولانا محمد حسین کولوتاڑویؒ، مولانا محمد کامل الدینؒ ایسے کئی اکابر علماء کی موجودگی میں مفتی غلام مرتضیٰؒ نے قادیانیت

کے خلاف بیچ میدان میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ قادیانیت کی جو ذلت آمیز شکست ہوئی وہ اس کتاب سے واضح ہے۔ پڑھئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ تقریباً نوے سال قبل شائع ہونے والی کتاب جس کے حصول کے لئے فقیر کو بھی در، در کی خاک چھاننی پڑی۔ اس کی دوبارہ اشاعت پر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ بس نہ پوچھئے دل کی کیفیت کہ بلیوں اچھل رہا ہے۔ فالحمدلہ تعالیٰ!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۹۹

۲..... ”ختم نبوت“ اس نام سے بھی مولانا مفتی غلام مرتضیٰؒ کا ایک رسالہ ہے جو

احتساب قادیانیت کی جلد ۴۸ میں ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۷۶۰)

غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسریؒ ، مولانا

(وفات: یکم محرم ۱۳۵۲ھ / ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء) مولانا غلام رسول حنفی نقشبندی امرتسریؒ کی تصنیف ”الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح“ عربی زبان میں تھی۔ جس کا آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نقشبندی امرتسریؒ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ”آفتاب صداقت“ تجویز فرمایا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ”الالہام الصحیح“ کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بصفحہ شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں متن سے ترجمہ کو علیحدہ ایک کتاب شمار کر کے شائع کیا گیا ہے۔

(۷۶۱)

غلام مصطفیٰ مانکؒ (سکھر)، جناب حاجی

ضلع سکھر سندھ کے حاجی غلام مصطفیٰ مانک صاحبؒ تھے۔ وہ چنیوٹ کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر چکے ہیں۔

حاجی صاحبؒ کے ہاں ایک قادیانی عبدالحق نامی آیا۔ اس نے آقائے نامدار ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ آپ کو طیش آ گیا۔ چھری لی، وار کیا، اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کی زبان نکالی ٹکڑے بھی کرتے جاتے تھے اور کہتے بھی جاتے تھے کہ: ”بدبخت! اس زبان سے تو نے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی توہین کا ارتکاب کیا تھا۔“ جس دن ان کو گرفتار کر کے گھر سے تھانہ کڑونڈی لے جا رہے تھے، اس سے پہلی رات آقائے نامدار ﷺ کی ایک سید زادی کو خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹی! کل تمہارے شہر کی جیل میں میرا مہمان آ رہا ہے،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰۰

س کا خیال رکھنا۔“ چنانچہ معلوم کر کے اس بی بی نے کھانا و دیگر ضروریات کا اہتمام کیا۔ جب کیس چلا، کیس کی پیروی چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کر رہی تھی۔ صفائی کے لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے حضرت سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت حقانیؒ اور حضرت درخواستیؒ کو بلا رکھا تھا۔ سید غوث علی شاہ جو بعد میں صوبہ سندھ کے وزیر اعلیٰ بنے، یہ اس کیس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا جالندھریؒ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ: ”جان بچانا فرض ہے۔ اگر حاجی مانگ انکار کر دے، موقع کا گواہ کوئی نہیں، تو اس کی جان بچ جائے گی۔“

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا: ”آپ کا موقف ہے جان بچائی جائے، مگر میرا موقف ہے کہ حاجی صاحب عدالت میں اقرار کریں کہ واقعاً میں نے اس قادیانی کو قتل کیا ہے تاکہ عدالت کے ریکارڈ میں یہ بات آئے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے نبی ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کا پیغام میں اسے دیتا ہوں۔“

مولانا نے حاجی صاحب کو بلا کر وکیل کی بات کہی تو حاجی صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے کہا: ”مولانا! میں چھوٹا سا تھا، مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ: فلاں آیت کریمہ کا وظیفہ کرو۔ میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ پھر بھی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ میری درود شریف پڑھتے، وظیفے کرتے عمر بیت گئی۔ خیرات، سات حج، نوافل، ذکر و فکر کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ جس دن سے اس گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا آپ ﷺ کی زیارت سے مستفید ہوتا ہوں۔“

غلام نبی امرتسری (گوجرانوالہ)، جناب چوہدری

(وفات: ۱۵ / دسمبر ۱۹۹۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے بزرگ رہنما، روح رواں، جناب چوہدری غلام نبی امرتسری امرتسر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل امرتسر ”احرار“ کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے امرتسر کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ اکابر کی نظر کرم نے ان کو دین اسلام کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۰۱

خدمت اور آزادی وطن کا مجاہد سپاہی بنا دیا۔ مجلس احرار اسلام کے مجاہد، بہادر، مخلص کارکنوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کڑیل جوان تھے۔ قدرت نے حسن و صحت کی تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ جب احرار رضا کاروں کی وردی میں ملبوس جیوش احرار کے ساتھ چلتے تھے تو کشمیر کے شہزادے معلوم ہوتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ آ کر آباد ہوئے تو مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت امیر شریعتؒ پر دل و جان سے فدا تھے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادیؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا تاج محمودؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، سید مظفر علی شمسیؒ اور دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے محبت و اخلاص کے مثالی تعلقات تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو چوہدری صاحبؒ نے بھی اپنے آپ کو اس پلیٹ فارم کے لئے وقف کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کے مجاہدانہ کارناموں کی لائل پور، جھنگ، خانپور، سکھر، کراچی تک داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ نے اس تحریک میں سنہرے و قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے۔ کراچی میں گرفتار ہوئے۔ حیدر آباد جیل میں اکابرین تحریک کے ساتھ بہادرانہ طور پر جیل کاٹی۔ آپ پر بے پناہ تشدد بھی ہوا۔ مگر یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔

گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ملکیتی دفتر کے حصول سے لے کر اس کی تعمیر و مرمت تک کے تمام مراحل میں آپ کا مجاہدانہ ایثار شامل رہا۔ چوہدری غلام نبی مرحوم کی گہری نظر اور معاملات کی باریک بینی اور اصابت رائے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جس قیادت کے یہ کارکن ہیں اس قیادت کی بالغ نظری کا کیا عالم ہوگا؟ آپ نے کسی سکول و دینی مدرسہ میں زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ مگر ذہانت اور روشن دماغی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل چار سو صفحات کی کتاب مرتب کرا دی۔ جس کا نام ”تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک“ تھا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ لگائیں کہ تین سال میں اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ چوہدری غلام نبی امرتسریؒ بلاشبہ ایک انجمن تھے۔ چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ ایک وفا شعار مجاہد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۰۲

خلیل اللہ تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے پاسبان تھے۔ اکابرین امت کی روایات کے امین تھے۔ ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ ان کی حسین یادوں کی کسک عرصہ تک دل کی تہوں کو مضطرب کئے رکھے گی۔

بحمدہ تعالیٰ آخر تک صحت ٹھیک رہی۔ گزشتہ چند سالوں سے گھٹنوں کے درد اور جگر کی خرابی کی شکایت ہوئی۔ مگر زندگی کی گاڑی چلتی رہی اور خوب چلتی رہی۔ چند ماہ قبل زیادہ پرالہم پیدا ہوا۔ لاہور لے جایا گیا مگر پھر بھی بہادروں کی طرح انہوں نے بیماری کو جھیلا۔ کبھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آیا۔ چلنا پھرنا آخر تک جاری رہا۔ صرف آخری چند دنوں میں صاحب فراش ہوئے۔ مگر پھر بھی قدرت نے ان کو کسی کا محتاج نہ کیا۔

۱۵/دسمبر ۱۹۹۹ء، بمطابق ۶/رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو صبح دس بجے انتقال ہوا۔ اسی روز رات گیارہ بجے آپ کو بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے دیرینہ ساتھی اور جگری دوست حضرت مولانا حکیم عبدالرحمن آزادؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گوجرانوالہ کی نامور دینی و سیاسی قیادت اور عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ جناب حافظ محمد یوسف عثمانی، مولانا عزیز الدین آزاد، مولانا فقیر اللہ اختر اور چوہدری صاحبؒ کے صاحبزادوں نے آپ کی تکفین کے مراحل طے کئے۔ قدم قدم پر رحمت حق کے سہارے چلے اور ڈھیروں من مٹی کے نیچے رحمت الہی کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی شایان شان مغفرت کا معاملہ فرمائیں۔

(۶۲۳)

غلام نبی جانبازؒ (لاہور)، جناب مرزا

(پیدائش: ستمبر ۱۹۱۱ء وفات: نومبر ۱۹۹۲ء)

مرزا غلام نبی جانبازؒ، المعروف جانباز مرزا۔ مجلس احرار اسلام کے نامور رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بڑے انقلابی شاعر حریت تھے۔ برصغیر کی آزادی کے لئے آپ نے گرانقدر قربانیاں دیں۔ آپ لاہور سے ماہنامہ تبصرہ بھی شائع کرتے رہے۔ سکول کی معمولی تعلیم تھی۔ لیکن اکابرین احرار کی معیت و تربیت نے آپ کو ایسا محقق بنا دیا تھا۔ جس پر ان کا دور ناز کرتا ہے۔ آپ نے تحریری وہ کام کیا جو ایک انجمن بھی شاید نہ کر سکتی۔ آپ نے تنہا آٹھ جلدوں میں

برصغیر کی آفرمائیں۔ بھلا ہو جا۔ میسر آئے بجالاتے؟

۱.....۰

۲.....۰

۳.....۰

۴.....۰

اصلاحی تعا خواجگان فاضل دیا صاحب! برداشت بڑھ چڑھ دیتے ر۔ اپنے بیٹ جناب مگر شب جمعہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰۳

برصغیر کی آزادی کی تاریخ کو ”تاریخ احرار“ کے نام پر مرتب کیا ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ اے کاش! کوئی اللہ کا بندہ ان کو دوبارہ ایک سیٹ کی شکل میں شائع کر دے تو بہتوں کا بھلا ہو جائے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ کے رد قادیانیت پر چار رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شائع کرنے کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

۱..... ”مرزا غلام احمد کی تصویر کے دو رخ“

۲..... ”جانباز پاکٹ بک“

۳..... ”سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کے خطوط“

۴..... ”وزیر خارجہ“

(۷۶۴)

غلام نبیؒ (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر

(وفات: ۱۱ فروری ۲۰۱۶ء)

ڈاکٹر غلام نبی صاحبؒ دینی تحریک کے ایک سرگرم رکن اور سربراہ تھے۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ کے ساتھ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ کو حضرت مولانا جمعہ خانؒ فاضل دیوبند اور شیخ الحدیث مولانا محمد نورؒ فاضل دیوبند سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ ڈاکٹر صاحب تمام دینی تحریک

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اسی بناء پر کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر اپنی خدمات زور و شور سے جاری رکھیں۔ تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرتے دم تک اپنی اولاد کو تحفظ ختم نبوت کے مبارک مشن سے وفا کا درس دیتے رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر سے ایک روز قبل دل کا دورہ پڑا۔ ان حالات میں اپنے بیٹے (راقم الحروف) کو حکم فرمایا کہ اپنے معمولات جاری رکھو اور تمام احباب سمیت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے لئے جاؤ۔ ڈاکٹر صاحبؒ طویل علالت کے بعد ۱۱ فروری ۲۰۱۶ء شب جمعہ بعد از نماز عشاء کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

(مولوی محمد طیب طوفانی)

(۷۶۵)

غلام نبی میر ناسکؒ (راولپنڈی)، جناب

آپ کے رد قادیانیت پر ہمیں تین رسائل دستیاب ہوئے۔

۱..... ”حضری روحانی مشن اور مسئلہ ختم نبوت“ اپریل ۱۹۶۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۲..... ”مرزائیت کے ناپاک ارادے، حکومت پاکستان اور مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ“

۳..... ”بھیڑ نما بھیڑیے“

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں شامل ہیں۔

(۷۶۶)

غنیمت حسین شاہ اشرفیؒ (مونگیر)، مولانا سید

مولانا سید غنیمت حسینؒ نامور عالم اور عربی زبان کے قادر الکلام خطیب و شاعر تھے۔ حضرت

مولانا شاہ حکیم غنیمت حسین اشرفیؒ ساکن مخدوم مونگیر کی ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا سید

محمد علی مونگیریؒ کے قائم کردہ رحمانیہ پریس مونگیر سے ”ابطال اعجاز مرزا (حصہ اول)“ کے

نام سے کتاب شائع ہوئی۔ اس میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے ایک ایک شعر سے کئی کئی

غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے اعجاز کو باطل کر دیا گیا ہے۔

”ابطال اعجاز مرزا (حصہ دوم)“ یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ غنیمت حسین اشرفیؒ ساکن چک مخدوم مونگیر کی ہے جو ۱۳۳۱ھ میں لکھی گئی اور ۱۳۳۷ھ میں مطبع انتظامی کانپور سے شائع ہوئی۔ مصنف نے ٹائٹل پر خود اس کا یہ تعارف تحریر فرمایا ہے۔ ”اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں حسب وعدہ ایک عربی میں فصیح و بلیغ قصیدہ جوابیہ پیش کیا گیا ہے جسے حضرات اہل علم ملاحظہ فرما کر خوش ہوں گے اور مرزا قادیانی کے جھوٹے اعجاز کی داد دیں گے اور تمہید میں مرزا قادیانی کے موٹے موٹے اور سیاہ جھوٹ دکھائے گئے ہیں جسے دیکھ کر ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ ایک مدعی نبوت کے شان کے یہ کس قدر بعید اور خلاف ہے۔ پھر اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ کن وجوہ سے یہ قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ پر فائق ہے۔“

مولانا حکیم شاہ غنیمت حسینؒ کے تفصیلی حالات نہ مل سکے جس کا افسوس ہے۔ یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں شائع ہو گئی ہیں۔ فالحمد للہ!

(۷۶۷)

غوثؒ (لاہور)، مولانا محمد

آج (۲۰۱۶ء) سے پچاس سال قبل لاہور میں مولانا محمد غوثؒ پیدا ہوتے تھے۔ انہوں نے ”تحفہ مرزائیاں“ اور ”قطعیات مرزا قادیانی“ کے نام سے رد قادیانیت پر دو رسالے تحریر فرمائے تھے جو جناب محی الدین وکیل صاحبؒ نے شائع کئے تھے۔

(ف)

(۷۶۸)

فاروق احمد انڈھڑؒ، مولانا

(وفات: ۱۴ جنوری ۲۰۰۰ء)

مولانا فاروق احمدؒ بن ابوبکر بن محمد صادق بن چنیسرا انڈھڑ۔ آپ کی ولادت بائجی شریف تعلقہ پنوعاقل میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد تمام بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ اس کے علاوہ عصری تعلیم چار سال گورنمنٹ سکول میں حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت سائیں حماد اللہ ہاليجویؒ کے مشورے سے ضلع خیر پور میرس کے علاقہ کولاب جیل میں تین سال فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم

گھوٹکی میں عربی کی تعلیم آٹھ سال میں حاصل کی۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی اور پھر پنوعاقل میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا مظہر الدین انڈھڑ کے پاس دورہ حدیث مکمل کیا۔

فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء تک ضلع جیکب آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ جہاں آپ وعظ نصیحت کے لئے دور قصبوں میں جایا کرتے تھے۔ ان دنوں ابلاغ کے اسباب کم ہوتے تھے اور جماعتی نظم بھی کم تھا۔ اس لئے مبلغین حضرات کو پیغام پہنچانا پڑتا تھا۔ آپ حق گو عالم دین تھے اور کم و بیش ۳۰ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے امیر رہے۔ آپ کے وعظ چہار دانگ عالم میں مشہور تھے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں آپ دو مرتبہ جیل گئے۔ ایک مرتبہ اوباڑو ضلع گھوٹکی میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰۶

جیل گئے۔ جب آپ کا مقابلہ مرزائیوں سے ہوا۔ ہوا یوں کہ اوباڑو ضلع گھوٹکی میں مرزائیوں نے ایک مرزواڑہ بنایا تھا اور یہ عمل مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ پبلک اکٹھی ہوئی اور مرزواڑے کو منہدم کر دیا گیا۔

(۷۶۹)

فتح محمد اعوانؒ، جناب ملک

”سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی باطل شکن مجاہدانہ تقریریں“ ہمارے دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں ۵۵ صفحات پر مشتمل ایک قلمی خوشخط کتابت کی لکھی ہوئی کاپی ملی جس کے ٹائٹل پر ملک فتح محمدؒ ولد الحاج محمد بخش اعوان لکھا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کراچی دفتر میں بہت پہلے ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء کے درمیان ایک صاحب فتح محمد صاحبؒ ہوتے تھے۔ بھاری جسم اور درمیانے قد کے تھے۔ رنگ پکا، رنگ سے کہیں زیادہ خود پکے نظریاتی جماعتی ساتھی تھے۔ غالب گمان ہے کہ یہ کاپی ان کی کتابت کروائی ہوئی ہے۔ حضرت امیر شریعتؒ کی جو تقریر جس اخبار میں شائع ہوئی اس کے حوالے سے انہوں نے اس تقریر کو کاپی میں خوشخط لکھوایا۔ نہیں معلوم کہ جن دوستوں نے حضرت امیر شریعتؒ کے خطبات شائع کئے ان میں یہ تقریریں شائع ہو گئی ہیں یا نہیں۔ اس میں حضرت امیر شریعتؒ پر کچھ شعراء کا کلام بھی ہے۔ فقیر نے اس پورے مسودہ کو احتساب قادیانیت ج ۳۶ میں شامل کر لیا کہ چلو یہ مسودہ محفوظ ہو جائے۔ نیز یہ کہ احتساب قادیانیت کی اس کتاب کو حضرت امیر شریعتؒ سے ایک نسبت بھی حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ہمارے امیر اول تھے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما، ان کا حق بھی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

فتح محمد پانی پتیؒ (مدینہ منورہ)، جناب قاری

(وفات: ۱۶ اپریل ۱۹۸۷ء، مدینہ منورہ)

استاذ القراء، قرأت کے شیخ الكل، پانی پتی لہجہ تجوید کو بام عروج پر پہنچانے والے تھے۔ ولی کامل تھے۔ قرآن مجید کے عاشق زار تھے۔ چنیوٹ میں آکر آباد ہوئے۔ پھر حجاز مقدس چلے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰۷

گئے۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مدنی نسبت کے امین تھے۔ جب چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ جمعہ کے بعد ریلوے اسٹیشن مسجد محمدیہ میں ایسی تلاوت فرمائی کہ چناب نگر کے درودیوار پر اتمام حجت کر دیا۔ زہرے نصیب! کیا بزرگوں کی نسبتوں و محبتوں کو ہم نے سمیٹا ہے۔

(۷۷۱)

فتح محمد رحمہ اللہ (وزیر ورکاں)، جناب

جناب فتح محمد صاحب رحمہ اللہ سکھ وزیر ورکاں ضلع شیخوپورہ کے رہائشی تھے۔ آپ نے ”ندائے حق“ کے نام سے قادیانیوں کے خلاف عام فہم پمفلٹ لکھا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۷۲)

فتویٰ استنکاف المسلمین عن مخالطة المرزائین

۰..... ۱ اوائل ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں یہ فتویٰ شائع ہوا۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ

کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا حوالہ بھی بہاولپور کے مقدمہ میں دیا تھا۔ انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے اسے شائع کیا تھا۔ فتویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

۰..... ۲ اسی طرح مانسہرہ کے علماء کرام کی درخواست پر عرب و عجم کے علماء، پاکستان کے

دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، علماء کرام کا فتویٰ اگست ۱۹۶۳ء۔

۰.....۳ ووکنگ انگلینڈ کی مسجد کے بارہ میں ستمبر ۱۹۷۲ء میں تمام کرام کا فتویٰ۔

۰.....۴ القادیانیۃ فی نظر علماء الامۃ الاسلامیۃ، وفتاویٰ علماء الحرمین وغیرہم کے نام پر فتویٰ شائع

ہوا۔ یہ سب فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۷۷۳)

فتویٰ تکفیر قادیان

اس پر بھی بلا مبالغہ پورے ہندوستان کی دینی قیادت کے دستخط ہیں۔ پہلے کتب خانہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۰۸

اعزازیہ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔ پھر فتح نکاح مرزائیاں کے نام سے مولانا ثناء اللہ امرتسریٰ نے شائع کیا۔ یہی فتویٰ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی شائع کر کے قومی اسمبلی کے تمام ممبران میں تقسیم کیا گیا۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

(۷۷۴)

فدا حسین شاہ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید

پشاور کے ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ صاحب نے قادیانی رسالہ اظہار حقیقت کا جواب تحریر کیا۔ جس کا نام ہے: ”فرقہ احمدیہ کے چار سوالوں کے جوابات حق و باطل“، ”اظہار حقیقت“ نامی رسالہ میں قادیانیوں نے چار سوال قائم کئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ میں ان چار سوالوں کا جواب دیا۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل ہے۔

(۷۷۵)

فرزند توحید (کراچی)، جناب

جناب فرزند توحید عجیب آدمی تھے۔ زندگی بھر اپنے اور دوسرے حضرات کے قادیانیت کے خلاف رسائل برابر شائع کرتے رہے۔ ایسی دھن ان پر سوار تھی جس سے قادیانیت اور حکومت بلبلا اٹھی۔ جیسا کہ ”حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب“ کے مطالعہ سے واضح ہے۔

جناب فرزند توحید صاحب کے رد قادیانیت پر سات رسائل تھے:

۱..... ”بہشتی نبی اور اس کے صحابہ کا چال چلن“

۲..... ”عبرت‌ناک موت“

۳..... ”ربوے کا راسپوٹین یا مذہبی آمر“

۴..... ”مسخروں کی محفل یا قادیانی انبیاء“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۰۹

۵..... ”حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب“

۶..... ”علامہ اقبالؒ کا پیغام، ملت اسلامیہ کے نام“

۷..... ”مرزا غلام احمد قادیانی زندیق اور حکومت برطانیہ“

یہ تمام احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۷۷۶)

فرید الحقؒ (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ

پروفیسر شاہ فرید الحقؒ کا مرتب کردہ رسالہ ”قادیانیت پر آخری ضرب“ ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے جستہ جستہ حالات کو اپنے مکتب فکر کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ ”ساون کے آنکھوں کے مریض کو ہر طرف ہریالی“ ہی پر اسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں شائع ہے۔ سندھ اسمبلی کے صوبائی ممبر بھی رہے۔ کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے رہنماؤں میں سے تھے۔

(۷۷۷)

فرید الدینؒ (بھوئی گاڑ ضلع اٹک)، مولانا

(وفات: ۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء)

بھوئی گاڑ ضلع اٹک کے عالم دین تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر محنت اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

(۷۷۸)

فریدؔ (اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی محمد

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نامور متبحر اور فاضل استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب کا فتویٰ ”حرمة تدفین المرتدین فی مقابر المسلمین“ کے نام سے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شامل ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۰

(۷۷۹)

فصیح احمد بہاریؒ، جناب

”پنجابی مسیح موعود“ یہ رسالہ جناب فصیح احمد بہاریؒ کا مرتب کردہ ہے۔ فصیح احمد بہاریؒ سابق پاکستان ایئر فورس ناشر مکتبہ تحفظ ختم نبوت پشاور اس کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے دجل و فریب طشت از بام کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں آ گیا ہے۔

(۷۸۰)

فضل احمد گورداسپوریؒ، جناب قاضی

جناب قاضی فضل احمدؒ گورداسپور کے باسی تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہمعصر تھے۔ لدھیانہ کے محکمہ پولیس میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد کے ساتھ ملازم ہوئے۔ غلام احمد قادیانی بھی گورداسپور کے تھے۔ اس لئے مرزا قادیانی کے ہمعصر، ہم ضلع اور مرزا کے بیٹے سے تعلقات کے حوالہ سے گویا ”گھر کے بھیدی“ تھے۔ آپ نے کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ کے نام سے ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۸۹۷ء میں لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مرزا قادیانی دس سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہا لیکن کتاب کے مندرجات کی تردید کا حوصلہ نہ کر سکا۔ یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کے باعث رد قادیانیت کی دیگر ہزاروں کتب میں انفرادیت رکھتی ہے۔ مثلاً:

۰.....۱ اس کتاب کے نام سے دو دفعہ سن اشاعت نکلتا ہے۔ کلمہ فضل رحمانی (۱۳۱۴ھ)

بجواب اوہام قادیانی (۱۳۱۴ھ)

۰.....۲ مرزا قادیانی نے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی مناسبت سے (۱۳۰۰ھ) کا عدد نکال کر

اسے اپنے دعویٰ میں پیش کیا۔

(ازالہ اوہام ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۸۹)

قاضی فضل احمد نے سات (۷) نام مرزا کے موافقین و مخالفین کے لکھ کر ان کے عدد (۱۳۰۰) پورے کر کے لکھا کہ اگر یہ دعویٰ کی صداقت کی دلیل ہے تو ان ساتوں کو بھی مہدی، مسیح، مجدد و نبی مان لیا جائے۔ اس سے مرزا قادیانی کی بولتی بند ہو گئی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۱۱

۳..... مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۱۸۸، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) میں کہا کہ: ”میرے دل میں

ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔“
مؤلف کتاب ہذا نے لدھیانہ میں قادیان نامی دوسرا گاؤں اور اس میں غلام احمد نامی شخص کا حوالہ
دے کر مرزا قادیانی کو چت گرا کر اس پر دوسرے غلام احمد قادیانی کو بٹھا دیا۔

۴..... اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کتب و رسائل:

• انجام آتھم۔

• خدائی کا فیصلہ۔

• دعوت قوم۔

• مکتوب مرزا عربی بنام علماء و مشائخ ہند

کا جواب لکھا اور ان تینوں کتابوں کے خلاصے درج کر کے ان کے جوابات کے لئے مرزا قادیانی کی
کتب اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے کام لیا۔ مرزا قادیانی کا منہ اور اس کی چپیڑ، مرزا قادیانی کی
رسی اور مرزا قادیانی کا گلہ، مرزا قادیانی کا جوتا، مرزا قادیانی کی پشت، کی تصویر یہ کتاب ہے۔

۵..... مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے حصول کے لئے مرزا احمد بیگ، مرزا علی شیر اور اس

کی

اہلیہ کو جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھی، خطوط لکھے۔ ذلت آمیز، خوشامدی اور چالاک
ومکار، عیار، دھوکہ باز، بازیگر کی طرح لالچ و خوف دلایا۔ مرزا قادیانی کے یہ خطوط آپ نے مرزا
علی شیر بیگ جو مرزا قادیانی کا سمدھی تھا، اس سے حاصل کر کے اپنی اس کتاب میں پہلی بار ان

کو مرزا قادیانی کی زندگی میں شائع کر کے مرزا قادیانی کا بیچ چوراہے بھانڈا پھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ عدالتوں تک یہ کتاب اور اس میں درج خطوط مرزا قادیانی کے مقابل پیش ہوتے رہے اور مرزا قادیانی کو کہسیانی بلی کہمبہ نوچے کے بمصداق سوائے سرتسلیم خم کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ ۱۶ مئی ۱۹۰۱ء کو گورداسپور کی عدالت میں مرزا امام الدین کے مقدمہ ”بند کرنے راستہ شارع عام“ کے سلسلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ہوا۔ اس میں مرزا قادیانی نے تسلیم کیا کہ کلمہ فضل رحمانی (کتاب ہذا) میں جو خطوط شائع ہوئے وہ میرے ہیں۔ (الحکم قادیان ج ۵ ش ۲۹ ص ۱۴، مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء) کتاب بنام (ملفوظات احمدیہ منظور الہی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۲

ص ۲۴۱ تا ۲۴۵) میں تمام تفصیل موجود ہے۔

یہ کتاب ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ء) میں اول بار شائع ہوئی۔ چھیانوے برس بعد ۱۴۰۸ھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر ملتان نے دوسری بار عکس لے کر اسے شائع کیا اور اب بار سوم ۱۴۲۸ھ میں ٹھیک ایک سو چودہ برس بعد احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع کیا۔ یہ کمپیوٹر ایڈیشن ہے۔ قارئین دیکھیں گے کہ پولیس انسپکٹر کورٹ نے مرزا قادیانی کو جرح میں کیسے طشت از بام کیا ہے۔ فلحمد للہ اولاً و آخراً!

مصنف کی رد قادیانیت پر دوسری کتاب جمعیت خاطر ہے۔ اس کے مصنف بھی قاضی فضل احمد گورداسپوری پولیس ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی تو ناشر نے اس کے سرورق پر خود تعارف لکھا:

”اس میں وہ خط و کتابت ہے جو درمیان قاضی فضل احمد صاحب پولیس انسپکٹر پولیس لدھیانہ حنفی، سنی، نقشبندی اور غلام رسول، مرزائی، قادیانی انسپکٹر پولیس فیروز پور کے ہوئی، درج ہے۔ جس کا جواب قادیانی موصوف باوجود سخت در سخت وعدوں کے نہیں دے سکے۔ بانتظار مدت مدید شائع کی گئی۔ مرزا قادیانی مدعی رسالت و نبوت و خدائی کے دعاوی پر نہایت تہذیب کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ منصف مزاج کے لئے نہایت عمدہ سبق ہے۔ ہر سہ نام اس خط و کتابت کے تاریخی بجزی و عیسوی ہیں۔“

اس ایک کتاب کے تین نام ہیں: ”جمعیت خاطر (۱۳۳۳ھ)“ ”دو انسپکٹروں کا دوبدو مکاتبہ (۱۳۳۳ھ)“ ”خوان ارمان (۱۹۱۵ء)“

یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع ہو چکی ہے۔ فلحمد للہ!

مصنف ”کلمہ فضل رحمانی“ جناب مکرم قاضی فضل احمد پولیس تحریر فرماتے ہیں کہ:

جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں جب میں اپنی کتاب کی تکمیل سے فارغ ہوا تو رات کو خواب دیکھا کہ مجلس میں علماء تشریف فرما ہیں اور عوام بھی۔ ان کے ایک طرف مرزا قادیانی پاؤں دراز کئے ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کا سر ننگا ہے اور درمیان سے لے کر پیشانی تک سر استرے سے منڈا ہوا ہے۔ دونوں طرف سے سر کے بال باقی ہیں۔ داڑھی قینچی سے کٹی ہوئی ہے۔ اس کی اس ہیٹ کو دیکھ کر حیران ہوا کہ سر کے بال بندوؤں کی طرح اور داڑھی فینسی طرز کی۔ دونوں کام خلاف شرع،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۴

تو دل کو اطمینان ہوا کہ میری کتاب کی تکمیل سے اس خواب کے ذریعے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی شریعت سے روگردانی کو واضح کرنے میں یہ کتاب مرکزی کردار ادا کرے گی۔ صبح کے ساڑھے چار بجے یہ خواب دیکھا۔“

”کلمہ فضل رحمانی“ مصنف نے تحریر کی تو اس زمانے کے اخبار ”وفادار“ کے ایڈیٹر نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مصنف کا موقف صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا؟ اس پر بہت گڑگڑاتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی دعا کی۔ رو رو کر طبیعت نڈھال ہو گئی۔ اتنے میں سو گئے۔ خواب میں دیوان حافظ کا ایک شعر ان کو دکھایا گیا۔ خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو کتاب تہمادی گئی۔ دیکھا تو وہ ”کلمہ فضل رحمانی“ تھی۔ فرماتے ہیں کہ دل کو تسلی ہو گئی کہ مرزا قادیانی کذاب و دجال کے بارے میں ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مؤلف کا موقف صحیح ہے اور مرزا قادیانی واقعاً مردود و ملعون ہے۔

مولانا قاضی فضل احمدؒ کی کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ پر مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ، مولانا شاہ دین لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیل لدھیانویؒ، مولانا ابوالاحسان محمد عبدالحق سہارنپوریؒ، مولانا نظام الدینؒ مدرس مدرسہ حقانی لدھیانہ، مولانا محمد عبداللہؒ فاضل ٹونکی (لاہور) اور دیگر حضرات کی تقریظات ہیں۔

(۷۸۱)

فضل احمدؒ (میانوالی)، جناب میاں

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں میانوالی سے قافلے گرفتاری کے لئے لاہور جاتے تھے۔ ایک قافلے میں میاں فضل احمدؒ موجی بھی جا کر گرفتار ہو گیا۔ ان کی گرفتاری مارشل لاء کے تحت عمل میں آئی۔ مارشل لاء عدالت نے ان کے بڑھاپے کو دیکھ کر دیگر ساتھیوں کی نسبت کم سزا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئے۔ عدالت سے احتجاج کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس سے عدالت نے سمجھا کہ شاید یہ سزا کم کرانا چاہتا ہے۔ عدالت نے جب پوچھا تو کہا کہ: ”مجھ سے کم عمر کے لوگوں کو دس سال کی سزا دی ہے تو اس نسبت سے مجھے بیس سال سزا ملنی چاہئے۔ آپ نے مجھے کم سزا دی۔ میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور میری سزا میں اضافہ کیا جائے۔ یہ سن کر مارشل لاء عدالت کانپ اٹھی۔ اس بوڑھے جرنیل کی ایمانی غیرت پر جج انگشت بدنداں اٹھ کر عدالت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴

ملحق کمرے میں چلا گیا۔ انہوں نے عدالت میں کیڑا بچھا کر اپنی گرفتاری وسزا اور آقائے دارین ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے اپنی قربانی کی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لئے نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔“

انوکھی وضع ہے زمانے میں، زمانے سے نرالے ہیں

یہ عاشق یا رب ! کسی بستی کے رہنے والے ہیں

(۷۸۲)

فضل الرحمن بن محمد (لاہور)، مولانا

موصوف اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ جامع مسجد مبارک امیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے خطیب تھے۔ آپ نے چالیس صفحات پر مشتمل رسالہ ترتیب جس کا نام: ”قادیانی، لاہوری مرزائی دائرہ اسلام سے خارج کیوں ہیں؟ علمی جائزہ“ نامی یہ رسالہ بھی خوب ہے۔ ۱۹۸۴ء کے بعد کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔

(۷۸۳)

فضل الرحمن شاہ احرار (سلانوالی ضلع سرگودھا)، مولانا

سرزمین لدھیانہ کے انقلابی رہنما، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے تربیت، حضرت مدنی کے عاشق زار، مولانا ابوالکلام آزاد کے فداکار اور مجلس احرار اسلام رہنما، مولانا سید فضل الرحمن

احرارِ سراپا حق کی للکار تھے۔ قد درمیانہ سے بھی کچھ کم۔ وجود البتہ جسم گٹھا ہوا۔ جادو بیان خطیب تھے۔ بیان نہیں کرتے بلکہ الفاظ کی شعلہ باری کرتے تھے۔ میں کلہاڑی، آستینیں چڑھی ہوئیں، بھویں تنی ہوئیں، بیان شروع کرتے تو دیکھتے ہی دیکھتے مجمع پر جادو کر دیتے۔ آخر وقت تک احرارِ خطابت کی طرز ادا کو نبھاتے رہے۔ سایہ وال، ل کانجن، شور کوٹ، ٹوبہ، گوجرہ، سرگودھا کے اکثر مدارس کے سالانہ جلسوں کو رونق بخشتے۔ ٹ و چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں کی رونق ہوتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ۱۹۷۴ء کو شعلہ بار خطابت سے سراپا تحریک بنا دیا۔ جہاں جاتے خوبصورت ماحول اور جذبات سے حلقہ قائم ہو جاتا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۱۵

خوب ذوق تھا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی طرح چائے کے رسیا تھے۔ چائے، چائے دانی، اسٹوپ ساتھ رکھتے۔ چائے خود بنا کر پیتے اور قدردانوں کو شریک کر لیتے۔ ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن ویمبلے ہال میں منعقد ہوئی تو احراری کلہاڑی، احراری سرخ قمیض اور احراری خطابت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ کیا خوب انسان تھے۔ آج سرزمین سلانوالی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مجاہد ختم نبوت اس میں ابدی نیند سو رہے ہیں اور آخرت کو یہیں سے بیدار ہوں گے۔ زہے نصیب!

(۷۸۴)

فضل حقؒ (پشاور)، مولانا

جمعیت علماء اسلام کی حکومت سرحد میں وزارت مذہبی امور نے پشاور میں دو روزہ علماء کنونشن کا اہتمام کیا۔ ۶ / جون ۱۹۸۱ء کو کنونشن میں حضرت مولانا فضل حق صاحبؒ نے ایک مقالہ پیش فرمایا جسے بعد میں پمفلٹ کی شکل میں مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور نے شائع کیا۔ اس مقالہ کا نام ”اسلام میں عقیدہ ختم نبوت“ تھا۔ جسے بعد میں احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۷۸۵)

فضل ربیؒ (مانسہرہ)، مولانا قاری

مولانا قاری فضل ربیؒ جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور مانسہرہ میں تجوید و قرأت کے مشہور مدرسہ معہد القرآن الکریم کے مہتمم تھے۔ آپ مانسہرہ میں ۱۹۶۸ء کے لگ بھگ تشریف لائے اور پھر اپنی وفات تک مانسہرہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اس دور میں مانسہرہ کے اندر باضابطہ مدرسہ آپ ہی کا تھا جس میں سینکڑوں مقامی اور بیرونی طلباء ہوتے تھے۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء میں جس سال راقم الحروف نے یہاں تعلیم پائی تھی بلوچستان کے طلباء ہمارے ساتھ زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۷۴ء میں بھی آپ نے مرزائیت کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے طلباء جلوس کے مقدمۃ الجیش ہوتے۔ اسی طرح ۱۹۸۴ء میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آج کل ان کے صاحبزادے قاری سعید عبداللہ ان کے جانشین ہیں۔

(قاری محمد شاہ)

(۷۸۶)

فقیر اللہ شاہپوریؒ ، مولانا

مولانا فقیر اللہ شاہپوریؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ”مرزا غلام احمد ضال و مضل ہے۔ کذاب اور دین میں فساد ڈالنے والا ہے۔ اس کے کفر و ارتداد میں کوئی شبہ نہیں۔“

(۷۸۷)

فقیر محمد جہلمیؒ ، مجاہد اسلام مولانا

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمیؒ نے ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں جہلم سے ایک ہفتہ وار پرچہ ”سراج الاخبار“ کے نام سے جاری کیا۔ اس اخبار نے اپنے دور کے فتنوں، خاص طور پر فتنہ مرزائی کی تردید میں بڑا کام کیا۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواری ”سراج الاخبار“ کے کارناموں سے سٹیٹا اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے ہر امکانی کوشش سے ”سراج الاخبار“ کو بند کرانے کے حربے استعمال کئے۔ آپ اور آپ کے رفیق کار حضرت مولانا محمد کرم دین صاحبؒ و دیگر پر مقدمات کا دور شروع ہوا۔ مگر یہ عالی قدر ہستیاں ان مصائب و آلام سے کب گھبرانے والی تھیں۔ ابتلاء و آزمائش کی آندھیاں ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کرسکیں۔ گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ چلا جو قادیانی اور اس کے حواریوں کی شکست پر منتج ہوا۔ مرزا قادیانی کی خوب گت بنی اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد اسلام مولانا فقیر محمد جہلمیؒ اور مولانا کرم دینؒ کو باعزت بری فرمایا۔ آپ نے بڑی اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں ”حقائق حنفیہ“ کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

(۷۸۸)

فقیر محمد فیصل آبادیؒ ، مولوی

(وفات: ۱۷ مارچ ۲۰۰۱ء)

مولانا فقیر محمدؒ نے ابتداء میں گورنمنٹ ملازمت کی اور چنگیات کے شعبہ سے

چشمستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۷

وابستہ رہے۔ بعد میں سرکاری ملازمت سے استعفا دے دیا۔ آپ نے ٹاؤنز پلاننگ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی اور اس کے پلیٹ فارم سے فیصل آباد شہر کے گردونواح میں جو نئی کالونیاں قائم ہوئیں۔ ان میں مساجد کے پلاٹ، سڑکوں کی تعمیر میں صحیح مٹیریل کا استعمال، پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں بے ضابطگیوں کا ازالہ، ان جیسے مسائل میں عوام کی بے پناہ فری خدمات سرانجام دیں۔

آپ اہالیان فیصل آباد کے غرباء کے لئے انعام خداوندی تھے۔ جو ستم رسیدہ غریب آپ کے دروازہ پر آتا آپ اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے۔ جوانی کے زمانہ میں فیصل آباد کے تمام محکموں کے افسران کے لئے مولانا فقیر محمدؒ کا نام حق و صداقت کی علامت تھا۔ کوئی بھی محکمہ کسی سے بھی زیادتی کرتا مولانا فقیر محمدؒ اس مظلوم کی مدد کے لئے لاٹھی سونت کر میدان میں ایسے اترتے کہ جب تک اس زیادتی کا ازالہ نہ ہوتا۔ آپ برابر میدان میں رہتے۔ کامیابی کے بعد میدان خالی کرتے تھے۔

آپ نے وقت کے بڑے بڑے فرعونوں کو للکارا اور ان کی رعونت کو خاک میں ملایا۔ آپ کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ اکیلے انجمن تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوش نصیبی سے وافر حصہ دیا تھا۔ جس کام کو ہاتھ ڈالتے وہ خود بخود ٹھیک ہوتا چلا جاتا۔ ویسے بھی آپ کی خوبی تھی کہ جس کام کو شروع کرتے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔

آپ نے فیصل آباد شہر کی مذہبی حیثیت کو برقرار رکھنے میں بھی مثالی کردار ادا کیا۔ جواء، میلوں کے موقع پر تھیٹر کے نام سے فحاشی و عریانی، ثقافتی طائفوں کے نام پر بے حیائی، میراتھن ریس، فلموں، کیسٹ وغیرہ کے حوالہ سے جو بھی غلط حکومتی حرکت دیکھتے، میدان میں اتر آتے اور

اسے ختم کرائے بغیر چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اس کے لئے انہیں بسا اوقات قید و بند کی صعوبتوں، غلط مقدمات کے ذریعہ بلیک میل بھی کیا جاتا۔ مگر وہ کسی بھی دھونس و دھاندلی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بہت ہی بہادری اور دھڑلے سے کام کرنے کے خوگر تھے۔ ایک زمانہ میں مولانا ضیاء القاسمی، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا افتخار الحسن، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا تاج محمود کے پاس کوئی غریب آتا۔ وہ خود انتظامیہ کو فون کر کے غریب پروری کرتے اور اگر معاملہ پیچیدہ ہوتا تو وہ کام مولانا فقیر محمد کے سپرد ہو جاتا۔ پھر وہ متعلقہ محکمہ میں صبح و شام پیروی کر کے اس غریب کی حق رسی کرتے۔

ایک بار فیصل آباد میں غالباً جاوید قریشی صاحب کمشنر تھے۔ روسی ثقافتی طائفہ فیصل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۸

آباد آ رہا تھا۔ وہ طائفہ پروگراموں میں ناچ، گانا اور نہ معلوم ثقافت کے نام پر کیا کیا قباحتیں ساتھ لا رہا تھا۔ مولانا فقیر محمدؒ کو پروگرام کی تفصیلات کا علم ہوا۔ آپ نے اخبارات کو گرم گرم بیان جاری کر دیا۔ نتیجہ میں کمشنر صاحب غضب آلود ہو گئے۔ حالانکہ وہ خود مرنجان مرنج انسان تھے۔ لیکن اقتدار کا گھوڑا بدمست ہونے میں دیر نہیں لگاتا۔ ایک درویش کی للکار پر ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ نتیجہ میں مولانا فقیر محمدؒ پر غنڈہ ایکٹ کے تحت کیس درج ہو کر گرفتاری ہو گئی۔ گرفتاری کی خبر ملتے ہی پورے شہر کی دینی قیادت متحرک ہو گئی۔ طائفہ کی آمد پر متنازعہ پروگرام بھی بند ہوئے۔ مولانا بھی رہا کر دیئے گئے۔ یوں ایک درویش نے اقتدار کو چاروں شانے چت گرا دیا۔ اس طرح کی بے شمار قربانیوں سے مولانا فقیر محمدؒ کی زندگی عبارت تھی۔

مولانا فقیر محمدؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں وابستہ ہوئے۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ کے آپ دست و بازو تھے۔ مولانا تاج محمودؒ آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ مولانا فقیر محمدؒ بھی خود کو مولانا تاج محمودؒ کا رضا کار سمجھتے تھے۔ اس باہمی احترام و اعتماد سے قادیانی فتنہ کے خلاف دونوں حضرات نے بھرپور ہوم ورک کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ۲۹ مئی کے سانحہ ربوہ (چناب نگر) سے ۷ ستمبر کے پارلیمنٹ کے فیصلہ تک مولانا فقیر محمدؒ تحریک کے رہنماؤں کے ساتھ ہر اول دستہ میں نظر آتے ہیں۔

آپ کو کام کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ سرکاری دفاتر سے کس طرح کام نکلوانا ہے۔ آپ پہلے شواہد و معلومات کا ریکارڈ جمع کرتے۔ پھر اس کیس کی غیر قانونی پوزیشن کو زیر بحث لا کر سرکاری دفاتر کے افسران کے ناک میں دم کر دیتے۔ اگر کسی سرکاری افسر نے جائز کام میں

بھی لیت ولعل کیا تو اس محکمہ کے درجہ بدرجہ افسران بالا کے نوٹس میں لا کر اس معاملہ کو درست کرائے بغیر چین نہ لیتے تھے۔

ایک بار قادیانیوں نے شرارتاً مسلمانوں کے قبرستان میں اپنا مردہ دفن کر دیا۔ وہ مردہ نکلوا یا گیا۔ قادیانیوں کے لئے جائے تدفین علیحدہ متعین و الاٹ ہوئی۔ اس کی فرد لینا تھی۔ پٹواری نے قادیانی قبرستان کا لفظ لکھنا چاہا۔ مولانا فقیر محمدؒ نے کہا کہ غیر مسلموں کی جائے تدفین کے لئے قبرستان کی بجائے مرگھٹ کا لفظ ہوتا ہے۔ اس نے شکریہ بھی ادا کیا اور فرد میں قادیانی مرگھٹ کا لفظ لکھا۔ آپ نے اگلے دن اخبارات کو خبر جاری کر دی۔

مولانا فقیر محمدؒ زندگی بھر جمعہ کی نماز جامع مسجد ریلوے میں مولانا تاج محمودؒ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۱۹

کے پیچھے ادا کرتے رہے۔ پھر صاحبزادہ طارق محمودؒ اور اس کے بعد صحت کے ساتھ دینے تک صاحبزادہ مبشر محمود کے ہاں جمعہ ادا کرتے۔ غرض وہ اچھی روایات کو نبھانے کے عادی تھے۔

اخبارات کے لئے خبر بنانے کے آپ ماسٹر تھے۔ نپے تلے الفاظ میں خبر بنانا آپ پر بس تھا۔ نامہ نگار، یا نیوز ایڈیٹر کے لئے مولانا کی تیار کردہ خبر سے ایک لفظ کی بھی ترمیم و اضافہ کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

آپ نے پوری زندگی سلیقہ سے گزاری۔ قلم اچھا استعمال کیا۔ کتنے نمبر کی نب ہے۔ یہ نب کتنے سال استعمال کی۔ اس کا بھی ان کے پاس ریکارڈ ہوتا تھا۔ ہر کام کی علیحدہ ان کے پاس فائل ہوتی تھی۔

قادیانی فتنہ کی سنگینی و تعدی سے حکومتی حلقہ کو باخبر رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے لیا۔ ان کے بعد جناب شورش کاشمیریؒ۔ پھر مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور مولانا تاج محمودؒ کا نام آتا ہے۔

سرکاری دفاتر کے ساتھ خط و کتابت اور اس کی پیروی یہ کام اللہ تعالیٰ نے مولانا فقیر محمدؒ سے لیا اور خوب لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم قادیانی فتنہ کے شب و روز کی سازشوں سے باخبر ہوتے تھے اور پھر قانونی راستہ سے ان کا ناطقہ بند کرتے۔

مولانا فقیر محمدؒ کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کی تلافی بہت مشکل سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ علاج و معالجہ جاری رہا۔ آپ کی اولاد نے خدمت کا حق ادا کیا۔ وقت موعود آن پہنچا اور آپ مسکراتے چہرے سے اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہو گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ عجب آزاد مرد تھا۔

فیاض حسن سجادؒ (کوئٹہ)، جناب

(وفات: ۶ / جون ۲۰۱۲ء)

جناب فیاض حسن سجادؒ کو اللہ رب العزت نے بڑی فیاضی سے خویوں کا حصہ وافر نصیب فرمایا تھا۔ وہ اس دھرتی پر ان لوگوں میں سے تھے جو محض خلق اللہ کی خدمت کے لئے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴۰

پیدا کئے گئے۔ جناب فیاض حسن صاحب ساری زندگی فیاضی سے ہر طبقہ حیات سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص کی خدمت کر کے دلی راحت و فرحت محسوس کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا وظیفہ حیات تھا جس کی ادائیگی پر ان کے جسم کا رواں رواں شگفتہ دلی کا منظر پیش کرتا تھا۔

فیاض حسن صاحب تو ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے مولانا نواب الدین بگوبی تھے۔ جو قادیانی فتنہ کے خلاف بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کی اولاد ملتان سے باہر وہاڑی روڈ پر آباد ہے۔ فیاض صاحب کو علاقائی مناسبت سے رد قادیانیت گویا گھٹی میں ملی تھی۔

میرے ممدوح جناب فیاض صاحب عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ موصوف کا خاندان فورٹ سنڈیمین (ژوب) میں آباد ہوا۔ وہاں پر قادیانیوں نے پر پرزے نکالے تو آپ نے ملتان دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے وقت عنایت فرمایا۔ آپ کو کوئٹہ سے ژوب لیجانے والے ہم سفر جناب فیاض حسن صاحب تھے۔ اسی ایک سفری ملاقات میں آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہو گئے۔

جناب فیاض حسن صاحب نے ژوب سے کوئٹہ رہائش منتقل کر لی اور روزنامہ جنگ سے تعلق جوڑا تو اس دور سے لے کر دم واپسی تک آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور آبیاری کرتے رہے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بنیاد کی اینٹ کی طرح ساری عمارت کا وزن اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن نظر نہیں آتی۔

جناب فیاض حسن صاحب اخبار سے وابستہ تھے۔ ان کا سول سوسائٹی اور گورنمنٹ کے حلقہ سے ملنا جلنا تھا۔ کوئٹہ بلوچستان میں جہاں قادیانی سر اٹھاتے تو سانپ کے سر کو وہیں پر کچلنے کا کام اللہ تعالیٰ نے جناب فیاض حسن صاحب سے لیا۔ قادیانیت کو آپ نے ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا

شمس الدین شہیدؒ ژوب سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم وطن ہونے کے ناترے فیاض حسن صاحبؒ کے ان سے گہرے مراسم تھے۔ دونوں حضرات نے قادیانیت کے خواب و خور حرام کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی قادیانی جو بلوچستان کے صوبہ کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ پورے صوبہ میں ان کی ایک عبادت گاہ تھی وہ بھی سیل ہے۔ پورے ملک میں واحد صوبہ بلوچستان ہے جس کے ایک ڈسٹرکٹ ژوب میں قانوناً قادیانی افسر نہیں لگ سکتے۔ آج قادیانیت بلوچستان میں منہ چھپاتے پھر رہی ہے۔ اس کا تمام تر کریڈٹ جن نفوس قدسیہ کو جاتا ہے ان میں جناب فیاض حسن صاحبؒ بھی نہ صرف شامل بلکہ ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴۱

اخباری دنیا، کچہری، عدالت، سرکاری دفاتر، پرائیویٹ سیکٹر میں جہاں قادیانی گئے ان کے مذموم مقاصد و کافرانہ عزائم کو جناب فیاض حسن صاحب نے ناکام بنایا۔

جناب فیاض حسن سجاد اپنی ذات میں انجمن تھے۔ تمام مکاتب فکر کی قیادت سے آپ کے ذاتی خوشگوار تعلقات تھے۔ شیعہ سنی تنازعہ میں ہمیشہ انہوں نے اسلامیان بلوچستان کو ابتلائے عام سے بچانے میں گرانمایہ خدمات سرانجام دیں۔ جمعیت علماء اسلام کی قیادت ان کا دل و جان سے احترام کرتی ہے۔ آپ بھی ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ صف اول میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ غرض دینی مدارس، مساجد، معابد، دینی جماعتیں شہریوں کی تجارتی یونینز تمام کے بنیادی مسائل کے حل کرانے میں آپ پیش پیش نظر آتے ہیں۔

جناب فیاض حسن صاحب ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد شریف بہاولپوری، مولانا عبدالرحمن میانوی، صاحبزادہ طارق محمود، حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا محمد لقمان علی پوری، مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری، مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادی، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی سے آپ کے درجہ بدرجہ نیاز مندانه و برادرانہ تعلقات تھے۔

آپ نے ”تحریک ختم نبوت میں بلوچستان کا حصہ“ پانچ صد صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی۔ جو تاریخی دستاویزی ثبوتوں سے مزین ہے۔ اس میں اتنی ثقہ معلومات ہیں جو بس آپ ہی کی محنت شاقہ سے منظر عام پر آئیں۔

آپ بہت ہی درد مند دل رکھنے والے انسان تھے۔ آخری عمر میں دل کا عارضہ ہوا۔ اس سے آپ کی صحت مضحل ہونا شروع ہوئی۔ اس کے باوجود آپ آخری وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو معذوری سے بچائے رکھا۔

جناب فیاض حسن سجاد خدمت خلق، درد مند دل، فیاض طبیعت، سخی انسان، بہت ہی خیر خواہ دوست، نامور صحافی، دیانتدار، بھرپور محنت کے خوگر، جہاں جاتے اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرماتے۔ ہر مجلس میں ہر شریک مجلس کی آنکھوں کا تارا ہوتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ زندگی بھر انہوں نے کسی شخص سے زیادتی نہیں کی تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا بے ضرر انسان خوبیوں کا مجموعہ، حسنات کا حسین گلدستہ، ہنستی مسکراتی باغ و بہار شخصیت، ہر دل عزیز، باوقار۔ غرضیکہ بہت ہی قابل رشک

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۲۲

صفات کے حامل انسان تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو خوب انسان بنایا تھا۔ وہ دوسروں کی خدمت کر کے تسکین پایا کرتے تھے۔ ان کی دل موہنے والی گرائقدر خدمات کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ وہ تاریخ کا ایک روشن باب تھے۔

آپ نے آخری عمر میں اپنی لائبریری کا معتد بہ حصہ ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے بھجوا دیا۔ باقی حصہ کے متعلق فرماتے تھے کہ آپ آئیں جو جو چیز ضرورت کی ہو لیجائیں۔ نہ مجھے فرصت ملی۔ نہ ان کی صحت نے اجازت دی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ کیا دنیا سے تشریف لے گئے کہ تاریخ کا ایک باب ہی بند ہو گیا۔

(۷۹۰)

فیروز بٹؒ، جناب لالہ

(پیدائش: ۱۸۹۷ء..... وفات: ۱۲ جولائی ۱۹۷۷ء)

آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک دینی و مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لالہ جی کے نام سے معروف تھے۔ بچپن سے علماء و صلحاء سے محبت و الفت تھی۔ ناظرہ قرآن مکمل کچھ پارے حفظ کئے۔ دینی تحریکوں، جلسے اور جلوسوں میں شرکت کو وجوب کا درجہ دیتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ہر جلسے اور جلوس کی پہلی صف کے پہلے مجاہد ختم نبوت ہوتے۔ علماء کرام تک ہر نئے پروگرام کی اطلاع کرنا اور جماعتی رفقاء و فرزندان توحید و رسالت کو شرکت کی دعوت ہر چوک و چوراہے پر گلی اور بازار حتیٰ کہ محلوں تک جہاں تک ممکن ہوتا اطلاع کرتے۔ جب گرفتاریوں کا

سلسلہ شروع ہوا تو لالہ جی کو مرکزی مسجد تالاب بازار سے گرفتار کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مین چوک میں عوام الناس کے سامنے تھپڑوں کی برسات کر دی۔ جب عملہ کے ہاتھ تھک گئے تو لاٹھیوں سے مارنا شروع کر دیا۔ لالہ جی ہر لاٹھی پر زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتے۔ عوام الناس میں کھڑے فرزند ان اسلام کے دل پر دو کیفیتیں تھیں:

۱..... جب لالہ جی کو لاٹھی مارتے آنکھ پر نم دل آبدیدہ ہو جاتا۔

۲..... جب لالہ جی کی زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ نکلتا دل کو راحت و سکون ملتا اور آنکھ

لالہ جی کی زیارت کے لئے بے تاب ہوتی۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۲۳

بعینہ یہی دو کیفیتیں دشمنان ختم نبوت کے دل پر ہوتیں، لیکن برعکس۔ جس مین چوک میں لالہ جی کے ساتھ یہ برتاؤ ہوا اسی وقت سے اس چوک کا نام لالے والا چوک ہی رکھ دیا گیا۔ تھانہ سٹی میں لے جا کر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔ مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا ہوا۔ انوکھے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ اللہ پاک نے تکالیف برداشت کرنے کی ہمت دی۔ لالہ جی ثابت قدم رہے۔ بعد ربائی کے فرماتے تھے، بزبان شیخ سعدی: این سعادت بزور بازو نیست! اللہ کی کرم نوازی ہے وگرنہ ہم میں کہاں کی ہمت کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے لئے مجھ جیسے ناکارہ کو بھی چن لیا۔ آج بھی اگر بڑی عمر کے لوگوں سے ختم نبوت کے حوالہ سے بات ہوتی ہے تو لالہ جی کا ذکر خیر ہوتا ہے اور لالہ جی کا خاندان ختم نبوت سے معروف ہے۔ لالہ جی کا نماز جنازہ سید سلمان احمد شاہ عباسی نے پڑھایا۔ گئو شالہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(لالہ انیس الرحمن بٹ)

(۷۹۱)

فیروز خان (ڈسکہ)، مولانا محمد

(وفات: ۹ مارچ ۲۰۱۰ء)

مولانا فیروز خان کے والد گرامی کا نام سمندر خان تھا جو اتمان زئی کی شاخ میر بازی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ہاں مولانا فیروز خان کی ولادت ۱۹۳۳ء کو بمقام رتہ پڑکھیر گام براستہ شاردہ ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر میں ہوئی۔ کھرگام میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا خان زمان ہری پور موضع ڈھینڈہ میں قاضی محمد اسلم صاحب کے ہاں پڑھتے تھے۔ وہ آپ کو

بھی ساتھ لے گئے۔ چنانچہ آپ نے قاضی محمد اسلم صاحب، حضرت قاضی خلیل الرحمن صاحب سے ابتدائی صرف و نحو سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک کتابیں پڑھیں۔ صرف میں تخصص کے لئے ضلع اٹک کے مقام کامرہ اور نحو میں تخصص کے لئے گجرات کے مقام انہی میں بھی پڑھتے رہے۔ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد چراغ صاحب کے ہاں عربی فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ اس دوران دو موریہ پل کے قریب نورانی مسجد میں خطابت بھی کی۔ ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لئے تشریف لے گئے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۲۴

محدث مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ایسے مشاہیر سے حدیث شریف کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث شریف میں آپ کے ساتھی دیگر حضرات کے علاوہ تبلیغی جماعت کے معروف رہنما مولانا محمد عمر پالن پوری بھی تھے۔ دیوبند میں آپ کو فیروز خان لاہوری کہا جاتا تھا۔ مزید تعلیم کے لاہور میں تشریف لائے۔ میٹرک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ چونڈہ کے دوستوں نے آپ کے لئے سرکاری ملازمت کے لئے محکمہ تعلیم سے آرڈر کرائے۔ اس دوران میں ڈسکہ کے معروف قادیانی لاٹ پادری ظفر اللہ خان کے گھر سے متصل اہل حدیث مسجد کے خطیب نے عارضی طور پر ایک آدھ جمعہ پڑھانے کی دعوت دی۔ وہاں تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں ظفر اللہ خان قادیانی کا طوطی بولتا تھا۔ اس کی بولتی بند کرنے کے جذبہ سے آپ ڈسکہ میں مستقل کام کرنے کے ارادہ سے رک گئے۔

رحمانیہ مسجد کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔ ان دنوں قادیانی عفریت اکٹوفوں کرنے میں ید طولی رکھتا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ قادیانی شاطر انگاروں پر لوٹنے لگے۔ عوام مسلمانوں نے مولانا کو اپنا مسیحا جان کر آنکھوں کا تارا بنا لیا۔ ڈسکہ کے در و دیوار آپ کی خطابت کی جولانیوں سے جھومنے لگے۔ آپ نے مستقل بنیادوں پر رحمانیہ مسجد کے بالمقابل سڑک کے پار خالی سرکاری پلاٹ پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کو پتہ چلا تو وہ روڑے اٹکانے لگے۔ آپ دیوار بناتے۔ قادیانی گرا دیتے۔ کئی بار ایسے ہوا۔ ایک بار جمعہ سے قبل آپ نے دیوار بنائی۔ جمعہ پڑھانے کے لئے منبر پر بیٹھے تو قادیانیوں کو چیلنج کیا کہ اب کی بار گرا کر دکھاؤ تو اپنی شکست مان لوں گا۔ قادیانی اوباشوں نے اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔ جمعہ کے دوران ۳۵ قادیانی دیوار گرانے لگ گئے۔ آپ جمعہ پڑھا کر آئے۔ یہ منظر دیکھا تو لاٹھی اٹھائی اور قادیانیوں پر پل پڑے۔ قادیانی سورماؤں کے پتے پانی ہو گئے۔ مولانا کی للکار سے وہ ایسے سراسیمہ ہو کر غائب ہوئے جیسے اذان

کی آواز سے معلم الملکوت کے نمائندہ غائب ہوتے ہیں۔ اس واقعہ سے قادیانیوں پر مولانا کی دھاک بیٹھ گئی۔ جامعہ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ قائم ہو گیا۔ اس وقت بنین و بنات کے شعبے قائم ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے قائم کیا۔ اس وقت تک ہزار ہا بندگان خدا نے اپنی علمی پیاس اس چشمہ فیض سے بجھائی۔

مولانا فیروز خان بہت ہی بہادر انسان تھے۔ بزدل، کم ہمت، مصلحت بین سے آپ کی کبھی نہیں بنی۔ جہاں رہے سر بکف رہے۔ یہ تمام بہادری و جرأت آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ آپ نے ان سے بیعت بھی کی۔ ان کے مرید مخلص اور طالب صادق

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۲۵

تھے۔ مولانا فیروز خانؒ نے مجلس احرار اسلام میں کام کیا۔ جمعیتہ علمائے اسلام کی تشکیل ہوئی تو حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ جمعیتہ کی آبیاری میں برابر کے شریک سفر رہے۔ آپ نے حضرت مدنیؒ کے انتقال کے بعد کسی سے تجدید بیعت نہیں کی۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے بہت ہی نیاز مندانہ اخلاص بھرا تعلق تھا۔ لیکن بیعت ان سے اس لئے نہ کی کہ فرماتے تھے کہ وہ ہمارے امیر ہیں اور جماعتی امور میں امیر سے اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ اگر ان سے بیعت کا تعلق ہو تو اپنے شیخ سے اختلاف رائے تصوف کی روح کے خلاف ہے۔ مولانا فیروز خانؒ کی بہادری و جرأت ضرب المثل تھی۔ بلامبالغہ وہ سیف بے نیام اور شیر غراں تھے۔ ان کے ساتھ اسلاف کی بہادری و جرأت کی داستانیں وابستہ تھیں۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک جمعیتہ کے ساتھ وابستہ تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کی رائے کو بڑی قدردانی کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ آپ کا جنازہ بھی مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھایا۔

مولانا فیروز خانؒ کا قیام ڈسکہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے تھا۔ قدرت نے آپ کو کامیاب کیا۔ قادیانیوں کی جائیدادیں بک گئیں۔ ظفر اللہ قادیانی کی کوٹھی ظفر اللہ کی قبر کی طرح تاریک ہے اور موذی جانوروں کا مرکز ہے۔ کافر کے دل کی طرح اس کی ویرانی بھی فاعتبروا یا اولی الابصار! کا منظر پیش کر رہی ہے۔ مولانا فیروز خانؒ ہمیشہ ختم نبوت کے مناد رہے۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ بھی ضلع سیالکوٹ کے باسی تھے۔ ڈسکہ بھی سیالکوٹ میں واقع ہے۔ اس نسبت سے مولانا فیروز خانؒ کے مولانا محمد حیاتؒ سے مثالی تعلقات تھے۔ مولانا محمد حیاتؒ بھی دلی طور پر آپ کے قدردان تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لیا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ صحت کے زمانہ میں رات کے اجلاس سے خطاب

فرماتے۔ جب صحت مضمحل ہوئی تو پہلے دن ظہر سے قبل تشریف لاتے۔ ظہر کے بعد بیان کر کے واپس تشریف لے جاتے۔ قادیانی ضلع سیالکوٹ میں کوئی شرارت کرتے تو علمائے کرام میں سے سب سے پہلے مولانا فیروز خانؒ میدان عمل میں اترتے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائے۔ ان کے صاحبزادگان کو ان کا حقیقی معنوں میں جانشین بنائے۔

مولانا مرحوم کے جانے سے علماء حق کی حق گوئی و جرأت کا ایک باب مکمل ہو گیا ہے۔ آپ نے جس تندہی اور جانفشانی سے دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ وہ آپ کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۲۶

لئے یقیناً صدقہ جاریہ ہے۔ مولانا فیروز خانؒ ایک عالم دین ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ ایک تحریک تھی۔ ان کی یادوں کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ ان جیسے مخلص مجاہد عالم دین کا وجود اس دور میں نشان منزل تھا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک باب مکمل ہو گیا۔

مولانا فیروز خانؒ دراز قامت، مضبوط کسرتی جسم، رنگ سرخ، داڑھی کے بال گھنے اور خمدار، مونچھیں رعب و دبدبہ کا پرتو لئے ہوئے، سر پر ہمیشہ رومال باندھتے تھے۔ اہل علم کے قدردان تھے۔ دل و زبان ایک تھے۔ وفاق المدارس، جمعیتہ علمائے اسلام کے اجلاسوں میں جس بات کو حق سمجھتے تھے بروقت ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اظہار کرتے تھے۔ مولانا فیروز خانؒ آخر تک چاک و چوبند رہے۔ جب سے اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا تو خود بھی نڈھال ہو گئے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ لاہور ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں سے خود تقاضہ کر کے واپس ڈسکہ آگئے۔ ان کی وفات کی خبر سے پورا علاقہ سوگوار ہو گیا۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ چشم فلک نے ڈسکہ کی سرزمین پر جنازہ کا پہلے ایسا منظر نہ دیکھا ہوگا۔ مدرسہ کے قریب پہلے سے متعین کردہ مقام پر آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ نور بنائیں۔ آمین!

آپ اصلاً کشمیری تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد تھے۔ معروف قادیانی شاطر ظفر اللہ ڈسکہ کا رہائشی تھا۔ اس نے اس علاقہ میں قادیانیت کو ایک طاقت کے طور پر متعارف کرانے میں شب و روز ایک کر دیئے۔ ظفر اللہ قادیانی کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے مجلس احرار اسلام نے سیالکوٹ کو اپنا مرکز بنایا۔ ہر الیکشن میں ظفر اللہ قادیانی کے نہ صرف عزائم کو خاک میں ملایا، بلکہ ظفر اللہ کے چہرہ کو بھی خاک آلود کر دیا۔ اس کے علاوہ قدرت نے ظفر اللہ کی بولتی بند کرنے کے لئے مستقل یہ سبیل پیدا فرمائی کہ مولانا فیروز خان دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ڈسکہ آگئے اور ظفر اللہ کی کوٹھی کے قریب ایک مسجد کے خطیب مقرر

ہوئے۔ اس مسجد کے سامنے کے پلاٹ پر دارالعلوم مدنیہ کی بنیاد رکھی۔ قدرت کے کرم کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ ظفر اللہ قادیانی کے عزائم خاک میں مل گئے۔ جائیدادیں بک گئیں۔ کوٹھی میں الو بولتے ہیں۔ جب کہ دارالعلوم مدنیہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا مظہر اتم ہے۔ ایک بار قادیانیوں نے ضلعی افسروں سے ساز باز کر کے دو ماہ کے لئے مولانا محمد فیروز خان کی زبان بند کرا دی۔ مولانا نے ان دنوں ایک کتابچہ تحریر فرما کر شائع کر دیا۔ جس کا نام ہے: ”آئینہ قادیانیت“ ہماری سعادت ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شامل اشاعت کیا ہے۔

(۷۹۲)

فیض الحسنؒ (آلومہار شریف) ، صاحبزادہ مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۱۱ء وفات: ۲۳ فروری ۱۹۸۴ء)

مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ سجادہ نشین خانقاہ آلومہار شریف کے نامور عالم دین تھے۔ پیر طریقت اور قومی سیاستدان تھے۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے وہ گرانمایہ سنہری خدمات سرانجام دیں جس پر ایک زمانہ کو فخر ہے۔ مولانا سید فیض الحسنؒ بہادر اور جرأت کا نشان تھے۔ مجلس احرار خطابت کی ایک دنیا کا نام ہے۔ مولانا فیض الحسنؒ اس دنیائے خطابت کے تابندہ و درخشندہ ستاروں کی کہکشاں تھے۔ آپ اپنے دور جوانی میں خطابت کے شاہسوار سمجھے جاتے تھے۔ صاف گوئی کے ساتھ اس تیزی سے بولتے تھے کہ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سامعین کو کبھی عرش پر کبھی فرش پر لئے پھرتے تھے۔ مترادف الفاظ صرف بولتے ہی نہ تھے بلکہ ڈھیر لگا دیتے تھے۔ آپ کی ادائے خطابت نے ایک وقت میں دھوم مچائے رکھی۔ مولانا فیض الحسن صاحبؒ ایک خوبصورت کڑیل حسین و جمیل سید آل رسول تھے۔ آپ مجلس احرار کے رضا کاروں کے شعبہ کے سربراہ رہے۔ جب آپ ہزاروں باوردی رضا کاروں کے ہمراہ پریڈ کے لئے بینڈ احرار کے ساتھ نکلتے تو پورا ماحول سراپا بیدار بن جاتا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے ہزاروں کارکنوں کو میدان میں اتارا۔ وہ سچ دھج آج بھی پڑھنے کو ملتی ہے تو دل و دماغ ہی نہیں روح بھی ساتھ ہی وجد کرنے لگ جاتی ہے۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔ آخری عمر میں صرف پیری مریدی تک کے رہ گئے تھے۔ عظیم

انسان تھے اور اتحاد المسلمین کے داعی تھے اور عقیدہ ختم نبوت کے وفادار علمبردار۔ حق تعالیٰ بلند مقام نصیب فرمائیں۔

(۷۹۳)

فیض القادریؒ (لاہور) ، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۰۳ء)

بریلوی مکتب فکر کے معروف عالم دین ، جمعیت علماء پاکستان (نفاذ شریعت) کے جنرل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۲۸

سیکرٹری صاحبزادہ فیض القادریؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور میں قائدانہ کردار ادا کیا اور آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مجلس کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ معتدل مزاج خطیب تھے۔ اندرون یکی گیٹ جامع مسجد کے خطیب تھے۔ اللہ پاک ان کی خوبیوں کو قبول فرمائیں اور خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ ان کی رحلت سے لاہور ایک بہادر خطیب سے محروم ہو گیا۔

(۷۹۴)

فیض اللہ گجراتیؒ، جناب

”ردالد جاجلہ (حصہ سوم)“ یہ رسالہ جناب فیض اللہ صاحب گجراتیؒ کا ہے۔ اس کے چار حصے تھے۔ حصہ اول، دوم اور چہارم نہ مل سکے۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی قرآن مجید کی تحریفات کے عنوان پر لکھا گیا۔ اچھی محنت کی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل نہ مل سکی۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۲۳ میں شائع ہو گیا ہے۔

(ق)

(۷۹۵)

قائم الدین عباسی (جتوئی)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۴ء)

نامور عالم دین اور خوب منجھے ہوئے صاحب طرز خطیب تھے۔ حق کہنے میں ننگی تلوار تھے۔ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرأت و بہادری سے حصہ لیا۔ مولانا محمد یحییٰ عباسی پاکستان کے نامور خطیب اور جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا قائم الدین عباسی اصلاً محمد پور دیوان ضلع راجن پور کے تھے۔ پھر جتوئی آکر آباد ہوئے۔ حسین آگاہی مسجد ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت میں جو پہلا دارالمبلغین ختم نبوت کا کورس مولانا محمد حیات فاتح قادیان نے پڑھایا، مولانا قائم الدین عباسی اس میں شریک تھے۔ جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں ابدی راحت فرما ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۲۹

(۷۹۶)

قادر بخش (فیجی آئی لینڈ)، جناب

فیجی آئی لینڈ کے جناب قادر بخش صاحب زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ خوب ذہین، زیرک، فاضل، معلوماتی و باخبر شخصیت تھے۔ مولانا تاج محمودؒ سے آپ کے تعلقات تھے۔ مولانا تاج محمودؒ فرماتے تھے یہ فیجی آئی لینڈ کے وزیراعظم بنیں گے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بڑے دھڑلے سے بہادرانہ گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے۔

(۷۹۷)

قاسم نانوتویؒ، حجة الاسلام حضرت مولانا محمد

(پیدائش: ۱۲۴۸ھ وفات ۱۲۹۷ھ)

تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ اسد علیؒ تھا۔ حضرت نانوتویؒ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبرؒ سے ملتا ہے۔ ناظرہ قرآن مجید اور معمولی لکھنا پڑھنا گھر پر جلد ہی سیکھ لیا۔ والد صاحب نے آپ کو نانوتہ سے دیوبند بھجوا دیا۔ مولانا نے یہاں پر عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر سہارنپور اپنے نانا جی کے پاس آگئے۔ یہاں مولانا محمد نواز سہارنپوریؒ سے آپ نے فارسی و عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ محرم ۱۲۶۰ھ حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ہمراہ دہلی آگئے۔ مولانا مملوک علیؒ سے عربی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف شاہ عبدالغنی

مجددیؒ سے پڑھا۔ چند مطابع میں تصحیح کتب کا کام کیا۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ ان دنوں بخاری شریف کا حاشیہ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف کے آخری پانچ چھ سپارے آپ کے سپرد کئے۔ جو آج تک ہندوستان و پاکستان میں بڑے سائز کے بخاری شریف کے نسخہ کے ساتھ چھپ رہے ہیں۔ جب اہل علم نے ان سپاروں پر اس شرح کو دیکھا تو حضرت احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے انتخاب کی داد دی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے قدموں سے نہریں نکل کر چہار سو پھیل رہی ہیں۔ مولانا مملوک علی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۳۰

صاحبؒ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ تمہارے علم دین کا فیض چہار سوئے عالم بکثرت جاری ہوگا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو لسان عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت شاہ شمس تبریزؒ کی لسان حضرت مولانا رومؒ کو بنایا۔ اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو میری لسان بنایا ہے۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے عملاً جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ میدان کارزار میں بھی اترے۔ آپ کو دوران جہاد گولی بھی لگی۔ جس سے خون اتنا نکلا کہ آپ کے کپڑے تر بتر ہو گئے۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت رکھا۔ آپ تھانہ بھون کے معرکہ میں سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے۔ مولانا اپنے دور کے بہت ہی بہادر عالم دین تھے۔ اس معرکہ کے بعد آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حجاز مقدس ہجرت اختیار کی۔ حضرت گنگوہیؒ گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور بری کر دیئے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے وارنٹ جاری ہونے کے بعد تین دن تک روپوشی اختیار کی۔ تین دن کے بعد باہر آ گئے۔ جگہ بدلتے رہے۔ لیکن روپوشی ختم کر دی۔ ساتھیوں نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین دن روپوشی سنت ہے۔ اس سے زیادہ سنت کے خلاف ہوگا۔ جب حالات اعتدال پر آئے تو آپ نے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریز نے اپنے اقتدار کو مزید پکا کرنے کے لئے راہیں اختیار کیں اور مختلف حیلوں سے اہل اسلام، اہل ہند کو کمزور کرنے کے لئے اس نے منصوبے بنائے۔ ٹڈی دل کی طرح انگلستان سے پادریوں نے ہند میں آ کر وہ دھما چوکڑی قائم کی کہ الامان، اس دور میں مستقل بنیادوں پر اہل اسلام کے ایمان اور اسلام کے ثبات و بقا کے لئے جن حضرات نے اقدام کئے حضرت نانوتویؒ اس قبیلہ عشق و وفا کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔

حضرت حاجی عابد حسینؒ دارالعلوم کے پہلے مہتمم تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے۔

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم کی بنا رکھی گئی۔ پہلے استاذ ملا محمود دیوبندی تھے اور پہلے شاگرد محمود حسن دیوبندیؒ تھے۔ مسجد چھتہ کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے درس کا آغاز کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت نانوتویؒ، دوسرے سرپرست حضرت گنگوہیؒ، تیسرے سرپرست حضرت شیخ الہندؒ، چوتھے سرپرست حضرت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۱

شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، پانچویں سرپرست حضرت تھانویؒ ہوئے۔ اس کے بعد اس عہدہ کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ دارالعلوم کے پہلے مہتمم حضرت حاجی عابد حسینؒ، دوسرے مہتمم حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ، تیسرے مہتمم حاجی محمد فضل حق دیوبندیؒ، چوتھے مہتمم حضرت مولانا منیر احمد نانوتویؒ، پانچویں مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مقرر ہوئے۔ حافظ محمد احمد صاحب حضرت نانوتویؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد گرامی تھے۔ چھٹے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ، ساتویں مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب بنے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مرغوب الرحمن بجنوریؒ اور آج کل حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم ہیں۔ غرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر اسلامیان ہند پر ہی نہیں بلکہ اسلامیان عالم پر احسان کیا کہ آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کے چشمہ سے علم و فضل کا وہ فیض جاری ہے جو اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا مصداق ہے۔

مباحثہ چاند پور

حضرت نانوتویؒ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر ترویج و اشاعت اسلام کا مستقل بنیادوں پر اہتمام کر دیا۔ لیکن انگریز نے جہاں ہند پر قبضہ کیا وہاں وہ اہل ہند کو مسیحی بنانے کے منصوبے بنانے لگا۔ ہند میں انگلستان سے پادری بلائے گئے۔ انہوں نے پورے ہند میں حکومتی وسائل سے فائدہ اٹھا کر صبح و شام ساون کے مینڈکوں کی طرح گلی و کوچہ، بازار، شہروں اور دیہاتوں میں وہ اودھم مچایا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے عیسائیوں کی کتاب انجیل کے محرف ہونے کے دلائل کو ”اظہار الحق“ میں یکجا کر دیا۔ مولانا آل حسنؒ نے مسیحی عقائد کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اپنی کتاب ”استفسار“

میں وہ دلائل جمع کر دیئے کہ اس عنوان پر اس سے بہتر کیا کوئی خدمت سرانجام دے گا؟ اب ایک مناظرہ کا میدان رہ گیا تھا۔ وہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حصہ میں رہا۔ ہوا یہ کہ شاہ جہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر چاند پور ہے۔ وہاں پر مسیحی حضرات کی تجویز سے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۸۷۶ء میں ایک مذہبی اجتماع ”میلہ خدا شناسی“ منعقد کیا۔ اس میں ہندو مسیحی اور مسلمان علماء کو باہمی مباحثہ کی دعوت دی۔ مگر لالہ جی نے ایک لکھی لکھائی ہندو مذہب کے عقائد پر پہیلی نما تحریر سنا کر، میدان مسیحوں اور مسلمانوں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۲

کے لئے خالی کر دیا۔ عیسائیوں کے نامی گرامی دیگر پادریوں کے علاوہ نولس پادری بھی آیا ہوا تھا۔ جو بڑا لسان، عمدہ مقرر اور چوٹی کا مناظر تھا۔ پادری نولس نے موقف و دعویٰ یہ اختیار کر لیا ”مسیحی دین کے مقابلہ میں دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں“ حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا سید ابو المنصور دہلویؒ ایسے اکابر موجود تھے۔ پہلے دن تو تمام حضرات مسیحیوں سے سوال و جواب کرتے رہے۔ مگر دوسرے دن صرف حضرت نانوتویؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ آپ نے حقانیت اسلام پر ایسے دلائل پیش کئے کہ ان کے آگے اس پادری کی پیش نہ گئی۔ پہلے دن مسیحی حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہو چکے تھے۔ اب مسیحیت کی تثلیث، الوہیت و کفارہ پر آپ نے آج جو اعتراضات اٹھائے تو مجمع داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اختتام مجلس پر خود مسیحی مناظر باہمی کہتے ہوئے سنے گئے کہ آج ہم مغلوب ہو گئے۔

(میلہ خدا شناسی ص ۳۸)

اسلام کی حقانیت و صداقت اور مسیحیوں کی شکست و ریخت کا منظر اس کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مباحثہ شاہجہان پور

مناظرہ چاند پور کے بعد ۱۸۷۶ء ہی میں شاہ جہان پور میں اہل اسلام اور باطل طبقات کے درمیان مباحثہ طے ہوا۔ پنڈت دیانند سرسوتی، منشی اندرسن، پادری اسکاٹ مفسر انجیل اور پادری نولس میدان میں لائے گئے۔ متعدد مشاہیر اسلام اس موقع پر موجود تھے۔ مگر گفتگو کے لئے ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ ہندو لالے تو وقت کی نزاکت سے

فائدہ اٹھا کر آؤٹ ہو گئے۔ اب میدان میں مسلمان اور مسیحی رہ گئے۔ حضرت نانوتویؒ نے عقلی و نقلی دلائل کے وہ انبار لگائے۔ ایسی صحیح قطعی دلیلیں پیش کیں کہ مسیحی مناظر کوئی معقول جواب تو درکنار ایسے دم بخود ہوئے کہ دنیا کو ششدر کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا ہوا۔ مسلمانوں کی کھلی فتح کا مسلمانوں اور مسیحیوں کے علاوہ متعصب ہندوؤں نے بھی اعتراف کیا۔ خود منشی پیارے لال نے کہا کہ: ”مولوی قاسم صاحبؒ کا کیا حال بیان کیجئے۔ ان کے دل پر علم کی سرستی (علم کی دیوی) بولتی رہی تھی۔“

(مباحثہ شاہجہان پور ص ۹۲)

اسی طرح پادری تاراچند سے بھی حضرت نانوتویؒ کا مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے سوانح قاسمی ص ۱۵ پر لکھا ہے: ”ایک پادری تاراچند نام تھا۔ اس سے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۴۳

گفتگو ہوئی۔ آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا۔ سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کر سکیں؟“

آریہ کا فتنہ

آریہ کے پرچارک سوامی دیانند سرسوتی کی بدکلامی و بدزبانی کا اندازہ اس کی کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ کے چودھویں باب سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا دریدہ دہن تھا۔ وہ ۱۸۷۸ء میں ”روڑکی“ آیا، دن رات اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ حضرت نانوتویؒ نے اپنے شاگردوں کی جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ سوامی دیانند کو معلوم تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ضیق النفس (دمہ) کے مریض ہیں۔ سفر نہیں کر سکتے۔ اس نے آپ کے شاگردوں سے مناظرہ نہ کرنے کے لئے عذر یہ تراشا کہ مجھے مولانا نانوتویؒ کے بغیر کسی سے مناظرہ نہیں کرنا۔ حالانکہ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ، مولانا عبدالعدلؒ موقع پر موجود تھے۔ اب سوامی دیانند کی اڑتوڑنے کے لئے بیماری کے باوجود حضرت نانوتویؒ نے سفر کیا۔ آپ شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ دیانند سوامی چھاؤنی میں قیام پذیر تھا۔ مولانا کی آمد کا سنا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ آپ اتمام حجت کے لئے کرنل صاحب کی کوٹھی پر چھاؤنی چلے گئے۔ کپتان اور کرنل صاحب نے آپ کا اکرام کیا اور سوامی دیانند کو کرنل صاحب نے بلا کر کہا کہ آپ مولانا سے مجمع عام میں کلام کیوں نہیں کرتے۔ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے۔ کرنل صاحب نے کہا کہ میری کوٹھی پر بحث ہو جائے۔ ہم فساد روکنے کا انتظام کر لیں گے۔ دیانند نے کہا: نہیں ہم تو صرف اپنی کوٹھی پر بات کریں گے اور اجتماع عام بھی نہ ہو۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ ابھی اجتماع عام نہیں ہے۔ ابھی گفتگو کر لیں۔ آپ اعتراض کریں اور جواب لیں۔ یا ہمارے سنیں اور جواب دیں۔ دیانند نے کہا کہ میں گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا۔ مولانا نے فرمایا: ابھی ارادہ کر لیں۔

اس میں کیا دیر لگتی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بازار میں، گھر پر، شہر میں، کسی کونہ میں، عوام میں، خواص میں جہاں چاہیں میں گفتگو کے لئے تیار ہوں۔ اس نے کہا کہ سوائے اپنی کوٹھی کے اور کہیں میں گفتگو کے لئے تیار نہیں۔ اگلے دن کا وقت طے ہوا۔ لیکن پولیس کو کہہ کر مولانا کی کوٹھی آمد پر پابندی لگوا دی۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبدالعدلؒ کے تین روز بیان ہوتے رہے اور پنڈت دیانند کو برابر غیرت دلاتے رہے۔ مگر اسے سانپ سونگھ گیا۔ آخر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اچھا میری مجلس میں آکر میرے وعظ میں بیٹھ جاؤ۔ اس کی بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔

سوامی دیانند سرسوتی نے اسلام پر اصولی گیارہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۳۳

اعتراض کئے۔ آپ نے دس اعتراضات کا جواب ”انتصار الاسلام“ اپنی کتاب میں دیا۔ گیارہویں اعتراض کا جواب ”قبلہ نما“ میں دیا۔ دیانند، رڑکی سے بھاگا، میرٹھ پہنچ گئے۔ دیانند وہاں سے فرار اختیار کر گیا۔ اس کے بعد اس کے ایک چیلے لالہ نندلال نے اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا۔ آپ نے اس کا جواب ”ترکی بہ ترکی“ اپنے رسالہ میں دیا۔ غرض میرٹھ سے دوڑا تو کہیں کا کہیں جا پہنچا۔ نہ کوئی راہ نظر آئی، نہ سر چھپانے کو اوٹ۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ زندہ باد ہوئے اور دیانند خائب و خاسر۔

حضرت نانوتویؒ کی ”تحذیر الناس“ پر بعض بد نصیبوں نے اعتراض کیا۔ حضرت مولانا خواجہ قمر الدین سیالویؒ نے فرمایا کہ: ”معترضین کی کھوپڑی حضرت نانوتویؒ کی جوتی کے تلوے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔“

حضرت نانوتویؒ اور عشق رسالت مآب ﷺ کے چند واقعات

۱..... ہندوستان میں سبز رنگ کا عمدہ جوتا تیار ہوتا ہے۔ جس پر شاندار کڑھائی کی جاتی ہے۔ شرفاء استعمال کرتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے ساری زندگی استعمال نہیں کیا کہ اس کا رنگ سبز ہے۔

۲..... حضرت نانوتویؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ نظر آتے ہی سواری

سے اتر گئے اور پیادہ سفر کیا۔ کئی میل پیادہ پتھریلی زمین پر سفر کرنا پڑا۔

۳..... مدینہ طیبہ قیام کے دوران کھانا پینا بہت کم کر دیا۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک دو بار تقاضا

کے لئے جانا ہوتا تو اتنے دور نکل جاتے کہ مدینہ طیبہ وہاں سے نظر نہ آئے۔ جتنے دن قیام رہا اتنے دن اس پر سختی سے کار بند رہے۔

۴..... قصائد قاسمی پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے بڑے عاشق رسول تھے۔ ایک دو

شعر پیش خدمت ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار

اکیلا یہ قصیدہ ایک سو اکاون اشعار پر مشتمل ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے تین حج کئے ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔ ان کی

شخصیت کا بانکپن ہر زائر کے دل و دماغ پر سایہ فگن نظر آتا ہے۔ مقبرہ قاسمی دیوبند میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۳۵

آج ہزاروں صاحب علم و فضل مدفون ہیں۔ یاد رہے کہ اس قبرستان میں سب سے پہلی قبر مبارک آپ کی بنی تھی۔ ان دنوں یہ قبرستان شہر سے باہر تھا آج تو شہر کے وسط میں آگیا ہے۔

(۷۹۸)

قمر الدینؒ (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں

”شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ روئداد و گوشوارہ آمد و صرف (یکم اپریل ۱۹۲۵ء، لغایت ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء)“ کل ہند مجلس احرار اسلام نے ”شعبہ تبلیغ“ قائم کر کے قادیانیت کے احتساب کا قادیان میں ڈول ڈالا۔ اس شعبہ تبلیغ کے مہتمم لاہور اچھرہ کا رئیس الحاج میاں قمر الدین مرحوم کو مقرر کیا گیا۔ اس شعبہ تبلیغ کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ آج اس روئداد کے ٹائٹل پر حضرت امیر شریعتؒ کو ”فاتح قادیان“ کے لقب سے ملقب پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ جھوم اٹھا۔ یہ روئداد الحاج میاں قمر الدینؒ کی مرتب کردہ ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی ہمیں سعادت نصیب ہوئی۔

(۷۹۹)

قمر الدین سیالویؒ، حضرت خواجہ

(پیدائش: جولائی ۱۹۰۶ء وفات: جولائی ۱۹۸۱ء)

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت سے اتحاد بین المسلمین کے لئے زحمت فرمائی۔ ۱۹۷۴ء میں

آپ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نہ صرف سرپرست رہے، بلکہ متعدد اجلاسوں میں شرکت فرمائی۔ آپ نے تحریک کے موقع پر راولپنڈی میں ایک سو علماء و مشائخ کا کنونشن بلا کر مشائخ کی پوری طاقت مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلڑے میں جھونک دی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ (جو مجلس عمل کے سربراہ تھے) کو اپنا پیغام بھجوایا کہ اس مسئلے کے لئے میری جان حاضر ہے۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ: ”آپ اپنی دعاؤں سے ہماری امداد جاری رکھیں۔ جب ضرورت ہوئی تو بنوری خود آپ کے ہاں حاضر ہوگا۔“ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کے جلسہ بادشاہی مسجد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۶

لاہور میں خواجہ قمر الدینؒ اور شیخ بنوریؒ جب ایک ساتھ اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک قمر ہے تو دوسرا سراج۔ چاند و سورج کے اس حسین امتزاج کو دیکھ کر دنیا نے کامیابی کی نیک فال لی۔

مولانا خواجہ قمر الدینؒ، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ کے صاحبزادہ تھے۔ تحریک پاکستان میں بڑی جانفشانی سے حصہ لیا۔ مصنف اور شاعر اور نامور عالم دین تھے۔ جمعیتہ علماء پاکستان کے ایک زمانہ میں صدر بھی رہے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔

(گ)

(۸۰۰)

گل محمد خالدؒ (پنوں عاقل)، مولانا

(وفات: ۳/ جون ۲۰۰۹ء)

تحصیل پنوں عاقل ضلع سکھر کے گاؤں ”نوراجا“ میں ایک کاشتکار ولی محمد سمیجہ کے گھر جولائی ۱۹۳۱ء میں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام گل محمد رکھا گیا۔ ناظرہ قرآن مجید، ابتدائی عربی و فارسی مڈل تک اپنے ہی علاقہ کے اساتذہ سے پڑھے۔ بعد ازاں سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا۔ جہاں سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کر کے واپس اپنے ہی علاقے میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے لگے۔ اسی اثناء میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول پنوں عاقل میں ٹیچر کے طور پر باقاعدہ آرڈر ملا اور کچھ عرصہ وہاں پر ایمانداری اور لگن سے کام کیا۔ تنظیمی طور پر ان

کا تعلق تقسیم سے قبل کا ہی مجلس احرار اسلام سے تھا۔ بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم اور مخلص کارکن کی حیثیت سے علاقہ بھر میں خدمات سرانجام دیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور نہایت جرات رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے پنوں عاقل اور گرد و نواح میں تحریک کے الاؤ کو روشن کیا۔ بالآخر گرفتاری ہوئی اور انہیں چھ ماہ قید سنائی گئی۔ پنوں عاقل سے سینٹرل جیل سکھر منتقل کیا گیا تو ان کی خوش بختی کہ ان کے قائدین یعنی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابوالحسنات قادری، سید مظفر علی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۳۷

شمسی و دیگر بھی ان دنوں تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں سینٹرل جیل سکھر میں ہی پابند سلاسل تھے۔ ان بزرگوں کی رفاقت اور وہ بھی پس دیوار زنداں اس ماحول میں مولانا گل محمد مرحوم کے شب و روز گزرے۔ پیچھے محکمہ تعلیم نے انہیں نوکری سے برطرف کر دیا۔ گھر میں فاقے پڑنے لگے کہ اپنے گھر کے واحد کفیل تھے۔ گزر بسر کے لئے اپنا آبائی رقبہ فروخت کیا گیا۔ یوں ان کے خاندان نے بے بسی کے عالم میں وقت گزارا۔ لیکن ان حالات کے باوجود اس مرد مجاہد نے حالات سے سمجھوتہ کئے بغیر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کچھ عرصہ مرکزی دفتر ملتان میں خدمات سرانجام دیں۔

(۸۰۱)

گل محمد خان دیوبندی، مولوی

مولوی گل محمد خان دیوبندی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”قادیانی کے عقائد، شریعت نبوی سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس نے اکثر عقائد اپنے تراش خراش سے ایجاد کئے ہیں، جو نہ کسی دین منزل کے موافق اور نہ کسی ضابطہ عقلی کے تحت میں داخل ہیں اور بعض عقائد یونانی دہریوں کے قواعد و اصول پر مبنی ہیں۔“

(منقول از رسالہ اشعة السنة)

(۸۰۲)

گل ناصر ندیم (آزاد کشمیر)، جناب رانا

”انگریز، کشمیر اور مرزائی“ اس نام سے جناب رانا گل ناصر ندیم کا ۱۶ صفحاتی مضمون مجلس احرار کے مرکزی مکتبہ نے آزاد کشمیر اسمبلی کے فیصلہ کے فوراً بعد شائع کر کے تقسیم کیا۔

(۸۰۳)

گلزار احمد مظاہریؒ (لاہور) ، مولانا

(پیدائش: ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء وفات: ۱۰ ستمبر ۱۹۸۶ء) حضرت مولانا گلزار احمد صاحب

مظاہریؒ، مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۸

باعمل عالم دین تھے۔ جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اتحاد العلماء کے آپ عرصہ تک سیکرٹری جنرل رہے اور مولانا محمد چراغؒ کے بعد اتحاد العلماء کے مرکزی صدر بھی رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ خوب شعلہ نوا خطیب اور بہادر انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں کا مرقع بنا دیا تھا۔ مولانا مرحوم سے ۱۹۷۴ء میں نیاز مندانہ ساتھ رہا۔ چنیوٹ اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بھی تشریف لاتے رہے اور اپنے بیان سے محظوظ فرماتے رہے۔

آپ نے منصورہ میں علماء اکیڈمی بنائی۔ عرصہ تک اس کے ڈائریکٹر رہے۔ پراچہ برادری سے تعلق تھا۔ بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ پھر لاہور منتقل ہوئے اور یہیں وصال فرمایا۔ حضرت مولانا گلزار احمد مظاہریؒ کے سات رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱..... ”قادیانی ہم مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟“

۲..... ”قادیانیت عدالت کے کٹھرے میں“

۳..... ”قادیانیوں کی سیاسی منزل“

۴..... ”سراپا غلام احمد قادیانی“

۵..... ”قادیانی آزادی کشمیر کے دشمن“

۶..... ”ربوہ سے اسرائیل تک“

۷..... ”قادیانی اور کلمہ طیبہ“

رد قادیانیت پر حضرت مرحوم کے اور رسائل بھی ہیں جو ہمیں ملے۔ وہ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کر دیئے۔

(ل) (۸۰۴)

لطف اللہ شہیدؒ (ساہیوال) ، حضرت قاری

(پیدائش: جنوری ۱۹۲۱ء شہادت: ۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی اور برصغیر کے نامور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۳۹

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ کے ایک صاحبزادہ کا نام قاری لطف اللہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مفتی صاحب اور برادر کبیر حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ سے حاصل کی۔ خیرالمدارس جالندھر میں بھی پڑھتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورہ حدیث شریف کیا۔ تقریر میں وہ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے شاگرد تھے۔ تکمیل بھی انہیں سے کی۔ قرآن مجید اور طرز خطابت ان کا اپنا تھا۔ اس میں نہ صرف انفرادیت بلکہ جدت بھی تھی۔ ذرا غور فرمائیے کہ قاری لطف اللہ، علامہ عثمانیؒ کے شاگرد اور خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے استاد تھے۔ ان دونوں حضرات کی خطابت سے حضرت قاری لطف اللہ صاحبؒ کی خطابت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا قاری لطف اللہ صاحبؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی حضرات کے رفقاء میں سے تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کی ایک تقریر کے سلسلہ میں مقدمہ کی پیشی کے لئے جاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

محترم قاری صاحبؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم رہنماؤں میں سے تھے۔ ان کی آواز کو مجلس کی آواز سمجھا جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں ان کا وجود مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان تھا۔ آپ کے بھتیجا مولانا مطیع اللہ رشیدی نے ان کے تعارف پر ایک مضمون ماہنامہ ”الرشید“ ساہیوال بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں لکھا جو پڑھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے :

قاری لطف اللہ جادو بیان مقرر، فصیح اللسان واعظ، قادر الکلام متکلم، لحن داؤدی کے مالک، قرآن کریم پڑھنے میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے متبع اور بے نظیر خطیب تھے۔ تقریر و بیان کا ملکہ آپ نے اپنے استاذ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے سیکھا۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ نے بطور خاص ان کی تربیت فرمائی تھی اور علامہ عثمانیؒ کو قاری لطف اللہ شہیدؒ پر بہت اعتماد تھا۔

جنوری ۱۹۲۱ء بمقام مدرسہ رشیدیہ رائے پور ضلع جالندھر میں ولادت ہوئی۔ حضرت قاری لطف اللہؒ کے والد استاذ العلماء فقیہ العصر حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ قدس سرہ رائے پوری مفتی اعظم پنجاب و صدر مدرس مدرسہ رشیدیہ رائے پور و جامعہ رشیدیہ ساہیوال تھے۔ مفتی فقیر اللہؒ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کے تلمیذ خاص تھے اور پنجاب کے اکابر علماء کے استاذ الكل تھے۔ آپ نے پچاس سال قرآن و حدیث و فقہ و علوم اسلامی کی خدمات سرانجام دیں اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں وصال فرمایا۔ مفتی صاحب مرحوم کی کرامت کا عینی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴۰

مشہور اور صحیح واقعہ ساہیوال میں زبان زد خلافت ہے کہ ۲۲ ماہ کے بعد آپ کی قبر کے انہدام سے جسم مبارک صحیح وسالم، حتیٰ کہ کفن بھی ٹھیک ٹھاک اور قبر کی مٹی سے خوشبو آ رہی تھی۔ جب کہ مفتی صاحبؒ کی پائنتی، حضرت شیخ فتح محمد مرحوم کی قبر کھودی جارہی تھی کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر کھل گئی اور متعدد افراد نے یہ ماجرا دیکھا۔

انہی بزرگ مفتی فقیر اللہؒ کے صاحبزادے قاری لطف اللہ مرحوم نے قرآن کریم چھوٹی عمر میں ہی حفظ کر لیا تھا۔ حافظ جان محمد صاحبؒ مشہور استاذ القرآن تھے۔ ابتدائی کتب مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں آپ نے والد ماجد حضرت مفتی فقیر اللہؒ اور مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب رائے پوری قدس سرہ (المشہور پیر جی گیارا والے) سے پڑھیں اور اپنے برادر بزرگ مولانا الحاج حافظ عبداللہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے بھی تعلیم حاصل کی۔ متوسطات کی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ خیر المدارس جالندھر حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کی خدمت میں جا داخل ہوئے۔ آپ نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل خیر المدارس جالندھر میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ سے کی۔ متوسطات کی تعلیم کے لئے آپ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچے اور مولانا عبدالرحمن مرحوم مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، مولانا عبدالشکور مرحوم اور مولانا عبداللطیف مرحوم ومغفور سے اکتساب علوم وفیوض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں جمعۃ الطلبة پنجاب کے صدر وامیر تھے۔

جمعۃ الطلبة پنجاب کا سالانہ اجتماع مفتی کفایت اللہ مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔ اس اجتماع میں قاری لطف اللہ شہیدؒ نے بھی خطاب کیا۔ علامہ عثمانیؒ نے تعریفی اور دعائیہ کلمات سے نوازا اور قاری صاحب مرحوم ایسے منظور نظر ہوئے کہ علامہ عثمانیؒ انہیں ڈابھیل اپنے ساتھ لے گئے۔ تکمیل علوم کے لئے

ڈابھیل کے جامعہ میں داخل ہوئے اور مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے مادر علمی مدرسہ رشیدیہ رائے پور سے تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور علاقہ بھر میں تبلیغی دورے کر کے ان من البیان لسحر کا ثبوت دیا اور بستی شیخاں جالندھر جامعہ مسجد میں آپ نے خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ پاکستان میں قاری لطف اللہ شہیدؒ نے اپنے استاد علامہ عثمانیؒ کی دعوت پر جمعیتہ علماء

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۴۱

اسلام کے پلیٹ فارم پر کام کا آغاز کیا۔ جب کہ ساہیوال میں ان کے بڑے بھائی مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ اور قاری لطف اللہ شہیدؒ نے جمعیتہ علماء اسلام قائم کر کے کام شروع کیا۔

عارف والا جمعیتہ العلماء کانفرنس، اوکاڑہ جہاد کانفرنس، منٹگمری تبلیغ کانفرنس اور چیچہ وطنی ختم نبوت کانفرنس میں قاری لطف اللہ شہیدؒ اور مولانا ضیاء الدینؒ خطیب اوکاڑہ کی مساعی جمیلہ کارفرما تھیں۔ بعد ازاں قاری صاحبؒ نے خود کو تنظیم اہل سنت کے لئے وقف کر دیا۔ پورے ملک میں دورے کئے اور عظیم الشان اجتماعات میں خطابات کئے اور تحفظ ختم نبوت مشن کے لئے آپ نے جو خدمات سرانجام دیں اور اپنے تن من دھن کو ختم نبوت کے لئے جس طرح پیش کیا وہ آپ ہی کا حصہ اور جذبہ تھا۔ آپ نے مولانا جالندھریؒ کے ساتھ سندھ، پنجاب کے دورے کئے۔ خصوصاً توحید و رسالت و ختم نبوت و مقام صحابہؓ و مدح اہل بیتؑ جیسے عنوانات پر آپ نے بہترین خطاب فرمایا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں آپ کو متعدد بار جیل جانا پڑا۔ منٹگمری جیل اور میانوالی جیل میں سال بھر نظر بند رہے۔ میانوالی جیل سے رہا ہو کر ابھی گھر پہنچ کر والدہ صاحبہ سے تسلیمات و دعوات لے رہے تھے اور بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اچانک گرفتار کر کے دوبارہ میانوالی جیل پہنچا دیئے گئے۔ ازاں بعد بوریوالہ تقریر کے سلسلہ میں گرفتاری ہوئی۔ اسی تقریر کی پاداش میں وٹاری تاریخ پر جا رہے تھے کہ موٹروں کی مسابقت اور مقابلہ بازی سے موٹر الٹ گئی اور بیشتر سواریاں ختم ہو گئیں۔ مولانا شیخ احمد مرحوم مہتمم مدرسہ اسلامیہ بوریوالہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی، بہاولنگر دو سال تبلیغ کا کام کیا اور مولانا فضل محمدؒ مہتمم مدرسہ کے ساتھ طوفانی دورے کئے۔ مدرسہ فاروقیہ عارف والا کی دینی درسگاہ آپ ہی کی مرہون منت ہے۔ آپ نے مسلمانان علاقہ کی بہت بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ کو چار چاند لگائے۔ بعد ازاں اہل کمالیہ نے مدرسہ نعمانیہ کے لئے آپ کو تکلیف دی۔ آپ نے اہل کمالیہ کی بھی کمال ہی خدمت کی اور مدرسہ کو فروغ دیا۔ آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانیوں میں سے تھے اور جامعہ رشیدیہ کے مبلغ اعظم، خطیب اکبر اور روح رواں تھے۔ آپ کا مزار جامعہ کے قریبی قبرستان پیر بخاری میں واقع ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۲

(۸۰۵)

لطف اللہ علی گڑھیؒ، مولانا

مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے لکھا کہ: ”جس شخص کے یہ عقیدے (مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء میں مذکور) ہیں وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج، ملحد و زندیق ہے۔ نعوذ باللہ من شرورہ“

(۸۰۶)

لطیف احمد شیروانی (ایم. اے)

آپ نے ”حرف اقبالؒ“ کے نام پر علامہ اقبالؒ کے خطبات تقاریر اور بیانات کا مجموعہ مرتب کیا جس کے حصہ دوم میں اسلام اور قادیانیت کے متعلق علامہ مرحوم کے گرانقدر خطوط، مقالات و خطبات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ حصہ چھبیس صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸۰۷)

لعل شاہ دوالمیالویؒ، مولانا سید

(پیدائش: ۱۸۲۷ء وفات: ۱۹۴۷ء) دوالمیال ضلع چکوال میں معروف قصبہ ہے۔ کاظمی سادات کے گھرانہ میں فرد فرید مولانا سید لعل شاہؒ پیدا ہوئے۔ بھیرہ، پشاور، لاہور سے دینی تعلیم مکمل کی۔ چشتی سلسلہ کے بزرگ خواجہ محمد میرویؒ سے خلافت حاصل کی۔ دوالمیال قادیانیوں کی

زد میں تھا۔ آپ ان کے خلاف تحریر و تقریر منبر و محراب سے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو ایک مسجد کے سلسلہ میں قادیانیوں کے خلاف اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان سے فیصلہ لیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو دوالمیال میں قاضی فضل احمد گورداسپوریؒ اور آپ کا قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ ماہنامہ تائید الاسلام لاہور مئی ۱۹۲۴ء میں کارروائی شائع ہوئی۔ عبدالرحمن خادم معروف بدزبان قادیانی مناظر سے ۱۹۳۲ء میں آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ آپ کی مسجد میں فقیر راقم کو بار بار بیان کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(م)

(۸۰۸)

مالک کاندھلوی (لاہور) ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۲۵ء وفات: ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی بہت بڑے عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد جامع العلوم بہاول نگر اور پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار خان میں آپ پڑھاتے رہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد ادیس کاندھلوی جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو مولانا محمد مالک کاندھلوی کو والد گرامی کی مسند حدیث پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں بطور شیخ الحدیث کے لایا گیا۔ آپ نے اپنے والد گرامی مرحوم کی نیابت کا حق ادا کر دیا۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی خوب صاحب علم شخصیت تھے۔ علمی وقار کے ساتھ ساتھ بہت باغ و بہار طبیعت پائی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر آپ اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی جامعہ اشرفیہ کے ”شیخین“ تشریف لاتے تھے۔ جس اجلاس میں شرکت فرماتے اس اجلاس کی بہاریں بھی جو بن کو چھونے لگ جاتیں۔

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ جسے قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا۔ تب مولانا محمد مالک کاندھلوی اسلامی نظریاتی

کونسل کے رکن رکین تھے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت میں اہل اسلام کی طرف سے قادیانی مؤقف کے خلاف نمائندگی کرتے ہوئے ایک وقیع بیان جمع کرایا۔ جسے بعد میں کتابی شکل میں جولائی ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے:

”قادیانی غیر مسلم اقلیت بن کر رہیں یا اسلام قبول کریں“ فقیر کی سعادت مندی ہے کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۴۴

(۸۰۹)

ماہر القادریؒ (کراچی)، جناب

(ولادت: جولائی ۱۹۰۷ء وفات: مئی ۱۹۷۸ء)

معروف صحافی جناب ماہر القادری ایڈیٹر ”ماہنامہ فاران“ کراچی کو لاہوری مرزائیوں نے چند پمفلٹ بھیجے جس کا انہوں نے ان کا جواب اپنے رسالہ ”فاران“ میں ”قادیانیت“ کے عنوان پر بالاقساط تحریر کیا۔ اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمن شاہ صاحبؒ نے فیصل آباد سے شائع کیا۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۱۰)

مبارک علی شاہ ہمدانیؒ (قصور)، جناب سید

(پیدائش: ۲۳/مارچ ۱۸۹۵ء وفات: ۱۰/جنوری ۱۹۵۳ء)

مولانا سید عبدالحق قصوریؒ کے صاحبزادے مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانیؒ تھے۔ آپ نے اپنے والد، مولانا محمد دین خوشابیؒ اور مولانا سید امانت علیؒ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولوی فاضل، منشی و ادیب فاضل کے امتحان پاس کئے۔ مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانیؒ، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ہمعصر تھے۔ سادات ہمدانیہ جو قصور و خیر پور ٹامیوالی میں آباد ہیں سید مبارک علی شاہ صاحبؒ ان کے جد اعلیٰ تھے۔

• ۱..... ”مرزا قادیانی کی بد زبانی“

• ۲..... ”مرزائیوں سے چند سوالات“

• ۳..... ”مسلمانان عالم مرزائیوں کی نظر میں“

یہ تینوں رسائل حضرت مولانا سید مبارک علی ہمدانی قصوریؒ کے مرتب کردہ ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اشاعت پذیر ہوئے۔

(۸۱۱)

مجتبیٰ رازی رامپوریؒ، مولانا

۱۹۲۹ء کے نصف آخر میں انچولی میرٹھ میں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ سنبھلی لکھنؤی ایسے مناظرین اسلام جن کا وجود اس دھرتی پر حجة اللہ کا درجہ رکھتا تھا جو صحیح معنی میں آیات من آیات اللہ تھے۔ ان حضرات نے اس مناظرہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کی۔ قادیانی مناظر مجاہد نامی جو الفضل قادیان کا ایڈیٹر بھی تھا۔ اس نے اپنی ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے الفضل ۵ نومبر ۱۹۳۳ء میں اس مناظرہ کی رپورٹنگ میں دجل و تلبیس سے کام لیا۔ جس کی جواب دہی کے لئے مولانا محمد مجتبیٰ رازی رامپوریؒ نے قلم اٹھایا اور الفضل کے اس نوٹ کا یہ جواب لکھا۔ ”السقر لمن کفر، الملقب بہ فتوحات محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ“ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں تیراسی سال بعد اس کی اشاعت ثانی پر اللہ تعالیٰ کی عنایت و توفیق پر سجدہ شکر بجا لاتے ہیں۔

(۸۱۲)

مجیب الرحمن شامی حفظہ اللہ (لاہور)، جناب

پاکستان کے ممتاز اہل قلم، نامور صحافی جناب مجیب الرحمن شامی حفظہ اللہ نے ”قومی ڈائجسٹ“ کا ”قادیانیت نمبر“ شائع کیا۔ اس کی مانگ و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کو چند ہفتوں میں کئی

ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ کسی بھی قومی پرچم کی اتنی اشاعت نہیں جتنی اس نمبر کی ہوئی۔ یہ ایک ریکارڈ ہے۔ اس کے لائبریری ایڈیشن کے دیباچے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ: ”اس ایڈیشن کے شائع ہوتے ہی مجھے حج کا بلاوا آگیا۔“ جسے وہ اس نمبر کی مقبولیت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس پر ملک میں ایک بار پھر مرزائیت کا موضوع بڑی شدومد سے زیر بحث آیا۔ جناب شامی صاحب حفظہ اللہ نے اپنے ماہانہ جریدہ ”قومی ڈائجسٹ“ کی ایک اشاعت قادیانیت کے لئے خاص کر دی۔ جس میں مرزا قادیانی کا بچپن بھولاپن، جوانی دیوانی، بڑھاپا سیاپا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۳۶

عنوان قائم کر کے ۸۲ ذیلی عنوانات پر پروفیسر الیاس برنیٰ کا مرتب شدہ مواد شائع کیا۔ زمین کی حسرت، زر کی محبت، زن کی قیامت کا عنوان قائم کر کے ۶۳ ذیلی عنوانات پر مواد جمع ہے جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ تعلقات کا عنوان قائم کر کے محبتیں، نفرتیں، منتیں، خوشامدیں، الامان، پیشین گوئیاں کے عنوانات سے ۱۸ صفحات کی بحث کی ہے۔

سیاست کے عنوان کے تحت انگریز سے وفاداری، ملت سے غداری، مسلمانوں سے الگ تھلگ کے عنوانات پر ۵۲ صفحات کی بحث ہے۔ کفریات مرزا کا عنوان قائم کر کے ۸۷ ذیلی عنوانات کے تحت مرزائیت کی کتب کے حوالہ جات ایسی خوبصورتی سے ۲۴ صفحات پر جمع کر دیئے ہیں جس سے مرزائیت کے صحیح خدوخال آشکارا ہو گئے ہیں۔ ناپاک جسارت کے عنوان سے تحریف معنوی و لفظی پر متعدد مضامین شامل کر دیئے گئے ہیں۔ آخری ستر صفحات مرزائیت کی اونچ نیچ کو سمجھانے کے لئے وقف کر دیئے گئے ہیں۔

شامی صاحب نے لائبریری ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نمبر اتنا ضخیم ہوا کہ اس کی کوئی مثال کم از کم جریدے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۸۱۳)

محب اللہ شاہ راشدی (حیدرآباد)، جناب پیر

حضرت مولانا پیر محب اللہ شاہ راشدی جانشین سادس خانقاہ جھنڈا شریف نزد نیو سعید آباد ضلع حیدرآباد کا مرتب کردہ رسالہ ”کیا عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے؟“ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴ پر ”ولادت مسیح علیہ السلام“ کا عنوان قائم کر کے تفسیر ثنائی مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے

صفحہ ۳۷ تا ۳۸ سے کو جمع حاشیہ کے نقل کر دیا گیا ہے۔ مولانا محب اللہ نے اسے نومبر ۱۹۸۹ء میں مرتب کیا۔ لیکن اس کی اشاعت مئی ۲۰۰۳ء میں ہوئی اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں مکمل اشاعت ہے۔

(۸۱۴)

محمد عبید اللہ سبحانی واعظ، مولانا مفتی

”کارزار قادیان“ یکم اپریل ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ اولاً شائع ہوا۔ حضرت مولانا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۴۷

مفتی محبوبؒ سبحانی واعظ کا مرتب کردہ ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کا یار غار مولوی محمد علی لاہور کے درمیان ۸۵ زبردست اصولی اختلافات اس میں قلمبند کئے گئے۔ خوب معرکۃ الآراء چیز ہے۔ ستر سال قبل شائع شدہ رسالہ کا احتساب قادیانیت میں شائع ہونا ہم مسکینوں پر فضل ایزدی ہے۔
فالحمد للہ!

(۸۱۵)

محمد بن عبد اللہ السبیلؒ (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ

امام مسجد الحرام بیت اللہ شریف جناب فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ سبیلؒ جو شؤون الحرمین شریفین کے وزیر بھی تھے۔ آپ نے ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین والمرسلین“ کے عنوان پر حرم شریف میں خطبہ دیا جسے بعد میں ۲۴ صفحات کے رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ قادیانیت کے فتنہ کے استیصال کے لئے جناب موصوف کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۸۱۶)

محمد بن یوسفؒ الکافی دمشقی، الشیخ

موصوف نے ۱۳۵۱ھ میں ”بیانات کافیہ فی ضلال الاحمدیۃ القادیانیۃ“ کتاب شائع کی جس کے ۲۸۸ صفحات ہیں۔ رد قادیانیت پر یہ کتاب دمشق شام سے شائع ہوئی۔ اس کے کل ۱۰۸ بیانات (عنوانات) ہیں۔ جلال الدین شمس مرزائی نے دمشق میں چند عربی کتابوں سے عربوں کو مغالطہ دینا چاہا تو اس کی بیخ کنی کے لئے قدرت نے شیخ محمدؒ کو توفیق مرحمت فرمائی جس کے باعث مرزائی شام

میں خلاف قانون قرار پائے۔ اس میں رد قادیانیت کے تمام مباحث بالخصوص حیات عیسیٰ علیہ السلام و کذب مرزا پر خوب بحث کی ہے۔

(۸۱۷)

محمد شاہؒ (لوئر پکھل)، جناب قاری سید

موصوف لوئر پکھل مانسہرہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ وفاق المدارس کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۳۸

فارغ التحصیل اور بہت ہی ایثار پیشہ عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمتوں سے انہیں مالا مال فرمائیں۔

(۸۱۸)

محمد شاہؒ (میانوالی)، مولانا

مولانا محمد شاہ صاحبؒ بہت ہی کڑے جی کے بہادر انسان تھے۔ پہلے مجلس احرار پھر مجلس تحفظ ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم کے دست و بازو تھے۔ انتہائی زیرک اور علم و حلم والی شخصیت تھے۔

(۸۱۹)

محمد لدھیانویؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۳۰ء وفات: ۱۹۰۳ء)

مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے ہاں گاؤں بلیاوال لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم گھر پر اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ستلانہ علاقہ پٹیالہ میں روپوش رہے۔ پھر کانپور کے ایک مکتبہ میں تصحیح کا کام بھی کیا۔ عظیم آباد پٹنہ میں رہے اور عرصہ تک ایک مسجد میں طلباء کو پڑھاتے رہے۔ لدھیانہ واپسی پر گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ بعد رہا ہو گئے۔

مرزا قادیانی ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے جو براہین احمدیہ پڑھ چکے تھے انہوں نے لوگوں کو کہا کہ مرزا مجدد نہیں بلکہ ملحد و زندقہ ہے۔ اس کی پوری روئداد فتویٰ قادریہ میں موجود ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۲ میں بھی درج کیا ہے۔ ان علمائے لدھیانہ کا ایک اشتہار رئیس قادیان ص ۴۰۷، ۴۰۸ پر نقل ہوا جو یہ ہے:

علماء لدھیانہ نے ایک اشتہار بعنوان ”الحق یعلو ولا یعلیٰ“ شائع کیا۔ جس میں حمد و صلوة کے بعد لکھا: ”مرزا غلام احمد قادیانی اس مضمون کے اشتہار شائع کر رہے ہیں کہ عیسیٰ موعود میں

چمنستان ختم نبوت کے گل بائے رنگارنگ ۱۴۳۹ ہوں۔ مولوی محمد اور مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز وغیرہ مجھ سے گفتگو کر لیں۔ اس کے جواب میں التماس ہے کہ ہم نے ۱۳۰۱ھ میں فتویٰ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات مکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین شریفین لکھ چکے ہیں کہ یہ شخص اور اس کے ہم عقیدہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل نہیں اور ہمارا یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں وہ شرعاً کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مناظرہ کے لئے کسی رئیس شہر مثلاً شہزادہ نادر صاحب یا خواجہ احسن شاہ یا کسی اور رئیس کا مکان تجویز کر کے ہمیں یہ تحریری اطلاع دیں کہ فلاں مقام پر آکر ہم سے مناظرہ کر لیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک قادیانی صاحب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہذا ان کو سب سے پہلے اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا اور اگر انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت کر دکھایا تو پھر ان کے عیسیٰ موعود ہونے پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی بوجہ علمی بے بضاعتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکیں تو اپنے متبعین کو ساتھ لے کر میدان مناظرہ میں آئیں اور اگر مریدوں کی نصرت و یاری کافی نہ ہو تو پھر ان اہل علم حضرات کو ساتھ لے کر میدان مباحثہ میں تشریف لائیں جو ان کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے جلسہ اولیٰ میں مبادیات بحث طے کی جائیں گی۔ اس کے بعد اصل موضوع پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی کو اپنا اسلام ثابت کرنے میں دشواری ہو تو ہم ان کی خدمت میں نہایت آسان طریقہ پیش کرتے ہیں، اس کو اختیار کر لیں۔ اس میں ان کا ایک حبیہ بھی خرچ نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے خرچ پر ہمارے ساتھ مکہ معظمہ یا قسطنطنیہ چلے چلیں اور وہاں دریافت کریں کہ جس شخص کے یہ عقیدے ہوں وہ تمہارے نزدیک دائرہ اسلام میں داخل ہے یا خارج؟

اگر مرزا قادیانی کو یہ پابندی شرائط مباحثہ کرنا منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر گفتگو کر لیں اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی منظور نہ ہو تو لازم ہے کہ اپنے عقائد کفریہ سے تائب

ہوں اور اپنی توبہ کا اعلان کر دیں۔ الغرض ہماری تحریرات قدیمہ و جدیدہ کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ شخص مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں جو اس کے معتقد یا پیرو ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں صراحۃً مذکور ہیں۔ جب ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا تھا تو لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ لیکن خدائے قدوس نے ہمارے فتویٰ کی صداقت خود مولوی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۵۰

محمد حسین بٹالوی کی تحریروں سے ظاہر کر دی جو ان ایام میں قادیانی کے سب سے بڑے معاون تھے اور ہماری طرح علماء مکہ معظمہ نے بھی بالاتفاق قادیانی کو کافرو بے دین قرار دیا۔ اب وہ باشندگان لدھیانہ، جو مرزا قادیانی سے حسن اعتقاد رکھتے ہیں یا وہ لوگ جو مرزا قادیانی کے کفر و ارتداد میں متردد ہیں۔ مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آئیں اور گفتگو کرائیں۔ “المشتہرین: مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز، ساکنین لدھیانہ، مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

(۸۲۰)

محمد مدنیؒ (گجرات)، مولانا

مولانا محمد مدنیؒ نے ایک رسالہ ”مرزائی کافر کیوں؟“ تحریر فرمایا جسے انجمن تبلیغ اسلام جامع مسجد محمدی (روٹی والی) گجرات نے شائع کیا۔

(۸۲۱)

محمد منشاء (مروٹ ضلع بہاولنگر)، مولانا

(وفات: ۲۵ جون ۱۹۹۲ء)

تحفظ ختم نبوت اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے اس قافلہ میں علاقہ مروٹ تحصیل فورٹ عباس کے حضرت مولانا محمد منشاءؒ کا نام بھی آتا ہے۔ حضرت نے ۱۳۸۴ھ میں دورہ حدیث کیا۔ حضرت مفتی عبدالخالقؒ، قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، نائب امیر جمعیت حضرت مولانا محمد شریف وٹو مچن آبادیؒ، حضرت مولانا قطب الدینؒ جیسے مشہور

اساتذہ کرام سے کسب فیض حاصل کیا۔ دورۂ تفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کیا۔ ۱۹۸۰ء میں قصبہ مروٹ میں مدرسہ جامعہ حمادیہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت یہاں پر قادیانیوں کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں کی مسجد میں مسلمانوں کی جماعت پہلے ہوتی تھی۔ بعد میں قادیانیوں کی جماعت ہوتی تھی۔ مولانا منشاءؒ نے گاؤں میں جا کر لوگوں سے قادیانیوں کا کفر اور ارتداد بتایا اور بڑے جرأت مندانہ انداز سے ان کو مسجد سے نکالا۔ پھر اسی گاؤں میں انہوں نے اپنا عبادت خانہ بنانے کی کوشش کی اور اس کا نام مسجد رکھنا چاہا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۵۱

حضرت کی کوششوں سے ان کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔ حضرت کے تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے خدمات میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ جس میں حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، حضرت مولانا قاضی اللہ یار خان تشریف لائے۔

۱۹۸۹ء میں شیزان بوتل کا ٹرک ایک ڈیلر لے کر آیا۔ حضرت نے اسے سمجھایا کہ اسے واپس کر دیا جائے کہ یہ قادیانیوں کی بوتل ہے۔ اس نے چون و چرا شروع کر دی۔ حضرت نے خود ٹرک پر چڑھ کر وہ بوتلیں توڑنا شروع کر دیں۔ پھر وہ منت سماجت کر کے ٹرک واپس لے گیا۔ آج تک شیزان مروٹ میں دوبارہ نہیں آئی۔ ۱۹۸۹ء کی ہی بات ہے مسلمانوں کے ایک قبرستان میں قادیانیوں نے اپنا مردہ دفن کر دیا۔ حضرت نے گاؤں سے بات کر کے تھانہ میں اطلاع دے کر اس مردہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکلوا دیا۔ غلہ منڈی مروٹ میں قادیانی کی اڑھت کی بولی سارے اڑھتیوں سے مل کر بند کروائی۔ اللہ رب العزت ان کی خدمات کو اپنے دربار میں قبولیت عطاء فرمائیں۔

(۸۲۲)

محمد نوشہرویؒ (خوشاب)، جناب میاں

جناب حضرت مولانا میاں محمد نوشہرویؒ کا رسالہ ”اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح)“ ہے جو انتہائی عقلی و نقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ ایک خوبصورت قابل ستائش و لائق تحسین دستاویز ہے۔ ۱۹۵۳ء سے پہلے کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نوشہرویؒ کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔

۱..... ”قرآن اور مرزا قادیانی“

۲..... ”حدیث اور مرزا قادیانی“

۳..... ”مرزا قادیانی اور سچائی“

یہ تینوں رسائل دستیاب نہ ہو سکے۔ خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہوگا اور اب ایک رسالہ ”اخلاق اور مرزا قادیانی“ احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۵۲

(۸۲۳)

محمدی بیگم رحمۃ اللہ علیہا (لاہور)، محترمہ

(وفات: ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء)

معروف مسلمان خاتون، جن کے متعلق ملعون قادیان نے کہا کہ اس کا میرے ساتھ آسمانوں پر نکاح ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کے کرم کے فیصلے کہ مرزا قادیانی ترستے ترستے اور مرتے مرتے، مر گیا۔ محمدی بیگم اس کے نکاح میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ آئی۔ مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہوا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے اٹھاون سال بعد تک محمدی بیگم زندہ رہیں اور آخر وقت تک مسلمان رہیں۔ سنا ہے کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے تھے کہ محمدی بیگم کا وجود اسلام کی حقانیت کی اس دور میں دلیل تھا کہ شیطانوں کی تمام ابلیسی چالوں کے باوجود وہ اسلام پر پختہ رہیں۔ لاہور کے میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

(۸۲۴)

محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۲۴ء وفات: ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی حزب الاحناف جامع مسجد لاہور کے خطیب، ماہنامہ رضوان کے ایڈیٹر، دارالعلوم حزب الاحناف کے استاذ الحدیث تھے۔ مولانا ابوالبرکات قادری کے جانشین تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے

امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ تھے اور اس کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے یہ ایک رسالہ ”فتنہ قادیانی“ شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۸۲۵)

محمود الملاح رحمۃ اللہ علیہ، جناب علامہ

آپ نے ”النحلة الاحمدية وخطرہا علی الاسلام“ نام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۵۳

سے ۹۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۵۵ء میں کتاب لکھی۔ بغداد سے شائع ہوئی۔ رد قادیانیت پر عربی میں عمدہ دستاویز ہے۔

(۸۲۶)

محمود الصوافؒ، جناب محمد

موصوف معروف عرب سکالر ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کی دعوت پر خطبات ارشاد فرمائے۔ بعدہ ان کو ”المخططات الاستعمارية لمكافحة اسلام“ کے نام سے ۳۶۶ صفحات پر مشتمل کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا۔ یہ عربی میں کتاب ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

(۸۲۷)

محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا

(پیدائش: ۱۸۵۱ء وفات: ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

دیوبند مقبرہ قاسمی میں حضرت نانوتویؒ کے قدموں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی قبر مبارک ہے۔ دیوبند میں ایک بزرگ عالم دین جن کا نام مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ تھا۔ حق تعالیٰ نے انہیں دینی و دنیاوی وجاہتوں سے نوازا تھا۔ دیوان حماسہ، دیوان متنبی، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شروح تسہیل الدراسة، تسہیل البیان، عطر الوردہ، اور الارشاد کے نام سے

تحریر فرمائیں۔ اس سے ان کے عربی ادب کے ذوق عالی کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان کی دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادہ کا نام محمود حسنؒ تجویز ہوا، جو بمقام بریلی پیدا ہوئے (کہ ان دنوں آپ کے والد ملازمت کے سلسلہ میں اہل و عیال سمیت یہاں پر مقیم تھے) محمود حسنؒ چھ سال کے ہوئے تو قرآن مجید کی بسم اللہ کرائی گئی۔ میاں جی عبداللطیف صاحبؒ سے قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی کتب پڑھیں۔ فارسی کتب کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا مہتاب علیؒ سے پڑھیں۔ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو دیوبند میں عربی مدرسہ کا قیام حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت حاجی عابد حسینؒ نے کیا تو یہی طالب محمود حسنؒ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم قرار پائے۔ کل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۵۴

۲۱۔ طالب علم تھے جن سے دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا۔ پہلا سبق طالب علم محمود حسنؒ نے استاذ ملا محمودؒ سے پڑھا۔ تعلیمی سال کے اختتام یعنی امتحان تک ۷۸ طالب علم ہوئے تھے۔ طلبہ کی کثرت ہوئی تو حضرت نانوتویؒ کے استاذ زادہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صدر مدرس کے طور پر تشریف لائے۔ ۱۲۸۴ھ میں مولانا محمود حسنؒ نے مختصر معانی وغیرہ کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ کو مشکوٰۃ شریف مکمل کی۔ ۱۲۸۶ھ کو حدیث و دیگر کتب حضرت نانوتویؒ سے پڑھیں۔ حضرت نانوتویؒ سے آپ کے پڑھنے کا انداز یہ تھا کہ جہاں حضرت نانوتویؒ تشریف لے جاتے حضرت مولانا محمود حسنؒ آپ کے ہمراہ ہوتے۔ میرٹھ، دہلی، دیوبند غرض سفر و حضر میں سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ ۱۲۸۹ھ میں آپ مکمل حدیث کی کتب اور تکمیل کی کتب سے فارغ ہو گئے اور اسی سال ہی معین مدرس کے طور پر آپ نے اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ ۱۲۹۲ھ میں باقاعدہ مدرس چہارم کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ آپ کے والد گرامی نہیں چاہتے تھے کہ مدرسہ سے آپ تنخواہ لیں، لیکن مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر آپ نے انکار نہ کیا۔ اسی زمانہ میں اہتمام حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ کے پاس تھا جو سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ وقت تھے۔ اس دور میں مدرس چہارم کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہانہ تھی جو آپ نے لینی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں قدوری، قطبی پڑھانا بھی غنیمت تھا۔ لیکن طلباء کو آپ نے بڑی بڑی کتابیں بھی پڑھائیں۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف پڑھائی۔ ۱۲۹۵ھ میں بخاری شریف آپ نے پڑھائی۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ آپ حج پر تشریف لے گئے۔ اسی سفر میں حضرت نانوتویؒ کے فرمانے پر حضرت نانوتویؒ کے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ مجددی نے جو ان دنوں مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے آپ کو سند حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتویؒ کا، ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

کا وصال ہوا تو حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ کو جو فنون کے امام مانے جاتے تھے۔ مدرس اول مقرر کیا۔ ۱۳۰۵ھ میں وہ بھوپال تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ صدر مدرس قرار پائے۔ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۹ھ تک تینتیس سال کا عرصہ آپ دارالعلوم ایسے ادارہ کے صدر المدرسین رہے۔ کل پڑھانے کا دور شمار کیا جائے وہ تو نصف صدی کو محیط ہوگا۔ حضرت گنگوہیؒ سے باصرار و بتکرار عرض کیا کہ دارالعلوم میں بغیر مشاہرہ کے میری خدمات کو قبول فرمایا جائے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اجازت نہ دی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ نے مشاہرہ لینا بند کر دیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۵۵

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا وجود اہل ہند کے لئے انعام الہی تھا۔ بیک وقت آپ نے درس و تدریس کے علاوہ تحریک آزادی کے لئے بھی کام کیا۔ کانگریس کی تحریک آزادی، جمعیت علماء ہند، تحریک ترک موالات، تحریک ریشمی رومال سے لے کر مالٹا کی قید و بند تک کی آپ کی گرانقدر مجاہدانہ سرگرمیوں کو کوئی مؤرخ کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ آپ ۸ جون ۱۹۲۰ء کو سالہا سال کی قید سے رہائی کے بعد ہند میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنے استاذ کے قدموں میں محو استراحت ہوئے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ دیا: ”جن مسائل کو قادیانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان کو بلا شک نصوص قرآن و حدیث رد کر رہی ہیں اور وہ باجماع المسلمین مردود ہیں۔ جاہل یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہو سکتا۔“

(۸۲۸)

محمود علیؒ (کپور تھلہ) ، جناب پروفیسر محمد

پروفیسر سید محمود علی صاحبؒ کا مرتب کردہ ایک رسالہ ہے۔ لاہوری مرزائی جماعت کے گرو مولوی محمد علی لاہوری ایم۔ اے نے ”ہمارے عقائد اور ہمارا کام“ کے نام پر رسالہ مرتب کر کے تقسیم کیا۔ جہاں اور حضرات کو یہ رسالہ بھجوا یا ہو گا وہاں سید محمود علی صاحبؒ کو بھی یہ رسالہ بھجوا یا۔ آپ نے اس پر محاکمہ قائم کیا تھا جو ”احمدیہ اسلامی محاکمہ“ کی شکل میں شائع ہوا۔ پروفیسر سید محمود علیؒ ، رندھیر کالج کپور تھلہ سے ریٹائرڈ تھے۔ آپ نے ستمبر ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ رسالہ کیا ہے مرزا قادیانی کے متبعین لاہوریوں کی تردید میں تیر بہدف نسخہ، اتنا

شستہ اور دلنشیں انداز کہ جی خوش ہو جائے۔ ستر سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں اشاعت کی سعادت پر دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا ہے۔ فالحمد لله تعالیٰ !

(۸۲۹)

محمودؒ، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: فروری ۱۹۱۹ء..... وفات: ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

مولانا مفتی محمودؒ کا تعلق افغان قبیلہ ناصر سے تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۵۶

خلیفہ محمد صدیقؒ تھا۔ مولانا محمد صدیق صاحبؒ کا تعلق خانقاہ موسیٰ زئی شریف اور خانقاہ پنیالہ کے حضرات سے تھا۔ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالعلیم صاحبؒ کے آپ خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا خلیفہ محمد صدیقؒ کے گھر پنیالہ میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ فروری ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے قرآن مجید، فارسی اپنے والد گرامی سے جب کہ پنیالہ مڈل سکول سے ۱۹۳۳ء میں مڈل پاس کیا۔ سکول کی اتنی تعلیم کے بعد اباخیل مولانا عبدالعزیز شاہؒ سے تین سال پڑھتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ پنیالہ میں اپنے والد گرامی، مولانا شیر محمدؒ اور مولانا غلامؒ فاضل دیوبند سے ہدایہ تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے۔ مولانا عجب نورؒ، مولانا سید محمد میاںؒ، مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ، مولانا عبدالرحمن روپڑیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد آپ نے عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ایک مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر اباخیل کے مدرسہ میں منتقل ہو گئے۔ اباخیل میں مولانا عبدالعزیز شاہ صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز شاہؒ خانقاہ پنیالہ کے صاحبزادگان میں سے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت دوست محمد قندھاریؒ سے مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز شاہؒ نامور عالم اور پیر طریقت تھے۔ وہ خانقاہ پنیالہ سے اباخیل بنوں میں منتقل ہوئے۔ یہاں حضرت مفتی صاحبؒ پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ بیعت بھی ہوئے اور آپ کو ان سے اربعہ سلاسل میں خلافت بھی ملی۔

حضرت مفتی صاحبؒ اباخیل مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے کہ استاذ و مرشد مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے حکم پر عبد الخیل ڈیرہ اسماعیل خان کی مسجد کی امامت اختیار فرمائی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبدالخالقؒ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند اور بانی دارالعلوم کبیر والا ان دنوں قاسم العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا عبدالخالق صاحبؒ بخاری

شریف اور مفتی محمود صاحبؒ مسلم شریف پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ کے کبیر والا چلے جانے کے بعد آپ صدر المدرسین اور جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور پھر مہتمم بھی رہے۔ یہاں ایسے تشریف لائے کہ زندگی کے آخری سانس تک یہاں سے تعلق منقطع نہیں ہوا۔

مولانا سید حامد میاںؒ، مولانا محمد موسیٰ خانؒ، مولانا محمد رمضانؒ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۵۷

(میانوالی)، مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا عبدالقادر آزادؒ، مولانا قاری محمد حنیف ملتانیؒ، مولانا نور محمدؒ (وانا)، مولانا محمد اکبر خانؒ شیخ الحدیث قاسم العلوم، مولانا عبدالکریم قاسمؒ، مفتی سید محمد انور شاہؒ، مولانا در محمدؒ (بلوچستان)، مولانا فضل الرحمن ایسے نامور سینکڑوں علماء و مشائخ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ بنیادی طور پر جمعیت علماء ہند کے حضرات سے وابستہ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ میں قائم ہوئی۔ علامہ شبیر احمدؒ اس کے سربراہ مقرر ہوئے۔ جمعیت علماء اسلام بنیادی طور پر مسلم لیگ کی ہمنوا تھی۔ پاکستان بننے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۹۴۹ء ملتان میں علماء کرام کا اجلاس طلب کیا۔ جمعیت علماء اسلام کا احیاء کرنا چاہتے تھے۔ قضا و قدر کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔

پھر دسمبر ۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ملتان میں جمعیت علماء اسلام کے احیاء کے لئے اجلاس منعقد کیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ صدر اور مولانا احتشام الحق تھانوی ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں تحریک ختم نبوت چلی جس کے باعث جمعیت علماء اسلام کا کام پھر رک گیا۔ پھر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ملتان میں علماء کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں پانچ سو سے زیادہ علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ اس میں حضرت عثمانی صاحبؒ کی جمعیت علماء اسلام کے ذمہ داران جیسے حضرات مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایسے حضرات بھی شریک تھے۔ اسی اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کو امیر، مولانا مفتی محمودؒ کو نائب امیر اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو مرکزی ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد جمعیت علماء اسلام نے پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ اس میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے

وجود گرامی کو بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ وفاق المدارس کی تنظیم میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ دنیا جانتی ہے۔ پاکستان کو اسلامی نظام دینے، اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل، تحریک نظام مصطفیٰ میں حضرت مفتی صاحبؒ کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آپ نے سرحد کی وزارت اعلیٰ کے دور میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلی تحریک جس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے حصہ لیا۔ وہ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کی تحریک تھی جو خالصتاً ایک دینی و مذہبی تحریک تھی۔ جس میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۵۸

ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام نے حصہ لیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ناموس رسالت کی خاطر اس تحریک میں تقریباً ایک سال پس دیوار زنداں رہ کر سنت یوسفی پر عمل کیا۔ آپ کو ایک سال کی سزا ہوئی۔ آپ نے قریباً سات ماہ جیل میں گزارے۔ اس تحریک کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور دیگر حضرات کی طرح پاکستان میں سرگرم عمل ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

اس تحریک میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ پہلی صف کے قائدین میں شامل تھے۔ پوری تحریک میں آپ کا وجود، جسم میں روح کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر کام میں آپ پیش پیش تھے۔ تحریک کی قیادت کا سہرا محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے سر تھا۔ مگر قومی اسمبلی میں تحریک کا معرکہ مفتی صاحبؒ لڑ رہے تھے۔ مفتی صاحبؒ کے لئے دن رات کا چین دور ہو گیا تھا اور مسلسل شب و روز کی محنت سے تحریک کے اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ عامۃ المسلمین سے رابطہ رکھتے اور لاکھوں کے اجتماعات سے خطاب بھی فرماتے۔ علماء وقانون دانوں سے مشورہ بھی کرتے اور سرکاری وغیر سرکاری لوگوں کے احساسات کو بھی مدنظر رکھتے۔ پھر بات یہاں تک ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے پیشوا مرزا ناصر پر بھی گرفت کرتے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے اس موقع پر اسمبلی کے اندر اور باہر جس محنت اور تدبیر سے یہ معرکہ لڑا وہ حقیقتاً مفتی صاحبؒ ہی کا حق تھا اور بلاشبہ اس پر وہ پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس تحریک کی ابتداء ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن کے واقعے سے ہوئی تھی۔ جہاں قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کو پیٹا اور زبردست تشدد کیا۔ اس پر ملک بھر میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا اور قادیانی ہنگاموں اور جلوسوں سے تنگ آکر چھپتے پھرنے لگے۔ مگر جب تحریک قابو سے باہر ہوتی ہوئی نظر آنے لگی تو حکومت اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں لے گئی۔ چنانچہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے ایوان میں حزب اختلاف کے جن ۳۷ ارکان نے قرارداد پیش کی ان میں مفتی صاحب^۲ کا نام سرفہرست تھا۔ قرارداد کے بعد اس مسئلہ کے حل کے لئے اسمبلی کے اجلاس میں ایک ”رہبر کمیٹی“ تشکیل دی گئی۔ قادیانیوں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۵۹

نے وزیر اعظم سے درخواست کی کہ اسمبلی میں ہمارا موقف بھی سنا جائے۔ چنانچہ مرزا ناصر اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کو طلب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے روبرو حزب اختلاف کی ترجمانی کا شرف حضرت مفتی صاحب کو عطاء فرمایا۔ مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی میں قادیانیوں پر جرح اور امت مسلمہ کے موقف کو ایسے طور پر پیش کیا کہ دوست و دشمن آپ کی خداداد صلاحیتوں کے معترف ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے اس تحریک میں وہ کام لیا کہ آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ رحمت کائنات ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے وقف ہو گیا۔ آپ نے قومی اسمبلی میں قادیانی و لاہوریوں کے محضر ناموں کے بعد جب جواب کے طور پر امت مسلمہ کا تحریری موقف پیش کیا تو ایوان اسمبلی کے در و دیوار جھوم اٹھے۔ ۷ ستمبر کو اسمبلی نے فیصلہ سنانا تھا۔ چنانچہ ۴ ستمبر کی صبح کو مسٹر بھٹو نے مولانا مفتی محمود سمیت سب کمیٹی کے چھ ارکان کو پرائم منسٹر ہاؤس بلایا جہاں دو گھنٹے کی مسلسل گفتگو کے باوجود بنیادی نقطہ نظر پر اتفاق رائے کی صورت پیدا نہ ہوئی۔

تاریخی فیصلہ

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ہماری تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے شہیدان ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ہماری قومی اسمبلی نے اپنی تاریخ میں پہلی بار ملی امنگوں کی ترجمانی کی اور عقیدہ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ اس روز دستور کی دفعہ ۲۶۰ میں اس تاریخی شق کا اضافہ ہوا۔

”جو شخص خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی و مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو یا اس

قسم کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔“

دستور ۱۰۶ کی شکل یوں بنی:

”بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں ایسے افراد کے لئے مخصوص فاضل نشستیں ہوں گی جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو ’احمدی‘ کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔
بلوچستان (۱)، سرحد (۱)، پنجاب (۳)، سندھ (۲)“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۶۰

ان دستوری ترامیم کے علاوہ یہ تین سفارشات آئیں:

۰.....۱ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ (الف) میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

"کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق نمبر ۳ کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف اقرار، عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔"

۰.....۲ متعلقہ قوانین مثلاً نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء

میں قانون سازی اور ضابطے کے ذریعہ ترامیم کی جائیں۔

۰.....۳ تیسری سفارش عمومی نوعیت کی تھی، جس میں دستور میں پہلے سے دی گئی ضمانت

کو

دہراتے ہوئے کہا گیا تھا کہ: "پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے۔"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ان آئینی ترامیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے۔ جب کہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہ ڈالا گیا۔

مبارک باد

اس تاریخی فیصلے کے اعلان کے بعد اسمبلی کے ایوان میں تمام اہم راہنماؤں نے اپنے تاثرات بیان کئے۔

مفتی صاحبؒ نے کہا: "اس فیصلے پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے۔ اس پر نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام میں اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے مرزائیوں کو بھی اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اب انہیں غیر مسلم اقلیت کے جائز حقوق ملیں گے۔ جہاں تک کریڈٹ کا سوال ہے یہ مسئلہ قومی بنیادوں پر تمام تر سیاسی اختلافات سے بالاتر ہو کر طے کیا۔ اس مسئلے کے حل میں ارکان قومی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مجلس عمل نے پروقار جدوجہد جاری رکھی۔ حالانکہ فائرنگ ہوئی۔ لوگ شہید ہوئے۔ لاٹھی چارج، گرفتاریاں اور تشدد کے تمام واقعات کے باوجود خود ردعمل کا شکار ہو کر تشدد کا راستہ اختیار نہ کیا۔ سیاسی طور پر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ الجھے ہوئے مسائل کا حل بندوق کی گولی میں نہیں، مذاکرات کی میز پر ہے۔"

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۶۱

پہلے گزر چکا ہے کہ قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ نے امت مسلمہ کا مؤقف نامی کتاب پڑھ کر سنائی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا موقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ امت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی زیرنگرانی مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مرزائیت سے متعلق مذہبی و سیاسی مواد جمع کیا۔ جس سے مرزائیت کی مذہبی و سیاسی حیثیت کو سمجھا، پرکھا، ناپا تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب و تدوین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت اور سیاسی حصہ کی ترتیب و تدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر اسی ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کر دیا۔ جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ یہ کتاب رد قادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ اکوڑہ خٹک و مکتبہ امدادیہ ملتان نے اس کا اردو ایڈیشن شائع کیا۔

اب اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا مفتی محمودؒ مفکر اسلام سے اس تعلق کو ہمارے لئے سعادت دارین کا باعث بنائیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب مرحوم کی رد قادیانیت پر تصنیف لطیف ”المتنبی القادیانی“ عربی میں ہے۔ یہ کتاب مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی خواہش و فرمان پر آپ نے عرب ممالک کے باشندگان کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کرنے کے لئے تحریر فرمائی۔ لیتھو کتابت پر اول ایڈیشن شائع ہوا۔ بعد میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم

نبوت پاکستان کی نظر ثانی سے کمپیوٹر ایڈیشن بھی مجلس نے شائع کیا۔ لیکن ہم نے اصل کاتب کی لیتھو کتابت کا عکس شائع کیا ہے تاکہ اصل تبرک حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا محفوظ ہو جائے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة!

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ فرمائیے حضرت! کیسے گزری؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی قرآن و حدیث کی تعلیم میں گزری۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش و کاوش کی۔ وہ سب اللہ رب العزت کے

(۸۳۰)

محی الدین عبدالرحمنؒ (لکھو کرے) ، مولانا

(۸۳۱)

محی الدینؒ (مدراس) ، جناب سید

مدراس ترممل کھتری کے حضرت مولانا سید محی الدینؒ نے ”السيف القتال علىٰ عنق المسيح الدجال“ کے نام سے پچاسی صفحات پر مشتمل رسالہ تالیف کیا۔ یہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ مدراس کے مرزائیوں کا ایک رسالہ سراج الحق کا یہ جواب ہے، جس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اول مرزائی طومار کی خبر گیری، حصہ دوم مرزائی اعتراضات کے جوابات، حصہ سوم حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت، حصہ چہارم دوستانہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۶۳

گزارش۔ آخر میں وفات مسیح ثابت کرنے والے کے لئے دو ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہے۔ اس زمانہ کا دو ہزار روپیہ آج کے دور کے کئی لاکھ بنتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی سمیت کوئی گرو اور اس کا چیلہ میدان میں نہ آئے۔

(۸۳۲)

مختار حسن شیخؒ (لاہور)، جناب

(پیدائش: ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء وفات: ۱۵ اگست ۱۹۹۵ء)

”سندھ میں کیا ہوا؟“ جولائی ۱۹۷۴ء میں فورٹ سندھ میں قادیانیوں نے اپنا محرف ترجمہ قرآن تقسیم کیا۔ تب حضرت مولانا شمس الدین شہیدؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء حضرت صوفی محمد علیؒ ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و حضرت حاجی محمد عمر خان صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانی سازش کے خلاف تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کا قانونی طور پر ضلع ژوب میں ہمیشہ کے لئے داخلہ بند کر دیا گیا۔ اس تحریک میں علماء اہل اسلام نے کیا کیا قربانیاں دیں، اس کی روئیداد اس زمانہ میں ستمبر ۱۹۷۴ء کے ہفت روزہ ”زندگی“ لاہور میں جناب مختار حسنؒ نے شائع کی تھی جسے بعد میں ادارہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ جسے احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۸۳۳)

مخدومؒ (لالیاں ضلع چنیوٹ)، مولانا محمد

لنگر مخدوم تحصیل لالیاں ضلع چنیوٹ کے پرانے بزرگ مولانا محمد مخدومؒ تھے۔ انہوں نے کتاب لکھی جس کا نام ”ہدیٰ للمتقین“ تھا۔ اس کے ضمیمہ کا نام ”خاتم النبیین“ ہے جو ص ۲۸۰ تا ۳۴۸ پر مشتمل ہے۔ اس میں پنجابی اشعار اور پنجابی نثر (حاشیہ میں) میں قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں خوب تر مبرہن کیا گیا ہے۔

(۸۳۴)

مراد ہالجویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد

(وفات: ۱۶ مئی ۲۰۱۱ء)

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سینئر نائب امیر، ملک کے نامور عالم دین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث، مولانا محمد مراد ہالجویؒ مہتمم جامعہ حمادیہ منزل گاہ سکھر انڈھڑ قوم کے عیسائی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو راجپوت قوم کا حصہ ہیں۔ راجپوت بیکانیر کے حاکموں میں سے تھے۔ مولانا کے خاندان کے مورث اعلیٰ جے رام اپنے چچازاد حکمرانوں سے اختلافات کے باعث نقل مکانی کر کے رحیم یار خان سنجر پور میں آکر آباد ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز نواب موسیٰؒ اس علاقہ سنجر پور کے حکمران تھے۔ مولانا محمد مرادؒ کے مورث اعلیٰ جے رام بیکانیر کے حکمران خاندان کے فرد تھے۔ اس لئے نواب موسیٰؒ نے آپ کو صادق آباد وسکھر دائی میں جاگیر عطاء کی۔ جہاں پر وہ جھگیاں ڈال کر آباد ہوئے۔ ان جھگیوں کو مقامی زبان میں بھونگی کہا جاتا ہے۔ جسے بعد میں بھونگ کے نام سے شہرہ حاصل ہوا۔

مولانا محمد مرادؒ کے مورث اعلیٰ جے رام سنجر پور کے حکمران نواب موسیٰؒ کے اخلاق عالیہ سے اتنے متاثر و ممنون احسان ہوئے کہ اپنا بیٹا اندر سنگھ کو ان کی تحویل میں دے دیا۔ جو نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ نواب موسیٰؒ کے خلیفہ مجاز اور سہروردی سلسلہ کے شیخ وقت ہوئے۔ اسی اندر سنگھ کی اولاد راجپوتانہ بیکانیر کے حکمرانوں سے علیحدہ متشخص ہو کر انڈھڑ کہلائی۔ انڈھڑ قوم دینی اعلیٰ روایات پر عمل پیرا تھی۔ اس میں بڑے علماء ہوئے۔ انڈھڑ قوم کی روایات میں تقسیم ترکہ

یوں ہوتی تھی کہ بڑے بیٹے کو ولی عہد یعنی قوم کا سردار اور غیر منقولہ جائیداد ملتی اور چھوٹے بیٹوں کو منقولہ جائیداد گائے، بھینس، جانور وغیرہ ملتے تھے۔ چنانچہ یہ نسل سکھر، شکار پور، جیکب آباد و سندھ کے دیگر اضلاع میں آباد ہے۔ مولانا کے جد اعلیٰ بھی ہالاجی شریف میں آکر آباد ہوئے۔ بڑے بیٹے کو جو غیر منقولہ جائیداد ملی وہ جیلانی اسٹیٹ کے نام سے آباد ہے۔

انڈھڑ قوم تقریباً ۲۸ قبیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہیں میں سے ایک عیسائی قبیلہ ہے۔ جس کے فرد فرید مولانا محمد مراد بھی تھے۔ مولانا کا یہ قبیلہ اپنے علم و فضل کے باعث پوری قوم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

انڈھڑ کا استاذ قبیلہ شمار ہوتا ہے۔ مولانا محمد مرادؒ کے والد گرامی کا نام ابوالخیر عبد السمیعؒ تھا۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی میں کسی زمانہ میں حضرت ہالیجویؒ پڑھاتے رہے۔ ان کے بعد مولانا حبیب اللہؒ، مولانا عزیز اللہؒ یہاں پر ان کے علمی جانشین ہوئے۔ مولانا محمد مرادؒ کے والد گرامی نے ان تینوں حضرات سے تحصیل علم پر موقوف علیہ تک کیا۔ بعد میں اپنے خاندان کی معاشی کفالت کے باعث فارغ التحصیل کی سند حاصل نہ کر پائے۔

مولانا ابوالخیر عبد السمیعؒ کے ہاں مولانا محمد مرادؒ کی ۱۹۳۳ء میں پیدائش ہوئی۔ عیسائی قبیلہ میں حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ شیخ وقت بزرگ گزرے ہیں۔ جن کے نام پر آج خانقاہ ہالیجی آباد ہے۔ مولانا محمد مرادؒ نے میٹرک تک سکول کی ریگولر تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان دے کر گھر ہالیجی شریف تشریف لائے۔ تو حضرت ہالیجویؒ کی عارفانہ و ناصحانہ گفتگو سے متاثر ہو کر بجائے کالج کے داخلہ کے، دینی مدرسہ مدینۃ العلوم پنوں عاقل میں داخل ہو گئے۔

ہدایۃ النحو، ارشاد الصرف، قرآن مجید کے پانچ پاروں کا ترجمہ یہاں پڑھا۔ پھر حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجویؒ نے اپنے مرید مولانا عبد الغنی جامڑویؒ کے ہاں بدلی میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ سوال میں حضرت اعلیٰ ہالیجویؒ کے حکم پر حضرت مولانا مظہر الدین انڈھڑؒ کے پاس قاسم العلوم گھوٹکی میں داخلہ لیا۔ مولانا مظہر الدین انڈھڑؒ، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کے ہمدرس تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کے نامور شاگرد حضرت مولانا عبد الکریمؒ سائیں پیر شریف تھے۔

اور مولانا مظہر الدین انڈھڑؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مرادؒ تھے۔

حضرت مولانا محمد مرادؒ کے ہمدرس ساتھیوں کی کلاس اپنے زمانہ کے سب نامور علماء ثابت ہوئے۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے مولانا مظہر الدین صاحبؒ ہالیجی شریف آ گئے۔ مولانا محمد مرادؒ نے یہاں پر آپ سے ہدایۃ آخرین، و متنبیٰ تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا محمد مرادؒ جامعہ مخزن العلوم عید گاہ خانپور میں داخل ہو گئے۔ اس زمانہ میں یہاں حضرت مولانا واحد بخشؒ کوٹ مٹھن والے پڑھاتے تھے۔ آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ کے ماہر ترین استاد تھے۔ قدرت نے ان کو پڑھانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ فجر کی نماز سے عصر تک سوائے نماز ظہر اور کھانا کے وقفہ کے پورا دن اسباق پڑھاتے تھے۔ ان کو کتابیں ازبر تھیں۔ سبق کی تقریر اتنی زبانی کر کے طلباء کے ذہنوں میں خلاصہ اتار دیتے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۶۶

اس کے بعد کتاب کھول کر ترجمہ کر دیتے تھے۔ افہام و تفہیم کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ (فقیر راقم نے ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں آپ سے ابوداؤد شریف پڑھی ہے) مولانا واحد بخش سے مولانا محمد مراد نے فلسفہ، منطق اور علم الکلام کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں مولانا محمد مراد نے ہالنجی شریف میں مولانا مظہر الدین انڈھڑ کے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ پھر ایک سال اپنے استاد گرامی قدر کے زیر سایہ ہالنجی شریف اپنی مادر علمی میں پڑھایا۔

۱۹۷۱ء میں حضرت خلیفہ احمد دین صاحب کے مشورہ سے منزل گاہ جامعہ حمادیہ میں تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں سے جنازہ اٹھا۔ جب آپ منزل گاہ تشریف لائے تو مدرسہ کے تین کچے کمرے تھے۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے۔ یہاں پر مولانا محمد مراد کے مجاہدہ کا آغاز ہوا۔ معاملہ فاقوں تک پہنچا۔ مگر آپ نے الاستقامۃ فوق الکرامۃ پر عمل جاری رکھا۔ آپ کے انہیں مجاہدات و ریاضات کا صدقہ ہے کہ آج جامعہ حمادیہ بلڈنگ کے اعتبار سے دیوقامت کا حامل ہے اور تعلیم کے اعتبار سے اندرون سندھ کے کسی جامعہ سے کم نہیں ہے۔ چار صد کے قریب آپ سے علماء نے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کی۔ نامکمل تعلیم کے شاگردوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کا مقام نصیب فرمایا تھا۔ طلباء آپ کے علم کے سامنے بچھے جاتے تھے۔ آپ کی نیکی، شاگردوں کے دلوں کو موہ لیتی تھی۔ مولانا محمد مراد عالم ربانی تھے۔ علم حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی آپ کو خاص دسترس حاصل تھی۔ آپ کی فقہی جزئیات پر گہری نظر کے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود بھی نہ صرف قائل تھے۔ بلکہ آپ کی رائے پر مکمل اعتماد فرماتے تھے۔ جمعیت علماء اسلام میں آپ شامل ہوئے۔ مقامی ذمہ داری سے لے کر مرکزی سینئر نائب امیر کے عہدوں نے

آپ سے انتساب کا شرف حاصل کیا۔ مولانا محمد مراد جمعیت علماء اسلام کی فقہی مجلس کے رئیس بھی رہے۔

صوبہ سندھ میں آپ کا وجود جمعیت علماء اسلام کی شناخت تھا۔ آپ خویوں کا مجموعہ تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو سراپا خیر بنایا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خیر خواہوں میں سے تھے۔ اندرون سندھ ہی نہیں بلکہ عالمی مجلس کی مرکزی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہر سال بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر خطاب ”قادیانی ارتداد اور اس کی شرعی سزا“ کے عنوان پر ہوتا تھا۔ آپ کی عالمانہ گفتگو بہت ہی وقیع ہوتی تھی۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کی مسجد منزل گاہ سکھر میں یکے بعد دیگرے تین بم دھماکے ہوئے۔ آپ کی جان تو بچ گئی۔ زخم بھی مندمل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۶۷

ہو گئے۔ لیکن اس حادثہ میں آپ کی سماعت ختم ہو گئی۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا شفیع محمد صاحب اس زمانہ میں آپ کے حاضر باش ساتھی تھے۔ آپ تحریری طور پر سائل کی گفتگو مولانا کو لکھ کر دیتے۔ مولانا کے جواب باصواب سے عام و خاص فائدہ حاصل کرتے۔ آپ علم و عمل، تقویٰ وللہیت کے مقام رفیع پر فائز تھے۔ آپ کے وجود سے علم کی بہاریں قائم تھیں۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام کے سٹیج سے ہر تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کر کے تحریک ختم نبوت کے جرنیل قرار پائے۔

آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے عہدیدار بھی رہے۔ آپ نے قومی اتحاد اور ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ آپ کے فتاویٰ جات سندھی زبان میں کتابی شکل میں ”فتاویٰ محمد مراد ہاليجوی“ کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ آپ کے ”مقالات محمد مراد ہاليجوی“ کے نام سے اردو میں شائع شدہ ہیں۔ جو آپ کے علم و فضل پر کامل دسترس کے شاہد عدل ہیں۔ آپ اپنے علاقہ میں اکابر علماء کی روایات کے امین تھے۔ دراز قد، مضبوط قوی، اور اعلیٰ نقوش کے حامل خوبصورت عالم دین تھے۔ رنگ پکا، علم اس سے زیادہ گہرا اور پکا، چلنے میں علماء کی شان، چہرہ پر علم کی نورانیت کی صدا بہار کیفیت کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ کا وجود اس دور میں اللہ رب العزت کی رحمتوں کا مورد تھا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے پیش آمدہ سفر میں بھی اپنی خصوصی رحمتوں کا آپ کو حامل بنائیں۔ اگلے دن مورخہ ۱۷ مئی ۲۰۱۱ء کو جامعہ حمادیہ منزل گاہ میں جنازہ ہوا۔ ہاليجی شریف کے عام قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ اب مدتوں آپ کے تذکرے رہیں گے۔ دنیا انہیں ڈھونڈے گی۔ مگر پا نہ سکے گی۔

آپ نے ”اسلام میں مرتد کی شرعی حیثیت“ کے نام سے رسالہ تحریر کیا جو فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع ہوا ہے۔

مرتضیٰ احمد خان میکشؒ (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۹ء وفات: ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء)

مولانا مرتضیٰ احمد میکش بن میر احمد خان افغان قبیلہ ”درانی“ کے گوہر تابندہ تھے۔ وہ محرم ۱۳۱۷ھ، مطابق ۱۸۹۹ء میں جالندھر کے ایک گاؤں ”مہٹم“ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۶۸

علمی روایت کا حامل تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ جالندھر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ دوران تعلیم میں سیاسی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کے حادثے کے بعد پورے ملک میں اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ لاہور کے مظاہروں میں پیش پیش رہتے تھے۔ جلوس نکالتے، پولیس سے ٹکر لیتے، پتھراؤ کرتے اور سختیاں جھیلنے لگتے تھے۔ مولانا میکشؒ ان مظاہروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں ترک تعلیم کر کے روزنامہ ”زمیندار“ میں نیوز ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانے میں ہجرت افغانستان کی تحریک کا بڑا زور تھا۔ ہزاروں مسلمان اپنے اثاثے اور جائیدادیں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان جا رہے تھے۔ میکش صاحبؒ بھی سوئے افغانستان چل پڑے۔

افغانستان میں خوست کے مقام پر جنرل نادر خان (جو بعد میں بادشاہ بنے) کے بھائی شاہ محمود خان کے ہمراہ قیام پذیر رہے۔ شاہ محمود خان کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی انگریز دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ تحریک ہجرت کسی نظم و ضبط اور منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے ناکام ہوئی تو مولانا میکشؒ اپنے ایک دو ساتھیوں کے ساتھ قبائلی علاقے سے ہوتے ہوئے بنوں کے راستے وطن آئے۔ ان کے ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ وہ مردان پہنچنے پر گرفتار کر لئے گئے اور جالندھر میں مولانا میکشؒ بھی گرفتار ہو گئے۔ بعد میں خاندان کے بااثر افراد کی کوششوں سے رہا ہوئے۔

دوبارہ تعلیم کے بہانے لاہور آ گئے۔ مگر کسی کالج کا رخ کرنے کے بجائے صحافت کے ”مدرسہ زمیندار“ میں نام درج کرا لیا۔ مولانا میکشؒ کہا کرتے تھے کہ زمیندار مدرسہ صحافت اور ظفر علی خانؒ اس کے پرنسپل تھے۔ ان دنوں ادارت مولانا غلام رسول مہرؒ کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۲۷ء میں

مولانا مہر اور عبدالمجید سالک نے زمیندار سے الگ ہو کر ”روزنامہ انقلاب“ جاری کیا۔ مولانا میکش^۲ بھی ادارہ انقلاب میں شامل ہو گئے۔ نیوز ایڈیٹر تھے اور ”انقلاب“ کے سنڈے ایڈیشن کی ترتیب و تدوین ان ہی کے سپرد تھی۔ اس کام میں عبدالحکیم خان نشتر جالندھری ان کے رفیق قلم تھے۔

روزنامہ ”انقلاب“ میں مولانا میکش^۲ کے قلم سے بہت سے معرکہ خیز مقالات نکلے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے ”ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن“ کے عنوان سے سلسلہ مضامین لکھا۔ اس کے دو سال بعد علامہ اقبال^۳ نے الہ آباد میں مشہور خطبہ صدارت پیش کیا۔ کچھ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۶۹

عرصہ بعد ”انقلاب“ سے واپس ادارہ زمیندار میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور امان اللہ خان کو یورپ میں رہنا پڑا۔ میکش صاحب نے بفت روزہ ”افغانستان“ (فارسی) میں امان اللہ خان کے حق میں پرزور مضامین لکھے۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت بھی ہوتی تھی۔ جب جنرل نادر خان نے بچہ سقمہ کے خلاف جدوجہد کی تو مولانا میکش ان کے ہمنوا تھے۔ مگر حالات بہتر ہونے پر نادر خان نے امان اللہ کو حکومت نہ لوٹائی۔ اس لئے اسی زور شور سے مخالفت شروع کر دی جس زور شور سے حمایت کی تھی۔ افغانستان کی نئی حکومت کو امان اللہ خان اور مولانا میکش کی باہمی مراسلت کا علم تھا۔ حکومت نے مولانا سے امان اللہ خان کے خطوط حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تحریص و ترغیب کے حربے آزمائے گئے۔ مگر اس مرد درویش نے تمام پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آخر افغان حکومت نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور وہ خطوط دفتر ”روزنامہ افغانستان لاہور“ سے چوری کر لئے گئے۔

۱۹۳۲ء میں قانون تعلقات خارجہ نافذ ہوا۔ جس کے مطابق ملک معظم کی دوست ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈا جرم قرار دیا گیا۔ مولانا میکش نے حکومت افغانستان کے خلاف قلمی مہم جاری رکھی اور دو سال قید کی سزا پائی۔ ۱۹۳۴ء میں روزنامہ ”احسان“ لاہور جاری ہوا تو مولانا میکش اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ چار سال تک یہاں کام کرنے کے بعد ایک نیا اخبار ”شہباز“ نکالا۔ قیام پاکستان کے بعد روزنامہ ”مغربی پاکستان“ اور ”نوائے پاکستان“ کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ جناب عبدالسلام خورشید نے دنیائے صحافت میں ان کا مقام متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

”مولانا میکش اعلیٰ پائے کے ادارہ نگاروں میں شمار ہوتے تھے۔ سیاسی مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور لکھنے کا ڈھنگ جانتے تھے۔ وقتاً فوقتاً کوئی مہم چلا دیتے تھے جس سے ادارے پڑھنے

والوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ ان میں جرأت اور بے باکی بھی موجود تھی۔ ترشی اور تلخی بھی تھی۔ دلیل کا عنصر بھی موجود تھا۔ سنجیدگی اور توازن کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے ادارہ نگاری کے میدان میں نمایاں تھے۔“

۱۹۵۳ء کی تحریک رد قادیانیت میں نمایاں حصہ لیا اور ایکشن کمیٹی کے رکن تھے۔ گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔ اس تحریک کے بعد اخباری دنیا سے الگ ہو کر علمی و تعلیمی کاموں میں منہمک ہو گئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ سے بطور مترجم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۷۰

اور شعبہ صحافت سے بطور لیکچرار وابستہ رہے۔ زندگی بھر بے باک، بے خوف اور اصول پرست رہے اور اپنی اصول پسندی کی وجہ سے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے۔ حسرت میں زندگی گزار دی، مگر چند ٹکوں کے لئے قلم فروشی اختیار نہ کی۔

تصوف کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا نواب الدین چشتیؒ سے بیعت تھے۔ مولانا میکشؒ سیاسی طور پر دو قومی نظریہ کے پرجوش داعی تھے۔ روزنامہ ”احسان“ لاہور مسلم لیگ کا ہم نوا تھا اور انہوں نے خود بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اور ان کی پیش کردہ قراردادیں پاس کی گئی تھیں۔

مولانا میکشؒ ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء، مطابق ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہوئے۔

مولانا آقائے مرتضیٰ احمد خان میکش درانیؒ لاہور کے باسی تھے۔ نامور قانون دان تھے۔ آپ کے رد قادیانیت پر پانچ رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں پیش کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱..... ”محاسبہ یعنی عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ پر جامع و بلیغ

تبصرہ“ مشہور عالم ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء“ کے اسباب و علل اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے، عدالتی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس ایم. آر. کیانی پر مشتمل دو رکنی عدالتی بنچ قائم کیا گیا۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی وکالت جناب مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانیؒ نے کی۔ عدالتی رپورٹ چھپ کر سامنے آئی تو وہ تضاد کا مجموعہ تھی۔ اس پر مختلف حضرات نے تبصرہ کیا۔ مولانا میکشؒ نے بھی تبصرہ کیا جو روزنامہ نوائے پاکستان

لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں اسے شائع کیا گیا۔ یہ اولاً ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ پچپن سال بعد ۲۰۰۹ء میں احتساب قادیانیت میں اللہ تعالیٰ کی عنایت و توفیق سے ہم نے شائع کیا۔

۲..... ”قادیانی سیاست“ مکمل نام ہے۔ ”قادیانی سیاست، پاکستان سے بیزاری، بھارت

سے وفاداری“ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانیؒ جو روزنامہ مغربی پاکستان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو ایک مقالہ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ اس میں تقسیم کے وقت قادیان کو بھارت میں شامل کرنے پر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۷۱

قادیانیوں کی عیاری پر بلیغ تبصرہ کیا گیا۔

۳..... "پاکستان میں مرزائیت" روزنامہ مغربی پاکستان لاہور میں مسلسل دس اقساط میں اس

عنوان پر قلم اٹھایا۔ بعد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر مرکزیہ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمدؒ کے پیش لفظ کے ساتھ اسے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا گیا۔

۴..... "مرزائی نامہ" مکمل نام ہے۔ "قادیانیت کے کاسئہ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز کی

ضرب کاری" یعنی "مرزائی نامہ" مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانیؒ نے روزنامہ احسان لاہور میں اعلان کیا کہ قادیانی حضرات اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو ان کے جوابات کے لئے میں حاضر ہوں۔ قادیانیوں نے سوالات کرنے شروع کئے۔ آپ نے روزنامہ زمیندار لاہور اور روزنامہ احسان لاہور میں جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں ۱۹۳۸ء میں کتابی شکل میں اسے تاج کمپنی نے شائع کیا۔ پھر ۱۹۸۵ء میں اس کا عکس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اب اسے تیسری بار احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۵..... "کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے" ۱۹۵۲ء میں مولانا نے اخبار

سہ روزہ آزاد لاہور میں چند مقالے شائع کئے تو مجلس احرار اسلام لائل پور (فیصل آباد) نے چار صفحاتی دو ورقی پمفلٹ میں ان کو شائع کر دیا۔ یہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۵۱ء، چاند پور)

مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: "مولانا مرتضیٰ حسنؒ چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے، یہ بھی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدرالمدرسین کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ نہایت ذکی اور طباع تھے۔ ظرافت مزاج میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۲

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے وعظ و تقریر کی بڑی شہرت تھی اور مناظرے میں تو ان کا پایہ بہت ہی بلند تھا۔ بدعات اور قادیانیت کے رد میں انہیں بڑا شغف تھا۔ مناظرے کے فن میں ان کی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں، جو اپنے موضوعات پر قابل قدر مباحث سے معمور ہیں۔ ایک زمانے میں ان کی زبردست خطابت اور وعظ و تقریر سے ملک کا گوشہ گوشہ گونجتا رہا ہے۔ مطالعہ کتب کے ساتھ کتابیں خصوصاً نواذر و مخطوطات جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک بڑا کتب خانہ جو تقریباً آٹھ ہزار قیمتی مخطوطات و مطبوعات پر مشتمل ہے، یادگار چھوڑا۔ جسے ان کے صاحبزادہ محمد انور صاحب[ؒ] نے دارالعلوم میں منتقل کر دیا ہے۔

مولانا چاند پوری[ؒ] عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مراد آباد وغیرہ کے مدارس میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن ان کی خدمات کا اصل مقام دارالعلوم تھا۔ چنانچہ اکابر کی نظر انتخاب نے اس گوہر نایاب کو دارالعلوم کے لئے منتخب کر کے اولاً نظامت تعلیم کا شعبہ ان کے سپرد کیا۔ لیکن تبلیغی اسفار کی کثرت کے پیش نظر ان کو شعبہ تبلیغ کی نظامت تفویض کی گئی۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب[ؒ] سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آخر عمر میں حضرت تھانوی[ؒ] کی طرف رجوع کیا اور مجاز بیعت ہوئے۔ یکم رمضان ۱۳۵۰ھ کو دارالعلوم سے سبکدوش ہو کر وطن مالوف چاند پور میں قیام فرمایا اور وہیں ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ، مطابق دسمبر ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔“

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۶۳، ۶۴)

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری[ؒ] رد قادیانیت کے سلسلہ میں برہان سماوی تھے۔ آپ بیک وقت تحریر و تقریر اور فن مناظرہ کے ماہر تھے۔ فن مناظرہ میں آپ کی شہرت آپ کو اس فن کا امام ثابت کرتی ہے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف چھوٹے بڑے سترہ رسائل لکھے جو عالمی مجلس تحفظ

ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۰ میں شائع کئے۔ جن کا حجم چار صد پینتالیس کمپیوٹر کتابت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان رسائل کے نام و مختصر تعارف یہ ہے:

۱..... ”صحیفۃ الحق الملقب بہ مباہلۃ الحق المعروف بہ قادیانی چیلنج پر لبیک اور بلاشروط مناظرہ“

اس کی خود مصنف نے یہ تمہید لکھی ہے: ”ہمارے نام عبداللہ قادیانی الدین بلڈنگز اکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد دکن کی جانب سے ایک چیلنج پہنچا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے پاک کلام کے مطابق مجدد اعظم، ربانی امام اور مرسل من اللہ ہیں۔ آپ کا انکار اللہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۷۳

اور اس کے رسول کریم ﷺ کا انکار ہے۔ آپ کے ہر منکر کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپ دعووں میں سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کلاموں کے مطابق سچا مدعی ہے؟ اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا جائے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قادیانی جماعت میں مشتہر صاحب کس پایہ کے شخص ہیں اور ان کے کلام اور کارروائیوں کا مرزائی جماعت پر کہاں تک اثر اور قادیانیوں کے دو فرقوں میں سے کس میں داخل ہیں؟ اس وجہ سے ہم مرزا محمود قادیانی مدعی خلافت اور مدعی خلیفہ محمد علی لاہوری ایم۔ اے کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ چیلنج واقعی اپنے اندر کوئی معنی رکھتا ہے اور آپ صاحبان بھی اس کے ذمہ دار ہیں تو پھر یہ بندہ حقیر خدائے ذوالجلال والاکرام کے فضل پر بھروسہ کر کے آپ دونوں صاحبوں اور ہندوستان کے جملہ قادیانیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ میں مرزا قادیانی کو نہ مرسل من اللہ جانتا ہوں، نہ مجدد، نہ محدث، نہ امام ربانی، بلکہ ان کو مسلمان کیا مہذب اور سچا انسان بھی نہیں جانتا۔ ان کے اقوال بھی ان کو ایک مفتری اور کذاب بتاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر آپ صاحبان ان کو مجدد اعظم ربانی، امام زمان، مرسل من اللہ جانتے ہیں تو پھر میں آپ سے بلا شرط مناظرہ کے لئے تیار ہوں جو شرائط مناظرہ میں ہوتی ہیں اور کتب مناظرہ میں درج ہیں اور جن شرائط میں مساوات طرفین کا لحاظ رہتا ہے ان سے غالباً آپ صاحبوں کو انحراف نہ ہوگا۔ وہی شرائط ہوں۔

ہاں! صرف اس قدر عرض ہے کہ مناظرہ کی شان یہ ہوگی کہ علماء اسلام نے جن رسائل میں مرزا قادیانی کا کاذب مفتری ہونا ثابت کیا ہے اور ان الزامات کو قادیانی اب تک نہیں اٹھا سکے ان مضامین کو ہم عرض کریں، آپ جواب دیں اور طرفین کی تقریریں لکھی جائیں اور اسی وقت مجمع میں سنا کر طرفین کے دستخط ہو کر شائع ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے مرزا قادیانی کی لغویات باطلہ کا پورا رد اور خود ان کا کذاب اور مفتری ہونا ایسا ثابت کر دیا ہے کہ

منصف کے لئے تو کافی ہے ہی، مرزائی جیسے ہٹ دھرموں کے بھی منہ بند کر دیئے اور قلم توڑ دیئے اور ان کو جواب کی تاب باقی نہ رہی۔ لہذا اب نہ مناظرہ کی ضرورت، نہ مباہلہ کی، فقط جاہل مریدوں کو جہنم تک پہنچانے کے لئے یہ راہ اختیار کی جاتی ہے کہ کہیں مناظرہ کا اشتہار اور کہیں مباہلہ کا چیلنج، ورنہ نہ وہ مناظرہ کر سکیں نہ مباہلہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہمیں عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ علماء اسلام اپنا فرض ادا کر چکے اور نہ ماننا اور نہ تسلیم کرنا یہ محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مناظرے بھی ہو چکے اور جس کو فتح دینی تھی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۲۷۴ اور جس کو ذلیل کرنا تھا وہ بھی ہو چکا۔ سرور شاہ قادیانی امیر وفد مونگیر سے دریافت کرلو۔ حافظ روشن علی قادیانی، مختار احمد قادیانی شاہجہانپوری، غلام رسول پنجابی (مناظر قادیانی) ان میں سے جو زندہ ہوں ان سے دریافت کرلو۔ ضلع مونگیر و بھاگلپور کے رہنے والوں سے دریافت کرلو۔ جب ذلت کی کوئی حد باقی نہ رہی تو امیر وفد نے فرمایا کہ یہ بھی حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ایک جگہ تمہیں ذلت ہو گی۔ جی ہاں کیوں نہیں۔ اگر اسی بدعقیدہ پر مر گئے تو جب جہنم میں گرو گئے جب بھی خدا چاہا۔ پیشین گوئی ہی پوری ہو گی۔ غرض مناظرہ بھی ہو چکا۔ مبالغہ بھی اور جھوٹا سچے کے سامنے مر بھی گیا۔ اب بجز شور و غل کے کچھ حاصل نہیں۔ ہم کو اس برگزیدہ جماعت کا زیادہ تجربہ ہے اور جن کو تجربہ نہ ہوگا وہ ان اشتہارات سے تجربہ کار ہو گئے ہوں گے جو اشتہارات حضرات دیوبند کی جانب سے شائع ہو رہے ہیں، دیوبند کی مرکزی جماعت نے انصافاً کوئی بات نہیں چھوڑی۔ مگر قادیانیوں نے جو بے انصافی کے جواب دیئے ہیں ان کا حال بھی ناظرین پر مخفی نہیں۔ یہ قوم کبھی ہارنے کا نام لینا ہی نہیں جانتی۔ مونگیر میں وہ شکست ہوئی جس کو مرتے دم تک نہ بھولیں گے۔ آدمی بھی نہیں وہاں کی زمین درودیوار شاہد ہیں۔ مگر اس کا نام فتح عظیم ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں ہارے (اور تین سو روپیہ جرمانہ دیا) مگر وہ فتح روحانی ہو گئی۔ غرض جس قدر بھی ہٹ دھرمی بے انصافی ہو وہ ان کے یہاں عین انصاف اور فتح ہے۔ بلکہ ان کی فتح ہی بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ اس وجہ سے ہم کو یہ امید نہیں ہے کہ ہماری بات کا کوئی جواب بھی دیں گے۔ لہذا ہم فضول اشتہار میں روپیہ ضائع نہ کریں گے۔ اس ایک صحیفہ میں انتہاء تک کی بات کہہ دیتے ہیں کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو اس کے جواب میں بس تاریخ اور جگہ بتادیں۔ مگر تاریخ ایسی ہو جس میں ہندوستان کے شائقین کو خبر بھی ہو جائے اور فتنہ و فساد سے بے خوف رہیں۔ جو سلطنت اس قدر بڑے وسیع ملک کا انتظام کر رہی ہے وہ ایک جلسہ کا انتظام بھی بخوبی کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ قادیانی چاہیں اور مناظرہ منظور ہو۔ ورنہ بات بنانے کو عمر صرف ہو جائے اور شرائط طے نہ ہوں۔

جیسے کہ حضرات دیوبند کے ساتھ کیا اور کر رہے ہیں۔ رہے دس ہزار روپیہ تو نہ بڑے مرزا قادیانی نے کسی کو دیئے نہ آپ دیں۔ یہ تو ہاتھی کے دانت اس کو دکھانے چاہئیں جس کو آنتوں تک کی خبر نہ ہو۔ ہمیں تو جواب کی بھی امید نہیں ہے۔ مناظرہ اور دس ہزار روپیہ تو کجا۔ اس وجہ سے مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کے جھوٹ اور فریب کی طویل فہرست میں سے صرف تین جھوٹ پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے تمام مرزائی ہاں جدید عیسائی (کیونکہ مرزا قادیانی عیسیٰ ابن مریم بھی تو ہیں) مل کر جواب دیں تو معلوم ہو کہ یہ جماعت شاید کچھ کر سکے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۷۵

ورنہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یہ اشتہار ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۴ محرم ۱۳۳۵ھ، مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء کا مرتب کردہ ہے۔

۲..... ”تحقیق الکفر والایمان“

نام نہاد مسلمان محمد علی منشی نے جو غالباً علی گڑھ کے تھے، سیاستِ قادیانیوں کو کافر کہنے کے خلاف تھے۔ لاہوری مرزائیوں کے گروہ کے پیغام صلح میں مرزائیوں کے کفر کے متعلق ان کا خط شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے چار سوال کئے۔ وہ خط تو مولانا ظفر علی خانؒ کے نام تھا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے کیا جواب دیا فقیر راقم کو یہ معلوم نہیں۔ البتہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے تحقیق الکفر والایمان کے نام سے جواب تحریر کیا جو (۹۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں لاہوری مرزائیوں کے ”وجوہ کفر“ پر فاضلانہ و محققانہ و متکلمانہ شان سے خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

۳..... ”فتح قادیان کا مکمل نقشہ جنگ“

قادیان کے محمودی راج اقتدار میں علماء دیوبند کے خلاف یکے بعد دیگرے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ اس وقت ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ تھے۔ آپ ان کا جواب لکھتے تھے جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے۔ قادیانی اشتہار کے جواب میں مولانا چاند پوریؒ کا ہر اشتہار قادیانیوں کے ناطقہ کو بند کرنے کے لئے درّہ عمریٰ ثابت ہوا۔ قلم کی جولانی، دلائل کی حقانیت، اسلام کی غیرت اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے ایک ایک سطر شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اشتہار پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴..... ”مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج“

(قرآن مجید کو غیر مکمل مانیں یا مرزا قادیانی کو دجال، کذاب اور محرف قرآن؟) امیر افغانستان خان امان اللہ خانؒ نے قادیانیوں کو بجرم ارتداد و الحاد حوالہ قانون کیا۔ شرعی سزا دی۔ علماء کرام نے امیر امان اللہ کو اس جرأت مندانہ اقدام پر مبارک باد کا تار بھیجا۔ تار کیا ارسال کیا کہ قادیانی و لاہوری ہر دو گروپ انگاروں پر لوٹنے لگے۔ اس اقدام کو غیر شرعی ثابت کرنا چاہا۔ ان مضامین کے رد پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ”الشہاب الثاقب“ رسالہ تحریر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا سید میرک شاہؒ مدرسین دیوبند نے بھی رسائل تحریر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۷۶

فرمائے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے یہ رسالہ تحریر کیا جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ اشاعت ۳ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء ہے۔

•.....ہ ”مرزائیت کا خاتمہ“

مرزا قادیانی، قرآنی معارف کا مدعی تھا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے قادیانیوں کے ہر دو گروہ کو چیلنج دیا کہ وہ مرزا قادیانی کے ایسے قرآنی معارف پر گفتگو کر لیں جو اس سے پہلے کسی مفسر نے بیان نہ کئے ہوں۔ اگر وہ پہلے سے بیان کردہ ہیں تو پھر مرزا قادیانی کا امتیاز نہ رہا۔ اس سے قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ سامنے آنے سے پہلے ہی ڈھیر ہو گئے۔ یہ اشتہار ۵ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۸ رجب ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۲۶ء ہے۔

•..... ”مرزائیت کا جنازہ بے گور و کفن“

(تمام مرزائی جماعتیں مل کر تجہیز و تکفین کریں۔ کفن ارزاں، قبر مفت، ورنہ پولیس کے حوالہ) مرزا قادیانی کے نام نہاد معارف قرآنی کے دعویٰ پر لاف و گزاف پر مناظرہ کے لئے قادیانی میدان میں نہ آئے تو مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے دو ماہ کے بعد پھر یہ اشتہار شائع کیا جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۱۳ رمضان ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء درج ہے۔

•..... ”ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج“

گوجرانوالہ کے قادیانیوں، سیکرٹری جنرل شیخ مشتاق کا کھلا چیلنج، نامی اشتہار اور پھر گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت کا اشتہار، طریق فیصلہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۵ء کو دارالعلوم دیوبند پہنچے جس کا مولانا چاند پوریؒ نے یہ جواب تحریر کیا۔ ۲۶ رمضان ۱۳۴۴ھ، مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۲۶ء تاریخ اشاعت

• ”مرزا اور مرزائیوں کو دربار نبوت سے چیلنج“

(عذاب الیم کی بشارت، مرزا اور تمام مرزائی قطعی اور یقینی جہنمی، ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے) قادیانیوں نے سابقہ اشتہارات کے جوابات نہ دیئے تو مولانا نے یہ ۸ صفحات کا اشتہار شائع کیا۔ آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں: ”حدیث متواتر مذکور کا انکار کریں تو کافر ہوں۔ قبول کریں سامنے جہنم ہے۔ پس مرزائیت ملعونہ سے توبہ کرو۔ ورنہ جاؤ جہنم میں۔ ہم نے سمجھا دیا۔“ یہ اشتہار ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا۔

• ”زلزلۃ الساعة..... قادیان میں قیامت خیز بھونچال“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۷۷

قادیان سے شائع ہونے والے قادیانی اشتہارات کے جوابات دیوبند سے جون ۱۹۲۵ء تک شائع ہو چکے تو ۱۱ جون ۱۹۲۵ء کے الفضل میں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے پر عمل پیرا ہو کر قادیانیوں نے مضمون شائع کیا جس میں اپنے فرار کو علماء دیوبند سے منسوب کیا۔ لیکن اندر سے قادیانی جماعت کو اپنی ذلت آمیز شکست چین سے نہ بیٹھنے دیتی ہے۔ اب خود مرزا محمود نے لنگوٹ کس کر ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں دو اعلان کئے۔ دیوبندیوں کا چیلنج قبول، دیوبندیوں کو چیلنج، مولانا مرتضیٰ حسن نے چھبیس نکات پر مشتمل جوابات دس صفحاتی اس اشتہار میں دیئے۔ یہ ۱۵ محرم ۱۳۴۴ھ، مطابق ۶ اگست ۱۹۲۵ء کا مرتب کردہ ہے۔

۱۰..... ”اَوَّل السَّبْعِينَ عَلَى الْوَاحِدِ مِنْ ثَلَاثِينَ“

اس تیس صفحات کے رسالہ میں قادیانیوں پر ستر سوالات قائم کئے۔ اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔

۱۱..... ”سَبْعِينَ كَا ثَانِي نَمْبِر“

اَوَّل السَّبْعِينَ كُو لَكْهِي عَرَصَه گزر گیا۔ قادیانیوں کی طرف سے مجرمانہ خاموشی کا ملعونانہ کردار سامنے آیا۔ اس پر مولانا نے پھر اس کا دوسرا حصہ تحریر فرمایا۔ یہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت ۹ رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۴ اپریل ۱۹۲۵ء درج ہے۔

۱۲..... ”دَفْعُ الْعِجَاجِ عَنْ طَرِيقِ الْمَعْرَاجِ، الْمَلْقَبُ بِهِ مَعْرَاجُ

حَبِيبِ اللَّهِ وَحَيَاتِ رُوحِ اللَّهِ“ اس رسالہ کا تیسرا نام: ”المشہور بہ، صاعقہ آسمانی بر مذہب طائفہ قادیانی“ ہے۔ یہ بتیس صفحات کا مقالہ نافعہ ہے۔ تاریخ اشاعت نمبر ۱۱، ۱۲ کی ایک ہے۔

۱۳..... ”اشد العذاب علی مسیلمۃ الفنجاب (یعنی دین مرزا، کفر

خالص ہے)“ یہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قادیانیوں کے تمام گروپوں کے وجوہ کفر پر کلام کیا ہے۔

۲۲ رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۲۵ء کا تحریر کردہ ہے۔

۱۴..... ”حلیۃ اهل النار“ (مرزا اور مرزائیوں سے خدائی مباہلہ)

یہ رسالہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ میرٹھ کے مرزائیوں کے ایک چیلنج کا جواب ہے۔ ۲۱ ربیع

الثانی ۱۳۴۵ھ، مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء، بروز جمعہ کا تحریر کردہ ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۷۸

۱۵..... ”الابطال الاستدلال الدجال (حصہ اول) تعلیم الخیر

فی حدیث ابن کثیر ”رحمت عالم ﷺ کی صحیح حدیث جو کتب حدیث میں مذکور ہے: ”لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی“ اس کو دجال قادیان نے لو کان عیسیٰ حیاً بنادیا اور کمپوزنگ و کتابت کی غلطی پر اپنی جعلی نبوت کی بنیاد قائم کرنا چاہی۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے اس رسالہ میں اس کا جواب کیا لکھا علم کے سمندر سے انمول موتیوں کا ڈھیر لا سامنے کیا۔ چوبیس صفحات کا رسالہ ہے۔ تاریخ اشاعت درج نہیں۔

۱۶..... ”الابطال الاستدلال الدجال (حصہ دوم) دفع المکائد

عن حدیث اتخذوا قبور انبیاء ہم مساجد“ اس روایت سے دجال قادیان اور اس کی ذریعہ البغیا کے مزعومہ استدلال کا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے جواب تحریر کیا جو اتنا مربوط اور بھرپور مقالہ تیار ہو گیا کہ دنیائے علم عس عس کر اٹھی۔ یہ چالیس صفحات کا رسالہ ہے اور اواخر جمادی الاول ۱۳۴۵ھ، مطابق دسمبر ۱۹۲۶ء تاریخ اشاعت ہے۔

۱۷..... ”البيان الاتقن“

مشہور مقدمہ بہاولپور میں ۲۱ سے ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء کو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کا عدالت میں بیان ہوا۔ مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ نے بیان کے متعلق تحریر فرمایا کہ:

”بیان کیا ہے، براہین و دلائل کا ایک بحر ذخار ہے جو مرزائی نبوت کو تنکے کی طرح بہائے لے جا رہا ہے اور ایک حقیقت نما آئینہ ہے۔ جس میں مرزائی دجل و فریب اور کذب و زور کے باریک سے باریک نقش بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے بیان میں مرزا قادیانی کے کفر کے لاکھوں وجوہ کفر بیان کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے ایسے دندان شکن جواب دیئے جس سے

مرزا اور اس کے متبعین کا کفر و ارتداد پہلے سے زیادہ واضح ہو گیا۔ "یاد رہے کہ مولانا محمد صادق صاحبؒ خود عدالت میں کارروائی کے دوران موجود تھے۔ یہ عینی شاہد ہیں۔ یہ بیان ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد ۱۰ میں موجود ہیں۔ فلحمدلہ تعالیٰ اولاً و آخراً!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۷۹

(۸۳۷)

مرغوب الرحمنؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا

(وفات: ۸/دسمبر ۲۰۱۰ء)

مولانا مرغوب الرحمنؒ دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی نشانی تھے۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں ۲۹ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء ایک عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مقررین حضرات نے مقالہ جات بھی پڑھے۔ جسے بعد میں جون تا اگست ۱۹۸۷ء کی اشاعت خاص ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ میں ”ختم نبوت نمبر“ کے نام پر شائع کیا گیا۔ اس وقت ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ کے نگران حضرت مولانا مرغوب الرحمنؒ تھے۔ متذکرہ کانفرنس امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی مساعی جمیلہ سے انعقاد پذیر ہوئی تھی۔ اس نمبر کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تخصص فی ختم نبوت قائم ہوا۔

(۸۳۸)

مرید حسین شہیدؒ (چکوال)، جناب غازی

(شہادت: ۲۴/ستمبر ۱۹۳۷ء)

آپ کا اسم گرامی مرید حسینؒ تھا۔ ”اسیر“ تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں بھلہ شریف، تحصیل چکوال کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی عبداللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی غلام عائشہ تھا۔ چوہدری عبداللہؒ بھلے کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اکلوتے بیٹے سے نوازا۔ اس لئے اپنی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کی بڑی شفقت اور محبت سے پرورش کی۔

مرید حسینؒ ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد بزرگ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ والدہ بڑی سمجھدار اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اس لئے مرحوم سرتاج کی یادگار لاڈلے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔ قرآن حکیم اور بعض دینی کتب کی تدریس کے لئے سید محمد شاہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۸۰

صاحبؒ خطیب و امام جامع مسجد بھلہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ عام تعلیم کے لئے آپ کو قریبی قصبے کڑیالہ کے مڈل سکول میں داخل کر دیا۔ آپ شروع سے ہی ذہین اور محنتی تھے۔ درجہ مڈل اچھے نمبروں میں پاس کیا اور بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں زیر تعلیم رہے اور میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ لیکن زمینداری اور نمبرداری کی مشغولیت کی وجہ سے تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا۔ چکوال آتے جاتے آپ خاکسار تحریک کی عسکریت سے متاثر ہوئے اور خاکسار بن گئے۔ ازاں بعد آپ نے حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحبؒ چشتی چاچڑوی سے بیعت کی۔ مقامی ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور شاتمان رسول راجپال اور نتھو رام کی دریدہ دہنی کے واقعات پڑھ کر آپ کی غیرت مند طبیعت بہت کڑھتی تھی۔ بیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے چند روز بعد آپ کو خواجہ کونین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس دیدار اقدس نے مرید حسینؒ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور یہ وارفتہ عشق رسول ﷺ بے قرار و بے تاب رہنے لگے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

۱۹۳۵ء میں ایک روز چکوال میں آپ نے روزنامہ ”زمیندار“ میں ”پلول کا گدھا“ کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ اس خبر سے سچے عاشق رسول کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ پلول، ضلع گوڑگانواں کے ڈاکٹر انچارج شفا خانہ حیوانات نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے انتہا درجے کی ذلیل حرکت کی اور حضور سرور دو عالم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی۔ وہ یہ کہ شفا خانے کے ایک گدھے کا نام کے نام پر رکھنے کی نفرت انگیز جسارت کی۔ ہندوستان میں ہر مسلمان کا خون اس نامعقول اور پاجیانہ حرکت سے کھول اٹھا اور مسلمانوں کے پرانے زخم جو ملعون شاتمان رسول اکرم، شردهانند راجپال اور نتھو رام نے لگائے، از سر نو ہرے

کر دیئے۔ مسلم اخبارات میں احتجاجی بیانات سے سہم کر برٹش گورنمنٹ نے اس بدبخت گستاخ ڈاکٹر کو ضلع گوڑگانواں سے ضلع حصار کے موضع نارنوند تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے صدمہ غم و اندوہ کی برائے نام تلافی کے لئے یہ حرکت ستم ظریفی تھی۔ اس خبر سے مرید حسینؒ کو بے حد غم و غصے کے جذبات نے گھیر لیا اور یہ عاشق رسول لمبے سفر کی تکلیفیں اور صعوبتیں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۸۱

برداشت کرتا ہوا ”نارنوند“ پہنچ گیا۔ ڈاکٹر رام گوپال ایک تنومند اور قد آور شخص تھا۔ مگر نحیف و نزار، لیکن عشق رسول سے سرشار مرید حسینؑ نے انتہائی جرات سے کام لے کر ایک ہی وار میں اسے واصل جہنم کر دیا اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ لیکن یہ شرط لگا دی کہ کوئی کافران کے قریب نہ آئے۔ چنانچہ نارنوند کے ایس۔ ایچ۔ او چوہدری محمد شاہؒ نے ان کو گرفتار کیا اور ڈسٹرکٹ جیل حصار بھیج دیا۔ آپ پر ضلع حصار میں مقدمہ چلایا گیا۔ جلال الدین قریشیؒ بیرسٹر اور دیگر مسلمان و کلاء نے غازی مرید حسینؒ کی طرف سے بلافیس و کالت کی۔

قانونی موشگافیوں سے فائدہ اٹھا کر آپ آسانی سے بچ سکتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ شیدائی جھوٹ بول کر اپنی جان بچانا عشق رسول کے منافی سمجھتا تھا۔ اس لئے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ سزائے موت کا حکم ہوا۔ ان کے جذبات صادق سے ایک غیر مسلم قیدی اس قدر متاثر ہوا کہ وہ جیل میں ہی مسلمان ہو گیا۔ غازی مرید حسینؒ نے اس کا نام ”غلام رسول“ رکھا۔

غازی مرید حسینؒ کو سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء جمعۃ المبارک دن صبح کے نو بجے غازی مرید حسین مسکراتا ہوا تختہ دار پر سوار ہوا اور ناموس رسالت پر قربان ہو گیا۔ تختہ دار پر چڑھانے والوں نے آپ کے لواحقین کو بتلایا غازی مرید حسینؒ شہادت کے وقت بڑے مطمئن اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ کلمہ شریف اور درود پاک کا ورد کر رہے تھے۔ آپ کو خاموش ہونے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں اپنا کام کر رہا ہوں، آپ اپنا کام کریں۔“ چنانچہ غازی درود و سلام پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جہلم شہر میں مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہر کے دور دراز دیہات و قصبات سے مسلمان جوق در جوق آپ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔ جہلم سے بھلہ کا فاصلہ تقریباً پچھتر میل ہے۔ اس طویل راستے میں سڑک کے کنارے متعدد مقامات پر فرزندان توحید اور جاں نثاران رسالت نے عشق خیر

الوری ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ متعدد مقامات و مواضع میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔
بہلہ میں نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار بعد نماز جمعہ آپ کو
”تھے“ کے قریب غازی محل میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے شیدائی نے پیار رسول
پر قربان ہو کر عشق کا حق ادا کر دیا اور زندہ جاوید ہو گیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں، عاشقان پاک طینت را

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۸۲

(۸۳۹)

مسعود احمد راشدی (بورے والا)، مولانا

(وفات: ۸ اپریل ۲۰۰۸ء)

مولانا مسعود احمد راشدیؒ، حضرت مولانا شیخ احمد شہیدؒ بورے والا کے صاحبزادے تھے۔ مولانا شیخ احمد صاحبؒ مجلس احرار کے ممتاز رہنما اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ مولانا مسعود احمد راشدیؒ نے پاکستان میں ایک جھوٹے مدعی نبوت کو مناظرہ کے دوران واصلِ جہنم کیا اور تین سال پس دیوار زنداں گزارے۔ آپ نے اندرون و بیرون ملک تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے والد گرامی کی بورے والا میں قائم کردہ مسجد میں ربع صدی تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اٹھاون سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک غم ہے۔

(۸۴۰)

مسعود الحسن بخاریؒ، مولانا سید

(۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء، حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ)

پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد شریف کشمیریؒ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ ایسے حضرات سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا عبدالمجید انورؒ شیخ الحدیث علوم شرعیہ (سایہوال)، مولانا نذیر احمدؒ بانی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ (فیصل آباد) کے آپ ساتھی تھے۔ مولانا مسعود الحسنؒ کے والد گرامی محکمہ تعلیم میں افسر تھے۔ آپ بھی فراغت کے بعد کمالیہ کے گورنمنٹ سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ ایک دن والد گرامی نے کہا کہ بیٹا آپ کو ٹیچر بننے کے لئے میں نے دین نہیں پڑھایا تھا۔ ان کی بات ایسے نشانہ پر لگی کہ آپ نے سکول سے استعفاء دیا اور بلقیسہ مسجد حویلی لکھا آگئے۔ یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۸۳

فقیر راقم ایک دن ان کے ہاں دعوت پر مسجد بلقیسہ میں بیان کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی مبلغ عالمی مجلس سائیوال بھی ہمراہ تھے۔ تو مولانا مسعود الحسنؒ نے دسترخوان پر اپنے حویلی لکھا آنے کا واقعہ بیان فرمایا کہ مجھے دینی ادارہ میں کام کرنے کے لئے جگہ کی تلاش تھی۔ میرے بھائی مولانا سید محمود شاہ بخاریؒ دیپالپور میں تھے۔ بلقیسہ مسجد کچی تھی اور بن رہی تھی۔ میں شام کو یہاں آیا۔ رات مسجد میں قیام کیا۔ صبح نماز کے لئے اٹھا تو مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ وضو فرما رہے تھے۔ اچانک ایک دوسرے کو ملے تو تعجب ہوا۔

حضرت جالندھریؒ نے فرمایا کہ قریب کے فلاں گاؤں میں جلسہ تھا۔ جلسہ کے بعد جو ٹرین پکڑنا تھی وہ دس منٹ پہلے چھوٹ گئی تو رات گزارنے کے لئے یہاں آ گیا۔ ابھی نماز کے بعد بس سے سفر کرنا ہے۔ مولانا مسعود الحسنؒ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے جگہ کی تلاش ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کا سنا تو چلا آیا۔ شام کو آیا ہوں رات گزاری ہے۔ آج نماز کے بعد مسجد کی انتظامیہ سے ملوں گا۔ حضرت جالندھریؒ نے فرمایا: شاہ صاحب! یہ بلقیسہ مسجد اپنے مسلک کے دوستوں کی پہلی مسجد ہے۔ کچی ہے اور ابھی تعمیر بھی مکمل نہیں ہوئی۔ قرب و جوار میں قادیانیوں کا زمیندارہ اور اثر رسوخ ہے۔ ممکن ہے کہ مسجد کے حالات ایسے ہوں کہ آپ کو وہ معقول تنخواہ نہ دے سکیں۔ لیکن تبلیغ کے نقطہ نظر سے محل وقوع اور ضرورت ایسی ہے کہ آپ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے گھوڑے بیچ کر یہاں ڈیرہ لگا دیں۔ تنخواہ کی فکر نہ کریں۔ جب تک کوئی انتظام نہیں ہوتا وہ میرے ذمہ۔ ہر ماہ آپ کو منی آرڈر آ جائے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے حکم و مشورہ پر مولانا سید مسعود الحسنؒ نے یہاں ایسے ڈیرہ لگایا کہ اب جنازہ بھی یہاں سے اٹھا ہے۔ فرماتے تھے سالہا سال حضرت جالندھریؒ تنخواہ بھجواتے رہے۔ جب مسجد کی تعمیر ہو گئی، میری خطابت سے ماحول بھی بن گیا۔ مسجد

کی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ دوستوں نے میری تنخواہ مقرر کر دی تو حضرت جالندھریؒ کو خط لکھا کہ اب آپ رقم نہ بھجوا یا کریں۔ یہ واقعہ سنا کر مولانا سید مسعود الحسن بخاریؒ پر گریہ طاری ہو گیا کہ ہمارے اکابر اس طرح دور رس نگاہ رکھتے تھے کہ جہاں سے گزرتے دینی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرتے جاتے تھے۔ مولانا مسعود الحسنؒ نے فرمایا کہ بلقیسہ مسجد حویلی لکھا میں اپنے مسلک کی پہلی مسجد تھی۔ پھر ماحول بنا۔ اب یہاں اپنی مساجد و مدارس کی بہار ہے۔ یہ سب حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی دور اندیش سوچ کا صدقہ ہے اور اُس مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ۔ مولانا سید مسعود الحسن بخاریؒ خوب بہادر انسان تھے۔ محنتی تھے۔ حق بات

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۸۴

ڈنکے کی چوٹ کہنے کے خوگر تھے۔ رعب اور بڑی شان کے ساتھ رہے۔ ایک وقت تھا، آپ کی علاقہ بھر میں اتنی بھرپور گرفت تھی کہ چاروں جانب آپ کا طوطی بولتا تھا۔ آپ نے مدرسہ بھی قائم کیا۔ مسجد و مدرسہ آج آباد ہیں جب کہ ان کے بانی اور انہیں عروج پر پہنچانے والے عدم آباد چلے گئے۔ جہاں ہم سب کو جانا ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔

(۸۴۱)

مسعود علی الحسنی الجیلانیؒ (فیصل آباد)، السید

شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما جناب مولانا سید مسعود علی الحسنی جیلانیؒ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد نے حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور مہدی، خروج دجال، دعویٰ مہدی و مسیحیت مرزائے قادیان پر مبسوط کتاب تحریر کی ہے۔ جس کا نام ”البرہان الجلی فی حل عقدۃ نزول عیسیٰ و ظہور المہدی“ ہے، جو جولائی ۱۹۸۸ء میں ۲۸۰ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی۔ اپنے طور پر اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی سعی کی ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے رد قادیانیت کے لٹریچر میں مفید اضافہ ہے۔

(۸۴۲)

مسلم بن برکت اللہؒ (کراچی)، جناب حاجی محمد

کراچی کے درویش صفت ایک بزرگ تھے جناب الحاج محمد مسلم دیوبندی بن برکت اللہؒ، ٹھٹھائی کمپاؤنڈ کراچی میں کپڑا کی تجارت کرتے تھے۔ آپ نے سبحان الہند حضرت مولانا احمد

سعید دہلویؒ کی تفسیر و ترجمہ کشف الرحمن دو جلدوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کی۔ آپ کے اس زمانہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کراچیؒ سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ آپ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد کے مستقل قاری تھے۔ رد قادیانیت پر مختلف رسائل، ہفت روزہ لولاک فیصل آباد اور حضرت مولانا نور محمد صاحب پنیالویؒ کی کتب سے بہت سارا مواد لے کر اپنی ترتیب سے دو کتابیں مرتب کر کے شائع کیں۔

۱..... ”اسلامیہ پاکٹ بک“

۲..... ”حقیقت مرزا“

یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شامل اشاعت ہیں۔

مسلم عثمانی دیوبندیؒ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۸۹۴ء وفات: ۱۹۵۰ء)

حضرت مولانا محمد مسلم عثمانیؒ ولد مولانا محمد اکرم عثمانی ۱۸۹۴ء کو بمقام دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم دارالعلوم دیوبند، مستند طبیبہ کالج لکھنؤ سے حاصل کی۔ آپ شیخ فضل علی شاہ نقشبندیؒ مسکین پور، تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا عبدالسمیعؒ سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

درج ذیل مدرسوں میں درس و تدریس کا کام سرانجام دیا:

۱۹۲۱ء تا ۱۹۲۴ء مدرسہ معین الاسلام انبالہ چھاؤنی ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۸ء مدرسہ فیروز پور ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۴ء مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۵ء دارالعلوم ڈابھیل (جامعہ اسلامیہ) ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۶ء مسجد شاہ عالمی، لاہور ۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۰ء مسجد مقدس پرانی انارکلی لاہور

پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی بنیاد رکھی۔

مولانا کی تصانیف میں: براہین التنزیل، دافع الشبہات، حیات فعلیہ، مسلم پاکٹ بک (رد مرزائیت پر)، شرح الطحاوی شریف (زیر طبع) ہیں۔ مولانا کی رد قادیانیت پر معروف تصنیف مسلم پاک بک

”مسلم پاکٹ بک“ قادیانی کتاب (احمدیہ پاکٹ بک) کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ مسلم پاکٹ بک ایک علمی دستاویز اور قادیانی وساوس کے جوابات میں انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس علمی اور تحقیقی کتاب پر جتنا مصنف مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ایک بار شائع ہوئی، پھر نایاب ہو گئی۔ اس کا ایک نسخہ محترم الحاج عبدالرحمن یعقوب باوا صاحب سے ملا۔ دفتر کی لائبریری میں درج ہوا۔ لیکن گم ہو گیا اس کا بہت صدمہ ہوا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۳۸۶

اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دیں اپنی بھرپور موسلا دھار رحمتوں کی بارش سے نوازیں بابو تاج محمد صاحب مرحوم فقیر والی کو، ان کی محنت سے دوسرا نسخہ مل گیا۔ جسے جان سے عزیز سمجھ کر سنبھالے رکھا اور پھر سالہا سال بعد اس کی اشاعت کی حق تعالیٰ جل وعلا مجدہ نے توفیق سے نوازا اس پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم اس مرحلہ پر بہت یاد آ رہے ہیں۔ انہوں نے بار بار اس کتاب کی اشاعت کی اہمیت جتلائی اور اشاعت کے لئے بار بار حکم فرمایا۔ صحیح ہے کہ قدر زر، زرگر بداند، قدر جوہر، جوہری۔ لیکن کل امر مرہون باوقاتہا سے بھی تو مفر نہیں۔ واقعی یہ کتاب اس قابل ہے کہ قابل قدر جان کر اسے پڑھا جائے۔ لیکن اس کے لئے بھی تو قابلیت درکار ہے۔ ”میں تو اس قابل نہ تھا“ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ کتاب چھپنے کے قابل ہو گئی۔

ایسے وقت میں چھپ رہی ہے کہ اس کے چھاپنے کی اہمیت جتلانے والے، مولانا اوکاڑویؒ اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ ہوتے تو ان سے دعاؤں کا انعام لیتا۔ لیکن وہ حیات اموات کے قائل تھے۔ حق تعالیٰ ان تک یہ خبر پہنچا دیں کہ آپ کے ایک نالائق خادم نے معرکہ سر کر لیا ہے تو انہیں خوشی ہو۔ ویسے وہ ایسے نیک بخت تھے کہ یقیناً پہلے ہی خوشیاں سمیٹ رہے ہوں گے۔

کتاب لیتھو پر ۱۳۵۱ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ جیبی سائز، جلد کرتے وقت کافی حصہ سلائی میں آجانے کے باعث ناقابل استفادہ ہو گیا تھا۔ مس پرنٹ بہت تھا۔ جلد کھول کر ایک ایک ورق کیا۔ پھر انلارجمنٹ فوٹو کرائے الفاظ پھٹ گئے۔ مدہم الفاظ پھر پھٹے، مٹے، بٹے، کتاب علمی اور فقیر محض کورا۔ کتاب کو ہاتھ کیا لگایا، ”سرمندآتے ہی اولے پڑنے لگے“ کا مصداق ہو گیا۔ پھر خیر سے کمپوزر حضرات مجھ سے بھی زیادہ عربی لکھنے میں تن آسان واقع ہوئے ہیں۔ حوالہ جات میں

ساتھیوں کی گل فشانی سے انکار نہیں۔ لیکن خدا لگتی کہ پوری ٹیم نے اس کتاب پر بھرپور محنت کی ہے۔ غلط یا صحیح کی تو شرط نہیں لگاتا۔ البتہ اس کا یقین کامل ہے کہ پہلے کی نسبت پڑھنے میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

پہلی اشاعت ۱۳۵۱ھ میں اب دوسری اشاعت ۱۴۲۸ھ میں گویا ستر سال بعد اس کا دوبارہ منظر عام پر آنا یقیناً توفیق ایزدی ہے۔ ورنہ تو خیر سے یہ کتاب عمر میں بھی مجھ سے بڑی ہے۔ اپنے سے بڑوں کے ساتھ ”متھا“ لگانے والوں کے ساتھ جو ہوتا ہے وہ میرے ساتھ اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۸۷

کتاب نے کیا ہے۔ میں نے بھی محدب شیشہ (گلاس نما) سے لڑائی لڑی، اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ سرخرو ہو گئے۔ اس رام کہانی بیان کرنے سے اپنے محنتی ہونے کا ثبوت مہیا کرنا مقصود نہیں۔ رفقاء سے استدعا کرنی ہے کہ یہ کتاب بھرپور علمی ذخیرہ ہے۔ قادیانیوں کے اعتراضات کو ہباءً منشوراً کرنے کے لئے اس سے استفادہ از بس ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ اس کی طباعت کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

غرض مسلم پاکٹ بک تو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۰ میں شائع ہوئی، لیکن بعد میں ایک رسالہ آپ کا تصنیف کردہ ملا۔

”اہل قبلہ کی تحقیق“ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نیز مؤخر الذکر رسالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم بھی شامل ہے۔

(۸۴۴)

مشتاق احمد انبیٹھویؒ، مولانا

(ولادت: ۱۲۷۳ھ وفات: ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء)

مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ بن مخدوم بخش انبیٹھہ ضلع سہارنپور یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ، مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ ایسے افاضل زمانہ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے آٹھ حج کئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے قائم کردہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تدریس بھی اس زمانہ میں کی۔ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف، ہائی سکول لدھیانہ، گنج پورہ کرنال ایسے کئی مدارس میں پڑھاتے رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب لکھی۔ ”التقریر الفصیح

فی نزول المسیح“ جو گرانقدر علمی خزانہ ہے۔ محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں اس کو محفوظ کیا گیا ہے۔

(۸۴۵)

مشتاق احمد چرتھاولی، مولانا

حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولی بہت بڑے عالم دین اور درس نظامی کے ماہر ترین اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے درس نظامی کی تدوین نو کی اور نصاب جدید مرتب

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۸۸

کیا۔ اس میں کئی درسی کتابیں آپ کے رشحات قلم کی مرہون منت ہیں جو آج بھی وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کی کتب سے مرزا قادیانی کے عقائد کو جمع کیا اور پھر ان کو نظم میں مرتب کیا۔ مکتبہ دارالتبلیغ دیوبند سے یہ کتابچہ ”عقائد قادیانی منظوم“ شائع ہوا۔ قریباً پون صدی بعد اس کتابچہ کو احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل کیا گیا۔ اس کی اشاعت نو پر جتنی فقیر کو خوشی ہے، اے کاش! قارئین سے بھی کوئی دوست اس کی قدردانی فرما سکیں۔

(۸۴۶)

مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا

جامعہ عربیہ چنیوٹ کے مدرس، مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے نامور شاگرد، معلوماتی انسان، قادیانیوں کے خلاف متعدد کتابوں کے مصنف، مناظر، سعودی عرب عمرہ کے لئے گئے اور حرم کعبہ میں وصال فرما گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۸۴۷)

مشتاق احمد علی پوریؒ، مولانا

(وفات: ۲۵/ مارچ ۲۰۱۲ء)

مولانا مشتاق احمد علی پوریؒ کے تھے۔ مہاجر برادری سے تعلق تھا۔ آپ نے سیت پور روڈ پر مدرسہ فیض العلوم بھی قائم کیا۔ مولانا محمد شریف کشمیریؒ شیخ الحدیث خیر المدارس کے داماد تھے۔ ”حقیقت مرزائیت“ کے نام پر انہوں نے رسالہ بھی لکھا۔

مشتاق احمد ہوتویؒ، مولانا

مولانا مشتاق احمد ہوتویؒ کا رسالہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے بنام ”مرزا کا چہرہ اپنے آئینہ میں“ شائع ہوا۔ بعد میں حضرت مولانا مختار احمدؒ، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل تھے۔ صحیح معنی میں یادگار اسلاف اور عالم ربانی تھے۔ ملنے کا دوسرا پتہ میں آپ کا نام بھی درج ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی مرصع گالیاں، سیاہ جھوٹ، غیر محرم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۸۹

عورتوں سے اختلاط ایسے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں اسے محفوظ کرنے پر خوشی ہو رہی ہے۔

(۸۴۹)

مشرف بریلوی (بلوچستان)، جناب

جناب مشرف بریلوی صاحب غالباً تقسیم کے بعد سبی، بلوچستان آگئے۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو آپ نے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس کا نام: ”خاتم“ ہے۔ اس رسالہ میں عقیدہ ختم نبوت کے مفہوم و معنی کو مصنف نے اپنے طور پر سمجھایا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۰)

مصباح الدین (راولپنڈی)، جناب

سٹیلائٹ ٹاؤن کے جناب مصباح الدین نے ایک کتاب ”خاتم النبیین“ کے نام سے لکھی۔ اس کے دو حصے یکجا ہیں۔ پہلا حصہ ۲۲۴ صفحات اور دوسرا حصہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی وصف خاص و طرہ امتیاز عقیدہ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں کو بڑے اچھوتے انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اس کے نقصانات، مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ غرضیکہ تمام پہلو اس کتاب میں آگئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۷۳ء میں اور چوتھا ایڈیشن جون ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ پونے چار سو صفحات کی کتاب فری میں تقسیم کرتے رہے۔ زہرے

نصیب!

مطیع الحق، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد مطیع الحق صاحب جو جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ممتاز رہنما تھے۔ آپ نے رسالہ ”چیستان مرزا“ مرتب کیا۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے خود یہ تعارف لکھا: ”ہم تو تب جانیں کہ کوئی ان ارشادات کی تلاوت کر کے یہ بتا دے کہ مرزا قادیانی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۹۰

بندہ تھے یا خدا؟ امتی تھے یا نبی؟ عورت تھے یا مرد؟ ماں تھے یا باپ؟ مسلمان تھے یا کافر؟ انسان تھے یا پتھر؟“ پاکستان بننے سے قبل کا شائع شدہ ہے۔ جمعیتہ علماء اسلام سے مراد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قائم کردہ جمعیتہ ہے۔ یہ راقم کا اندازہ ہے۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۲)

مظفر اقبال قریشیؒ، مولانا محمد

(وفات: ۱۶ اپریل ۲۰۰۴ء)

مولانا محمد مظفر اقبال قریشیؒ جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور عصری علوم میں ایم۔ اے تھے۔ گورنمنٹ کالج مانسہرہ کے شعبہ اسلامیات کے چیئرمین تھے۔ ۱۹۸۳ء میں ملک بھر کے اندر مولانا اسلم قریشی کے اغواء کے مسئلہ پر احتجاج شروع ہوا۔ اسلم قریشی مجلس سیالکوٹ کے مبلغ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملتان میں ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء کو اپنے شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ مجلس عمل کا احیاء کیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلہ کی روشنی میں مانسہرہ میں مجلس عمل کا احیاء ہوا۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ صدر اور مولانا قاری فضل ربی صاحبؒ جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا عبدالحقؒ نے علاقائی مجالس کے قیام کا حکم فرمایا۔ مانسہرہ کے علاقہ لوئر پکھل کے لئے مولانا سید اسرار الحق شاہؒ کو کنوینر بنایا گیا۔

آپ نے لوئر پکھل کے تمام دیہات کا دورہ کیا۔ چنانچہ اس دورہ کے نتیجے میں لوئر پکھل کے علماء کرام کو علاقائی مجلس قائم کرنے کے لئے ۵ اپریل ۱۹۸۴ء کو مرکزی جامع مسجد میں جمع کیا

گیا۔ اس موقع پر مولانا مظفر اقبال قریشیؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل کا امیر چن لیا گیا۔ آپ کی کوشش سے عرصہ دراز کے بعد لوئر پکھل کے علماء کو اس سٹیج پر جمع کیا گیا تو اس کے بہت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ عالمی مجلس کے اہداف کے مطابق علاقہ میں دینی سرگرمیاں، جلسے، جلوس، شروع ہو گئے۔ دینی بیداری پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۴ء کو مانسہرہ شہر میں ڈویژنل سطح کی عظیم الشان کانفرنس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ لوئر پکھل میں بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے تگ و دو شروع ہو گئی۔ چنانچہ ۱۲ اپریل کو لوئر پکھل سے ایک بڑا جلوس حضرت مولانا رفیق الرحمن ترنگزئیؒ (والد ماجد قاضی حبیب الرحمنؒ و مفتی کفایت اللہ صاحب MPA) مولانا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۹۱

سید اسرار الحق شاہ صاحبؒ مراد پور اور مولانا محمد مظفر اقبالؒ کی قیادت میں مانسہرہ پہنچا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو مانسہرہ میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحبؒ نے نہایت ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اہل مانسہرہ کو تحفظ ختم نبوت کا بیرو قرار دیا۔ آپ نے اس موقع پر اہل مانسہرہ کے لئے یہ تاریخی جملہ استعمال کیا تھا۔

”مانسہرہ پھولوں کا سہرا“

مولانا محمد مظفر اقبال قریشیؒ کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل مسلسل سرگرم عمل رہی۔ مسئلہ ختم نبوت سیرۃ النبی اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے لوگوں کی ذہن سازی ہوتی رہی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک کامیاب ہو گئی مگر کام جاری رہا۔ اس سلسلہ میں لوئر پکھل میں بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔

(قاری محمد شاہ)

(۸۵۳)

مظفر علی شمسیؒ (لاہور)، جناب سید

سید مظفر علی شمسیؒ بیان کرتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں مجھے دیگر رہنماؤں کے ساتھ گرفتار کر کے سکھر جیل بھجوا دیا گیا اور ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ جیل کے اندر پانچ دروازے پار کروا کر ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بھیجا گیا۔ اس کوٹھڑی میں دم لینا دشوار تھا اور جب کبھی دم گھٹنے لگتا تو ہم سب باری باری دروازے کے ساتھ منہ لگا لیتے تا کہ کچھ سانس بحال ہو سکے۔ ہم سب اس حالت میں صبر و شکر کے ساتھ موت کا انتظار کرنے

لگے۔ سکھر میں ان دنوں گرمی انتہا درجے کی تھی۔ مرغی کے انڈے کو اگر پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو پانچ منٹ میں ابل جاتا تھا۔ رات کو سرخ آندھی چلتی جو کئی کئی دن مسلسل چلا کرتی۔ آنکھیں سرخ ہی سرخ ہو جاتی تھیں۔ سحری اور افطاری میں خوراک ایسی کہ دیکھ کر طبیعت خراب ہو جاتی۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا بہت دشوار ہو گیا تھا۔ عید الفطر کے دن تمام قیدیوں نے مل کر نماز عید ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل خطوط لے کر آئے۔ انہوں نے میری ڈاک میرے سپرد کی۔ اس میں میری ہمشیرہ کا خط تھا جسے میں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پڑھا اور رو دیا۔ اس میں لکھا تھا:

”میرے بھیا! اس امتحان میں آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی۔ اب قریب المرگ ہوں۔ بخار دامن نہیں چھوڑتا۔ درجہ حرارت ۱۰۴ سے گرتا نہیں۔ کھانسی زوروں پر ہے۔ محبوب بھائی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۹۲

(سید محبوب شمسی) ڈاکٹر صاحب کو لائے تھے۔ ایکسڑے میں ٹی۔ بی کی ابتدائی منزل ہے۔ ماں باپ نے مجھے آپ کے سپرد کیا تھا اور اب موت مجھے لئے جا رہی ہے۔ کاش! کہ میرے آخری وقت آپ میرے پاس ہوتے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جو مصائب برداشت کر رہے ہیں اللہ آپ کو استقلال بخشے اور قیامت کے دن آپ کی قربانی ہمیں دربار رسالت میں سرخرو کرے۔

آپ بہادری سے قید کاٹیں، اگر زندگی رہی تو مل لوں گی۔ ورنہ میری قبر پر تو آپ ضرور آئیں گے۔ سب بچے سلام کہتے ہیں۔ اب ہاتھ میں طاقت نہیں۔ لہذا خط ختم کرتی ہوں۔ بھیا سلام۔ آپ کی بہن۔“

اس خط سے میرے دل میں ایک ہوک اٹھی۔ شاہ صاحب (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) آبدیدہ ہو گئے۔ سب نے عزیزہ کی صحت کے لئے دعا کی۔ اس خط کا مطلب وہی سمجھ سکتا ہے جو وطن سے دور ہو اور پھر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہو۔

ایک رات کو مولانا غلام اللہ خانؒ کی جامع مسجد راولپنڈی راجہ بازار میں جلسہ عام تھا۔ اللہ اللہ! چشم فلک نے ایسے روح پرور اور ایمان افروز نظارے کم دیکھے ہوں گے۔ مولانا بنوریؒ کا نورانی چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور دوسرے تمام اکابر اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ جناب سید مظفر علی شمسیؒ کے ان الفاظ پر کہ: ”پہلے ۱۹۵۳ء میں بھی ایک سید (ابوالحسنات قادریؒ) کی قیادت میں تحریک ختم نبوت میں شامل ہوا تھا اور آج بھی ایک سید ہی کی قیادت میں گھر سے نکل آیا ہوں اور آتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو وصیت کر آیا ہوں کہ جب تمہیں خبر ملے کہ تمہارا ابا، نانا مصطفیٰ (ﷺ) پر قربان ہو گیا ہے اور اس کے ساتھی بھی شہید کر دیئے گئے

ہیں اور ان کی لاشیں راولپنڈی کی سڑکوں پر گھسیٹی جا رہی ہیں تو تم بھی زینب کی طرح سروں سے چادریں اتار کر، ننگے سر ہو کر، سڑکوں پر نکل آنا اور ختم نبوت کی تحریک میں شامل ہو جانا۔“

مجمع میں ایک قیامت پیا ہو گئی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کوئی شخص ایک لاکھوں کے مجمع میں ایسا نہیں ہو گا جس نے اپنے دل میں یہ عہد نہ کر لیا ہو کہ کل صبح اگر فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہوا تو وہ اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش نہیں کرے گا۔ (ہفت روزہ ”لولاک“ فیصل آباد)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۹۳

(۸۵۴)

مظہر الدین رمداسیؒ ، مولانا

مولانا محمد مظہر الدین رمداسیؒ کا مرتب کردہ ”خاتم المرسلین ﷺ“ رسالہ ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۵)

مظہر الدین ملتانی قادیانی

مظہر الدین ملتانی کے والد فخر الدین ملتانی نے قادیانیت کی لعنت قبول کی اور ملتان سے قادیان منتقل ہوئے۔ ان پر جب قادیان کے دوسرے خلیفہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا محمود قادیانی کی بدکرداری عیاں ہوئی۔ انہوں نے آواز اٹھائی۔ مرزا محمود نے ان کو قتل کرا دیا۔ فخر الدین ملتانی کے بیٹے مظہر الدین ملتانی نے اپنی آنکھوں کے سامنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا تو مرزا محمود کے خلاف ہو گئے۔ چنانچہ مرزا محمود کی بدکرداری پر کتاب لکھی جس کا نام : ”تاریخ محمودیت“ ہے۔ مگر مرزا محمود کے مخالف ہونے کے باوجود آخر تک قادیانی رہے۔

”کمالات محمودیہ“ یہ بھی مظہر الدین ملتانی قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب کا انہوں نے خود یہ تعارف قلمبند کیا ہے۔ ”بدباطن دجال (مرزا محمود) کے دجل فریب کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق درج کئے گئے ہیں۔“ اس کتاب نے بھی قادیانی مؤلف کے ہاتھوں مرزا محمود کو بے لباس کر دیا ہے۔

”ربوہ کا پوپ“ یہ کتاب بھی مظہر الدین ملتانی، قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ جس میں مرزا محمود ایسے ابن الوقت کے ناپاک سیاسی منصوبے، دینی سیاست کے پردے میں چیرہ دستیاء، حکومتی خاکے، فوجی نظام حکومت کے خواب، ربوہ سٹیٹ بینک وغیرہ، گشتی مراسلہ، ربوہ کے جاسوسوں کا کام، حکومت کی پالیسی کے راز چرانا، مرکزی حکومت نے اعلیٰ حکام کو خبردار رہنے کی ہدایت کر دی، ایسے بیسیوں عنوانات قائم کر کے مرزا محمود کے کردار کو تار تار ہوتے دکھایا گیا ہے۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۸۵۶)

مظہر حسینؑ (چکوال)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۶ / جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؑ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو چکوال کے معروف مذہبی قصبہ بھیس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ معروف عالم تھے۔ رد قادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ”تازیانہ عبرت“ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسینؑ نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ دارالعلوم عزیزہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۳۷ھ / ۳۶ / میں دورہ حدیث اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے اور خرقة خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز

دور حکومت میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت و عزیمت اور بڑی بہادری سے وقت گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد و مدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (تب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک کے لئے شب و روز ایک کر دیئے۔ گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۴۸۲، ۴۸۳) میں آپ کی اپنی تحریر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۹۵

کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

”۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا مرکز جہلم تھا۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں بھیس میں رہتا تھا۔ ۲۶ مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ جامع مسجد گنبد والی جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز تقریر کی اور احتجاجی جلوس کی صورت میں گرفتاری پیش کی۔

اس کے بعد میرا (قاضی صاحبؒ) پروگرام تھا۔ میں نے بھی ۱۳ مارچ کے جمعہ پر جامع مسجد مذکورہ میں تقریر کی اور جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ مرحوم ساکن ڈومیلی نے گرفتاری دینی تھی۔ لیکن ان کو جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا۔ ۱۱ مارچ کو چکوال سے حافظ حضرت مولانا غلام حبیبؒ کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا تھا۔ جہلم میں دو دن رکھنے کے بعد حضرت مولانا عبداللطیفؒ، حضرت مولانا سید علی شاہؒ، حضرت مولانا صادق حسین مرحوم اور راقم الحروف (قاضی صاحبؒ) کو لاہور سنٹرل جیل لایا گیا۔ ہمارے ساتھ اپنے جماعتی رفقاء چکوال کے کارکن بھی تھے۔ جن میں میاں کرم الہی مجاہدؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لاہور سے پھر ہمیں سنٹرل جیل ساہیوال (منٹگمری) منتقل کر دیا گیا۔ منٹگمری میں جہلم، کیمل پور، سرگودھا اور منٹگمری کے نظر بند رکھے گئے تھے۔ ہمارے کمرے کے ساتھ علیحدہ کوٹھڑی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتیؒ بھی تھے جو بہت بڑے مفتی اور بزرگ راہنما تھے۔ انہوں نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے۔ سرگودھا کے نظر بندوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ بگوی بھی تھے۔

حضرت مولانا غلام حبیب صاحبؒ کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا اور وہ ۹ جون ۱۹۵۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔ منٹگمری جیل سے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کے ساتھ اور بھی چند رضا کار نظر بند تھے۔ جب رہائیاں شروع ہوئیں تو حضرات رہا ہوتے رہے۔ راقم الحروف (حضرت قاضی صاحبؒ) کی رہائی بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد بندہ (قاضی صاحبؒ) نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت مدنیؒ نے اپنے کرامت نامے میں یہ تحریر فرمایا کہ:

”نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارۃ سیئات اور ترقی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۳۹۶

درجات کرے۔ آمین! (۲۳ شوال ۱۳۷۳ھ، منقول از مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ مکتوب نمبر ۳۵) حالات عرض کر دیئے ہیں جو مناسب سمجھیں شائع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام اہل سنت والجماعت کو عقیدہ ختم نبوت اور خلافت راشدہ کی تبلیغ و تحفظ کی توفیق دیں۔ اپنی مرضیات کی اتباع نصیب کریں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔ آمین! بجاہ النبی الکریم ﷺ!" والسلام! خادم اہل سنت مظهر حسین مدنی جامع مسجد چکوال ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ، ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا رد قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلوا کر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو مہمیز لگاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹ مئی ۱۹۸۲ء کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جامعہ ختم نبوت کانفرنس کے آپ صدر نشین ہوئے۔ جمعیتہ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحبؒ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے معتمد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیتہ

علمائے اسلام کے لئے مدتوں وقف کئے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے احترام و توقیر میں کسی سے کم نہ تھے۔ عرصہ ہوا حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری ملاقات و عیادت کے لئے چکوال تشریف لے گئے۔ دیر تک محبتوں و شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات و اکابر سے تعلقات پر مربوط گفتگو فرمائی۔ ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام، مدنی مسجد، مدرسہ امدادیہ چکوال آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحبؒ اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ بہادری، جرأت، حق گوئی میں اپنی

۱۴۹۷ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مثال آپ تھے۔ اکابر کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے۔ اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تحریر و تقریر، درس و بیان، قلم و قرطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔ ۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ سے پیوستہ سال عید الفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کی مساعادت کے لئے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت و محبت سے اپنی چارپائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے۔ تحریری و تقریری کام کی رپورٹ پر شگفتہ مزاج ہو گئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کردی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوسناک خبر سنی کہ کل انتقال ہو گیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہو گیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر و قابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہوسکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

(۸۵۷)

مظہر حسین قریشی (سیالکوٹ)، جناب حکیم

۱۳۲۲ھ، مطابق ۱۹۰۴ء کو حکیم مظہر حسن قریشی داروغہ آبکاری چھاؤنی سیالکوٹ نے ایک کتاب بطرز ناول مرزا قادیانی کی تردید میں ۵۱۲ صفحات پر مشتمل شائع کی۔ جس کا نام مصنف نے ”چودھویں صدی کا مسیح“ رکھا۔ آج سے ربع صدی قبل ایک کتاب کی تلاش میں جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر کی خدمت میں ملتان روڈ لاہور حاضر ہوا۔ بیت الحکمت لائبریری کا وزٹ کیا۔ مطبوعہ کتب جو میسر آئیں ان کو علیحدہ کیا کہ ان کی فوٹو کرانی ہے۔ خیال تھا کہ ادائیگی ہم کر دیں گے۔ فوٹو پروفیسر صاحب کرانے کی بابت اپنے کسی اہل کار کو حکم فرمادیں گے۔ فقیر نے یہی عرض کی: پروفیسر صاحب مسکرائے اور فرمایا آپ کتابیں لے جائیں۔ حسب سہولت فوٹو کرائیں اور کتابیں مجھے واپس بھجوادیں۔ اس عنایت و اعتماد پر فقیر نے ممنون احسان تو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۹۸ خیر ہونا ہی تھا۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اس پر تعجب ہوا کہ پروفیسر صاحب سے پہلی ملاقات ہے۔ اس سے قبل ایک دوسرے کے نام سے غائبانہ جان پہچان تھی۔ اتنا اعتماد کون کرتا ہے؟ پروفیسر صاحب فقیر کے تعجب کو بھانپ گئے اور فرمایا۔ مولانا! ہر ایک سے ایک جیسا معاملہ نہیں ہوتا۔ کتابوں کو دینا تو درکنار دکھانے میں بھی احتیاط کرتا ہوں۔ لیکن آپ ذمہ دار ادارہ کے ذمہ دار فرد ہیں۔ اگر آپ میں احساس ذمہ داری نہیں ہوگا تو کس میں ہوگا؟ رد قادیانیت کی کتابوں سے آپ سے زیادہ کون استفادہ کرے گا؟ لے جائیے۔ فوٹو کرائیے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک سطر ضائع ہوئے بغیر اصل کتب مجھے مل جائیں گی۔ (چنانچہ بحمدہ تعالیٰ! مولانا عزیز الرحمن ثانی نے ان کتابوں کا فوٹو کرا کر مجھے ارسال فرمایا اور اصل کتب پروفیسر صاحب کو واپس کیں)

اتنے میں میز پر چائے آگئی۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ میں برطانیہ گیا تھا۔ ایک دوست کے ہاں رد قادیانیت پر ایک کتاب دیکھی۔ فوٹو کرایا۔ نامکمل ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔ آپ کے پاس نہ ہو تو اس کا بھی فوٹو کرائیں۔ فقیر نے وہ کتاب دیکھی تو ”چودھویں صدی کا مسیح“ تھی۔ فقیر نے خیال کیا کہ ایک تو فوٹو مدہم ہے۔ دوسرا نامکمل نسخہ ہے۔ سیالکوٹ سے شائع ہوئی ہے۔ تلاش کریں گے تو مل جائے گی۔ چنانچہ وہ فوٹو والا نسخہ واپس کر دیا۔ پروفیسر صاحب نے بھی محسوس نہ کیا۔ یا یہ کہ میری اس ناقدری کو انہوں نے محسوس نہ ہونے دیا۔ اب فقیر نے تلاش شروع کی۔ لائبریریاں چھان ماری۔ کتاب نہ ملی۔ ربع صدی دھکے کھاتا رہا۔ کتاب کا کہیں سے سراغ نہ ملا۔ اتنے میں محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کا وصال ہو گیا۔ اب اسی فوٹو سے فوٹو کرانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارے مخدوم جناب رضوان نفیس صاحب جو ہمارے حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے خادم خاص و خلیفہ مجاز ہیں اور کتابوں کی تلاش میں اللہ رب العزت نے انہیں حضرت سید نفیس الحسینیؒ والے ذوق کا بھی وارث بنایا ہے۔ ان سے عرض کی تو پتہ چلا کہ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کے صاحبزادے

جمال الدین افغانی اسلام آباد ریتے ہیں۔ ہفتہ شام لاہور آتے ہیں۔ اتوار شام واپس چلے جاتے ہیں۔ صفا اکیڈمی لاہور کے حضرت مولانا محمد عابد زید مجددیہم کے ان سے مراسم ہیں۔ وہ ان سے بات کریں گے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد عابد صاحب نے ذمہ داری کو نبھایا۔ فوٹو کرا کر ۲۰ اپریل ۲۰۱۰ء کو فقیر کو نسخہ ارسال فرمایا۔ فقیر کو خزانہ مل گیا۔ اب دن رات ایک کر کے کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔ فوٹو سے فوٹو تھا اور وہ بھی ایک صدی قبل کی کتاب سے جو مدہم در مدہم ہو گیا۔ اب دن رات

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۹۹

ایک کر کے فقیر نے مدہم حروف پر قلم چلایا۔ انہیں نمایاں کیا۔ لیکن بعض حروف تو بالکل سمجھ میں نہ آئے۔ قلق ہوا، بلکہ قلبی قلق ہوا کہ کتاب چھپنے کے قابل نہیں۔ اس میں چند صفحات پر ایک نظم تھی وہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے رسالہ اشاعت السنۃ سے مصنف نے لی تھی۔

اشاعت السنۃ کی فائل برادر محمد مولانا محمد حماد لدھیانوی زید مجدہ کے پاس فیصل آباد تھی۔ اس سے متعلقہ صفحات فوٹو کرائے۔ لیکن اب بھی طبیعت میں قلق باقی کہ کتاب اس فوٹو سے کمپوز کرانی مشکل ہے کہ پڑھی ہی نہیں جا رہی۔ سیالکوٹ کے علم دوستوں سے کہا لیکن ”پرانی بکری کو کون گھاس ڈالتا ہے“ مجھ مسکین پر جو بیت رہی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ایک دن جناب مولانا محمد عباس پسروری صاحب سے ذکر کیا۔ انہوں نے تلاش کا وعدہ کیا۔ ان کا عرصہ بعد فون آیا کہ جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب گوجرانوالہ کی لائبریری میں اصل کتاب موجود ہے۔ فقیر کو جن صفحات کے فوٹو درکار تھے (تاکہ جیسے تیسے نسخہ مکمل ہو) وہ صفحات مولانا فقیر اللہ اختر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو نوٹ کرائے۔ وہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ جناب ضیاء اللہ کھوکھر سے فقیر کی دیرینہ یاد اللہ ہے۔ انہوں نے ان صفحات کے فوٹو کرا دیئے۔ لو کتاب مکمل ہو گئی۔ اس کی تو خوشی ہوئی۔ لیکن چھاپنے کے لئے اب بھی حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ فقیر نے دھڑکتے دل سے جناب محترم ضیاء اللہ کھوکھر کو خط لکھا کہ فوٹو سے فوٹو کا نسخہ اس کتاب کا فقیر کے پاس آپ کے تعاون سے مکمل موجود ہے۔ لیکن چھپنے کے قابل نہیں۔ آپ کے پاس اصل کتاب ہے۔ اس سے عمدہ فوٹو ہوسکتا ہے۔ مہربانی فرمائیں تو مکمل کتاب کا عمدہ فوٹو ارسال فرمائیں۔ تاکہ اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی کسی جلد میں شامل اشاعت کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزائے خیر دیں۔ وعدہ فرما لیا اور پھر ۱۴ جولائی ۲۰۱۱ء کو مکمل کتاب کا فوٹو ارسال کر دیا۔

قارئین کرام! اس کتاب کے ملنے کی خوشی تو خیر ایک فطری امر تھا کہ مرزا قادیانی ملعون کی زندگی میں ان کے خلاف اتنی ضخیم کتاب شائع ہوئی جو ہمارے پاس نہ تھی اب مل گئی۔ اس مسودہ کو لاہور بھجوا دیا وہاں سے کمپوز ہو کر آیا۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد عابد صفدر اکیڈمی لاہور نے سرپرستی فرمائی۔ اس کتاب کے آخر پر درج ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا۔ جو غالباً نہ ہو سکا۔ غرض:

”چودھویں صدی کا مسیح“ نامی کتاب جناب حکیم مظہر حسن قریشی میرٹھی ثم سیالکوٹی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۸)

مظہر علی اظہرؒ (لاہور) ، مولانا

(پیدائش: ۱۳ مارچ ۱۸۹۵ء ، بٹالہ وفات: ۲۲ نومبر ۱۹۷۴ء، لاہور)

نامور شیعہ عالم، مصنف، سیاستدان، مقرر، قانون دان، مجلس احرار اسلام کل ہند کے اولین ناظم اعلیٰ، مجلس خلافت پنجاب کے نائب صدر، تحریک خلافت، تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرأت و بہادری سے حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے انکوائری کمیشن میں وکیل اور نمائندہ تھے۔ زندگی بھر انگریز اور اس کی مصنوعی اولاد قادیانیوں سے کبھی سمجھوتہ نہ کیا۔ قادیانی گروہ کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جس سے آپ کے دل کو قرار آ گیا۔ ایسا قرار آیا کہ چند ماہ بعد خود ہی مزار میں گہری نیند سو گئے۔

(۸۵۹)

معراج دین شہیدؒ (چنیوٹ) ، غازی بابو

(شہادت: ۲۶ مارچ ۱۹۵۲ء)

۱۹۵۱-۵۲ء میں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ نے اس تحریک میں بھرپور طریقے سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ شعلہ بیاں مقرر تھے۔ بابو معراج دین کو شروع ہی سے شاہ جیؒ سے بڑی عقیدت تھی اور آپ جیل میں بھی ان کا لٹریچر پڑھا کرتے تھے۔ آپ ان کے جلسے اور جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ سید عطاء

اللہ شاہ بخاریؒ، بابو معراج دین سے دلی پیار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اچھرہ کے عالم دین حضرت بابا فتح محمد المعروف بابا عطارؒ نے معراج دین کی سرپرستی کی۔ بابا جیؒ ایک ولی اللہ تھے۔ بابو معراج دین کو بابا جیؒ سے خاص عقیدت تھی۔ بابا جیؒ بھی ان سے بڑا پیار کرتے تھے۔ اکثر بابا جیؒ سے ختم نبوت کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ معراج دین نے بابا جیؒ کی صدارت میں اچھرہ میں بہت سے جلسے منعقد کروائے اور بابا جیؒ لوگوں کو ختم نبوت کی اہمیت کا احساس دلاتے رہے۔

۶ مارچ ۱۹۵۲ء بروز جمعۃ المبارک کو معراج دین نے جمعہ کی نماز کے بعد مسجد تکیہ

۱۵۰۱ جھنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

لہری شاہ کے باہر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ بابا فتح محمدؒ نے اس اجتماع سے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ بابا جیؒ کی قیادت میں یہ اجتماع جلوس کی شکل اختیار کرتے ہوئے مسجد وزیر خان کی طرف روانہ ہوا۔ بابا جیؒ نے چند قدم اس جلوس کی قیادت کی۔ چونکہ آپ بہت کمزور تھے، آپ نے جلوس کی قیادت معراج دین کے سپرد کر دی۔ آپ برگزیدہ ہستی تھے اور آپ جان چکے تھے کہ معراج دین کو بلند رتبہ ملنے والا ہے۔ آپ نے معراج دین کو دعا دیتے ہوئے الوداع کیا۔ بابا جیؒ مسجد تکیہ لہری شاہ کے کونے میں آرام فرما رہے ہیں۔

جلوس میں اچھرہ، مزنگ اور گردونواح کے رہنے والوں نے شرکت کی۔ کوئی ایسا گھر نہ تھا جس نے اس جلوس میں حصہ نہ لیا ہو۔ چونکہ موجودہ حکومت اس تحریک ختم نبوت کو سختی سے کچل دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ مال روڈ پر جہاں آج سٹیٹ بینک کی نئی عمارت قائم ہے، حکومت کی طرف سے اس جلوس کا راستہ روک لیا گیا۔ ان کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کی گئی۔ اسی دوران ایک شخص نے گولی چلا دی۔ بابو معراج دین کو دائیں بازو پر پہلی گولی لگی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو لیٹ جانے کا حکم دیا۔ اسی دوران دوسری گولی آپ کی چھاتی میں لگی۔ اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی چوہدری محمد زکریا بھی آپ کے ساتھ ہی تھے۔ آپ نے چھوٹے بھائی کی گود میں اپنا سر رکھ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ شہادت کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا۔ آپ کے جنازے میں لوگوں نے جوق در جوق شرکت کی۔ اچھرہ کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ آپ کو فیروز پور روڈ اچھرہ اڈا کے قبرستان میں پیٹرول پمپ کے عقب میں سپرد خاک کیا گیا۔

(شہدائے اسلام قدم بہ قدم)

معراج دین (ملتان) ، جناب حاجی

(وفات: ۲۳ فروری ۲۰۰۹ء)

حاجی معراج دین صاحبؒ گورداسپور قصبہ مسانیاں کے رہنے والے تھے۔ مسانیاں قادیان کے جوار میں واقع ہے، مسانیاں وہ جگہ ہے کہ جب مرزا محمود قادیانی نے اپنے آقایان ولی نعمت انگریز کے قدموں پر سجدہ ریز ہو کر حضرت امیر شریعتؒ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی لگوا دیا کرتا تھا۔ کئی بار ایسے ہوا، تب احرار رہنما جناب ماسٹر تاج الدین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۰۲

انصاریؒ نے پابندی کی مدت ختم ہوتے ہی امیر شریعتؒ کا مسانیاں میں جلسہ رکھ دیا۔ گردونواح اور خود قادیان کے بہت سارے مسلمان مسانیاں میں حضرت امیر شریعتؒ کے بیان سے مستفیض ہوئے۔ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ نے گاڑی والے سے کہہ کر بٹالہ جانے کے لئے سیدھے راستہ جانے کی بجائے قادیان کا راستہ اختیار کیا۔ بغیر ارادہ و خبر کے حضرت امیر شریعتؒ قادیان پہنچ گئے۔ ماسٹر صاحبؒ نے فوری منادی کرا کر مسجد میں حضرت امیر شریعتؒ کا بیان کرا کر بٹالہ بھجوا دیا۔ مرزا محمود قادیانی کا یہ پروپیگنڈا کہ حضرت امیر شریعتؒ قادیان میں آئے تو امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ پادر ہوا ہوا، انگریز حکومت کے لئے حضرت امیر شریعتؒ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی کا جواز باقی نہ رہا۔ حاجی معراج دینؒ نے اسی مسانیاں میں آنکھ کھولی۔ قادیان کے جوار میں ہونے کی وجہ سے قادیانی فتنہ سے آگاہی حاجی صاحبؒ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

تقسیم کے بعد ملتان آکر آباد ہوئے تو حضرت امیر شریعتؒ اور مجاہد ملت حضرت جالندھریؒ سے برابر رابطہ رہا۔ ہر جلسہ میں طبعی مناسبت کی وجہ سے شریک ہوتے، پیر طریقت حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ، مسکین پور شریف کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ سے بیعت کا تعلق ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ مولانا سید محمد عبداللہ شاہؒ کراچی والوں سے بیعت کا رشتہ جوڑا۔ سید محمد عبداللہ شاہ صاحبؒ نے مسکین پور خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن کی نگرانی ملتان کے حاجی اصغر علی مرحوم اور حاجی معراج دین مرحوم کے سپرد کی۔ حاجی اصغر علی مرحوم کے بعد اکیلے حاجی معراج دینؒ نے اس ذمہ داری کو بھرپور نبھایا۔ مذکورہ دونوں حضرات کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ حاجی معراج دینؒ نے متعدد مساجد بنوائیں، تعلیم الاسلام گورنمنٹ ہائی اسکول چناب نگر کی مسلم مسجد حاجی صاحبؒ نے اپنی نگرانی میں بنوائی، بنیادی طور پر آپ الیکٹرک کے شعبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نشتر ہسپتال ملتان کا عرصہ تک

الیکٹرک کا شعبہ آپ کے سپرد رہا۔ نشتر ہسپتال کے شعبہ حادثات سے انٹری گیٹ کے پاس مدنی مسجد کو وسعت دی۔ اس کا انتظام وانصرام احسن وجوہ پر چلایا۔

خانقاہ سراجیہ کے ٹیوب ویل کی درستگی کے لئے آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ چناب نگر مدرسہ ختم نبوت کے ٹیوب ویل کی نگرانی از خود انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک شب پہلے اس ٹیوب ویل میں چارپائی ڈال دیتے اور کانفرنس کے اختتام تک ٹیوب ویل کو چلانے اور بند کرنے کا کام اپنے ذمہ لے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۰۳

لیتے۔ مجال ہے کہ پانی کی کمی ہونے پائے، ہر سال بڑھتی ہوئی حاضری کو سامنے رکھ کر پانی کے انتظام میں وسعت کے منصوبے سوچتے رہتے۔ مدرسہ مسکین پور، مدرسہ ومسجد مدنی نشتر ہسپتال ملتان کے آخری سانس تک نگراں رہے۔ ہر سال ایک دو بار حج وعمرہ کا سفر کرنے کا آپ کا معمول رہا۔ شب جمعہ واجتماع رائے ونڈ میں شرکت کا کبھی ناغہ نہ ہوا۔

قیام چناب نگر کے دوران مسلم کالونی میں گزرنے والے قادیانیوں کو گھیر کر قادیان کے ہمسائے ہونے کے ناطہ ہموار کر کے قادیانیت کے کفر کو ان پر واضح کرتے، ان کی گفتگو سادہ مگر پرتاثر ہوتی تھی۔ زندگی بھر دین پر عمل پیرا رہے۔ عبادت وتبلیغ اور دین والوں کے تعلق سے ہی ان کی زندگی میں بہار کی کیفیت رہی۔ آخری عمر میں دنیا سے انقطاع پیدا ہو گیا۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

آخری دن آپ کو اختلاج قلب کی تکلیف ہوئی۔ ہسپتال میں چند گھنٹے گزار کر گھر منتقل ہو گئے، رات کو پھر تکلیف ہوئی گھر والوں نے ہسپتال جانے کا کہا مگر صاف انکار کر دیا۔ ذکر کرتے، درود شریف پڑھتے، کلمہ کا ورد کرتے ہوئے رات ۲ بجے کے قریب مالک الملک کے حضور حاضر ہو گئے۔ عصر کے بعد جنازہ جامع مسجد ابدالی روڈ تبلیغی مرکز میں حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے پڑھایا اور اپنی تعمیر کردہ مدنی مسجد نشتر ہسپتال ملتان کے کونے میں نشتر قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہو گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین !

(۸۶۱)

ملا محمد بخش حنفی چشتی قادریؒ، مولانا

”ذره محمدی“ رسالہ ملا محمد بخش حنفی چشتی قادریؒ منیجر اخبار ہند و سیکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کا مرتب کردہ ہے۔ یکم اپریل ۱۹۱۴ء کو شائع کیا گیا۔ جب لاہوری مرزائیوں کا نفس ناطقہ لندن قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ اس کتابچہ کے ٹائٹل پر ”نمبر اول“ درج ہے۔ اس کے بعد بھی اس نمبر شائع ہوئے۔ معلوم نہیں مگر ہمیں نہ ملے۔ سو سال بعد دوبارہ اس رسالہ ”ذره محمدی“ کی احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں اشاعت سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔

محمدی بیگم مشہور عالم مسلمان خاتون تھیں۔ مرزا قادیانی نے اس سے نکاح کے لئے اس کے باپ احمد بیگ کو راضی کرنا چاہا۔ خواب، الہام، دھونس، دھاندلی، دنیاوی لالچ، عذاب کے ڈراؤنے دعاوی کئے۔ مگر احمد بیگ نے اپنی دختر نیک اختر کا اپنے عزیز مرزا سلطان بیگ سے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

نکاح کر دیا۔ مرزا قادیانی زمانے کا ایسا ڈھیٹ انسان تھا کہ اس نے پیشین گوئی کر دی کہ محمدی بیگم سے آسمانوں پر میرا نکاح ہوا ہے۔ لہذا وہ عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس زمانے میں لاہور سے ہفتہ وار اخبار ”زٹلی“ ملا محمد بخش کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ملا محمد بخش نے اس اخبار میں اپنا ایک لمبا چوڑا خواب بیان کر کے اعلان کر دیا کہ آسمانوں پر میرا نکاح مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں سے ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ بھی عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس پر مرزا قادیانی کو بڑا غصہ آیا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۶، ۱۰۷) پر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ملا محمد بخش کے خلاف خوب اپنے دل کا غبار نکالا۔ مگر ملا محمد بخش کی اس مزیدار ترکیب سے مرزا قادیانی کے عشق کا بھوت ہوا ہو گیا اور مرزا قادیانی کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

مولانا محمد بخش صاحب مرحوم وہ مرد مجاہد تھے۔ جنہوں نے عمر بھر مرزا قادیانی کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آپ نے لاہور ”مزار غوث“ پر مرزا قادیانی کے خلاف جلسے کرائے۔ آپ نے مولانا کرم الدین دبیرؒ کے ساتھ گورداسپور جا کر مقدمہ میں ان کی مرزا قادیانی کے خلاف مدد کی۔ ان کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا تاج احمد تاجؒ نے باپ کے مشن کو سنبھالے رکھا۔ مولانا محمد بخش صاحب کا ایک اشتہار مرزا قادیانی نے (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۵، ۶۶) پر نقل کیا ہے۔ اس سے اقتباس پیش خدمت ہے تا کہ معلوم ہو کہ مولانا محمد بخش صاحبؒ نے کس طرح دجال قادیان کو ناکوں چنے چبوائے۔

”عربی نویسی میں دجال قادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس میں بھی ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف اپنے رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے

ص ۱۵۹ میں قادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں قادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیر ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغالیط عاقلہ قادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعت السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے مگر یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ سگی است کہ پیش مرداں بیاید!

قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو ان شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی (محمد حسین بٹالوی) سے مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی (محمد حسین بٹالوی) اشاعت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

السنة نمبر ۱ جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ۱ جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے ص ۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتیؒ نے جو آٹھ سو پچیس روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے قادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور این جناب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) قادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف و نفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں۔ آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت ”لا یكلف الله نفساً الا وسعها“ ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاقی کے بھی مخالف ہے۔“

(۸۶۲)

ممتاز احمدؒ (کراچی)، مولانا

مولانا ممتاز احمدؒ ادارہ معارف اسلامی کراچی نے قادیانی لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خان کے خلاف ایک مضمون لکھا: ”سر ظفر اللہ جواب دیں، آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول“

جسے پمفلٹ کی شکل میں مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے شائع کیا تھا۔ اب محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۶۳)

مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا سید

(ولادت: ۱۸۹۲ء وفات: ۵/ جون ۱۹۵۶ء)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور امام العصر علامہ انور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ آپ نے مرزائیت کے رد میں کئی مقالے لکھے اور تقاریر کے ذریعے بھی اپنے استاذ علامہ کشمیریؒ کے حکم پر بڑا کام کیا۔ رد قادیانیت پر ”فیصلہ آسمانی در باب مسیح قادیانی“ آپ کا زبردست مضمون ہے۔

(۸۶۴)

منصور ایم رفعت، جناب ڈاکٹر

۰.....۱ ”احمدیوں کی ملک و مذہب سے غداری“

مصری کلب واقع برلن (جرمنی) کے پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے قادیانیوں کے متعلق ایک پمفلٹ لکھا۔ یہ ستمبر ۱۹۲۳ء کی بات ہے۔ جب جرمنی اور برطانیہ باہم دیگر دست بگریباں تھے۔ اس زمانہ میں جرمنی میں افغانستان کے سفیر نے قادیانی عبادت لندن پٹنی کی تقریب افتتاح میں شرکت کی۔ رفعت صاحب نے افغانی سفیر صدیق خان کو اس حماقت پر خط لکھا۔ صدیق خان نے رفعت صاحب کو تڑی لگائی۔ رفعت صاحب ڈٹ گئے۔ صدیق خان ایسے دم بخود ہوئے کہ دم دبا کر میدان سے باہر ہو گئے۔ یہ خط و کتابت ایک تاریخی ورثہ ہے۔ دہلی کے مولانا عبدالغفار الخیری نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ قادیانی سیاست کو طشت از بام کرنے کے لئے یہ مختصر رسالہ اپنے وزنی دلائل کے باعث ایک مؤثر دستاویز ہے۔

۰.....۲ ”انکشاف حقیقت (احمدی اسلام)“

مصری فاضل اجل ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے یہ دوسرا رسالہ بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیا۔ موصوف برلن میں رہتے تھے۔ برلن میں ستمبر ۱۹۲۳ء میں قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنا چاہی تو موصوف نے دورانِ تقریب کہا کہ قادیانی گروہ مسلمان نہیں۔ اس دور کی تمام اخبارات کی رپورٹیں اس رسالہ میں موجود ہیں۔ قادیانی گروہ احمدی تحریک یا ان کی عبادت گاہ کو مسجد اس دور میں کہا جاتا تھا۔ ہم نے وہ ایسے رہنے دیا تاکہ اس زمانہ میں قادیانی فتنہ جو مراحل طے کر رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے رہیں۔ جناب محمد عبدالغفار الخیریؒ نے مصری صاحب کے اس پمفلٹ کا اردو میں ترجمہ کیا احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں دونوں شامل اشاعت ہیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۰۷

(۸۶۵)

منظور احمد بھٹیؒ (لاہور) ، جناب

(ولادت: اکتوبر ۱۹۲۹ء وفات: ۹ مئی ۱۹۷۴ء) لاہور میں ادارہ علمیہ سرکلر روڈ پر واقع تھا۔ جناب منظور احمد بھٹیؒ کا رسالہ ”حقیقت مرزائیت قادیانی لٹریچر کے آئینہ میں“ ادارہ علمیہ نے شائع کیا۔ یہ مارچ ۱۹۵۱ء کی بات ہے۔ موصوف نامور ادیب، صحافی اور قانون دان تھے۔ ۶۵ برس بعد اب محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۸۶۶)

منظور احمد (چنیوٹ) ، جناب شیخ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ کے صدر شیخ منظور احمد غلہ منڈی چنیوٹ میں منشی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حساب کتاب رکھنے کے ماہر تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو چناب نگر مسلم کالونی میں جگہ الاٹ ہوئی تو تعمیرات کے نگران و محاسب شیخ منظور احمد تھے۔ بہت ہی امانت و دیانت والے شخص تھے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ چناب نگر مجلس کا کام مرحوم کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔

(۸۶۷)

منظور احمدؒ (لاہور) مولانا حافظ

جامعہ المنظور الاسلامیہ لاہور کے بانی، فاضل یگانہ، جری و بہادر، مجاہد فی سبیل اللہ مولانا حافظ منظور احمد اپنے عہد میں لاہور میں عقیدہ ختم نبوت کے سب سے بڑے مبلغ سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور رد قادیانیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کی للکار حق سے قادیانیت پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ اپنے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

عہد میں لاہور میں وہ مولانا لال حسین اختر اور جناب بابو پیر بخش صاحب کے دست و بازو تصور کئے جاتے تھے۔

(۸۶۸)

منظور نعمانی (لکھنؤ)، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء وفات: ۲۴ مئی ۱۹۹۷ء)

سنبھل ضلع مراد میں صوفی حسین کے گھر میں ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ کو مولانا محمد منظور نعمانی پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکول اور دینی مدارس میں حاصل کی۔ جب پندرہ سال کے ہوئے تب اس علاقہ کے ایک دینی مدرسہ میں مولانا محمد نعیم لدھیانوی کے ہاں پڑھنے کے لئے بیٹھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا کریم بخش سنبھلی، دارالعلوم مئو میں مولانا کریم بخش، مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مولانا عبداللطیف نعمانی سے پڑھیں۔ شوال ۱۳۴۳ھ میں دارالعلوم دیوبند منتہی کتب پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ دو سال دیوبند میں پڑھے۔ پہلے سال درجہ مشکوٰۃ، دوسرے سال دورۂ حدیث کر کے فارغ ہو گئے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مفتی عزیز الرحمن ایسے حضرات آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ فراغت کے بعد اپنے علاقہ سنبھل کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ تین سال یہاں پڑھایا۔ اس دوران آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ محرم ۱۳۵۳ھ سے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ سے جاری کیا۔ اسی دوران میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی سے تعلق ہوا۔ پھر پٹھان کوٹ میں مولانا مودودی صاحب کی جماعت میں جا شامل ہوئے۔ تجربہ کے بعد ہاتھ جھٹک کر باہر آ گئے۔ آپ نامور مناظر

تھے۔ خوب لکھنے والے تھے۔ الفرقان کے ذریعہ پورے پاک و ہند میں آپ کا حلقہ تھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ معارف الحدیث رہتی دنیا تک آپ کی یادگار اور مثالی حدیث شریف کی خدمت کی ایک دستاویز ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ ایک نامور مناظر تھے۔ رد قادیانیت کا آپ کو سبق محدث دوران مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے ملا تھا۔ ذیل میں آپ کی ایک تقریر پڑھیے جس سے عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ عشق کی جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

ختم نبوت کی حقیقت اور حفاظت دین کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا موقف

(۲۹ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے اجلاس تحفظ ختم نبوت کی پہلی نشست کی صدارت فرماتے ہوئے گفتگو فرمائی، جس کا کچھ حصہ تحریر کی شکل میں تھا اور کچھ زبانی خطاب کی شکل میں الفرقان بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۸۶ء میں یہ شائع ہوئی تھی۔
(مرتب!)

حضرات کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جاں جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع ”ختم نبوت“ کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔ زندگی بھر کتاب و قلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم اور اب تو آئے ہوئے علم کے بھی جاننے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اجلاس کی اس پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرادوں۔

محترم حضرات! نبوت و رسالت، انسان کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور راہ سعادت کی طرف اس کی رہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں، معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاء و رسل کی بعثت مختلف زمانوں میں ہوتی رہی۔ پھر

چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمت الہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہو گئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہو گیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب و سنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہو گئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کر دیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرہ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضان ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمت عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام و تسلسل کا نام ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۱۰

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بھی کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار و تکذیب کا اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے؟ اور اchiاء موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا؟ اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہو گئی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اگرچہ آپ ﷺ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات و انجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود و نصاریٰ میں سے بس چند ہی نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ باقی سب انکار و تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت محمدیہ پر عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو

جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرما دیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پیغام الہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کر دیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت ”بعثت مزدوجہ“ تھی۔ یعنی آپ ﷺ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۱۱

کی بعثت کے ساتھ آپ ﷺ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور اس کی صفائی و آبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں: ”ان الله يبعث لهذه الامّة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”لکل قرن سابق“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”بدأ الاسلام غريباً وسيعود غريباً فطوبى للغرباء قيل من الغرباء يا رسول الله ﷺ قال الذين يصلحون ما أفسد الناس من امتي“

رسول اللہ ﷺ کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ ﷺ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور تجدید و صفائی کا کام کرتے رہیں گے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی کی عملی تطبیق ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ ہزارہ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الہی نے سرزمین ہند کو بنادیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بہت بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے دین الہی کا خاتمہ سرفہرست ہے، جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید و سنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف

جہاد، تزکیہ واحسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور رخص کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد، ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانہ میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ وانتشار بہت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید و تضلیل ہی پر صرف ہو رہی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو ہوسکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبات پیدا ہو اور ذوق و مزاج عملی اور مثبت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی و خارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر ردرفض کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں:

۱..... ”ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء“

۲..... ”قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین“

بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا جو انہوں نے رافضیوں کی تکفیر کے سلسلہ میں علماء خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادہ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا زمانہ آیا۔ اس زمانے کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم و نظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا، انہوں نے بھی رفض کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ”تحفہ اثنا عشریہ“ جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو انشاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمۃ اللہ

کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے۔ شرک و بدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا گرچہ کچھ نام باقی تھا لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ 'سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی' کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آگئی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنالینا آسان ہوگا۔ انہوں نے تحریر و تقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمانے پر شروع کردی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا جس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۱۳

نئے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کر دیا۔ اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی۔ انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتویؒ نے تحریر و تقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتویؒ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلاف عقل و فطرت ہے۔ پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی و قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلے میں آپ کی مستقل تصنیف ”ہدیۃ الشیعہ“ اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمات نبوی اور دین کی حفاظت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ ہذا! آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہیؒ نے بھی عمر بھر رفض اور دوسرے داخلی فتنوں اور گمراہیوں، مشرکانہ رسوم و بدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض و واجب ہو گیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آگئے جن کے بعد کف لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت گنگوہیؒ نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بعد ان کے تلامذہ و مسترشدین، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ پھر ان کے تلامذہ و مسترشدین، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت، علوم نبوی کی اشاعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور امت کی اصلاح و ارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے، جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت و حمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ و ضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی۔ بار بار ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آگیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھتے تھے یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ ہی نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ و بار لایا کہ الامان والحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے (خاص طور سے اس دارالعلوم کی صدارت تدریس کے دور میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیا گیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں، میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت و اہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکر مندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آگئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ بس چند واقعات ذکر کروں گا جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ میں یہاں دورہ حدیث کا طالب علم تھا۔ یہ اس دارالعلوم میں حضرت کی صدارت تدریس اور درس حدیث کا آخری سال تھا۔ جس دن دورہ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب

فرمایا۔ وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ الحمد للہ فیما بیننا و بین اللہ! اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔ لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

ضروری تھے ہم اس کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے۔ اس وقت سب سے بڑا فتنہ مغرب (یعنی یورپ) سے آنے والا الحاد اور دہریت کا فتنہ ہے اور ہمارے اس ملک میں اٹھنے والا قادیانیت کا فتنہ ہے جو بلاشبہ فتنہ ارتداد ہے۔ میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ یہ اس وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ اس کے لئے اردو تقریر و تحریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے اور ملک سے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سننے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہوگا لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو آپ کی وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبرؑ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلہ میں آپ پر طاری تھا۔ ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اسی طرح کا حال ہمارے حضرت استاذ پر طاری فرما دیا ہے۔

یہاں میں فتنہ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ سے متعلق ریاست بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاولپور کی ججی کی عدالت میں تھا۔ ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ اس لئے وہ کافر ہے۔ عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے۔ بہاولپور کے علمائے کرام نے اہتمام سے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ

کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرت مریض اور مرض کی وجہ سے بہت ضعیف و نحیف تھے۔ بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرمائیں۔ لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ (میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو۔ شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات و مغفرت کا وسیلہ بن جائے) بہر حال

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکہ الآراء بیان دیا۔ دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج، کافر و مرتد ہیں۔ انہوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا۔ دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں ”فیصلہ مقدمہ بہاولپور“ کے نام سے شائع ہو گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحبؒ کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا، جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنہ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحبؒ کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آگئے۔ وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھ طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارت کی۔ وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا)

ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرتؒ کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ حضرتؒ فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً ۱۵ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے۔ والد ماجد سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۱۷

آمد و رفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہو کر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امر وہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بنائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطاء فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امر وہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ بس اتنی ہی کسر ہے کہ باقاعدہ ابھی قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ امر وہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا کہ یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان سے بھی باتیں کریں گے اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے؟ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے) بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ سے مناظرہ کر چکا ہے اور امر وہ کے سب بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد

اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں یہ اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آجائے۔ تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمد للہ! میرے دل میں وہی یقین و اعتماد تھا۔ لیکن امروہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجیو! ہم انشاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

نبی ماننا صریح کفر و ارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا؟ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب کے چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا۔ ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی و ولی اللہی اور سلسلہ قاسمی و گنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور صلابت و صراحت رہی ہے۔ ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں بھی جن کو خواص سمجھا جاتا ہے ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقائد و حقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تساہل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جا رہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت و حمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظین دین کی مدد گار رہی ہے کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دو طرفہ کام کرنا پڑے۔ ایک طرف تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی

توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شئے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے۔

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر و اسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطہ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایک پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کر دے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔ آخری کلمہ اللہ کی حمد و ثناء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۱۹

”اللہم انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا واخذل من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منهم“

ایک مناظرہ کی ادھوری رپورٹ

قادیانیوں سے کسی مناظرے کی روداد ہمیں الفرقان میں نہیں ملتی۔ اگرچہ قادیانیت کے خلاف مضامین نکلتے رہے۔ بظاہر اس گروہ سے آپ کا کوئی مناظرہ الفرقان کے دور میں نہیں ہوا۔ البتہ الفرقان ہی کی فائل سے معلوم ہوتا ہے کہ الفرقان کے اجراء سے قبل ۱۹۲۸ء میں جو کہ امروہہ میں آپ کی مدرسہ کا یہ پہلا سال تھا ایک ایسے مناظرے کا اتفاق حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کی معیت میں پیش آیا تھا۔ اس کا تذکرہ ہمیں اپریل ۱۹۸۰ء کے الفرقان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی وفات پر لکھے گئے آپ کے تعزیتی مضمون میں ملتا ہے، تحریر فرمایا گیا ہے کہ:

”غالباً ۱۹۲۸ء کا کوئی مہینہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی اچانک بغیر کسی اطلاع کے امروہہ تشریف لائے۔ کسی نے مجھے اطلاع دی اور بتلایا کہ تم سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔ میں خود فوراً ہی حاضر خدمت ہو گیا۔ فرمایا کہ اس وقت صرف تم کو ساتھ لینے کے لئے راستے میں ٹرین سے اترا ہوں۔ ضلع میرٹھ میں کوئی قصبہ انچولی ہے۔ وہاں قادیانیوں سے مناظرہ طے ہو گیا ہے۔ اس مناظرے نے بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ معلوم ہوا ہے کچھ لوگوں کے قادیانی ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایک صاحب جو مولانا کے ساتھ تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کل ہی مجھے لینے کے لئے انچولی سے لکھنؤ پہنچے تھے۔ میری طبیعت کئی دن سے خراب چل رہی تھی۔ لیکن میں نے پہنچنا ضروری سمجھا اور یہ طے کر لیا کہ امروہہ سے تم کو ساتھ لے لوں گا۔ اب پہلی ٹرین سے تم کو میرے ساتھ میرٹھ چلنا ہے۔ ممکن ہے مناظرہ تمہیں کو کرنا ہو۔ الغرض ہم لوگ میرٹھ

کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے رات کے وقت انچولی پہنچے۔ معلوم ہوا کہ دیوبند سے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب اور مولانا محمد شفیع صاحب اور کچھ اور حضرات بھی ہم سے پہلے تشریف لا چکے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مناظرہ تین دن ہوگا۔ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت اور دوسرے تیسرے دن صدق و کذب مرزا پر جس میں پہلے دن قادیانی مناظر مدعی ہوگا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت و مسیحیت کی صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور دوسرے دن مسلمانوں کا نمائندہ مناظر مدعی ہوگا اور مرزا قادیانی کا کذاب ہونا ثابت کرے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۰

گا۔ معلوم ہوا کہ مناظرے کے یہ موضوعات اور یہ ترتیب فریقین کے مقامی لوگوں نے پہلے سے طے کر رکھی ہے۔

مشورے سے طے ہوا کہ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ مجھے کرنا ہوگا۔ دوسرے دن حضرت مولانا لکھنویؒ اور آخری دن حضرت مولانا چاند پوریؒ مناظرہ فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مناظرے میں ایک ایسے معاون کا وجود بہت مفید ہوتا ہے جس کی زیر بحث مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر خود بھی پوری نظر ہو اور حسب ضرورت و موقع کتابوں کے حوالے نکال کر مناظر کو دیتا رہے اور خود مناظر کو کتابوں سے حوالے نکالنے کا کام نہ کرنا پڑے۔ اس مناظرے میں یہ مدد مجھے جیسی مولانا محمد شفیعؒ سے ملی، کبھی کسی مناظرے میں کسی سے ایسی مدد نہیں مل سکی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ختم نبوت کے موضوع کے متعلق مجھے جن حوالوں کی ضرورت پڑ سکتی تھی وہ مفتی صاحب کو گویا حفظ تھے۔“

مفتی صاحب کی اس مدد کی کچھ تفصیل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”اس مناظرے میں مناظر تو میں ہی تھا لیکن مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے گویا ”روح القدس“ بنا دیا تھا۔“

اس حوالے کی بدولت قادیانیوں سے آپ کے ایک مناظرے کا علم ہمیں ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی مفصل روداد دستیاب نہیں۔ اس لئے کہ یہ الفرقان کے اجراء کے بہت پہلے کا ہے۔

(الفرقان کا بانی الفرقان خاص نمبر ۱۹۹۸ء ص ۶۱۴، ۶۱۵)

رد قادیانیت پر آپ کے چار رسائل ہمیں دستیاب ہوئے:

• ۱ ”قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ“

اس کا خود حضرت المصنف مولانا محمد منظور نعمانی نے یہ تعارف لکھا ہے: جنوری ۱۹۵۳ء میں اس عاجز کو کانپور میں ایک نجی مجلس میں قادیانیت پر ایک گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں، میں نے صرف یہی بتلایا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جانچنے کا اور قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا اور آسان راستہ کیا ہے؟ جس سے ہر عامی سے عامی بھی ان کو جانچ پرکھ سکے۔

جب یہ گفتگو قلمبند ہو کر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوئی تو بکثرت خطوط آئے کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ بمبئی کے ایک تبلیغی ادارے کی طرف سے خصوصیت سے اس کا سخت تقاضا کیا گیا اور اس کے سیکرٹری صاحب نے بار بار لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو

۱۵۲۱ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

جزائے خیر دے۔ دراصل انہی کے مسلسل تقاضوں نے اس پر آمادہ کیا۔ ورنہ بالکل ارادہ نہ تھا۔ بہر حال اب اس رسالہ کی شکل میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اس کے مطالعہ کے وقت ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ پہلے یہ گفتگو ماہنامہ الفرقان میں شائع ہوئی تھی اور اسی کو بعینہ اس رسالہ کی شکل میں طبع کرایا گیا ہے۔

اس گفتگو کے لب ولہجہ میں بھی ناظرین کو بعض مقامات پر شاید کچھ غیر متوقع قسم کی سختی محسوس ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ عاجز کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کے بارہ میں وہ جانتا ہے جو یہ عاجز جانتا ہے اس کی گفتگو میں اگر ان لوگوں کے بارہ میں سختی ہو جائے تو دوسروں کو اسے معذور سمجھنا چاہئے۔ بہر حال ایک مختصر نجی مجلس میں جس میں غالباً دس بارہ حضرات ہوں گے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر قادیانیت کے متعلق ایک اصولی گفتگو کروں اور اس تحریک کے بارہ میں غور کرنے کا میرے نزدیک جو صحیح، سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ بس اسی کو اس موقع پر پیش کروں۔ اس مقصد کے لئے میں نے خود مرزا غلام احمد قادیانی کی دوچار کتابوں کا ساتھ رکھ لینا کافی سمجھا تھا اور وہ میرے ساتھ تھیں۔

جو گفتگو اس عاجز نے اس مجلس میں کی وہ بحث و مناظر کے طرز کی نہ تھی اور اس کی نوعیت وعظ و تقریر کی بھی نہ تھی۔ بلکہ ایک مجلسی گفتگو تھی جس کا مقصد جیسا کہ عرض کیا صرف یہی تھا کہ جو لوگ قادیانیت کے بارہ میں غور کرنا چاہیں ان کے سامنے صحیح طریقہ اور سیدھا راستہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے قادیانیت کی حقیقت اور قادیانیوں کی گمراہی کو سمجھنا ہر اس شخص کے لئے بڑا آسان کر دیا ہے جو نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہے اور اس کے لئے صحیح اور سیدھا راستہ بھی اختیار کرے۔ نہ اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے نہ

بڑی ذہانت کی۔ بلکہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی اگر سمجھنا چاہے تو بفضلہ تعالیٰ خوب سمجھ سکتا ہے۔

۲..... ”قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟“

قادیانیوں اور قادیانیت سے متعلق حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ مدیر الفرقان لکھنؤ کے ان تین مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے۔ جن میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے ایسے عام فہم پیرایہ میں لکھا جائے کہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں اور ان مسائل کے بارے میں جن پر ان مضامین میں گفتگو کی گئی ہے۔ اطمینان حاصل کرسکیں۔

پہلا مضمون ”اسلام اور قادیانیت“ اگست ۱۹۷۴ء میں الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۲۲

اس وقت لکھا گیا تھا۔ جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علماء، عوام ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے اخبارات اس کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے اور بعض ایسے لوگ بھی مخالفانہ بیانات دے رہے تھے۔ جو اگرچہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے۔ لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے وہ اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ عام پڑھے لکھے غیر مسلم۔ حضرت مولانا منظور نعمانی نے ان سب حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس وقت پر مغز مضمون لکھا تھا اور اسلام کی حقیقت اور حدود واضح کر کے یہ دکھلایا تھا کہ قادیانیت اور اسلام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسرا مضمون ”قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟“ اس وقت لکھا گیا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس مضمون میں اسی مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ کسی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی اور مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا۔

تیسرا مضمون ہے ”قادیانی اور ایک دانشور طبقہ“ یہ دراصل ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ اور جواب ہے۔ جو دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ ”شبستان“ میں شائع ہوا تھا اور اسی کے حوالہ سے قادیانیوں کے مختلف اخبارات و رسائل میں نقل ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیئے جانے کی بڑے گمراہ کن انداز میں وکالت کی گئی تھی۔ مولانا نعمانی نے اپنے اس جوابی مضمون میں گویا دن کی روشنی میں دکھلا دیا ہے کہ قادیانیوں کی وکالت میں جو کچھ ”شبستان“ والے مضمون میں لکھا گیا ہے وہ جہالت اور آبلہ فریبی کا شاہکار ہے۔

۳..... ”مسئلہ نزول مسیح و حیات مسیح“

ماہنامہ شبستان دہلی میں جو مضمون قادیانیوں کی وکالت میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں مسئلہ نزول مسیح و حیات مسیح پر بھی کلام کیا گیا تھا اور اس بارہ میں بڑے پرفریب طریقہ پر قادیانی نقطہ نظر کی حمایت کی گئی تھی اس بحث کے بعض اہم نکات پر بھرپور تنقید تو اس جوابی مضمون میں کر دی گئی تھی۔ لیکن حضرت مولانا نعمانی نے اس مسئلہ پر بعد میں ایک مستقل مضمون بھی سپرد قلم فرمایا اور اس میں بھی اس کی پوری کوشش کی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ دو اور دو چار کی طرح دل میں اتر جانے والا اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب کے لئے تشفی بخش ہو۔ اس میں پہلے ایک تمہیدی حصہ ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ قادیانی متکلمین اس مسئلہ کو کس مقصد سے اٹھاتے ہیں اور عقل

۱۵۲۳ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

وفلسفہ کے نام پر جو مغالطے وہ اس مسئلہ میں دیتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بعد واضح دلائل کی روشنی میں دکھلایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کے مسئلہ میں شک و شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عہد نبوت سے اب تک اس مسئلہ پر امت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔

مسئلہ نزول مسیح اور قادیانیوں کی چال

جیسا کہ ہر واقف اور باخبر کو معلوم ہے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر اس وقت تک امت مسلمہ کا یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اور اسی طرح جو کوئی اس کو نبی مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت سے لے کر اب تک کی ساری اسلامی حکومتوں کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا۔ الغرض یہ امت کا اجماعی عقیدہ اور اسلامی حکومتوں کا مسلسل دستور العمل رہا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو اسی طرح کا اور اسی معنی میں نبی و رسول بتایا ہے۔ جس طرح کے اور جس معنی میں اگلے پیغمبر نبی و رسول تھے اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے۔ جس طرح اگلے پیغمبروں کے اور رسول اللہ ﷺ کے منکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمان، مرزا قادیانی کو اور ان کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

۴..... ”کفر و اسلام کے حدود اور قادیانیت“

یہ کتابچہ دراصل دو مقالوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں پوری تحقیق اور تنقیح کے ساتھ اسلام اور کفر کے حدود اور ان کا معیار واضح کر کے محکم استدلال کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد شرعی معنی میں نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو قبول کر کے اس کو نبی و رسول مانے۔ شریعت اسلام میں اس کو مسلمان ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ قادیانی لٹریچر کے بیسیوں ناقابل تاویل و تردید حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو شرعی معنی میں نبی و رسول مانتا ہے اور ان پر ایمان لانے کو نجات کی شرط قرار دیتا ہے اور ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کرنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح کافر کہتا ہے۔

یہ چاروں رسائل و کتب احتساب قادیانیت کی جلد ۱۸ میں آگئے ہیں۔ فالحمد لله !

منور احمد ملک (جہلم) ، جناب پروفیسر

گجر خان ضلع راولپنڈی گورنمنٹ کالج کے پروفیسر منور احمد ملک صاحب پیدائشی قادیانی تھے۔ آپ محمود آباد ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ قریباً پینتیس سال قادیانیت میں گزارے۔ قادیانی جماعت کے کئی عہدوں پر کام کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی۔ آپ قادیانیت ترک کر کے علی الاعلان مسلمان ہو گئے۔ محمود آباد جہلم میں آپ کے خاندان کے دیگر کئی افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ آپ نے محمود آباد جہلم میں مسجد و مدرسہ کے لئے جگہ وقف کی۔ جامعہ حنفیہ جہلم جو ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمیؒ کی یاد ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری حبیب احمد عمرؒ اور اب حضرت جہلمیؒ کے پوتے اور حضرت قاری صاحب کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد ابو بکر صدیق صاحب جامعہ حنفیہ کے مہتمم ہیں۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے تحت محمود آباد جہلم کی اس جگہ پر جامع مسجد ختم نبوت اور مدرسہ خلفاء راشدین قائم ہیں۔ جو تبلیغ و ترویج اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے کھڑے پانی میں جو پتھر پھینکا تھا اس کی ایسی لہریں اٹھیں کہ محمود آباد جہلم میں کئی قادیانی گھرانے مسلمان ہو گئے۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے قادیانی حضرات کی خیر خواہی و چشم کشائی کے لئے قادیانی جماعت کے حالات واقعی پر مسلسل مضمون تحریر کئے۔ ان میں سے جو مضمون فقیر کو ملے وہ احتساب قادیانیت جلد ۴۳ میں شریک اشاعت ہیں۔ یہ مضامین بہت ہی اہم ہیں۔ ان مضامین کے عنوانات کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو آپ عس عس کر اٹھیں گے۔

پروفیسر صاحب نے جنوری ۱۹۹۹ء کے رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کے جمعۃ الوداع پر حضرت قاری حبیب احمد عمرؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

(۸۷۰)

منیر احمدؒ (گوجرانوالہ) ، جناب قاری محمد

(وفات: ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء)

مولانا قاری منیر احمد قادریؒ ان کے دادا مرحوم میاں محمد دین بھٹی مرحوم نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۵

وصیت فرمائی تھی کہ محمد منیر احمدؒ کو حافظ قرآن بنانا ہے۔ مقدر نے یاوری کی اور محمد منیر احمدؒ نے جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ میں مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم سابق نائب امیر عالمی مجلس کی نگرانی و توجہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ بعدہ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ سے فیض و توجہ پائی۔ یہاں انہیں مجلس احرار اسلام مغربی پاکستان کے امیر مولانا مفتی عبدالواحدؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی مدظلہ اور مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سے اکتساب فیض کا موقع بھی ملا۔ مولانا قاری منیر احمد قادری مرحوم کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے تھا۔

آپ کو مرکزی جامع مسجد فضل فیروز والا روڈ گوجرانوالہ کا امام و خطیب بنا کر حضرت مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم نے بھیجا اور آپ آخری دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح میں مصروف رہے۔ آپ نے اسی مسجد میں قرآن مجید کو ترجمہ و تفسیر سے سات دفعہ مکمل کیا۔ آپ کئی سال تک جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک کے ناظم رہے اور ہزاروں لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ علاقہ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں آپ سے عقیدت و لگاؤ رکھنے والوں کا ایک حلقہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین ہی نہیں بلکہ کارکنوں کے لئے فرش راہ رہتے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۲۰۰۸ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی نائب امیر رہے۔ آپ جمعیتہ علمائے اسلام میں بھی سرگرم رہے۔ ضلع کے نائب امیر، سٹی امیر، ضلعی اور صوبائی شوریٰ کے رکن رہے۔

موسیٰ خان - خان، پادری

جناب موسیٰ خان - خان نے قادیانیوں اور مسیحیوں کے درمیان سیالکوٹ میں مباحثہ کی کارروائی قلمبند کی - یہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں زیر تجویز مباحثہ کی کارروائی ہے - اس کارروائی کی روئیداد کا نام ”کیفیت مباحثہ سیالکوٹ“ ہے - جس کے ترتیب دینے والے جناب موسیٰ خان مسیحی نے ٹائٹل پر یہ تعارف قلمبند کیا -

”مشہور و معروف قادیانی مبلغ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے مسیحیوں سے مباحثہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۶

کرنے کے لئے سیالکوٹ جائے ”نبوت مرزائے قادیانی“ پر بحث سے کترانے اور مسیح ناصری کے سامنے مسیح قادیانی کو لانے سے شرماتے اور مسیحی مناظرین پادری سلطان محمد خان اور پادری عبدالحق صاحبان کے سامنے نہ آنے اور فریقین کے درمیان پر لطف اور قابل دید خط و کتابت کی مفصل کیفیت جسے ایم۔ کے خان، مہاں سنگھ باغ لاہور نے شائع کیا۔ ۱۹۲۵ء، ۹۰ سال بعد محاسبہ قادیانیت جلد ۲ میں شائع کیا گیا۔

(۸۷۲)

موسیٰ (لودھراں)، مولانا محمد

(ولادت: ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء..... وفات: ۲۶ فروری ۲۰۰۳ء)

لودھراں شہر کسی زمانہ میں ملتان کی تحصیل ہوا کرتا تھا، آج خود ضلع ہے۔ لودھراں شہر میں حضرت مولانا محمد موسیٰ مقیم ہوتے تھے۔ مولانا محمد موسیٰ بن محمد حسین بن حاجی محمد بن میاں پیرن بن مولانا غلام حسین بن حافظ نور محمد۔ حافظ نور محمد صاحب ڈھوری اڈہ ضلع لیہ کے رہائشی تھے۔ وہاں ہی آپ کا مزار مبارک بھی ہے۔ ان کے بیٹے مولانا غلام حسین لیہ سے بہاولپور آگئے۔ یہاں نواب آف بہاولپور کے خدام خاص میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی قبر مبارک ملوک شاہ قبرستان بہاولپور میں ہے۔ نواب صاحب نے ان کو ایک مربعہ زمین دی تھی جو دریا برد ہو گئی تو ان کے بیٹے میاں پیرن لودھراں آگئے۔ لودھراں، بہاولپور ایک دوسرے کے ہمسایہ شہر ہیں۔ صرف درمیان میں دریائے ستلج ہے۔ جس کا پانی ایوب خان جیسے سمجھدار فوجی حکمران نے انڈیا کو فروخت کر کے ریاست بہاولپور کے زرعی علاقہ کو بھی ریگستان میں تبدیل کر دیا۔ میاں پیرن کے بیٹے

حاجی محمد ان کے بیٹے محمد حسین ان کے بیٹے مولانا محمد موسیٰ ہمارے ممدوح ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا محمد حسین صاحب سے حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد شریف کاشمیریؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ، مولانا جمال الدینؒ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ ایسے اکابر تھے۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے لودھراں میں مدرسہ خیرالعلوم قائم کیا اور لودھراں میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈالی۔ یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۷

تب مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ کاظمیؒ تھے۔ امیر حافظ غلام رسولؒ، ناظم اعلیٰ مولانا محمد موسیٰؒ، خازن صوفی محمد علی صاحبؒ مقرر ہوئے۔ تب سے لے کر وفات تک لودھراں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ نے بلند کئے رکھا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ بہت ہی جفاکش عالم دین تھے۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہر باطل سے ٹکرانا آپ کا شیوہ تھا۔ قادیانیت کے خلاف اللہ رب العزت کی بے نیام تلوار تھے۔ قادیانی کتب پر بھرپور عبور تھا۔ جہاں قادیانیت سر نکالتی، یہ قادیانی کتب سائیکل پر رکھتے اور وہاں جاموجود ہوتے۔ مولانا محمد موسیٰؒ واقعاً لودھراں میں قادیانیت کے فرعون کے سامنے لکل فرعون موسیٰ کا مصداق تھے۔ لودھراں کے قرب و جوار میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ، مولانا قاضی محمد اللہ یار خانؒ کو بلوا کر ختم نبوت کی صداؤں کو بلند کرتے تھے۔ آپ نے جمعیتہ علماء اسلام کے قیام اور اس کے پروگرام کو آگے بڑھانے میں یادگار اسلاف حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب کاظمیؒ کے دست و بازو کے طور پر مثالی خدمات سرانجام دیں۔ غرض ایک مخلص عالم دین میں جو خوییاں ہونی چاہئے تھیں وہ آپ میں علیٰ وجہ الائم موجود تھیں۔ مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ کے چار رسائل اور دو اشتہارات رد قادیانیت پر ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:

۱..... • ”لودھراں شہر میں مرزائیوں کی یلغار اور مسلمانان لودھراں کی فریاد“

۲..... • ”فرقہ غلام احمدی (مرزائیت) کی حقیقت“

۳..... • ”مقام محمدیت اور دجل مرزائیت“

۴..... • ”خاتم الانبیاء کی عدالت میں مرزا غلام احمد کو سزا اور حقیقت“

• ۵ ”آنجمہانی مرزا قادیانی، کرشن تھا یا دجال؟ (اشتہار)“

• ۶ ”آنجمہانی مرزا قادیانی، مرد تھا یا عورت؟ (اشتہار)“

یہ چار رسائل اور دو اشتہار حضرت مولانا مرحوم کے رشحات قلم فقیر کو دستیاب ہوئے۔ جو

احتساب قادیانیت کی جلد ۴۴ میں شامل کئے گئے۔ فالحمدللہ!

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

(۸۷۳)

مولا بخش (جہاوریان)، مولانا

جہاوریان ضلع سرگودھا کی قدیم جامع مسجد میں حضرت مولانا مولا بخش خطیب ہوتے تھے۔ آپ نے اس مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ کی رونقوں اور تعلیم و تربیت سے خوب علاقہ کو مسحور کیا۔ مولانا مولا بخش صاحب بہت ہی قابل فاضل مدرس اور کمال درجہ کے کتابی استاذ تھے۔ علاقہ بھر سے طالب علم آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے اور خوب فیض یاب ہوتے۔ بسطة فی العلم والجسم کا مصداق تھے۔ بہت ہی حق گو اور بہادر انسان تھے۔ آپ نے علم اور علماء کی شان کو اس علاقہ میں قائم کر کے دکھا دیا تھا۔ صحیح معنوں میں عالم ربانی اور عقیدہ ختم نبوت کے لئے دن رات دل دردمند رکھنے والے تھے۔

(۸۷۴)

مولا بخش کشتہ امرتسری، جناب

(ولادت: ۱۸۷۶ء وفات: ۱۹/جون ۱۹۵۵ء)

مارچ ۱۹۲۱ء میں قادیان میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمن عثمانی صدر جلسہ تھے۔ مہمان خصوصی شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا قاری محمد طیب دیوبندی، مولانا قاری محمد طاہر دیوبندی، مولانا بابو پیر بخش (لاہور)، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا میر

محمد ابراہیم سیالکوٹی ایسے اکابر کے بیانات ہوئے۔ تین دن جلسہ قادیان کی بستی میں ہوا۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال معروف جرنلسٹ جناب منشی مولا بخش کشتہ نے قلمبند کیا۔ اس کا نام:

”فتح اسلام، جلسہ اسلامیہ قادیان کی روئیداد“ پڑھئے اور دعاؤں میں یاد فرمائیے کہ کیسی کیسی نایاب چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دستیاب ہوئیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔ اس رسالہ کے مصنف جناب مولا بخش کشتہ امرتسری پنجابی زبان کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۹

پہلے صاحب دیوان (مطبوعہ) شاعر تھے۔ آپ کے پانچ عدد مجموعہ کلام کا ”وفیات ناموران پاکستان“ کے ص ۸۶۱ پر تذکرہ ہے۔ مصنف جناب خلیفہ قمر کے تلمیذ تھے اور خود پنجابی زبان کے خادم تھے۔ قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔

(۸۷۵)

مہر الدین (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۰ء وفات: ۱۸ اگست ۱۹۶۸ء)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین، مصنف و گرامی قدر مدرس تھے۔ یہ مولانا دیدار علی شاہ الوری کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے صدر مدرس و شیخ الحدیث رہے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب بنام: ”حیات عیسیٰ علیہ السلام“ تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں قرآن و حدیث، اجماع امت، لغت کے حوالہ سے نیز آئمہ محدثین، آئمہ فقہاء کے اقوال سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۸۷۶)

مہر دین انصاری کلانوری، جناب

مولوی مہر دین انصاری کلانور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد لال دین عرف لالہ انصاری کلانور سے قادیان آئے۔ یہ آتش بازی اور پارچہ بافی کا کام کرتے تھے۔ ان کا وسیع کاروبار تھا۔ کئی کاریگر

اس شعبہ کے ان کے ہاں ملازم تھے۔ ان کے صاحبزادہ مہر دین نے تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے آبائی پیشہ سے منسلک ہوئے۔ یہ قادیان میں رہائش پذیر ہونے کے باعث قادیانیت اور قادیانی قیادت کی رگ رگ سے باخبر تھے۔ احرار رہنما ماسٹر تاج دین انصاریؒ نے انہیں ”قادیان کا تاریخی مسلمان“ قرار دیا ہے۔ وہ صرف قادیان نہیں بلکہ قرب و جوار میں بھی جلسے کراتا اور قادیانیوں کے عقائد باطلہ کو للکارتا تھا۔ قادیانی اس سے اتنے تنگ تھے کہ ان کے نام سے بھی کوسوں بھاگتے تھے۔ مرحوم قادیان میں فوت ہوئے۔ مسلمانوں کے قبرستان میں سڑک کے کنارے دفن ہونے کی وصیت کی تاکہ یہاں سے قادیانی گزریں تو ان کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۴۰

قبر مبارک پر نام پڑھ کر جل بہن جائیں۔ چنانچہ انہیں ایسے دفن کیا گیا جیسے ان کی وصیت تھی اور وہ اسی جذبہ کے تحت قیامت کے دن قادیان سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ قائم و دائم رکھیں۔ آمین!

(۸۷۷)

مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر

(پیدائش: ۱۸۳۹ء وفات: ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء)

نام و نسب

قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف کا سلسلہ پچیس واسطوں سے قطب عالم حضرت سید عبدالقادر جیلانی المعروف ”حضرت غوث اعظم“ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسنؑ سے جاملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے اجداد کرام بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان کے صوبہ بنگال تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت سید پیر نذرالدین شاہ کے جد امجد پیر سید روشن دین شاہ کچھ اقرباء کے ہمراہ زیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر قصبہ گولڑہ جو اس وقت پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی حدود میں شامل ہے۔ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بعد میں اپنے دیگر اہل خانہ کو بھی یہیں بلوالیا۔

ولادت

حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہؒ یکم رمضان المبارک ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) بروز سوموار پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان پر انگریزی استبداد کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔ سلطنت مغلیہ ہمیشہ کے لئے دم توڑ چکی تھی اور برصغیر کے نامی گرامی علماء یا توقیدوبند کی صعوبتوں سے گزر رہے تھے، یا عالم آخرت سدھار گئے تھے اور یا ہجرت کر کے برصغیر سے رخصت ہو چکے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی پیدائش کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے بشارتیں چلی آ رہی تھیں۔ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک مجذوب نے آپ کے گھر آ کر آپ کے والد کو آپ کی رفعت اور خوش بختی کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے اپنی خودنوشتہ حالات میں خود

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۳۱

لکھا ہے کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا۔ میں اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازے والی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا۔ لیکن رات کو جب والدین سو جاتے تو میں کسی چیز کا سہارا لے کر اسے کھولتا اور باہر نکل جاتا۔ رات کا اکثر حصہ سامنے والے پہاڑی نالہ کے کھڈوں اور جھاڑیوں میں گزارتا۔ مجھے تنہائی سے ناقابل بیان حد تک انس ہو گیا تھا۔

”سیف چشتیائی“ میں آپ کے حوالے سے منقول ہے کہ: ”سات برس کی عمر میں خواب میں شیطان سے میری کشتی ہوئی۔ شیطان نے مجھے کہا آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو۔ کافی دیر قوت آزمائی کے بعد آخر کار میں نے اسے ہرا دیا۔“

تعلیم و تعلم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور نواحی علاقہ بھوئی وغیرہ میں حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم کے وقت آپ کی عمر اتنی کم تھی کہ خادم اٹھا کر آپ کو خانقاہ لے جاتا اور واپسی لاتا۔ حافظہ کی یہ حالت تھی کہ ناظرہ قرآن کا روزانہ جو سبق پڑھتے وہ آپ کو حفظ ہو جاتا۔ جب ناظرہ قرآن ختم کیا۔ اس وقت بیشتر قرآن آپ کو حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور نحو و صرف کی تعلیم کے لئے والد محترم پیر سید نذر الدین شاہؒ نے آپ کو علاقہ پکھلی ہزارہ کے مولانا غلام محی الدینؒ کے پاس آپ کو داخل کرایا۔ مولانا غلام محی الدینؒ سے آپ نے کافیہ تک اسباق پڑھے۔ مزید تعلیم کے لئے آپ حسن ابدال کے مشہور و معروف عالم حضرت مولانا محمد شفیع قریشیؒ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ یہاں کچھ عرصہ علوم و فنون کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ علی گڑھ کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے

قریباً اڑھائی سال تعلیم حاصل کی۔ اپنی قابلیت، للہیت اور مثالی کردار کے باعث حضرت مولانا لطف اللہ صاحبؒ کے منظور نظر تھے۔ حدیث شریف پڑھنے کے لئے آپ سہارنپور کے مشہور محدث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت سہارنپوریؒ سے آپ نے حدیث کی دو مشہور کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں۔ آپ حضرت سہارنپوریؒ کے آخری شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی ذہانت، خوش خلقی اور علمی شوق و ذوق کے پیش نظر حضرت سہارنپوریؒ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۳۲

آپ کو تعلیم و تعلم میں اتنا انہماک اور شوق و رغبت تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران آپ چھوٹے درجات کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔ مطالعہ میں ایسا غرق رہتے کہ بسا اوقات سردیوں کی پوری پوری رات مطالعہ کرتے گزر جاتی اور آپ کو احساس نہ ہوتا۔ تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے علوم و فنون کی تکمیل کی اور اپنے وطن مالوف ”گولڑہ شریف“ واپس تشریف لائے۔ مراجعت وطن کے بعد آپ خانقاہ گولڑہ شریف میں ہی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے ابتدائی درس میں تقریباً ۵۰ طلباء شریک تھے۔ جن کو حسب مراتب آپ نے پڑھانا شروع کیا۔

مسجد ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا علمی موقف

دوران تدریس قطبال ضلع کیمبل پور کے علماء کے درمیان ایک مسجد پر تنازعہ ہوا۔ دو فریق بن گئے۔ ایک فریق اس مسجد کو ضرار کہنے پر اصرار کر رہا تھا۔ چنانچہ دونوں فریقوں کے درمیان مناظرہ طے ہوا۔ آپ بھی وہاں کے مقامی حضرات کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ مسجد کو ضرار کہنے والے فریق سے آپ نے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر اس مسجد کو ”ضرار“ کہنے پر مصر ہیں۔ اس نے مسجد ضرار کے متعلق نازل شدہ آیت تلاوت کر کے کہا کہ ضرار کہنے کی علت ”تفریق بین المؤمنین“ ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ صرف تفریق بین المؤمنین کو علت بنانا درست نہیں۔ آیت میں مسجد ضرار کہلانے کی چار علتیں بیان ہوئی ہیں۔ ”ضراراً، کفرأ، تفریقاً بین المؤمنین، ارضاد لمن حارب الله ورسوله“ آپ کی دلیل پر حکم مترتب نہیں ہوتا۔ آپ کے اس مضبوط استدلال سے فریق مخالف نے فوراً اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔

سلوک و تصوف

حصول تعلیم کے دوران آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ جب ہندوستان سے فارغ التحصیل ہو کر آپ واپس پہنچے تو سیال شریف میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالویؒ نے آپ کے علمی و عرفانی کمالات کے پیش نظر اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ کو تمام اشغال و وظائف کی اجازت عامہ اور بیعت و ارشاد کا منصب عطاء فرمایا۔ حضرت خواجہ سیالویؒ کی زندگی میں قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی توجہ زیادہ تر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

تمام درس و تدریس، ریاضات و عبادت اور وقتاً فوقتاً خانقاہ سیال شریف کی حاضری اور استفادہ پر رہی ۱۳۰۰ھ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ نے علوم رسمہ کی تعلیم و تدریس کو خیر آباد کہا اور جہاں گردی اور صحرا نوردی اختیار فرمائی۔ آپ نے ہند و پاک کے تمام بزرگوں، اقطاب و ابدال کے ہاں حاضری دی اور استفادہ فرمایا۔ ملتان میں حضرت خواجہ بہاء الدین زکریاؒ کے مزار پر کافی عرصہ مراقبہ فرمایا۔ اجمیر شریف کا سفر کیا۔ پاکپتن شریف سے اکتساب فیض کیا۔ شیخ خواجہ سیالویؒ کی وفات کے بعد سے سات سال آپ مسلسل غم و اندوہ کی کیفیت میں رہے۔ صحراؤں، بیابانوں میں راتیں گزاریں۔ ابدال و اقطاب کے مزاروں کی مہینوں، ہفتوں جاوے کشی کی۔

سفر حجاز

”مہر منیر“ میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ لاہور میں ایک مقام پر تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کچھ شوقیہ اور کچھ فراقیہ اشعار پڑھے۔ جیسے ہی وہ اشعار آپ کی سماعت سے ٹکرائے۔ آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اچانک اٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے اور اپنے ایک مرید کو کہلا بھیجا کہ میرے وظائف و لوازمات سفر اسٹیشن پر پہنچا دو۔ جب مطلوبہ سامان پہنچ گیا تو کسی سے کوئی بات کہے بغیر ٹرین میں سوار ہوئے اور حجاز مقدس کے سفر پر چل نکلے۔ حجاز مقدس میں قیام کے دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے آپ کا تعلق خاطر بنا۔ ان کی مجالس میں بیٹھنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اعزازاً خلافت سے نوازا۔ حضرت حاجی صاحبؒ آپ سے خصوصی شفقت و محبت فرماتے تھے۔

حضرت پیر صاحبؒ نے اپنے خود نوشتہ حالات میں یہ بات لکھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ مجھے خیال ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اپنی رہائش رکھ لوں۔ حاجی صاحبؒ نے بطور کشف میرے ارادے کو بھانپتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ”پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہونے والا ہے جس کے سدباب میں آپ کی کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے علاقے میں واپس تشریف لے جا کر اس فتنے کا سدباب کریں۔“ آپ فرماتے ہیں: ”مجھے بعد میں اندازہ ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مراد فتنہ قادیانیت تھا۔“ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حسب ہدایت آپ وطن مالوف واپس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۳۴

تشریف لائے اور گولڑہ شریف میں مسند نشین ہو کر دعوت و اصلاح کا کام شروع فرمایا۔

تردید قادیانیت اور پیر مہر علی شاہؒ

حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے اپنی کتاب ”سیف چشتیائی“ میں لکھا ہے: ”بچپن میں میں نے خواب دیکھا کہ دجال مشرق کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس کی ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں، میں نے کہا مردود! خدا تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے چند قدم میری طرف بڑھائے اور مجھ پر تلوار کا وار کیا۔ میں اس کے وار سے بچ گیا۔ اس نے دوبارہ وہی بات کی۔ میں نے ویسا جواب دیا۔ اس نے مجھ پر دوبارہ وار کیا۔ میں دوبارہ بھی بچ گیا۔ تین دفعہ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ لیکن تلوار میرے سر کے اوپر سے گزر جاتی اور میں بچ جاتا۔“

(سیف چشتیائی ص ۳۵۴)

یہ اور دیگر چند ایک حوالہ جات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدرت حق نے تردید مرزائیت کے لئے آپ کا انتخاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک لادین حکومت کی الحاد پرور فضا میں ایک مدعی نبوت کے خلاف آپ نے کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کی طرف سے آپ قائد تسلیم کئے گئے اور آپ کی تصانیف تردید مرزائیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان تصانیف کو مشعل راہ بنا کر تحریر و تقریر کے مجاہدین کا ایک جم غفیر کمر بستہ ہو کر میدان میں آیا اور ان کی مساعی فی سبیل اللہ کی بدولت آج دنیائے اسلام میں ایک عام انسان بھی ختم رسالت کی قادیانی تاویل کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت اس ملک میں ایک علیحدہ، امتیازی اور لا تعلق اقلیت بن کر رہ گئی۔ رد قادیانیت کے حوالے سے آپ کے تحریر کردہ رسائل پر ایک نظر دوڑا کر آگے بڑھتے ہیں۔

۱..... ہدیۃ الرسول

یہ رسالہ آپ نے مرزا قادیانی کی کتاب ”ایام الصلح، فارسی“ کے جواب میں لکھا ہے۔ مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور اپنے حلقہ ارادت میں لانے کے لئے یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا تھا۔ آپ نے ”ہدیۃ الرسول“ بھی فارسی زبان میں لکھی تا کہ ہدیۃ الرسول سے سادہ لوح افغانی مسلمان گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔

۲..... شمس الہدایۃ

مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی اپنی سازش جب ناکام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

ہوتے دیکھی تو اس نے اپنے قلم کی باگ موڑ کر اردو زبان میں اپنے نظریات کے پرچار کا اہتمام کیا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر اردو زبان میں ”شمس الہدایۃ“ کے نام سے ایک معرکہ الآراء کتاب تصنیف کی۔

۳..... سیف چشتیائی

مرزا قادیانی نے کتاب ”اعجاز المسیح“ لکھی جس میں اس ابلیسی القاء کے مطابق سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی تھی۔ مرزے کے ایک امتی مولوی احسن امروہی نے ”شمس بازغہ“ لکھی۔ ان دونوں کتابوں کے رد میں آپ نے سیف چشتیائی تحریر فرمائی۔ جس میں آپ نے مرزا قادیانی کے بخیرے ادھیڑ دیئے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی بدزبانی پر اتر آیا اور آپ کو الہامی گالیوں اور سب و شتم کا نشانہ بنائے رکھا۔

مناظرہ لاہور

۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار جاری کیا۔ جس میں پیر مہر علی شاہؒ کو لاہور میں مناظرہ، تفسیر نویسی، حیات مسیح پر مناظرہ کی دعوت دی۔ حضرت پیر صاحبؒ نے دعوت قبول فرمائی۔ ۲۵ اگست کو مناظرہ کی تاریخ طے ہو گئی۔ اس مناظرہ سے قبل مرزا قادیانی نے اپنی حقانیت کی بہت زیادہ ڈینگیں ماری تھیں۔ اپنے مریدین کو ”الہامی“ بشارتیں سنائی تھیں کہ اس مباحثہ میں عظیم الشان فتح ہوگی۔ جس کی خوشی میں کئی ”اہل باطل“ میری بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس معرکہ میں تمام مکاتب فکر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تھے اور قادیانیت کے محاذ پر پیر صاحبؒ کو اپنا سربراہ اور نمائندہ بنانے کا اعلان کیا۔ حضرت پیر صاحبؒ ۲۴ اگست

کو علماء و عوام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ لاہور پہنچے۔ پہنچنے سے قبل آپ نے مرزا قادیانی کو بذریعہ تاریخ اطلاع دے رکھی تھی کہ میں لاہور آ رہا ہوں۔ آپ بھی تشریف لے آئیں۔ مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں طے پایا تھا۔ اس لئے ۲۵ اگست کو پولیس نے حفظ وامان کے تمام انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ اگست دو دن مرزا قادیانی کا انتظار ہوتا رہا۔ مرزائی خود بھی بڑے پرامید تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن آج ہمارے ”پیغمبر“ نے آنا ہے اور حق و باطل طشت از بام ہونا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

مرزا قادیانی کے نہ آنے سے قادیانی جماعت میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض دائرہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۳۶

اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض سخت مایوسی کی کیفیت میں خانہ نشین ہو گئے۔ لاہوری جماعت کے بعض مرزائی حضرت پیر صاحب کے پاس آگئے اور ان سے کہا: ”آپ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کیوں نہیں کرتے کہ ایک اندھے، اپاہج کے حق میں مرزا صاحب کریں اور اندھے اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں جو برحق ہو اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔“

حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ مرزا سے کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں۔ میں اس پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔

حضرت پیر صاحب کے متعلق مرزا کی پیشین گوئی

مناظرہ لاہور میں منہ کی کھانے کے بعد مرزا قادیانی نے حسب عادت پیر صاحب سے چھیڑ خانی شروع کی اور ایک پیشین گوئی کی کہ ”جیٹھ“ کے مہینے میں پیر مہر علی شاہ مر جائیں گے۔ اس پیشین گوئی کا سن کر آپ کے متعلقین میں بے چینی پھیل گئی کہ کہیں مرزے کی پیشین گوئی سچی ثابت کرنے کے لئے کوئی قادیانی حضرت پر حملہ نہ کر دیں۔ استدعا کی گئی کہ حفاظت کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ حضرت نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ”میاں موت تو برحق ہے۔ ہر ایک نے مرنا ہے۔ لیکن تسلی رکھیں ہم اس جیٹھ میں نہیں مریں گے۔“ خدا کی شان اللہ نے آپ کی بات کو بالکل حق اور سچ کر کے دکھایا۔ آپ زندہ باصحت و بعافیت رہے۔ جب کہ اگلے جیٹھ میں مرزا مردار ہو کر جہنم رسید ہو گیا۔

سفر آخرت

آپ کا وصال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ، بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا، اور آپ کی تدفین دارالحکومت اسلام آباد کے مشہور شہر گولڑہ میں ہوئی۔ آپ کے جنازے میں تمام مکاتب فکر کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ بعض روایات کے مطابق جنازے کے پیچھے ہندو، سکھ اور عیسائی بھی ہاتھ باندھے کھڑے، اظہار غم کر رہے تھے۔ زیادہ رش کی وجہ سے محکمہ ریلوے کی طرف سپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة!

حجاز کے مبارک سفر مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو ایک صحیح صاحب کشف انسان تھے۔ جب ان کو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے حکم دیا کہ چونکہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہونا ہے۔ لہذا تم وطن واپس جاؤ۔ اگر بالفرض تم خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا اور اس طرح ملک میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۳۷

آرام رہے گا۔ چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحبؒ کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنے سے تعبیر کرتا ہوں۔

اور آنحضرت ﷺ نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ: ”یہ مرزا قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے؟“

اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عام لوگوں کی خیر خواہی کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے فاسد عقائد لوگوں کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت، ائمہ کرام اور امت مرحومہ کے علماء کے صحیح عقائد کی بنیاد پر اس کی حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔

(ملفوظات طیبہ ص ۱۲۶، ۱۲۷)

سیدنا مہر علی شاہؒ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کئے بحالت بیداری دیکھا کہ آنحضرت ﷺ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ حضور ﷺ سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور ﷺ کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا ہے۔

(تحریک ختم نبوت ص ۵۰)

مرزا کی دجال سے مشابہت

حضرت پیر صاحبؒ قبلہ نے سیف چشتیائی میں دجال کی صورت سے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب لکھا ہے کہ وہ مرزا قادیانی سے ہو بہو مشابہت رکھتا تھا۔ (تحریک ختم نبوت ص ۵۰)

مرزا قادیانی کو مناظرے کا چیلنج

پیر صاحبؒ نے مرزا قادیانی کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء لاہور بادشاہی مسجد مقام مناظرہ طے پایا۔ مگر مرزا قادیانی کو پیر صاحبؒ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پیر صاحب کو قدرت نے ایسا رعب اور جلال نصیب کیا تھا کہ مرزا قادیانی ان کا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگ جاتا تھا۔

مرزائیوں کا مباہلے سے فرار

قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: ”آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کریں۔ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کرتے ہیں۔ دوسرے اندھے اور اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں۔ جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں، وہ سچا ہے۔ اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔“ حضرت قبلہ عالم نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۳۸

جواب دیا کہ: ”اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جاؤ۔“ یہ جواب پا کر وفد چلا گیا۔ پھر کچھ پتہ نہ چلا کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواری کہاں ہیں؟

(تحریک ختم نبوت ص ۵۲)

دو روحانی چیلنج

جب مرزا قادیانی کی تعلیمات بہت بڑھ گئیں تو حضرت قبلہ عالم نے ان کی ”ملہمانہ“ شوخیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے دو روحانی چیلنج کئے۔ ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو، سچا قلم خود بخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا۔ دوسرا یہ کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ۔ ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا۔ جو کاذب ہوگا مر جائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

(تحریک ختم نبوت ص ۵۲)

(۸۷۸)

میر عباس علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

میر عباس علی لدھیانویؒ، شاہ سلیمان تونسوی چشتیؒ کے مرید تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد میر صاحب کو کسی نئے پیر کی تلاش ہوئی۔ ان ایام میں مرزا قادیانی نے شہرت و نمود کی دنیا میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ ان کی تعلیمات اور لن ترانیاں گوش زد ہوئیں تو اصل اور نقل میں امتیاز کئے بغیر اس جنس کاسد کے خریدار بن گئے۔ میر صاحب کے سلسلہ ارادت کا آغاز ۱۸۸۲ء میں ہوا جب کہ مرزا قادیانی نے براہین کا تیسرا حصہ شائع کیا تھا اور اغلب ہے کہ میر عباس علی ہی الہامی

صاحب کے سب سے پہلے مرید تھے۔ انہوں نے اس وقت ان کی حلقہ بگوشی اختیار کی جب کہ ہنوز کسی شخص نے مرزا قادیانی کی طرف دست ارادت نہ بڑھایا تھا۔ مکتوبات احمدیہ کی سب سے پہلی اور ضخیم ترین جلد انہیں خطوط پر مشتمل ہے جو الہامی صاحب نے میر عباس علی کے نام روانہ فرمائے تھے۔ میر صاحب نے اپنے مخدوم و مطاع کی خدمت گزاری اور عون و نصرت میں وہ کمال دکھایا کہ تمام مرزائیوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ اس اثناء میں کئی مرتبہ ایسے حوادث بھی پیش آئے، جنہوں نے بار بار ان کے پائے عقیدت کو متزلزل کر دیا۔ تاہم اس سے دام ربائی کی توفیق نہ ہوئی۔ آخر نو سال تک بادیہ ضلالت میں سرگرداں رہنے کے بعد ہدایت کا اوان سعید آپہنچا۔ مساعدت ازلی نے راہنمائی فرمائی اور میر صاحب مرزائیت سے تمام علاقے توڑ کر ازسرنو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۳۹

مرزا قادیانی نے ۲۱ مئی ۱۸۸۳ء کی چٹھی میں میر عباس علی کو لکھا تھا کہ: ”جس ذات قدیم نے آپ کو یہ اخلاص بخشا ہے اس نے خود آپ کو چن لیا ہے۔“ ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۳ء کے خط میں لکھا ”الحمد لله والمنة کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ اس عاجز کے انصار میں سے بنایا۔ اس ناچیز کو آپ کے وجود سے فخر ہے اور اپنے خداوند کریم سے آپ کو ایک رحمت مجسم خیال کرتا ہے۔“

اور پہلی جنوری ۱۸۸۴ء کی چٹھی میں فرمایا: ”سعید وہ انسان ہے جس پر نیک ظن غالب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ٹھوکر کھانے سے بچتے ہیں اور اس کا فطرتی نور ان کو شیطانی تاریکی سے بچا لیتا ہے اور تھوڑے ہیں، جو ایسے ہیں اور الحمد لله کہ میں آپ کو ان تھوڑوں کے اوّل درجہ میں دیکھتا ہوں۔“ ۱۹ اپریل ۱۸۸۵ء کو لکھا کہ آپ کا اخلاص اور جوش محبت اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء! اور ایک اور خط میں جس پر تاریخ درج نہیں لکھتے ہیں کہ جس قدر آن مخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خدا تعالیٰ اس کے عوض میں آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں پر راضی ہوا کرتا ہے۔

(مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص ۲۱، ۶۴، ۷۰، ۸۶، ۸۹)

اسی طرح مرزا قادیانی نے میر عباس علی کے متعلق اپنی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں لکھا کہ: ”یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جب سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیاں میں میرے ملنے کے لئے آئے، وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ اوائل ایام میں بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے۔ مگر بباعث

غربت و درویشی ان کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خواں بھی ہیں لیکن وہ دراصل بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور رقیق الفہم ہیں۔“

(ازالۃ الاوبام حصہ دوم ص ۷۹۱، خزائن ج ۳ ص ۵۲۸)

میر عباس علی کے جو مناقب و محامد اوپر نقل کئے گئے ان سب سے بڑھ کر انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ مرزا قادیانی کو ان کی شان میں ایک الہام بھی ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ”ازالہ اوبام“ میں میر عباس علی مرحوم کے تذکرے میں فرماتے ہیں: ”ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلہ ثابت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

و فرعه فی السماء (ان کی جڑ نہایت مضبوط ہے اور ان کی شاخیں آسمان تک چلی گئی ہیں)“

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۷۹۰، ۷۹۱، خزائن ج ۳ ص ۵۲۸)

اس الہام کا یہ مطلب تھا کہ میر صاحب مرزائیت میں ایسے مضبوط اور راسخ ہیں کہ ان کی حالت میں کبھی جنبش اور تزلزل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب میر صاحب مرزائیت سے تائب و بیزار ہو کر ازسرنو حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تو مریدوں نے پوچھنا شروع کیا۔ حضور خدا نے تو اطلاع دی تھی کہ ان کی جڑ بڑی مضبوط ہے۔ اب ان کی جڑ اکھڑ کیسے گئی؟ الہامی صاحب کے پاس تاویل کاری اور سخن سازی کی کچھ کمی نہ تھی، باتیں بنانی شروع کر دیں جو حضرات اس گلشن سخن سازی کی بہار دیکھنا چاہیں وہ الہامی صاحب کے (آسمانی فیصلہ ص ۳۹ تا ۴۳ یا تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۷۸ تا ۸۵) کا مطالعہ فرمائیں۔ جب سید عباس علی پٹیالوی توفیق ایزدی کی مدد سے مرزائیت کے خارزار سے نکل کر اسلام کے چمن زار میں داخل ہوئے تو مسیح صاحب نے اپنے جلے دل کے پھپھولے ان الفاظ میں پھوڑے۔ ”وہ مرتد ہو گیا۔ اس کا انجام بد ہوا۔ جب انسان پر شقاوت کے دن آتے ہیں تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا۔“

(نزول المسیح ص ۲۳۰، خزائن ج ۱۸ ص ۶۱۸)

میر صاحب پٹیالوی کی علیحدگی اور توبہ کے مختلف اسباب تھے۔ ان میں ایک سبب تو پٹیالوی دوست نے یہ بتایا کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں ایک مسلمان شعبدہ گر آیا۔ ان ایام میں الہامی صاحب اسی جگہ اپنی مسیحیت کی ڈفلی بجا رہے تھے۔ شعبدہ گر، الہامی صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ یا تو اپنا کوئی کمال دکھائیے یا دیکھئے۔ انہوں نے کہا اچھا اپنا کمال دکھاؤ۔ شعبدہ گر نے کھری لے کر تھوڑی سی زمین نرم کی۔ پھر چند بیج بکھیر کر اوپر سے پانی کے چھینٹے دیئے۔ تھوڑی دیر میں چھوٹے چھوٹے پودے نکل آئے جو دیکھتے دیکھتے فٹ ڈیڑھ فٹ بلند ہو گئے۔ پھر ہر

ایک کو پانچ پانچ سات سات قسم کے پھول لگے۔ ہر پھول میں علیحدہ علیحدہ قسم کی خوشبو تھی۔ یہ طلسم دیکھ کر سب لوگ محو حیرت رہ گئے۔ جب شعبدہ باز لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا چکا تو مرزا قادیانی سے کہنے لگا۔ ”اگر آپ بھی کوئی عجوبہ دکھائیں تو میں کچھ اور کمال بھی دکھاؤں گا۔“ مرزا قادیانی نے کہا: ”بھئی ہم تو صرف دعا کرنا جانتے ہیں۔ اس کے سوا ہم میں کوئی کمال نہیں۔“ اس کے بعد مرزا قادیانی میر عباس علی پٹیالوی سے کہنے لگے کہ اگر سو دو سو روپیہ بھی خرچ ہو جائے تو یہ کمال حاصل کر لینا چاہئے۔ یہ سن کر میر صاحب پٹیالوی کے دل میں گرہ پڑ گئی اور یقین ہو گیا کہ یہ شخص دنیا پرست ہے۔ اگر اس کے دل میں عشق الہی کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کسی شعبدہ پر نہ ریجھتا۔ میر صاحب کے منحرف ہونے کی دو وجہیں خود مرزا قادیانی نے یہ لکھی ہیں کہ:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

۰.....۱ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔

۰.....۲ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری

آدمی ہوں۔ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔

مرزا قادیانی کا بیان ہے کہ میر صاحب نے علیحدگی کے بعد ان کے خلاف اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ میر صاحب نے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر کر کے تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ: ”میں نے مرزا قادیانی سے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی مسجد میں بیٹھ جائیں پھر یا تو مجھے رسول خدا ﷺ کی زیارت کرا کے اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دو یا زیارت کرا کے اس بارہ میں فیصلہ کرا دوں گا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ اگر میر صاحب کو یہ قدرت اور کمال حاصل تھا تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدون تصدیق نبوی کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس برس تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب ہے کہ ایک دفعہ بھی رسول کریم ﷺ ان کے خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذاب اور مکار اور بے دین سے کیوں بیعت کرتا ہے؟“

(تبلیغ رسالت حصہ دوم ص ۸۳، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۹۸)

اگر واقعی میر صاحب نے مسیح قادیان کو اس قسم کا کوئی چیلنج دیا تھا تو معلوم نہیں میر صاحب نے الہامی صاحب کی اس تحریر کا کیا جواب دیا ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب میر صاحب نو دس سال کی طویل مدت تک اسلام سے منقطع ہو کر مرتد ہونے والے تھے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ

محبوب رب العالمین ﷺ ان کے پاس خواب میں قدم رنجہ فرماتے؟ آخر جب میر صاحب نے وادی کفر سے نکل کر ریاض اسلام میں قدم رکھا تو رویت رسول کی سعادت یا رسول نمائی عود کر آئی۔

مرزا قادیانی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف نیچریت کی طرف مائل تھے بلکہ ان کی ہر ادا میں تفرنج اور مغریت کی شان ہویدا تھی۔ مرزا قادیانی نے میر صاحب کے جس اشتہار کا ذکر کیا ہے وہ انہوں نے دبدبہ اقبال ربی پریس لدھیانہ میں چھپوایا تھا۔ میر صاحب نے اس میں لکھا تھا کہ: ”میں اس فیصلے پر پہنچا ہوں کہ مرزا قادیانی قطعی نیچری ہیں۔ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کے قطعی منکر ہیں۔ معجزات اور کرامات کو مسمریزم قیافہ، قواعد طب یا دستکاری پر مبنی جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک خرق عادت جس کو تمام اہل اسلام خصوصاً اہل تصوف نے مانا ہے کوئی چیز نہیں۔ سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد کی نیچریت میں بجز

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۴۲

اس کے کوئی فرق نہیں کہ وہ ملبس جیکٹ و پتلون ہیں اور یہ ملبس جبہ و دستار اور صوفیائے عظام کے دفتر کو درہم برہم کرنے والے۔"

(رئیس قادیان)

مرزا قادیانی کا ایک گرویدہ بد نصیب قادیانی جس کا نام میاں افتخار احمد تھا، اس کے نام میر عباس علی لدھیانویؒ نے ۱۰ جنوری ۱۸۹۲ء کو خط لکھا۔ اس کا نام رکھا ”نیاز نامہ میر عباس علی صوفی لدھیانوی بجانب میاں افتخار احمد حواری مرزا غلام احمد قادیانی“ پھر اسے شائع کر دیا۔ ایک سو پچیس سال بعد دوبارہ محاسبہ کی جلد ۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۸۷۹)

میر محمد ربانیؒ (ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۳ء وفات: ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء) مولانا میر محمد ربانیؒ کا ارٹھیں فیملی سے تعلق تھا۔ والد کا نام مولانا غلام رسولؒ تھا۔ ۱۹۰۳ء میں بستی ارٹھیں موضع بیراں ہیڈ حاجی پور نزد ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ علاقہ کے عالم دین مولانا غلام محمد لاشاریؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ صرف و نحو حضرت مولانا اللہ بخشؒ میانوالی شیخاں سے پڑھی جو امام الصرف والنحو مولانا غلام رسول پونٹویؒ کے شاگرد تھے۔ وسطانی تعلیم مولانا قادر بخش صاحبؒ بستی کالو نزد ججہ عباسیاں سے حاصل کی۔ مولانا قادر بخشؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا میر محمد ربانیؒ دین پور شریف بھی پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ عباسیہ کی سب سے اعلیٰ ڈگری ”علامہ“ حاصل کی۔

جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ، مولانا احمد علی بہاولپوریؒ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد پھر یہاں پڑھانے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اگست ۱۹۳۲ء میں قادیانی مسلم کیس میں بیان دینے کے لئے جب مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ بہاولپور تشریف لائے تو جامعہ عباسیہ کے اساتذہ حضرات نے مولانا رحمت اللہ ارشدؒ کے ساتھ مولانا میر محمد ربانیؒ کی بھی ڈیوٹی لگائی تھی اور آپ نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ کا عدالت میں بیان قلمبند فرمایا تھا۔ جامعہ عباسیہ سے ”علامہ“ پنجاب یونیورسٹی سے ”منشی فاضل“ اور ”مولوی فاضل“ کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۴۳

امتحانات پاس کئے۔ طب یونانی اور ہومیو پیتھی کے بھی کورس کئے۔ ہارون آباد، ترنڈہ مولویاں، رکن پور وغیرہ کے سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مڈل سکول رکن پور سے ریٹائر ہوئے۔ بڑے کامیاب مدرس تھے۔ عربی ادب ان کا خاص ذوق تھا۔ دیوان حسان اور قصیدہ لامیہ خواجہ ابوطالب کی آپ نے شرح لکھی۔

مرزا قادیان کی کتاب اعجاز احمدی کے مقابلہ میں قصیدہ لکھا اور کمال کر دیا۔ آپ نے اپنی حیات میں فقیر راقم کو فون کیا کہ یہ قصیدہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اسے شائع کرانا ہے۔ فقیر نے نامعلوم کیا جواب ہانکا ہوگا۔ اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ اس کی کتابت کر رہے ہیں۔ اتنے میں ۲۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو آپ وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! کسی جلسہ پر ان کے صاحبزادہ غالباً حافظ مشتاق الحسن سے ملاقات ہوئی تو ان سے عرض کیا کہ وہ مسودہ بھجوا دیں تو شائع کر دیں گے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وقت مقرر کریں، کتنے عرصہ میں شائع کریں گے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مشروط اشاعت تو ہمارے لئے مشکل امر ہے۔ آپ مسودہ دے دیں۔ محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو شائع بھی ہو جائے گا۔ اس پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔

اس پر بہت عرصہ بیت گیا۔ پھر کہیں ملاقات ہوئی تو انہوں نے وہ مسودہ بھجوا دیا۔ فقیر نے اس کا فوٹو کرایا۔ پھر عرصہ بعد دوبارہ انہوں نے اصل مسودہ طلب کیا۔ فقیر کا خیال تھا کہ وہ واپس کر دیا ہے۔ وہ فرمائیں کہ نہیں۔ ایک دن ان کے تکرار و اصرار پر تلاش شروع کی تو مسودات میں وہ مسودہ مل گیا۔ موصوف کو بھجوا دیا۔ فوٹو کاپی تو موجود تھی۔ خیال یہی تھا کہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں امت نے جو قصائد لکھے ہیں وہ تمام جمع ہو جائیں تو ان کو یکجا شائع کریں گے

تاکہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جوابات ایک جلد میں محفوظ ہوجائیں اور پھر یہ باب ایسے مکمل کر دیا جائے کہ قادیانیوں کی بولتی ہی نہیں تھوتھنی بھی بند کر دی جائے۔

تمام قصائد یکجا ہو گئے تھے۔ البتہ حضرت مولانا قاضی ظفر الدین صاحب کا ”قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ“ کی اقساط مکمل نہ ہو رہی تھیں۔ بلا مبالغہ اس پر بہت وقت لگا۔ حق تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ وہ بھی مل گیا تو اب تمام قصائد کو ترتیب دی۔ مولانا میر محمد ربانی کا قصیدہ سن تصنیف کے حوالہ سے آخری قصیدہ ہے تو احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں سب سے آخر پر اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس قصیدہ کو آپ ”مسک الختام“ قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

اب جب قصائد کی دوبارہ کمپوزنگ کرائی تو مولانا میر محمد ربانیؒ کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ظاہر پیر والوں کے صاحبزادہ مولانا محمد ساجد صاحب نے کمال مہربانی سے ایک ورق پر مشتمل معلومات مہیا کر دیں۔ فالحمد للہ!

دیکھئے! جب جوانی تھی تو ظاہر پیر جا کر مولانا میر محمد صاحب ربانیؒ کی قبر مبارک پر حاضر نہیں ہو سکا۔ اب بڑھاپا ہے تو ان سطور کو تحریر کرتے وقت دل مضطرب ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان کے ایصال ثواب و دعا کے لئے ان کے مزار مبارک پر حاضر ہوں گا۔ نہ جاسکا تو آخرت میں تو ملنا یقینی ہو گا کہ ان کی علمی تصنیف پہلی بار اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت، اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی ہے۔ مؤلف مرحوم سے یہی نسبت انشاء اللہ فقیر کے لئے توشہ آخرت ہے۔ شہباز محمدی کے علاوہ ”مکتوبات ربانیہ“ جو قادیانیت کے رد پر مشتمل ہے وہ بھی اسی شہباز محمدی میں مصنف نے سمودی ہے۔

(ن)

(۸۸۰)

نادر علیؒ (گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور)

موصوف نے رد قادیانیت پر ایک صدی قبل رسالہ لکھا جس کا نام: ”درہ نادریہ بر سر فرقہ مرزائیہ“ رکھا۔ اس کے تعارف میں انہوں نے ٹائٹل پر لکھا۔ ”مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذب اور مفتری

ہونے کے ثبوت میں نہایت پختہ روشن ادلہ اور محققانہ اباحت ہیں جنہیں طالبان حق ملاحظہ فرما کر بہت مسرور ہوں گے۔“

(۸۸۱)

نافعؒ (جامعہ آباد جھنگ)، مولانا محمد

(وفات: ۳۰ / دسمبر ۲۰۱۴ء)

چنیوٹ سے قریباً پینتیس کلو میٹر جھنگ روڈ پر ایک اڈا جامعہ آباد آتا ہے۔ جامعہ آباد

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۴۵

سے بجانب غرب دو کلو میٹر پر ایک گاؤں ”محمدی شریف“ ہے۔ یہاں ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبد الغفورؒ تھے۔ آپ نے مولانا سلطان محمود چنیوٹیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا سلطان محمود چنیوٹیؒ نے حدیث شریف کی تعلیم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حاصل کی تھی۔ مولانا عبد الغفورؒ کے والد گرامی مولانا عبد الرحمنؒ کا بیعت کا تعلق خانقاہ سیال شریف ضلع سرگودھا سے تھا۔ سیال شریف کے بانی حضرات کا تعلق قطب عالم حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ سے تھا۔ مولانا عبد الرحمنؒ ساکن محمدی شریف نے اپنے صاحبزادہ مولانا عبد الغفورؒ کو بھی سیال شریف کے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے صغرسنی میں بیعت کرا دیا۔ مولانا عبد الغفورؒ نے خانقاہ سیال شریف کے حضرت ثانی خواجہ محمد الدینؒ سے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور پھر سیال شریف کے حضرت ثالث مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ سے بھی شرف بیعت کے علاوہ سعادت حصول خلافت کا شرف بھی پایا۔ انہیں حضرت مولانا عبد الغفورؒ کو اللہ رب العزت نے تین صاحبزادے دیئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے کا نام محمد نافعؒ تھا۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ مولانا عبد الغفورؒ ۱۹۱۴ء میں حج کے لئے حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے اونٹوں پر سفر ہوا۔ ساربان کا نام نافع تھا۔ وہ اتنا شریف النفس اور عالی اخلاق ساربان تھا کہ سفر حج سے واپسی پر مولانا عبد الغفورؒ کو ۱۹۱۵ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو اس کا نام مدنی ساربان کے نام پر نافع تجویز کیا۔ عموماً عرب میں مفرد نام ہوتے ہیں اور عجم میں مرکب، تو صرف نافع کی بجائے تبرک کے طور پر اسم گرامی محمد کا اضافہ کر کے ”محمد نافع“ نام تجویز کیا۔ اس صاحبزادہ ”محمد نافع“ نے اپنے والد گرامی مولانا عبد الغفورؒ سے حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ مولانا محمد نافعؒ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ تھے جو فاضل دیوبند اور

مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید تھے۔ ان سے اور مولانا اللہ جوایا شاہؒ سے ابتدائی دینی کتب کی مولانا محمد نافعؒ نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اشاعت العلوم فیصل آباد، جو ان دنوں جامع مسجد کچہری بازار میں قائم تھا۔ حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندیؒ اور حضرت مولانا حکیم حافظ عبد المجیدؒ نابینا بی۔ اے، سے مزید تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ نے محمدی شریف میں ”جامعہ محمدی“ کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیرویؒ فاضل دیوبند پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے تو مولانا محمد نافعؒ بھی فیصل آباد سے اپنے گاؤں محمدی شریف میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۳۶

مولانا چوکیریؒ سے پڑھتے رہے۔ اچھالہ وادی سون سکیسر حضرت مولانا قطب الدینؒ، مولانا احمد بخش گدائیؒ ضلع ڈیرہ غازیخان اور دیگر اساتذہ سے بھی جو اس وقت جامعہ محمدی شریف میں مدرسین تھے آپ نے کسب فیض کیا۔ مشکوٰۃ شریف کے سال آپ نے واں بھچراں ضلع میانوالی میں مولانا غلام یاسینؒ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح گجرات کے معروف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ولی اللہؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

یہ ۱۳۶۲ھ کی بات ہے۔ تب شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ (حضرت مدنیؒ نے بخاری شریف شروع کرائی چند دن اسباق پڑھائے اور پھر گرفتار ہو گئے) حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ، حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندیؒ ایسے اساتذہ کرام سے مولانا محمد نافعؒ نے دارالعلوم دیوبند میں حدیث شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمدؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ آپ کے دارالعلوم دیوبند میں ہمدرس تھے۔

فراغت کے بعد آپ اس وقت کی معروف جماعت ”تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان“ سے وابستہ ہوئے۔ تنظیم اہلسنت کا اس وقت ترجمان سہ روزہ ”دعوت“ لاہور تھا جس کے ایڈیٹر حضرت مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ تھے۔ چوکیرا ضلع سرگودھا سے آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیریؒ کا رسالہ ”الفاروق“ ماہواری شائع ہوتا تھا۔ اس میں آپ نے لکھنا شروع کیا۔ آپ نے ان مضامین کے ذریعے بہت جلد قارئین میں ایک حلقہ پیدا کر لیا۔ فراغت کے بعد اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ کے قائم کردہ ”جامعہ محمدی شریف“ میں پڑھاتے بھی رہے اور پھر ایک زمانہ میں ناظم بھی رہے۔ سینکڑوں حضرات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد نافعؒ

ایک بزرگ، متبحر اور نقطہ رس عالم دین تھے۔ آپ نے لکھنا شروع کیا تو اس میں اعتدال کی وہ مثال قائم کی کہ خود اس کی ”ضرب المثل“ بن گئے۔ عموماً ”رفض“ کے خلاف کام کرنے والے خام ذہن اور رسوخ فی العلم نہ ہونے کے باعث ”خارجیت“ کے جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ لیکن جن حضرات نے پوری عمر عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے نہ صرف کام کیا بلکہ اس محاذ کے اپنے وقت میں امام قرار پائے۔ ان میں حضرت مولانا محمد نافع صف اول میں نمایاں اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اعتدال میں اپنی مثال

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۲۷

آپ تھے۔ جہاں آپ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نامور وکیل تھے۔ وہاں عظمت و تکریم اہل بیت رضی اللہ عنہم کے صفِ اوّل کے علمبردار تھے۔ برصغیر میں ماضی بعید میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم و دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بہت ہی تحریری علمی ذخیرہ چھوڑا۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اس کام کو آگے بڑھایا اور پھر ان شیخین کریمین کے بعد مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تحریری خدمات سرانجام دیں جس پر آنے والی نسلیں بھی ان کی احسان مند رہیں گی۔

مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پر ایک نظر ڈالیں تو بعض وجوہ سے آپ کی کتابیں اپنے معاصر حضرات سے بہت ساری امتیازی شان اپنے اندر رکھتی ہیں معلومات کا خزانہ ہیں۔ فریق مخالف کو اس کے مسلمات سے کمال فروتنی اور جذبہ خیر خواہی علم کے ساتھ آپ آئینہ دکھاتے ہیں کہ اس سے وہ سوائے اپنے ڈوبنے، ڈوب جانے کے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ نے جس عنوان پر قلم اٹھایا دیانتداری کی بات ہے کہ ان کی تحریر اس عنوان پر ”حرف آخر“ کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی تصانیف میں:

۱..... ”مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین“

۲..... ”حدیث ثقلین“

۳..... ”رحماء بینہم“ (۳ جلدیں)

۴..... ”مسئلہ اقربا پروری“

۵..... ”حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ“

۶..... ”بنات اربعہ رضی اللہ عنہن“

۷..... ”سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ“

۸..... ”سیرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ“

۹..... ”فوائد نافعہ“ (۲ جلدیں) قابل ذکر ہیں۔

ان کو پڑھیں تو معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا ہے۔ اس کی گہرائی تک رسائی حاصل کریں تو موتیوں کے ڈھیر ہی ڈھیر پائے جاتے ہیں۔ طرزِ تحریر، اسلوب بیان، ایسا دلکش، سادہ، عام فہم اور معتدل جو قلب و نظر کو سدا بہار بنا دے۔

قادیانیوں نے ۱۹۳۵ء میں ”روزنامہ الفضل لاہور“ کا خاتم النبیین نمبر شائع کیا جس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۴۸

میں دھوکہ دہی کی انتہا کر دی۔ دجل و کذب کا شاہکار یہ اخبار سامنے آیا تو دنیا نے دیکھا کہ نام خاتم النبیین اور اندر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت جاری ہے۔ اف اللہ! حد ہو گئی علمی بددیانتی کی کہ خاتم النبیین کے نمبر کے نام سے اجراء نبوت کا اثبات، اجراء نبوت کے اثبات کو خاتم النبیین کا نام دینا گویا جاہل کو مولوی فاضل اور اندھی کو نور بھری قرار دینے کی کوشش تھی۔ قادیانیوں کے اس دجل پر سب سے پہلے ہمارے جن مخادیم نے امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا وہ حضرت مولانا محمد نافعؒ اور پھر مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ تھے۔

مولانا محمد نافعؒ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی رہے۔ پہلے جھنگ پھر لاہور بورسٹل جیل میں تین ماہ سنت یوسفی کو زندہ کیا۔ آپ ختم نبوت کے نہ صرف قدردان تھے بلکہ ہر دم باخبر رہتے تھے اور غائبانہ دعاؤں سے اس محاذ پر کام کرنے والوں کی ڈھارس بندھواتے تھے۔ وہ کیا گئے، دنیا نے انہیں کیا زیر زمین کیا، کہ علم و فضل کا خزانہ پوشیدہ ہو گیا۔

سو سال عمر پائی۔ آخر وقت تک دل و دماغ، حافظہ، علوم کا استحضر، حیرت انگیز طور پر برابر کام کر رہا تھا۔ ۳۰ نومبر کی رات دس بجے فوت ہوئے۔ ۳۱ دسمبر غروب آفتاب کے وقت تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ دنیا نے عجائبات زمانہ سے یہ بھی دیکھا کہ آفتاب آسمان اور مہتاب علم ایک ساتھ غروب ہوئے۔ ان کے غروب کے بعد اندھیرا ہو گیا یا اندھیرے کی گھٹا چھائی۔ یہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ لاکھوں لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے جنازہ پڑھایا۔

نجم الدینؒ (اورینٹل کالج لاہور)، مولانا پروفیسر

پروفیسر اورینٹل کالج جناب پروفیسر نجم الدین صاحبؒ اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ مستشار العلماء پنجاب لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ صدر اعظم جناب محمد خلیل صاحبؒ اور پروفیسر نجم الدینؒ نائب صدر مقرر ہوئے۔ ناظم اعلیٰ مولانا نور الحق علویؒ تھے۔ یہ انجمن قادیانی فتنہ کے ابطال اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وجود میں آئی تھی۔ اس نے کئی پمفلٹ قادیانیت کے رد پر شائع کئے۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۳ء کو پروفیسر صاحب نے ”قادیانیت اور اس کے مقتداء“ کا دیباچہ لکھا۔ یہ پمفلٹ ۴۸ صفحات کا ہے اور مولانا نور الحق علویؒ کا مرتب کردہ ہے۔

(۸۸۳)

نذر دینؒ (گولڑہ شریف)، پیر سید

حضرت قبلہ عالم (پیر مہر علی شاہؒ) فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں حضرت ابی صاحبؒ (پیر سید نذر دینؒ والد ماجد پیر مہر علی شاہؒ، پوٹھواری زبان میں والد کو ”ابی“ کہتے ہیں) شب و روز عبادت الہی اور مطالعہ کتب کے سلسلے میں اپنی آبائی مسجد میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ہی سکھوں کا محلہ تھا، جہاں سکھ قلعہ دار کی ایک رشتہ دار لڑکی بد چلنی کے الزام میں حاملہ پائی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مقامی مخالف نے والد صاحبؒ کو متہم کیا۔ جس پر قلعہ دار نے کسی اور ثبوت کے بغیر آپ کو گرفتار کرا کر زندہ جلا دینے کا حکم دے دیا۔ اس الزام و سزا کے حکم کے خلاف قرب و جوار کے مسلمانوں کے وفد سکھ سردار کے پیش ہوئے تو اس نے کہا: ”سجادہ نشین صاحبؒ فوراً آ کر یقین دلائیں کہ لڑکا بے گناہ ہے۔“ سجادگی پر اس وقت والد صاحب کے ماموں سید فضل دینؒ رونق افروز تھے۔ آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ”اسے کہہ دو کہ اسے جلا ڈالے۔ اگر یہ گنہگار ہے تو ہمارے لئے اس کا جل جانا ہی بہتر ہے۔“

تاریخ سزا سے ایک دن پہلے مواضعات میرا بادیه و میرا اکو وغیرہ کے مسلمانوں نے اجتماع کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر بڑے پیر صاحبؒ نے اطراف و جوانب میں پیغامبر بھجوا کر اطلاع کرا دی کہ جو کوئی ایسا قدم اٹھائے گا، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ لوگ رک گئے۔

سزا والے دن علی الصبح ہی ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن قلعے کے باہر جمع ہو گئے۔ اس قلعے کے کھنڈرات شہر سے مغرب کی جانب کچھ دور ندی کے کنارے اب تک موجود ہیں۔ عورتوں نے آہ و

بکا کرتے ہوئے اپنے زیورات کے ڈھیر لگا دیئے کہ ہمارے پیر زادے کو ان کے ساتھ تول کر جرمانہ وصول کر لو اور انہیں رہا کر دو۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق عبرت عامہ کے لئے سزائے موت شارع عام پر دی جاتی تھی۔ اس لئے ایک کھلی جگہ لکڑیاں چن کر چتا تیار کی گئی اور فوج نے اسے گھیرے میں لے لیا۔

یہ بدھ کا دن تھا۔ اس رات والد صاحبؒ کو حضرت غوث الاعظمؒ کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۵۰

زیارت نصیب ہوئی۔ جنہوں نے فرمایا کہ: ”چتا پر جانے سے پہلے غسل کر کے گھر میں جو نیا لباس موجود ہے پہن کر، دو نفل نماز ادا کریں۔“ چنانچہ سکھ سپاہیوں نے آخری خواہش کی تکمیل میں غسل کے لئے پانی بھی دیا اور گھر سے لباس بھی منگوا دیا جو آپ نے پہن کر نماز دوگانہ ادا فرمائی اور چتا پر جا کر بیٹھ گئے۔ لکڑیوں پر تیل لگا کر آگ لگانے کی کوشش کی گئی، مگر لاکھ جتن کئے باوجود آگ نہ لگی، یہ دیکھ کر الزام لگانے والے شخص نے کہا کہ: ”سپاہی پیروں سے مل گئے ہیں اس لئے دانستہ ہیرا پھیری کر رہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں آگ کیسے نہیں لگتی؟“ یہ کہہ کر اس نے حضرت کے کپڑوں اور لمبے لمبے گھنگھریالے بالوں پر کافی تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلانے اور جب شعلے بلند ہونے لگے تو اس برتن کو آپ کے تیل میں تر بتر بالوں کے نیچے رکھ دیا۔ مگر شعلے لپکتے رہے اور ان کی حرکت سے حضرت کے بال لہراتے رہے، لیکن انہوں نے آگ کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ آخر اس نے جلتے ہوئے بنولوں کو آپ کے تیل میں شرابور کپڑوں پر الٹ دیا، لیکن وہ بغیر کسی قسم کا اثر قبول کئے ہوئے لکڑیوں پر جا گرے اور بجھ گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں میں آپ کی بے گناہی کا غوغا اٹھا اور قلعہ دار نے حکم دیا کہ مخبر کو گرفتار کر کے اسی چتا پر جلا دیا جائے اور خود گلے میں کپڑا ڈال کر دست بستہ حضرت سے معافی کا خواست گار ہوا کہ: ”آپ واقعی بے گناہ ہیں۔ میں نے اس برے آدمی کے کہنے پر آپ پر ناحق ظلم کیا۔“

(ماخوذ از ”مہر منیر“ مصنفہ مولانا فیض احمد فیضی ص ۵۶، ۵۵)

(۸۸۴)

نذیر احمد بغوی ہزارویؒ، مولانا

حضرت مولانا نذیر احمد بغویؒ نے بھی ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جوش و جذبہ کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کے موقع پر وہ بھی جامع مسجد ناڑی مانسہرہ میں شریک اجلاس تھے۔ اس اجلاس میں نہایت پر اثر تقریر کی تھی۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام اور تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت اور دفاع صحابہ کے مشن پر مجاہدانہ انداز میں سرگرم عمل رہے۔ آپ مجاہد تحفظ ختم نبوت مولانا ہزارویؒ کے داماد تھے۔ (قاری محمد

شاہ)

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۵۱

(۸۸۵)

نذیر احمدؒ (سنگھڑہ)، مولانا حکیم

(وفات: ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء) مولانا حافظ محمد شفیعؒ سنگھڑہ مناظر اسلام کے جانشین مولانا حکیم نذیر احمد سنگھڑویؒ تھے جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ اپنے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم والخیرات کو بام عروج تک آپ نے پہنچایا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی مسجد سے صدائے عشق بلند کرتے رہے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(۸۸۶)

نذیر احمدؒ (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا

(وفات: ۳ جولائی ۲۰۰۴ء) پاکستان کے ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے حضرت مولانا نذیر احمدؒ آپ ۱۹۳۱ء روشن والا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ارائیں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ذہین و روشن دماغ تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالمجید انورؒ، مولانا نذیر احمدؒ اور ان جیسے دیگر طلباء ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ خیر المدارس کی تاریخ میں اس جماعت کو ذہین اور ہوشیار شمار کیا گیا۔ چنانچہ جامعہ خیر المدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے اس کلاس کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے فقط ایک سال کے لئے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کو ساہیوال سے ملتان بلوایا۔

دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمدؒ حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ ایسے شیوخ حدیث شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپ کو آپ کے استاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے قاری لطف اللہ شہیدؒ کے قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ کی تدریس کا وہاں سے آغاز ہوا۔ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ آپ کو جامعہ خیر المدارس میں تدریس کے لئے بلا لائے۔ بڑے کامیاب محنتی، نامور اساتذہ میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ آپ کا شمار ہونے لگا۔ طلباء آپ پر جان چھڑکتے تھے اور تعلیم کے لئے کشاں کشاں آپ کے ہاں آنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ اپنے قائم کردہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں استاذ حدیث کے طور پر مولانا نذیر احمدؒ کو لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی تعلیم کا شہرہ پورے پاکستان کے مدارس تک پھیل گیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مولانا نذیر احمد صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی فیصل آباد میں بنیاد رکھی۔ رکھ رکھاؤ، گفتگو، میل ملاقات، دل موہ لینے والے تعلقات رکھنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جامعہ امدادیہ کرایہ کی بلڈنگ سے اپنے خرید کردہ پلاٹ میں منتقل ہوا۔ پورے شہر فیصل آباد میں امدادیہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ کچی عمارت سے پکی عمارتوں، متصل کے پلاٹوں کی خریداری و تعمیرات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ قامت بلڈنگوں نے دوست، دشمن سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ہزار ہا طلباء تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پورے پنجاب کے معیاری مدارس میں جامعہ امدادیہ نے ظاہری و باطنی تعلیمی و تنظیمی ترقی کا اعلیٰ نمونہ و مثال قائم کر دی۔ ہزاروں طلباء نے آپ سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ دیوبند کے تھانوی حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی کھیپ نے ملک کے طول و عرض میں مدارس کا جال بچھا دیا۔ تعلیمی و تربیتی اہتمام کے باعث ملک بھر کے علماء، مشائخ، خطباء و اساتذہ کے صاحبزادگان کے لئے امدادیہ کا انتخاب سنہری انتخاب شمار ہونے لگا۔ مولانا نذیر احمد صاحبؒ نے ہمارے تھانوی خانوادہ کی قائم کردہ روحانی اصلاحی انجمن صیانتہ المسلمین میں خاص مقام حاصل کیا۔ اس کے نائب صدر منتخب ہو گئے۔ وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن تھے۔ قدرت کے کرم سے آپ کی خویوں کو وہ رنگ لگا کہ ان کی عزت و شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر مسلم کالونی سالانہ رد قادیانیت کورس کی اختتامی تقریب کا بیان طے شدہ امر تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ضرور شریک ہوتے۔ جامعہ امدادیہ کے دروازے

مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے وا کر دیئے تھے۔ ان کے بزرگانہ محبت بھرے خطوط جو مشوروں اور ناصحانہ امور پر مشتمل ہیں مجلس کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ قدرت نے آپ کو خویوں کا مرقع بنایا تھا۔ آپ کی ذہانت، معاملہ فہمی، مزاج شناسی، ہر دلعزیزی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جس سے ایک بار ملاقات ہو گئی وہ زندگی بھر آپ کے گن گانے لگ جاتا تھا۔ لوگوں کی شادی، غمی، تیمارداری میں برابر شریک رہتے۔ گویا ایک کامیاب زندگی گزارنے کا حق تعالیٰ نے آپ کو سلیقہ نصیب کیا تھا۔ آپ جتنی ترقی کرتے گئے حاسدین، معاندین کی تعداد میں بھی

۱۵۵۳ چہارستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

اضافہ ہوتا گیا۔ ہر جگہ لگائی بجھائی، اکھاڑ پچھاڑ سے عمر بھر واسطہ رہا۔ لیکن وہ سانحات سے نبرد آزما ہو کر کامیاب جرنیل کی طرح فاتح ہو کر نکھر آتے تھے۔ دیکھتی آنکھوں کے سامنے آپ نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جنہیں صرف فضل ربی ہی کہا جاسکتا ہے۔ پہلے جوان سال صاحبزادہ کی شہادت نے ان کی صحت پر کاری ضرب لگائی۔ پھر جامعہ امدادیہ کے معاملات کے بوجھ نے ان کی کمر خمیدہ کی۔

دل کی بیماری اور بوڑھاپے نے اتحاد کر لیا تو آپ کی صحت نے شکست مان لی۔ بستر پر محو آرام ہو گئے۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ تا آنکہ وقت موعود آ گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!

(۸۸۷)

نذیر حسین دہلویؒ، جناب سید مولانا

(پیدائش: ۱۸۰۵ء وفات: ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ)

سید نذیر حسین صوبہ بہار کے موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں عظیم آباد پٹنہ میں آکر شاہ محمد حسینؒ (جو کہ سید احمد شہیدؒ کے مریدین میں سے تھے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور قرآن و حدیث کے علوم حاصل کئے۔ دورانِ تعلیم پٹنہ ہی میں میاں نذیر صاحبؒ کو اپنے استاذ (شاہ محمد حسین) کے مرشد سید احمد شہیدؒ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے آئے جہاں اولاً مولانا عبد الخالق صاحبؒ

مسجد اورنگ آبادی اور بعد ازاں تکمیل حدیث میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے کسب فیض کرنے کا موقع منجانب اللہ میسر آیا۔

تحصیل علم کے بعد جب ۱۲۵۷ھ، بمطابق ۱۸۴۱ء میں شاہ اسحاقؒ مع اہل خانہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو آپ مسجد اورنگ آبادی میں مسند خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر تشریف فرما ہوئے اور قرآن و حدیث اور فقہ کا درس شروع کیا اور بفضل اللہ تعالیٰ دہلی جیسے علمی اور عملی مرکز میں بیٹھ کر عوام الناس میں ایک حلقہ قائم کیا۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اس اورنگ آبادی مسجد کو گرا کر ریلوے اسٹیشن کی حدود میں شامل کیا تو آپ پھاٹک

۱۵۵۴ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

حبش خان میں منتقل ہو گئے اور اس مقام پر باستقامت قرآن و سنت کی اشاعت میں مصروف عمل رہے۔ ایسے مصروف عمل رہے کہ زمانہ آپ کی فقابت علم و فضل کا معترف ہوا۔ درسگاہ ہو، خانقاہ ہو، بادشاہ کا دربار ہو یا مصنف کا قلم آپ کی قابلیت اور استعداد کا ذکر قابل تحسین رہا ہے۔ سوانح قاسمی جلد اول میں سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں کہ سید احمد خان کی کتاب ”آثار الصنادید“ نامی جو شائع ہوئی تھی اس میں میاں نذیر حسین کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ: ”مولوی نذیر بہت صاحب استعداد ہیں۔ خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر و اقراں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ فن روایت میں آج بے نظیر ہیں۔..... باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر۔“

(سوانح قاسمی طبع لاہور جلد اول)

سید (احمد خان) کا یہ تبصرہ بھی اس وقت کا ہے جب سید نذیر حسینؒ کی عمر ۴۳ برس کی تھی۔ اس کے تقریباً ۵۷ سال بعد زندہ رہے اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب ۴۳ برس کی عمر میں ان کے متعلق یہ تبصرہ ہے کہ فقہ میں اپنے نظائر و اقراں سے گوئے سبقت لے گئے اور فن روایت میں بے نظیر ہیں تو ان کی زندگی کے آخری حصہ میں ان کے علمی مقام کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ میاں نذیر حسینؒ کا شمار ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہے جو ایک انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہر میدان میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ درویشانہ صفت کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ صفات بھی نمایاں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سر برآوردہ قائدین میں بھی شامل رہے اور بعد ازاں مجاہدین ختم نبوت میں بھی۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد تبدیل ہوئے تو یہی میاں نذیر حسین صاحبؒ ۹۰ سال کی عمر میں ڈولی میں بیٹھ کر عقیدتمندوں کے سہارے چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ اس کے

غلط عقائد پر مناظرے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچے اور باقی ماندہ عمر مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی تردید میں گزارے۔ جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کو ہامان، ابولہب، مخبوط الحواس وغیرہ کی گالیاں نکال کر اپنی بدزبانی پر مہر ثبت کی۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے جو فتویٰ مرتب کیا اس کا آپ نے ہی مفصل جواب تحریر کیا۔ اس کا یہ حصہ توجہ چاہتا ہے۔

”مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔ بعض پیروان وید یعنی ہنود سے لئے گئے ہیں۔ بعض نصاریٰ سے ماخوذ ہیں۔ اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔ اس کے دعوائے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۵۵

نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ یقیناً ان تیس دجالوں میں سے ہے جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی اور اس کے پیروہم مشرب ذریت دجال ہیں۔ اگر اس عمل و اعتقاد کا شخص خدا کا ملہم و مخاطب ہو تو انبیاء و ملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔ قادیانی کا کواکب و سیارات و افلاک کے لئے نفوس و ارواح تجویز کرنا یونان کے فلاسفہ اشراقین اور ہنود کا مذہب ہے۔ چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے ص ۳۳ پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ بائبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا اور اس محاورہ کو دور کیا۔ اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا اور قادیانی کا محدث ہونے کا دعویٰ کرنا اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآنی و ما قتلوه و ما صلبوه سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔ اہل سنت و جماعت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔ قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہاء درجہ کی گمراہی ہے۔ کیونکہ ایسا دعویٰ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ حیات مسیح علیہ السلام کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ اس کا ان تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک

کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں مشرک بنانا ہے۔ قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے محتاج تشریح نہیں، غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔"

(۸۸۸)

نذیر سیالکوٹیؒ، جناب صوفی محمد

جناب ڈاکٹر نذیر احمد صوفی سیالکوٹ کے باسی تھے۔ سیالکوٹ کی مسلم لیگ حلقہ نمبر ۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

شہر کے صدر بھی تھے۔ آپ نے علامہ اقبال مرحوم کے فرامین کی روشنی میں قادیانیت کے ملعونہ عقائد کا تجزیہ کیا۔ ڈاکٹر نذیر صاحب نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک کی بھرپور اخلاقی مدد کی۔ یہ قادیانی فتنہ کی سنگینی سے خود آگاہ تھے اور لیگی قیادت کو اس فتنہ کے زہریلے عقائد و عزائم سے باخبر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تردید مرزائیت کے لئے ”قادیانی مذہب اور علامہ اقبال کا قول فیصل“ نامی رسالہ مرتب کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۸۹)

نصر اللہ خانؒ (خان گڑھ)، جناب نوابزادہ

خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کے بے تاج بادشاہ، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خانؒ پاکستان بننے سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے اور کل ہند مجلس احرار کے ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ نوابزادہ صاحبؒ اپنی روایات، ذاتی شرافت، کمال دیانتداری کے باعث پاکستان کے ان نامور رہنماؤں میں سے ہیں جن پر پاکستان کی دھرتی کو بھی ناز ہے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے ساتھ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نائب صدر اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مرکزی صدر کے دست بازو تھے۔ آپ کی خطابت نے تحریک میں جان پیدا کی اور آپ تحریک کے روح رواں تھے۔ قیام مجلس کے پہلے دن سے لے کر فیصلہ ہو جانے تک پورے دور میں دن رات تحریک کی کارروائی کے لئے ایک کر دیئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کے ساتھ شریک عمل رہے۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں ان کی تشریف آوری سے کانفرنس کا ایک سماں قائم ہو جاتا تھا۔

(۸۹۰)

نصیر الدین غورغشتیؒ، حضرت مولانا

(وفات: ۲۳ جنوری ۱۹۶۸ء) شارح مشکوٰۃ، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد، مولانا حسین علیؒ واں
بھچراں کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۵۷

خلیفہ مجاز، نامور محدث اور معروف زمانہ مدرس تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں والہانہ حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں ایسے ایثار پیشہ مشائخ کی قربانیوں کے صدقہ میں قادیانیت آج زبوں حالی کا شکار ہے۔

(۸۹۱)

نصیر الدین گولڑوی، پیر

(وفات: ۱۳؎ فروری ۲۰۰۹ء)

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؒ اپنے دادا پیر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کی خانقاہ کے گدی نشین تھے۔ عالم، فاضل، علوم جدید و قدیم کے شناور، صوفی، سکالر اور شاعر تھے۔ روایتی پیروں سے ہٹ کر وہ توحید کے علمبردار تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آبیاری اور پاسبانی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

فتنہ قادیانیت کے رد کے لئے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آل پارٹیز میٹنگ منعقد کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ کی طرف سے دعوت نامہ اور پیغام خصوصی لے کر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ ان سے ملنے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین کے بڑے صاحبزادہ ہیں تو اکرام و احترام کی بارش کر دی۔ بہت ہی عزت افزائی کی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس و پیش کرنے کا فرمایا۔ دو روز

بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام میں تبدیلی نہ ہونے کے باعث حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے پاس وفد بھیج کر معذرت کی اور کانفرنس میں نہ صرف اپنا نمائندہ وفد بھیجا بلکہ تحریری پیغام بھی ارسال کیا۔ جو صدر اجلاس مولانا فضل الرحمن صاحب نے کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا پیر مہر علی شاہؒ اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی سے مناظرہ و مقابلہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ مرزا قادیانی نے پیر صاحبؒ کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے چہرہ و دل کی طرح قادیانیت کی تاریخ کو بھی سیاہ کر دیا۔ اس واقعہ کے سو سال پورے ہونے پر ۲۰۰۰ء میں پیر نصیر الدینؒ نے لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۵۸

مولانا پیر نصیر الدین صاحبؒ سے ایک بار چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔ کانفرنس کے دنوں میں ہی آپ کا سفر عمرہ طے تھا۔ تاہم وعدہ کیا کہ جب پنجاب کے سفر پر ضلع جھنگ کا دورہ ہوا تو چناب نگر مسجد و مدرسہ ختم نبوت کے لئے مستقل وقت دوں گا۔ ہماری سستی کہ ہم دوبارہ یاد دہانی نہ کرا سکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا قاری محمد امینؒ مہتمم جامعہ عثمانیہ راولپنڈی ان سے مسلسل رابطہ میں رہتے تھے اور حضرت پیر صاحبؒ مجلس کی کارکردگی پر غائبانہ دعاؤں سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ ان کے بہت ہی اجلے کردار اور اپنے آباؤ اجداد کی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے تفصیلی مقالہ کی ضرورت ہے۔ ان سے عہد رفتہ کی بہت سی وابستہ یادیں آئندہ نسلوں کے لئے زریں تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ کیا گئے عہد رفتہ کی تاریخ کا باب ہی گم ہو گیا۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۸۹۲)

نظام الدینؒ بی۔ اے (گجرات)، ابو عبیدہ

(وفات: ۵/ جولائی ۱۹۸۵ء)

ہمارے ممدوح جناب ابو عبیدہ نظام الدین مرحوم ۱۸۹۶ء میں بھور چو ضلع گجرات پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام بھاگ دین تھا۔ آپ کا تعلق بٹ کشمیری قوم سے تھا۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر ایف۔ اے تک اپنے آبائی گاؤں اور آبائی ضلع گجرات میں حاصل کی۔ آپ نے پرائیویٹ طور پر بی۔ اے کیا اور پھر ایس۔ اے۔ یو کیا۔ آپ کے بڑے بھائی فوج میں ملازم تھے اور

کوباٹ چھاؤنی میں تعینات تھے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی نظام الدینؒ کو کوباٹ بلا بھیجا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا نظام الدین مرحوم کوباٹ اسلامیہ ہائی سکول میں سائنس ٹیچر مقرر ہو گئے۔ آپ نے اپنی بقیہ زندگی کا بھی اکثر حصہ کوباٹ میں گزارا۔ رہائش گاہ اور زمین کی دیکھ بھال کے علاوہ عزیز و اقارب کی خوشی غمی میں شرکت کے لئے سال میں ایک دو بار آپ بھور چو تشریف لاتے تھے۔ قدرت نے آپ کو سات بیٹے اور ایک بیٹی، اولاد صالح نصیب فرمائی۔ تمام اولاد کو آپ نے اعلیٰ تعلیم دلائی۔ تمام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۵۹

اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔ اکثر بیٹے فوج میں ملازم ہوئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی پائی۔ اس وقت مرحوم کی تمام اولاد بحمد اللہ حیات ہے اور پاکستان، کینیڈا اور برطانیہ میں مقیم ہے۔ اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱..... میجر قاسم عبید اللہ۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۲..... عنایت اللہ برق۔ آپ علی گڑھ کالج کے سند یافتہ ہیں۔ واپڈا کے جنرل منیجر کے

عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

۳..... ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ۔ آپ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ اپنا کلینک ہے۔ میڈیکل کے کئی

شعبوں میں اسپیشلسٹ ہیں۔ یہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں جناب ابو عبیدہ مولانا نظام الدین مرحوم فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ملاقات کے لئے دہلی گئے ہوئے تھے۔ اس دوران بیٹے کی ولادت ہوئی تو اسی نسبت سے آپ نے بیٹے کا نام مفتی کفایت اللہ رکھا۔

۴..... بریگیڈئیر خالد سیف اللہ۔ یہ ریٹائرڈ بریگیڈئیر ہیں۔ آج کل اسلام آباد میں مقیم

ہیں۔

۵..... انور صبغتہ اللہ۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۶..... عثمان حفیظ اللہ۔ یہ برطانیہ میں مقیم ہیں۔

۷..... میجر شبیر احمد ثانی۔ یہ ریٹائرڈ میجر ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۸..... بیٹی کا نام فوزیہ خانم ایم اے ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے بڑے صاحبزادے عبید اللہ کے نام پر اپنی کنیت ابو عبیدہ اختیار کی اور یوں ابو عبیدہ نظام الدین بی اے کو باٹی کے نام سے متعارف ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، جناب علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے تعلق ارادت تھا۔ ان اکابر کی صحبتوں نے آپ میں دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا۔ ہر وقت دینی کتب کا مطالعہ آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ ہندوستان بھر میں آپ نے اہل باطل سے مناظرے کئے۔ دلائل وبراہین سے گفتگو آپ کی پہچان تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت، مہدویت، مجددیت اور مسیحیت کا تانا بانا تیار کیا تو دیگر مناظرین اسلام کی طرح آپ بھی قادیانیت شکن بن کر میدان میں اترے۔ تردید

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۶۰

قادیانیت کے موضوع پر آپ کے تمام رشحات قلم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ”احتساب قادیانیت چودھویں جلد“ میں یکجا شائع کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا چچا مرنے والا ہے۔ وہ قادیانی ہے۔ آپ ہمارے گاؤں چلیں اور اسے سمجھائیں کہ وہ قادیانیت سے توبہ کر لے۔ آپ فوری طور پر ان افراد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ان کے چچا کو تبلیغ کی۔ اس پر قادیانیت کے دجل و فریب کو واضح کیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اللہ کے فضل اور آپ کی تبلیغ کی برکت سے وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ ابھی آپ اسے مسلمان کرنے کے بعد اس گھر سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس نومسلم کا انتقال ہو گیا۔ اسی طرح نہ معلوم کتنی مخلوق خدا کو آپ نے ارتداد و زندقہ سے توبہ کرا کر حلقہ بگوش اسلام کیا۔

بہور چہ میں موجود مولانا مرحوم کے ایک نواسہ کے مطابق مولانا مرحوم ہلکے پھلکے جسم کے انسان تھے۔ چہرے پر رب کریم کے کرم سے نورانیت موسلا دھار بارش کی طرح برستی نظر آتی تھی۔ بے پناہ جاذبیت سے ان کی مخلصانہ تبلیغ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن سے لگاؤ کی برکات جھلکتی نمایاں نظر آتی تھیں۔ آخر دم تک چلتے پھرتے رہے۔ کبھی معذور نہیں ہوئے۔ ۸۹ سال عمر پائی۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں بہور چہ آگئے۔ رات کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ چند دن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۵ جولائی ۱۹۸۵ء یوم الجمعہ کو انتقال فرمایا۔ گاؤں کے خطیب حضرت مولانا محمد طارق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہور چہ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ علاقہ میں ”کوبائی بابا“ کے نام سے مشہور تھے۔

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا نظام الدینؒ نے جس فتنہ خبیثہ قادیانیت کا تعاقب ہندوستان میں شروع کیا۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکات ختم نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نورالدین، مرزا محمود اور مرزا ناصر کو اپنے سامنے ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ قادیانیت کی ذلت، رسوائی اور پسپائی اور مجاہدین ختم نبوت کی کامیابیوں و کامرانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر، کامیاب زندگی گزار کر رب کریم کے حضور تشریف لے گئے۔

اخفاء و اخلاص کے دلدادہ اور ریا کاری سے دور بھاگنے والے ان بزرگ کے ان مقدس اعمال کو دیکھیں۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی مقدس تحریکات ختم نبوت ہم مسکین لوگوں نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۶۱

اپنی جوانی میں لڑیں۔ چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے مجاہد، جرنیل، کامیاب و فاتح قائد جناب ابو عبیدہ مولانا نظام الدین صاحب قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کی اس مخلصانہ ریاضت پر اس سے بہتر کیا خراج تحسین پیش کیا جاسکتا ہے کہ عاش غریبا و مات غریبا!

شان بودری کا ایک عظیم نشان آن مرحوم کی ذات گرامی تھی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد حیات اور ابو عبیدہ حضرت مولانا نظام الدین اور حافظ محمد شفیع سکھروئی کا خمیر ایسا لگتا ہے کہ ایک مٹی سے گوندا گیا تھا۔ ان پانچ مناظرین میں سے دو، حضرت مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا محمد حیات راقم الحروف کے استاذ اور تین، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ابو عبیدہ حضرت مولانا نظام الدین اور حافظ محمد شفیع سکھروئی غائبانہ محبتوں کا محور و مرکز ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سبھی حضرات کا ساتھ نصیب فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

آپ کا امتیازی وصف اور خوبی یہ ہے کہ آپ قادیانیوں کو قادیانیوں کی کتابوں سے جواب دیتے ہیں۔ قادیانیوں کے ہر اعتراض کے سامنے قادیانی کتابوں کے حوالہ جات کی سد سکندری کھڑی کر دیتے ہیں۔ یاجوج ماجوج کی طرح قادیانی ان حوالہ جات کی دیوار کو چاٹ چاٹ کر نیم جان ہو کر اول فول بکنے لگ جاتے ہیں۔ موصوف کی یہ امتیازی شان ان کی کتابوں میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ تقریباً سو سال گزرنے کے باوجود ان کی کتابوں کی ضرورت اور آب و تاب جوں کی توں باقی ہے۔ کوئی مناظر ان کی کتب سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔ آج بھی قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کا ہر صاحب ذوق مناظر ان کی کتب کا زبردست و ممنون احسان نظر آتا ہے۔ ان کی عظیم خدمات کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

ان کی چار کتب ہمیں میسر آئی ہیں:

۱..... ”توضیح الکلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“

۲..... ”کذبات مرزا“

۳..... ”برق آسمانی بر فرق قادیانی“

۴..... ”منکوحہ آسمانی“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۲۴

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۴ کی زینت بنی ہیں۔ مزید ان کے رشحات قلم شائع نہ ہوسکے۔ ان کی کتب و مسودہ جات بیس سال کا عرصہ ہوا ان کے ایک عزیز جو فوجی آفیسر تھے اور لاہور میں مقیم تھے انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری کو وقف کئے تھے۔ ان کی نوٹ بکوں کو آج کوئی اللہ کا بندہ ترتیب دے۔ حوالہ جات پر محنت کرے تو رد قادیانیت کا خوبصورت انڈکس تیار ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے صلاحیت و توفیق اور فرصت درکار ہے۔ کسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہیں یہ ایک سوالیہ ہے؟ فقیر حقیر راقم الحروف سے جو ہو سکا وہ عنایت الہی ہے اور آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

قارئین! قدرت کے کرم کو دیکھیں کس طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کار امت کو نصیب کئے جنہوں نے قادیانیت کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے رکھا۔ آج ان حضرات کی محنت کو حق تعالیٰ کس طرح اجاگر فرما رہے ہیں۔ یہ ان کے مخلصانہ کام اور جدوجہد کی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ ہم ان کے صحیح وارث ہیں؟ یہ ہمارے پر منحصر ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرسکتے ہیں یا نہیں۔ یہی قارئین، مبلغین اور رفقاء سے میری درخواست ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ عالم آخرت میں ان مرحوم مصنفین سے ملاقات یقیناً تمام تھکاوٹوں کو دور کردے گی۔ اے مولائے کریم! تو ایسے ہی فرما۔ ان کے علوم کا صحیح وارث بنادے اور قیامت کے دن تمام رسوائیوں سے محفوظ فرما کر ان حضرات کی صحبتوں کے مزے لوٹنے کی توفیق عنایت کردے۔ ہماری مشکلات کو آسان اور پریشانیوں کو دور فرما اور زیادہ سے زیادہ جگر سوزی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ آمین ثم آمین! بحرمة النبی الکریم وخاتم النبیین!

نظام الدین ملتانیؒ، جناب مفتی

بریلوی مکتب فکر کے مولانا نظام الدین ملتانیؒ تھے۔ بعد میں وزیر آباد شہر میں نقل ہوئے۔ وہاں وصال ہوا۔ ”قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی“ آپ کا مرتب کردہ ہے اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۲)

نظیر احسن بہاری رحمہ اللہ، جناب

۱..... ”مسیح کاذب“

یہ کتاب سابق مرزائی جناب ملک نظیر احسن بہاری مرحوم کی مرتب کردہ ہے۔ ۱۹۱۳ء کی شائع کردہ ہے۔ اب ۲۰۱۲ء میں مکمل ایک سو سال بعد شائع کرنے کی توفیق وانعام الہی کے شکر میں سراپا نیاز ہوں۔ الحمد للہ! مصنف نے ٹائٹل پر پہلے ایڈیشن میں تحریر کیا:

از مصرعہ اولین عنوان
بجری بے رمز شد نمایان
بے حل مربع پیدا است
از مصرعہ ثانیث ہویدا است

۱۳۳۱ھ

این برق کند شرر فشانی
بر خرمن کذب قادیانی

۱۹۱۳ء

المسمیٰ بہ ”مسیح کاذب“

سلطان قلم کجاست آید
شاید بفرار رو نماید
گر قطع کند سر خلافت
تاریخ بہم رسد ز ہجرت

۱۵۳۰ خارج : ۲۰۰ باقی ۱۳۳۰ھ

اس مختصر رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دو درجن جھوٹی پیش گوئیاں اور الہامی اقوال کو واضح طور سے خود مرزا کی کتابوں سے چن کر بنظر آگاہی خاص و عام دکھائی گئی ہیں جس سے اس کی جھوٹی مسیحیت اور مہدویت کا شیرازہ خود بخود ٹوٹ گیا اور اہل مذاق کے لئے تو تاریخوں کا یہ رسالہ گنجینہ ہے۔ مصنف جناب مولانا مولوی ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی، دی پرنٹنگ ورکس دہلی حوض قاضی میں چھپا ۱۹۱۳ء۔

۲..... ”تائید ربانی (۱۳۳۱ھ) بجواب ہزیمت قادیانی“

یہ رسالہ بھی مولانا ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی کا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے فیصلہ آسمانی تحریر فرمایا۔ ایک مرزائی ملک منصور نے ”نصرت یزدانی بجواب فیصلہ آسمانی“ تحریر کیا۔ اس کا جواب ۱۳۳۱ھ میں ملک نظیر احسن بہاری نے ”تائید ربانی بجواب ہزیمت قادیانی“ تحریر کیا۔ ۱۳۳۱ھ میں یہ رسالہ شائع ہوا۔ آج ۱۴۳۳ھ ہے۔ ایک سو دو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

سال کے بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کا سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ ربنا تقبل منا ، انک انت السميع العليم۔ آمین!

(۸۹۵)

نظیر صوفی (سیالکوٹ)، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیالکوٹی نے ۲۲/ جون ۱۹۷۶ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت لعنتی، کذاب، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ رسالہ کا نام آپ نے ”ختم نبوت افروز اظہار الحق“ رکھا اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۶)

نعیم آسی (سیالکوٹ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۹ء وفات: ۹/ نومبر ۱۹۹۰ء)

سیالکوٹ کی ایک مرنجاں مرنج دینی شخصیت حضرت مولانا نعیم آسی تھے۔ آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں بانی جامعہ مدنیہ لاہور کے مرید خاص تھے۔ سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا نعیم آسی نے مسلم اکادمی کے نام پر سیالکوٹ میں ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت اچھے معیاری لکھاری تھے۔ آپ کے مضامین اس زمانہ میں ہفت روزہ ”چٹان“ لاہور میں آغا شورش کاشمیری شائع کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ”نوائے وقت“ ترجمان اسلام، تبصرہ میں آپ کے مضامین

شائع ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ الاحرار کے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ مولانا نعیم آسیٰ جمعیت علماء اسلام سیالکوٹ کے روح رواں تھے اور مدرسہ قاسم العلوم مسجد الکواثر مجاہد روڈ سیالکوٹ کے خطیب بھی تھے۔ خوب علم دوست انسان تھے۔ آپ کی ردقادیانیت پر ایک کتاب اور ایک رسالہ ہمیں دستیاب ہوئے۔ کتاب کا نام ہے:

۱..... ”اقبال اور قادیانی“ یہ کتاب مئی ۱۹۷۴ء میں آپ نے شائع کی اور جو رسالہ ملا اس کا

نام ہے:

۲..... ”قادیانی مسئلہ آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کا تقاضا کرتا ہے“ یہ رسالہ فروری

۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۶۵

مولانا نعیم آسیؒ جوانی میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے رشحات قلم کو احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شائع کرنے پر دل مسرتوں سے لبریز ہے کہ وہ فقیر کے بہت اچھے دوست تھے۔ ہمارے حضرت خواجہؒ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے منظور نظر تھے۔ مولانا حامد میاں کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ سے آپ بیعت ہوئے۔

(۸۹۷)

نعیم صدیقیؒ (لاہور)، جناب

(ولادت: جون ۱۹۱۶ء وفات: ستمبر ۲۰۰۲ء)

جناب نعیم صدیقی مرحوم کا اصل نام: مولانا فضل الرحمن تھا۔ آپ ایک ممتاز عالم دین، دانشور، شاعر، ادیب، مصنف، صحافی اور بانی رکن جماعت اسلامی تھے۔ جناب نعیم صدیقیؒ و سعید احمد ملکؒ۔ یہ دونوں حضرات جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات، نتائج و عواقب کی ذمہ داری کے تعین کے لئے حکومت نے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر ایم۔ آر کیانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم کیا۔ عدالتی کمیشن کی رپورٹ جب چھپ کر آئی تو وہ تضاد بیانیوں اور غلط معلومات کا ملغوبہ تھی۔ مختلف حضرات نے انکوائری کمیشن کی رپورٹ پر تبصرے و تجزیے کئے۔ اس میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے وکیل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانیؒ کا تبصرہ ”محاسبہ“ کے نام پر ”احتساب قادیانیت“ میں پیش کر چکے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں جناب نعیم صدیقی مرحوم و سعید احمد ملکؒ کا

مرتب کردہ تبصرہ جو جماعت اسلامی نے شائع کیا۔ جس کا نام ہے: ”تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ“ شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۸)

نعیم لدھیانویؒ (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۱۹۷۰ء)

لدھیانہ کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ تھے۔ آپ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۶۶

کے خاندان کے اکابر نے اولاً مرزا قادیانی ملعون پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، بانی احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے رشتہ میں چچا لگتے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ منڈی بہاؤالدین میں عرصہ تک جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء میں فیصل آباد جناح کالونی کی جامع مسجد میں بطور خطیب کے تشریف لائے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جب آپ لدھیانہ میں تھے۔ تب آپ لدھیانہ کے مفتی تھے۔ آپ نے ایک رسالہ ۱۴ نومبر ۱۹۳۳ء کو تحریر فرمایا۔ قادیانیوں نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پورے ہندوستان میں یوم تبلیغ منانے کا اعلان کیا۔ اس موقع پر ”کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟“ دو ورقہ پمفلٹ قادیانی جماعت نے قادیان سے شائع کیا، جس کا حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے جواب تحریر فرمایا۔ ”قادیانی نبوت کا خاتمہ..... مرزائیوں سے چند سوال“ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع ہوا ہے۔

(۸۹۹)

نمائندہ اخبار، سراج الاخبار (جہلم)

جہلم سے سراج الاخبار شائع ہوا کرتا تھا۔ جب مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم جہلمی مالک وائیڈیٹر تھے، ملعون قادیان کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اس موقع پر آخر مئی میں نظم و نثر میں مرزا قادیانی کی موت کی کیفیت پر خامہ فرسائی کی گئی۔ ”مرزا قادیانی کی موت کا عبرتناک نظارہ“ ایک سو چھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع کرنے پر کوئی ہماری خوشی کے ٹھکانہ کا ادراک کر سکتا ہے؟

(۹۰۰)

نواب الدین سکھوہی، مولانا

مولانا نواب الدین سکھوہی اپنے دور کے نامور عالم دین، مناظر اور خطیب تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے دور میں ہی مرزائیت کے خلاف گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا مظہر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”میرے والد ماجد مولانا نواب الدین صاحب قصبہ رمداس، ضلع امرتسر کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۶۷

تھے۔ والد صاحب چونکہ حضرت خواجہ سراج الحقؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور غیر معمولی اوصاف و کمالات کے حامل۔ اس لئے انہیں قادیان کے خطرناک محاذ سنتکوپا پر متعین کیا گیا۔ جو قادیان سے تین کوس کے فاصلے پر تھا اور بٹالہ سے اگلے اسٹیشن "چھینہ" سے اتر کر قادیان جانے والوں کی راہ گزر میں ایک اہم مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب والد صاحبؒ قادیان پر حملہ آور ہوتے تو تیزی سے دیہات میں یہ خبر پھیل جاتی کہ مولوی صاحبؒ مرزا سے مناظرہ کرنے جا رہے ہیں اور دیہاتی عوام اپنے ہل چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ یہ واقعہ میری پیدائش سے چند سال پہلے کا ہے۔ مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین سے گفتگو کا سلسلہ صرف علمی مباحث تک ہی محدود نہ رہتا، بلکہ والد صاحبؒ اسے شدید مطعون بھی کرتے۔ یہ خبریں تو مجھ تک عینی شاہدوں کے ذریعے بکثرت پہنچی ہیں کہ مرزا غلام احمد دق ہو کر عجز و انکسار کی راہ اختیار کر لیتا اور اپنے دعوؤں کی تاویلیں کرنے لگتا۔ مرزا کی موت کے بعد مناظروں کا دور شروع ہوا تو والد صاحبؒ پنجاب کے عظیم مناظر ہونے کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے مناظروں کی تعداد کتنی ہے؟ سینکڑوں یا ہزاروں؟ بہر حال مناظروں میں زبانی کلامی ہی باتیں نہ ہوتی تھیں، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز بھی ہو جاتا تھا۔

غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ پاک پتن شریف کی درگاہ میں والد صاحبؒ کے پیر و مرشد کی درگاہ تھی۔ اس وقت پاک پتن شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک متبحر عالم دین مولانا عبدالحق صاحبؒ تھے جو یہیں کے ایک زمیندار بھی تھے۔ مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے مولانا تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ مرزائی بڑے کروفر کے ساتھ آئے تھے۔ میں ان کی کتابوں کے انبار اور ان کا کروفر دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ

میرے والد صاحبؒ کے پاس تو کوئی کتاب نہیں، وہ کیسے مناظرہ کریں گے؟ چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحبؒ سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبدالحق صاحبؒ سے فرمانے لگے کہ: "دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے؟" پھر مولانا نے فرمایا: "اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تائید ربانی سے ہوتا ہے اور الحمد للہ! یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہی ہے۔ میں نے زندگی میں ارباب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کئے ہیں۔"

یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کے لئے کہن سال اور گرگان باران دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے تبحر علمی، زور خطابت، عقلیت، ذہانت و فطانت اور شجاعت و بہادری سے قطعی طور پر نا آشنا تھے۔ ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے۔ جلال الدین مکی، عبدالرحمن اور سلیم، اور الحمد للہ! اسی مناظرے میں ۱۳۰ / آدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟

محمدی بیگم کے قصہ ”پٹی“ میں جب والد صاحب کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملا کر بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ والد ماجد نے متعدد بار کڑک کر کہا کہ: ”ادھر دیکھو!“ لیکن وہ آنکھ چرا رہے تھے۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ: ”حضرت! ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ جادوگر ہیں اور آپ کی آنکھوں میں سحر ہے۔“ یہ سن کر والد صاحب ہنس پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا:

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟ دہلی ہے داغ، بنگالی نہیں!

حیات مسیح علیہ السلام اور مولانا رومؒ

ضمناً یہ بات بھی سن لیجئے جو میں نے والد ماجد کی زبان سے سنی ہے۔ فرمایا کہ ایک روز قادیان سے گزر ہوا تو میں نے احباب سے کہا کہ: ”مرزا غلام احمد سے ملے بغیر یہ سفر ناتمام رہے گا۔ آؤ! مرزا سے ملتے چلیں۔“ جب میں گیا تو مرزا اور حکیم نور الدین چند لوگوں کے سامنے مثنوی مولانا

روم کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ مرزا کی زبان سے مولانا روم کی تعریف و توصیف سن کر میں نے کہا کہ مولانا روم تو حیات مسیح کے قائل ہیں فرماتے ہیں:

عیسیٰ و ادريس چوں ایں راز یافت بر فراز گنبد چارم شتافت

عیسیٰ و ادريس بر گردو شدند زان کہ از جنس ملائک آمدند

مرزا نے جواب دیا کہ: ”یہ ان کی انفرادی رائے ہے۔“ میں نے کہا کہ: ”ان کی رائے انفرادی نہیں۔ یہ اجماعی ہے۔“ مرزا نے جھٹ حکیم نور الدین سے کہا کہ: ”بھئی! مولانا کے لئے چائے لاؤ۔“ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ: ”حضرت! آپ نے چائے پی؟“ فرمایا: ”استغفر اللہ! یہ کیسے ممکن تھا؟“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

یہاں مجھے بے اختیار ایک واقعہ یاد آ گیا اور وہ یہ کہ والد صاحبؒ نے اپنی موت سے ہفتہ عشرہ پہلے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ”مظہر! اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔“ تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمانے لگے کہ: ”اعمال پر نہیں۔ اعمال کا محاسبہ ہوا تو مجھے جہنم کا کوئی مناسب گوشہ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے زندگی میں مرزائیوں کو بہت مارا ہے۔ اسی لئے امید ہے کہ اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔“

مجھ جیسا وجیہ انسان یا تجھ جیسا بجو؟

جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر گورداسپور کی کچہری میں آیا تو والد صاحبؒ بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے اور مرزا کے گرد لوگوں کا حلقہ توڑ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا۔ بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ: ”مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا؟ تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ انسان کو بھیجتا یا تجھ جیسے بجو کو؟“ یہ سن کر حاضرین کے انبوه سے ایک قہقہہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ والد صاحبؒ کی روانگی کے وقت ہی خواجہ کمال الدین صاحبؒ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی صاحب، مرزا سے باتیں کرنے کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ بہت جلد حضرتؒ بھی پہنچ گئے اور والد صاحبؒ کو اپنے ساتھ لے آئے۔

پٹوار کے امتحان میں فیل ہونے والا فرستادہ خدا کیسے؟

میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہمارے خاندان میں سے ایک خاتون کا رشتہ ایک مرزائی سے ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص مرزائی ہے تو والد صاحبؒ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ: ”کافر سے مسلمان خاتون کا رشتہ جائز نہیں۔“ لیکن میرے ماموں چوہدری ابراہیمؒ تحصیل دار، جو مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے والد تھے۔ اگرچہ مرزا کے بہت خلاف تھے اور مرزا کے رد میں

بالعموم یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ: ”میں نے اور مرزا غلام احمد نے سیالکوٹ میں پٹوار کا امتحان دیا۔ وہ فیل ہو گیا اور میں پاس ہو گیا۔ جو شخص پٹواری نہ بن سکے وہ فرستادہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟“ مگر وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ہمارے خاندان کی لڑکی عدالت میں نہ جائے۔ چنانچہ والد صاحبؒ نے یہ کہہ کر موصوفہ سے نکاح کر لیا کہ: ”عدالت کا معاملہ میں خود نمٹ لوں گا۔“ مرزائیوں کو جب اس نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک جاری رہا۔ انجام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۷۰

والد صاحب کو فتح ہوئی اور میری دوسری والدہ، مرزا بشیر الدین اور چوہدری ظفر اللہ خان، انتہائی سعی و کوشش کے باوجود ایک بار بھی عدالت میں پیش نہ ہو سکیں۔

تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ

جب مرزا بشیر الدین بطور گواہ عدالت میں آیا تو ظفر اللہ خان نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بشیر الدین کو عدالت میں کرسی ملنی چاہئے۔ ادھر سے یہ تقاضا تھا کہ کرسی ملے تو دونوں کو۔ ورنہ دونوں کھڑے رہیں۔ والد صاحب پہلے بیٹھنے پر کھڑا رہنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ کافی بحث کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ دونوں کھڑے رہیں۔ بشیر الدین اور ظفر اللہ خان پر والد صاحب کی ہیبت طاری تھی جس کا تھوڑا سا تصور اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ والد صاحب کہہ رہے تھے کہ: ”برخوردار! تیرے والد کو حیض آتا تھا؟“ اور ظفر اللہ خان سٹپٹا رہا تھا۔ مختصر یہ کہ تنسیخ نکاح کا یہ پہلا مقدمہ تھا جو والد صاحب نے جیتا۔ مقدمہ بہاولپور بہت بعد کی بات ہے۔

تحریک ختم نبوت کے دوران تنسیخ نکاح کے سلسلے میں جتنی تحریریں میرے سامنے آئی ہیں۔ ان میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ تنسیخ کا پہلا مقدمہ مولانا نواب الدین بگھوئی نے جیتا تھا۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

مرزا کا ”آسمانی نکاح“ جو زمین پر نہ ہو سکا

یہاں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم مرحومہ سے اپنے آسمان پر نکاح ہونے کا دعویٰ کیا تو والد صاحب سیدھے محمدی بیگم کے گھر ”پٹی“ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سحر بیانی اور روحانی قوت سے ”پٹی“ کے مغلوں کو

اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔ محمدی بیگم مرحومہ کا خاندان والد صاحب کا مرید ہو گیا۔ یوں مرزا غلام احمد کا ”آسمانی نکاح“ زمین پر نہ ہوسکا۔ یہ والد صاحب کا مرزا پر سیاسی حملہ تھا۔ پٹی میں والد صاحب کے ورود مسعود کی داستان ان کے ایک مرید، مشہور صحافی اور شاعر حاجی لق لق مرحوم کے قلم سے چند سال پیشتر ہفت روزہ ”چٹان“ میں چھپ چکی ہے۔ آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر کے اسلامی اجتماعات کے اشتہارات کو اگر دیکھا جائے تو ان میں والد ماجد کے نام کے ساتھ ”فاتح قادیان“ کے الفاظ ملیں گے۔ یہ خطاب علمائے اسلام نے والد صاحب کو اسی لئے دیا تھا کہ انہوں نے تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ جیتا تھا۔ ورنہ مناظر تو اس عہد میں اور بھی تھے۔

۱۵۷۱ چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مرزائیوں کو پٹخنیاں

غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ مرزائیوں نے ریاست جموں و کشمیر کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانیؒ نے اس فتنے کے سدباب کے لئے جموں میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی اور مشاہیر علمائے اسلام کو دعوت نامے بھیجے۔ ان میں والد صاحبؒ کا نام بھی تھا۔ یہ وہ عہد تھا کہ والد صاحبؒ اپنے آبائی وطن رمداس، ضلع امرتسر میں تشریف لاچکے تھے۔ اس وقت ہمارا عظیم الشان مکان زیر تعمیر تھا اور والد صاحبؒ کی ساری توجہ مکان کی تعمیر پر مرکوز تھی۔ اسی دوران میں حضرت امیر ملتؒ کا دعوت نامہ آگیا اور والد صاحبؒ تمام کام چھوڑ کر جموں روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ: ”تم بھی چلو گے؟“ لیکن اس عہد طفولیت میں میری تمام تر توجہ اپنے کبوتروں پر مرکوز تھی۔ میں نے جواب دینے میں ذرا تامل کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ: ”تیرے کبوتروں کی حفاظت کے لئے میں خاص آدمی مقرر کر دیتا ہوں۔ جموں میں، میں مرزائیوں کو جو پٹخنیاں دوں گا وہ تیرے کبوتروں کی قلابازیوں سے بہتر ہوں گی۔ مزا نہ آیا تو کسی کے ساتھ واپس بھیج دوں گا۔“ یہ سن کر میں ہنس پڑا اور ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

اس منظر کو دیکھنے والے لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔ کانفرنس میں زیادہ تر والد ماجد ہی کی تقریریں ہوتی تھیں۔ اس معرکے سے خوش ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانیؒ والد صاحبؒ کو اپنے ساتھ علی پور لے گئے۔ علی پور میں والد صاحبؒ کا قیام طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔ ہر روز رات کو والد صاحب کی تقریر ہوتی تھی اور دن علمی و عرفانی باتوں میں گزرتا تھا۔ ایک بچے کے لئے ایسے ماحول میں زیادہ دیر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ میں گاؤں میں گھومنے پھرنے

لگا، بلکہ حضرت امیر ملتؒ خود فرما دیتے کہ: ”مظہر! جاؤ مسجد، مدرسہ اور تہہ خانہ دیکھ آؤ۔“ ایک روز میں واپس آیا تو حضرت نے فرمایا کہ: ”مسجد اور مدرسہ پسند آیا؟“ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمانے لگے کہ: ”بس تعلیم کے لئے یہیں آجاؤ۔“ مختصر یہ کہ یہیں سے صاحبزادگان سے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مرزائیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانیؒ، مولانا دیدار علی شاہ صاحبؒ اور والد ماجد کا جموں و کشمیر میں داخلہ قانوناً رکوا دیا۔ اس سے عوام نے اور بھی خوشگوار اثر لیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ مرزائی، مسلمان علماء کی تاب نہیں لاسکتے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۷۲

پہلی تصنیف

میرے عنفوان شباب میں والد صاحب کے مرزائیوں سے جو مناظرے ہوئے انہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مجھے تمام سوالات و جوابات یاد ہو گئے۔ جنہیں میں نے قلمبند کر کے 'خاتم المرسلین' (ﷺ) کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ میری پہلی تصنیف تھی جس پر استاد محترم ابوالبرکات سید احمد صاحبؒ، والد ماجد اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ نے تقریظیں لکھیں۔

(۹۰۱)

نواب حسین شاہؒ، مولانا سید

مولانا سید نواب حسین شاہ صاحبؒ جامع مسجد شنکیاری کے خطیب اور ضلع مانسہرہ کے ڈسٹرکٹ خطیب ہو گزرے ہیں۔ آپ زندگی کے آخری لمحہ تک مولانا ہزارویؒ کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ حیثیت سے شرکت فرمائی۔ آپ اپنے دور میں مانسہرہ کی اسلامی سیاست کے اہم رکن رکین رہے ہیں۔ اشاعت اسلام اور علوم دینیہ کے اشاعت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آخر تک جامعہ حسینیہ شنکیاری میں بخاری شریف پڑھاتے رہے ہیں۔ آپ ہی جامعہ حسینیہ کے بانی و مہتمم بھی تھے۔

(سید محمد شاہ)

(۹۰۲)

نوازؒ (ایٹ آباد)، مولانا قاضی محمد

الیاسی مسجد ایٹ آباد کے خطیب مولانا قاضی محمد نواز صاحبؒ نے اگست ۱۹۷۲ء میں کاکول ملٹری اکیڈمی کے نزدیک قادیانی مرکز کی تعمیر کے خلاف اپنے رفقاء سمیت بھرپور حصہ لیا۔ مولانا لال حسین اخترؒ امیر مرکزہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۸ اگست ۱۹۷۲ء کا خطبہ جمعہ آپ کی مسجد الیاسی میں دیا اور پھر جلوس نکلا۔ ضلع بھر کی دینی قیادت نے اس میں شرکت کی اور قادیانی مرکز کی تعمیر ہمیشہ کے لئے گاؤ خورد ہو گئی۔ مولانا قاضی محمد نواز صاحبؒ کا اس میں بہت حصہ ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۷۳

(۹۰۳)

نوازؒ (ایم۔ اے)، جناب محمد

”قادیانی عزائم اور پاکستانی مسلمان“ یہ جناب محمد نواز صاحبؒ ایم۔ اے کی مرتب کردہ ہے۔ ۱۹۷۴ء میں ”چٹان“ پریس سے شائع ہوئی۔ شائع کنندہ اتحاد العلماء کا مرکزی دفتر لاہور تھا۔ بہت ہی اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

(۹۰۴)

نور احمد نازکیؒ، جناب خواجہ

بہاولپور ریاست کے نامور پیر اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خلفاء اور متعلقین میں ایک بڑا نام خواجہ نور احمد نازکیؒ ہے۔ جو فرید آباد تحصیل خانپور کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات اشارات فریدی کے نام سے مرتب ہوئے۔

اشارات فریدی کے مؤلف مولوی رکن دین تھے جن کے قادیانی غلام محمد اختر ملعون سے تعلقات تھے۔ انہوں نے بہاولپور کے معروف درویش خواجہ غلام فریدؒ کے حوالہ سے مرزا قادیانی کو ”من عباد اللہ الصالحین“ لکھا جسے بہاولپور کی عدالت میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں مرزائیوں نے اپنی تائید میں پیش کیا۔ خواجہ نور احمد نازکیؒ اس وقت خواجہ غلام فریدؒ کے جانشین تھے۔ ان سے علماء نے مراجعت کی۔ انہوں نے اس کی تفصیل سے ان کو آگاہ کیا کہ کس طرح مرزائی دجل و تلبیس،

سازش و شرارت سے اس کتاب میں یہ ناروا بات خواجہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔
اس سلسلہ کی تمام تفصیل چھ صفحات کے مضمون میں بیان کی گئی ہے جو ماہنامہ ”الفریڈ“ ملتان
اشاعت جنوری ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔

(۹۰۵)

نور الحسن شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید

(وفات: ۴ جنوری ۱۹۸۴ء)

تنظیم اہل سنت پاکستان کے بانی، امام اہل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۷۲

بخاریؒ کی عمر ۷۴ برس تھی۔ ملک عزیز کے ہر دل عزیز مذہبی خطیب، بلند پایہ مصنف و ادیب اور قومی راہنما تھے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے بے پناہ خوبیوں اور بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ڈیرہ غازیخان کے علاقہ راجن پور کے باشندہ تھے۔ سکول کی تعلیم کے بعد اپنے علاقہ میں سکول ٹیچر ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ سے ملاقات ہوئی۔ اپنے ہمراہ لائے اور دیوبند میں داخل کرا دیا۔ ڈابھیل میں حضرت سید بنوریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایسے دیگر مشاہیر اسلام سے مختلف فنون کی دینی کتابیں پڑھیں اور پھر برصغیر کی معروف بلند پایہ یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پاس پڑھا اور یوں تین سال میں ماسٹر سے مولانا ہو گئے۔

تکمیل علوم کے بعد تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ تنظیم کے ترجمان تنظیم اہل سنت اور ہفتہ وار دعوت لاہور کے ایڈیٹر بنے۔ جو آپ کی ادارت میں مثالی دینی پرچے ثابت ہوئے۔ ان رسائل سے وابستگی کے باعث صحافتی زندگی کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ برصغیر کے معروف و بلند پایہ مصنف بن گئے۔ آپ کے قلم کی روانی و پختگی پر اسلامیان برصغیر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ نے ایسی گرانقدر تصنیفات کا اپنے بعد ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے۔ بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں آپ مدح صحابہ و تحفظ ناموس یاران مصطفیٰ ﷺ کے علمبردار تھے۔ آپ اس محاذ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے لخت جگر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے جانشین اور ان کی روایات و مشن کے امین تھے۔ آپ کی گرانقدر تصنیفات میں حضرت امام ابن تیمیہؒ، حضرت امام ابن قیمؒ کی روح وجد کرتی نظر آتی ہے۔ ۲۵ سے زائد تصنیفات ہوں گی۔ جو اپنے

اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔ تحفظ ناموس صحابہؓ کے مشن پر کام کرنے والے حضرات علماء و خطیب ان کے خوشہ چین تھے۔

آپ نے تقسیم ملک کے بعد ہر دینی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۳۱ علماء کے بائیس نکات پر مشتمل اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے والوں میں شریک تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کی کراچی کی میٹنگ میں تنظیم کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ میٹنگ کے بعد ملتان روانہ ہوئے۔ باقی حضرات علماء کرام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ابو الحسناتؒ، مولانا فیض الحسنؒ، سید مظفر علی شمسؒ، مولانا لال حسین اخترؒ کو دفتر

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی سے گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ملتان پہنچ کر چوک بازار میں تاریخی جلسہ میں تاریخی خطاب کیا۔ ملتان کے در و دیوار کو ہلا دیا۔ اسی شام گرفتار کر کے حوالہ زنداں کر دیئے گئے۔ ۱۹۶۸ء میں جمعیت علمائے اسلام کے سٹیج سے مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر کے کراچی پہنچا دیئے گئے۔ جہاں انہوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ تقریر مسئلہ ختم نبوت پر تھی اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کے دستخطوں سے آغا مرحوم کی ربائی کے لئے مشترکہ جدوجہد کے آغاز کی اپیل پر مشتمل پوسٹر چھاپ کر ملک میں تقسیم کیا گیا۔ ملتان میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے دائیں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور بائیں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ تھے۔ تینوں علم و عمل، صورت و سیرت کے کوہ ہمالیہ۔ جب جلوس کی قیادت کر رہے تھے تو اس پروقار احتجاجی جلوس کے قائدین کی جھلک دیکھنے کے لئے فرشتے بھی آسمان سے جھانکتے ہوں گے۔

آہ! موت کے ہاتھوں آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ ہم سے جدا ہو گئے۔ اب ان کی نشانی اور ان کی روایات کے امین مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے جن بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک ان کی خودداری تھی۔ بلا مبالغہ بڑے ہی خوددار واقع ہوئے۔ بڑی سے بڑی شخصیت سے اختلاف ہوا کوہ ہمالیہ کی طرح ڈٹ گئے اور پھر کمال یہ کہ کسی کی نہ غیبت کرتے تھے اور نہ ان کی مجلس میں کسی کو کسی کی غیبت کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ان کے بعض عزیز شاگردوں نے آخری دور میں ان سے فرضی روایات کی بنیاد پر اختلاف کیا اور احترام کی حدوں کو پھلانگ

گئے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے متعلق آپ نے کوئی جملہ کہا ہو یا سنا ہو۔ انہوں نے غیروں کی سی روش اختیار کی۔ مگر آپ صبر و رضا کا پتلا بن گئے۔ تنظیمی احباب کی خواہش و اصرار پر حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے چند ورقی پمفلٹ لکھ کر اس معاملہ کو اپنی طرف سے اس طرح ختم کر کے بیٹھ گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کی خودداری اور غیبت سے اجتناب ہم سب کے لئے درس اور نمونہ ہے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء اپنی زندگی کا آخری جمعہ تنظیم اہل سنت نواں شہر ملتان کی مسجد میں پڑھایا اور کہا کہ زندگی کی آخری دو خواہشیں تھیں۔ حرمین شریف کی حاضری سو وہ اس سال پوری

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۷۶

ہو گئی۔ دوسری خواہش تھی سیرت اصحاب مصطفیٰ ﷺ نامی کتاب کی تکمیل۔ وہ بھی اس ہفتہ مکمل کر لی ہے۔ اب فارغ ہوں اور سفر آخرت کے لئے تیار ہوں۔ کتنے عظیم انسان تھے کس طرح موت کا استقبال کرنے کو تیار بیٹھے تھے۔ بدھ کو عشاء کی نماز کی خود امامت کرائی۔ وظیفہ پڑھا پھر اس مسودہ کو لے کر نظر ثانی کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنی زندگی کی آخری خواہش و آخری تصنیف کو جھولی میں لئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

دوسرے دن ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء جمعرات کو باغ لانگے خان ملتان میں جنازہ ہوا۔ ان کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ مولانا علامہ عبدالستار تونسویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس جنازہ کی خصوصیت یہ تھی کہ حاضرین کی اکثر و بیشتر تعداد علماء و مشائخ پر مشتمل تھی۔ سچ ہے کہ:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

مولانا سید نور الحسن بخاریؒ کے رد قادیانیت پر رسائل:

”ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزا غلام احمد نمبر“ کسی زمانہ میں ”تنظیم اہل سنت“ لاہور سے ہفت روزہ رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا ملک کے رسائل میں بڑا نام و مقام تھا۔ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ شائع کیا۔ اس میں ملک کے نامور اہل قلم اور سیاستدانوں کے رشحات قلم شائع کئے گئے۔ ایک سال میں اس خاص نمبر کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۵ شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق مئی ۱۹۵۰ء میں اس خاص نمبر کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں یہ شائع ہوا۔ اس زمانہ (۱۹۴۹ء) میں قادیانیوں کے خلاف قلم اٹھانا بڑے جگر گردہ کا کام تھا۔ مولانا سید نور الحسن

بخاری پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا۔ تریسٹھ سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

”لاہور اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت احمدیہ کی خدمت میں ہمارا علمی ہدیہ“ اس کا دوسرا نام ”مسیح موعود کی پیشین گوئی متعلقہ مصلح موعود کی منصفانہ تحقیق“ دسمبر ۱۹۴۴ء لاہوری اور قادیانی گروہ کے سالانہ جلسے تھے۔ تب مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر شریف لاج امرتسر میں قیام پذیر ہوئے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۷۷

تھے۔ آپ نے یہ پمفلٹ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں بھی ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فلحمدلہ!

(۹۰۶)

نور الحق علویؒ (قصور)، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۸ء وفات: ۱۹ مارچ ۱۹۵۱ء)

مولانا نور الحقؒ معروف دانشور جناب غلام جیلانی برق کے بڑے بھائی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سے آپ نے دورہ حدیث کیا۔ لاہور میں رد قادیانیت کے لئے ایک جماعت مستشار العلماء پنجاب قائم کی۔ حضرت مولانا محمد خلیلؒ صدر اور مولانا نجم الدینؒ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نائب صدر، مولانا نور الحقؒ ناظم عمومی مقرر ہوئے۔ مستشار العلماء کے تحت پہلا رسالہ ۲۲ جولائی ۱۹۲۳ء کو شائع ہوا جو مولانا نور الحق صاحبؒ نے تحریر فرمایا۔ اس کا نام ہے:

۱..... "قادیانیت اور اس کے مقدمات"

۲..... "التعرف بیوز آصف" حضرت مولانا نور الحق علویؒ نے یہ رسالہ

تحریر فرمایا۔ مرزا قادیانی ملعون نے یوز آصف کو یسوع مسیح ثابت کرنا چاہا۔ پھر یوز آصف کی قبر کشمیر کو مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت کرنے کے درپے ہوا۔ دجل در دجل، کذب در کذب، فراڈ در فراڈ کے بعد ایک ایسا موقف پیش کیا۔ مسلمان، مسیحی، یہودی، تینوں آسمانی مذاہب کے

پیروکاروں میں سے ایک شخص نے بھی مرزا قادیانی کے مؤقف کو تسلیم نہ کیا۔ نتیجتاً مرزا قادیانی ملعون کے حصہ میں سوائے دھوکہ دہی کی ابدی لعنت کے اور کچھ نہ آیا۔ مولانا نور الحق علویؒ نے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ یوز آصف مرزا قادیانی کی طرح خود ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ یوز آصف شہزادہ نبی نہ تھا بلکہ ایک ملعون تھا۔ یہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس عنوان پر بہت سارے حضرات نے بہت کچھ تحریر فرمایا۔ فقیر کی رائے میں اس موضوع پر یہ رسالہ حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔

۳..... "الشہاب الثاقب علی الرجیم الکاذب" یعنی اسلام اور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۷۸

مرزائیت کا تضاد، حضرت مولانا نورالحق علویؒ نے ستمبر ۱۹۳۴ء میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ چھیاسی سال گزرنے کے بعد اس رسالہ کی اہمیت اور ضرورت باقی ہے۔

۴..... ”مجلس مستشار العلماء کا قیام“ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں مجلس مستشار العلماء کا

قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا قاضی محمد خلیلؒ سابق مفتی مالیرکوٹلہ کو اس کا صدر اور مولانا نورالحق علویؒ کو اس کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سرپرست اس کے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ قرار پائے۔ اس تنظیم کے تحت میں رد قادیانیت کے کام کے لئے مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے۔ اس جماعت کے اراکین کے اسماء اور اغراض و مقاصد پر مشتمل تعارفی پمفلٹ مولانا نورالحقؒ نے شائع کیا۔ جو شامل اشاعت ہے۔ یہ وہی مجلس مستشار العلماء ہے جس کا مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے رسالہ دعوت حفظ ایمان نمبر ۲ میں تذکرہ کیا ہے اور ساتھیوں کو اس تنظیم کے ساتھ مدد کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۹۰۷)

نور حسینؒ جعفری کربلائی، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر نور حسین صابرؒ گورنمنٹ پینشنر جعفری کربلائی جھنگ سیالوی نے ”خاتم النبوة“ رسالہ تحریر فرمایا۔ مولانا علی الحائریؒ نے اس کی تقریظ تحریر کی۔ جناب علی الحائریؒ وہ شخصیت ہیں جو مرزا قادیانی ملعون کے مقابلہ میں میدان عمل میں ثابت قدم رہے۔ مرزا قادیانی ان کی تردید کرتا

رہا۔ لیکن مولانا علی الحائری نے مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کئے رکھا۔ اس رسالہ کی آپ نے تقریظ تحریر فرمائی۔ رسالہ شیعہ نقطہ نظر سے رد قادیانیت پر لکھا گیا ہے۔ تاہم مرزا قادیانی کی ”بولورام“ کر دی گئی ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۹۰۸)

نور محمد قریشی ایڈووکیٹ (لاہور) ، جناب

آپ نے رد قادیانیت پر کئی کتب تحریر فرمائیں۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

(۹۰۹)

نور محمد گہر جاکئی، مولانا

”ختم نبوت ازروئے آیات قرآنی واحادیث رسول حقانی واقوال مرزا قادیانی“ مولانا نور محمد گہر جاکئی گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۹۱۰)

نور محمد مجاہدؒ (لودھراں)، جناب صوفی

(وفات: ۱۷ جولائی ۲۰۰۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لودھراں کے پرجوش ورکر، فعال اور منخلص کارکن، جناب صوفی نور محمد مجاہدؒ تحریک ختم نبوت کے پرجوش اور فعال کارکن تھے۔ ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ عالم نہ ہونے کے باوجود علماء کرام جتنی خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کے لئے ننگی تلوار تھے۔ صبح تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جارہے تھے کہ راستے میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مرحوم نہایت نیک، متقی، پرہیزگار انسان تھے۔ مرحوم جماعتی کارکنوں کو اپنی اولاد اور بھائی سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنماؤں سے والہانہ عشق تھا۔ ضلع لودھراں

میں حاجی عبدالحمید بٹ مرحوم اور صوفی محمد علیؒ کی وفات کے بعد ختم نبوت کے علم کو بلند کئے رکھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ہو یا ختم نبوت کانفرنس ملتان، صوفی صاحبِ بمعہ ساتھیوں کے ہر حال میں شرکت کو سعادت سمجھتے تھے۔ نہایت ہی سادہ اور درویش منش انسان تھے۔ ان کی وفات نہ صرف خاندان والوں کے لئے صدمہ کا باعث ہے بلکہ جماعت ختم نبوت کے لئے بھی صدمہ عظیم ہے۔

(۹۱۱)

نور محمد ٹانڈویؒ، مولانا

(وفات: ۴ جون ۱۹۸۲ء)

علامہ نور محمدؒ ابن جناب دین محمدؒ سلطان پور (یو۔پی) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حاصل کی۔ یہاں ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ کی زیر تربیت تعلیم پائی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی ترغیب پر اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں ۱۳۴۰ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی مناظرہ سے فطری دلچسپی کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے آپ کی تقریر سنی تو خوش ہو کر چار روپیہ ماہانہ اپنی جیب خاص سے جاری فرمایا اور ”علامہ“ کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ علامہ ٹانڈوی ہی کے لقب سے آپ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد سلطان پور چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ہی کو آپ نے اپنا مستقل وطن بنا لیا تھا۔

فراغت کے بعد تقریباً دو سال تک قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے راجپورہ (پنجاب) میں امامت و تعلیم سے جڑے رہے۔ محرم ۱۳۴۶ھ سے رجب ۱۳۵۶ھ تک مظاہر العلوم میں مبلغ اور مدرس رہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ جیسے بزرگ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ملک میں آپ نامور خطیب تھے۔ مختلف غیر ملکی اسفار بھی تبلیغ کی نسبت سے کئے۔ دیوبند مکتب فکر کے مشہور مناظر تھے۔ آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں اور دیگر تمام ہی باطل فرقوں سے آپ کے مناظرے ہوئے ہیں۔

شعبان ۱۳۵۶ھ میں مظاہر سے سبکدوش ہو کر کولتولہ کلکتہ کی جامع مسجد میں بحیثیت مفسر قرآن خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ میں مبلغ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مختصر سی علالت کے بعد ۱۱ شعبان ۱۴۰۲ھ، مطابق ۴/۵ جون ۱۹۸۲ء شنبہ یکشنبہ کی درمیانی شب لکھنؤ میں ساڑھے بارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور تدفین ٹانڈہ میں ہوئی۔

سچے محب وطن جنگ آزادی کے بے باک مجاہد اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شیدائی تھے۔ جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر وابستہ رہے۔ آزادی کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۸۱

تحریک میں تین مرتبہ جیل گئے۔ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ سے بھی آپ کے علمی مراسم گہرے تھے۔ اسی لئے آپ کی تقریر و تحریر میں مولانا فاروقی کا رنگ نمایاں ہے۔ مولانا نور محمد خانؒ اپنے زمانہ میں عقیدہ ختم نبوت کے نامور مناد تھے۔ آپ کے رد قادیانیت پر مندرجہ ذیل رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جن کے نام اور سن اشاعت یہ ہیں۔

۱..... ”اختلافات مرزا“ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۲۹ جون ۱۹۳۳ء

۲..... ”کفریات مرزا“ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء

۳..... ”کذبات مرزا“ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء

۴..... ”مغلقات مرزا“ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ ۲۵ فروری ۱۹۳۵ء

۵..... ”کرشن قادیانی“ ۳ صفر ۱۳۵۴ھ ۷ مئی ۱۹۳۵ء

۶..... ”دفع الحاد عن حکم الارتداد“

آخر الذکر رسالہ کو ہم ”فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۲۱۵ تا ص ۲۴۳“ میں شائع کر چکے ہیں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں یہ شامل اشاعت نہیں۔ باقی رسائل اثاثہ، احتساب قادیانیت جلد ۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ، دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم و استاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم نے اختلافات مرزا (تناقضات مرزا) کی اشاعت دیوبند ۱۹۸۶ء کے مقدمہ میں مصنف مرحوم کے ساتویں رسالہ ”امراض مرزا“ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ ہمیں میسر نہیں آسکا۔ تلاش بسیار کے باوجود اسے شامل نہیں کر سکے۔

مصنف رسائل ہذا! حضرت مولانا نور محمد صاحب تانڈویؒ بہت بڑے مناظر، مدرس اور مبلغ تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۳۳ھ میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ برکتہ الہند حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوریؒ کے فاضل اجل شاگرد تھے۔ سیاسیات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پیرو تھے۔ جمعیت علماء ہند کے ممتاز رہنما تھے۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مدنیؒ کے ہاتھ پر جان کی بیعت کی۔ متعدد بار قید و بند کے مراحل سے گزرے۔ فتنہ قادیانیت کا تحریر و تقریر کے ذریعہ مقابلہ کیا۔ کراچی سے خیبر، دہلی سے بمبئی تک قادیانی فتنہ کے خلاف آپ نے جدوجہد کی۔ ملایا، سنگاپور، فرانس، کینیا، افریقہ تک قادیانیت کا تعاقب کیا اور خوب کیا۔ اپنے دور میں رد قادیانیت کا آپ عنوان تھے۔ یگانہ روزگار، فاضل اجل، مناظر اسلام کے رشحات قلم کو شائع

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۸۲

کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کا لاتعداد ولا تحصى شکر بجالاتے ہیں۔ فالحمد لله أولاً و آخراً!
اللہ رب العزت حضرت مولانا نور محمد خان تانڈوی کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش
نازل فرمائیں اور کل روز جزاء ان کی رفاقت کا ہم مسکینوں کو شرف نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۹۱۲)

نور محمد ہزاروی، مولانا

(وفات: ۴ اپریل ۱۹۸۵ء)

مولانا نور محمد ہزاروی جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد کے بانی تھے۔ نامور عالم دین، شیخ
الحديث، مذہبی رہنما اور خطیب تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان
کی مسجد عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے سرگرمیوں کا مرکز تھی اور ہے۔

(۹۱۳)

نیاز احمد شاہ گیلانی، مولانا سید

(وفات: ۱۶ مئی ۱۹۷۷ء)

حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی نواں شہر ضلع جالندھر میں پیر رحمت علی شاہ گیلانی
کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد
مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد تلمبہ ضلع ملتان میں جامعہ قادریہ قائم کیا، جو اپنے دور میں وقیع ادارہ شمار ہوتا تھا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ بہت بہادر اور نڈر عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ کلمہ حق کہنے میں کسی رو رعایت کے روادار نہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید وباڑی کے بانی و مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء پر مشتمل کتاب ملتان سے مدینہ طیبہ لے کر گئے وہاں پر مطالعہ فرمایا تو اپنے ایک مکتوب گرامی کے ذریعہ اس کی اطلاع دی۔ اس میں یہ بھی تحریر فرمایا:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

”مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ آپ کی جوانی کا عالم تھا۔ آل رسول، مجاہد فی سبیل اللہ اور عالم دین تھے۔ ان کو ہتھکڑی لگائی گئی۔ جلال میں آکر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ بازوؤں کو جھٹکا دیا تو ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ ہتھکڑی بدلی تو پھر اس طرح ہوا۔ بالآخر پولیس والے قدموں میں گر گئے اور بغیر ہتھکڑی کے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔“

(تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ج ۱ ص ۷)

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانیؒ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ آپ ضلع ملتان پھر پنجاب جمعیت علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ آپ کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بہادرانہ حصہ لیا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے۔ آپ اجلی سیرت کے مالک تھے۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ قادریہ کے اس وقت مہتمم تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما اور خطیب مولانا محمد طارق جمیل ہیں۔ مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانیؒ خوب قد کاٹھ اور عالمانہ جاہ و جلال رکھتے تھے۔ آپ کا وجود اس دھرتی پر اللہ رب العزت کا ایک انعام تھا۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام، نفاذ شریعت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔

(۹۱۴)

نیاز لدھیانویؒ، جناب محمد

جناب نیاز لدھیانویؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی بندر روڈ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں ہوتے تھے۔ نشتر پارک میں قادیانی ظفر اللہ خان کا جلسہ ہوا۔ پھر ۱۹۵۳ء کی

تحریک چلی تو نیاز لدھیانویؒ گرفتار بھی ہوئے۔ اس تحریک کے زمانہ میں ”بناسپتی نبوت“ نام کا کتابچہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں پیش خدمت ہے۔

(و)

(۹۱۵)

واجد علی خانؒ، جناب

واہ کینٹ ضلع راولپنڈی کے جناب واجد علی خانؒ جدید تعلیم یافتہ تھے۔ آپ

نئے رد قادیانیت پر ”فتنہ قادیانیت“ کے نام سے رسالہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شامل ہے۔

(۹۱۶)

واجد علی ملتانیؒ، جناب

ہندوستان میں طاعون آیا۔ ملعون قادیان مرزا قادیانی نے معاذ اللہ! اسے اپنی نبوت کا ذبہ کی دلیل قرار دیا اور اس پر ایک کتابچہ ”دافع البلاء“ نامی تحریر کیا۔ ایک قادیانی نے یہ رسالہ ملتان کے جناب واجد علیؒ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اپنے تاثرات قلمبند کئے۔ قادیانی نے کہا کہ اسے شائع نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ شاید وہ پہلے شائع نہ کرتے۔ مگر اس دھمکی کے بعد وہ اسے شائع کرنے کے درپے ہوئے۔ ”صحیفۃ الولاء لمبترائی دافع البلاء“ کے نام پر شائع کر دیا۔ دراصل وہی خط ہے جو انہوں نے مرسل دافع البلاء کو بھیجا تھا۔ یہ خط ۱۵ جولائی ۱۹۰۲ء کو بھیجا گیا۔ گویا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ملعون قادیان چھ سال زندہ رہا۔ مگر جواب کی جرأت نہ کر سکا۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ۱۹۰۲ء کی امانت ۲۰۱۳ء میں گویا ایک سو گیارہ سال بعد اس رسالہ کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محض توفیق الہی ہی ہے اور بس۔

(۹۱۷)

وصیت علی غازی پوریؒ، مولانا

مولانا وصیت علی غازی پوریؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ:

”ہم نے جہاں تک مرزائے قادیانی کے اقوال دیکھے اور سنے ان کے رو سے وہ احاطہ اسلام سے خارج ہے۔“

(۹۱۸)

وفاقی حکومت پاکستان

۱..... ”ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ“ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

اسٹیشن پر چناب ایکسپریس سے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو قادیانی اوباشوں نے تشدد، بربریت، ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردعمل میں ملک گیر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ قادیانی قائد مرزا ناصر، لاہوری مہنت صدرالدین قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار مرحوم نے جرح کی۔ خصوصی کمیٹی کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور سٹیئرنگ کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں قومی اسمبلی میں اس وقت کے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب مرحوم کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پریس، فلم اینڈ مطبوعات منسٹری (وزارت اطلاعات) نے ”ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ“ کے نام سے شائع کیا۔

۲..... ”نئے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں)“ جناب ذوالفقار علی

بھٹو مرحوم کے عہد اقتدار میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کے زمانہ میں ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا۔

۳..... ”قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں

روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات)“ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویلا کیا۔ حکومت پاکستان نے ”قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ“ کے نام پر یہ دستاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

۴..... ”قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق)“ حکومت آئینی ترامیم یا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ آرڈیننس کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کر دیا جائے۔ جب ہو گیا، گولی چلاؤ، چل گئی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کر لیا۔ تو خالی خول کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گاہے بگاہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہو چکا اور وہ اپنے محل پر فٹ اور مؤثر ہیں ان جیسے حکم ناموں کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی دفعہ ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود مستقر اور مؤثر برقرار۔ لیکن ”یہ ترمیم کر دی جائے“ یہ آرڈر منسوخ ہوا تو بعض قانون دانوں نے کہا کہ اس کے کسی عیار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متاثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آرڈیننس جاری کر کے اعلان و توثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم مؤثر و برقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔ اور اب یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۹۱۹)

وقار حسین طاہرؒ (گجرات)، جناب

جناب وقار حسین طاہرؒ محلہ کابل پورہ گجرات کے رہائشی تھے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف کتاب لکھی جس کا نام: ”مکہ سے قادیان کو“ تجویز کیا۔ یہ ۱۳۸۲ھ میں شائع کی۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس پر دعائیہ کلمات بھی تحریر کئے۔ نصف صدی کے بعد اسے دوبارہ محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شائع کیا گیا۔

(۹۲۰)

ولی الدین بھاگل پوریؒ، جناب حکیم

”محکّمات ربّانی، لنسخ القائے قادیانی“ حجة الله على الارض حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے
”فیصلہ آسمانی“ کتاب مرزا قادیانی کے رد میں تالیف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۸۷

فرمائی۔ قادیانیت کے نفس ناطقہ عبد الماجد قادیانی بھاگلپوری نے ”القائے ربانی بتردید فیصلہ ابواحمد رحمانی“ اس کتاب کے رد میں تحریر کی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا کہ عبد الماجد قادیانی کے رشتہ دار حکیم حافظ مولانا ولی الدین پورنوی بھاگل پوریؒ نے عبد الماجد قادیانی کی کتاب القائے ربانی کے رد میں ’محکّمات ربانی لنسخ القائے قادیانی‘ تحریر کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ کتاب کم از کم ایک صدی قبل کی ہوگی جو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل ہے۔

(۹۲۱)

ولی الدینؒ، مولانا محمد

مولانا محمد ولی الدین صاحبؒ پہلے قادیانی تھے۔ قادیانی جماعت کے انسپکٹر مال اور مبلغ رہے۔ پھر اللہ رب العزت کی رحمت کو ان پر ترس آ گیا۔ وہ قادیانیت پر چار حرف بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی کہ وہ قادیانیوں کے عقائد کو طشت از بام کرنے کے لئے میدان میں اترے اور پھر جہاں بھی گئے مسلمانوں نے ان کو آنکھوں پر بٹھایا۔ پنجاب یونیورسٹی سے انہوں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا:

۱..... ”ختم نبوت اور قادیانی وسوسے“ یہ حیدرآباد دکن بھارت سے ۱۹۸۶ء میں پہلی بار مجلس

تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۲..... ”قادیانیوں کا کلمہ اور حکومت پاکستان کا آرڈیننس“ یہ بھی مولانا ولی الدینؒ کا

صفحہ ۴۸۳ - جاری ہے

رسالہ ہے - احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل ہے -

(۹۲۲)

ولی حسن ٹونکیؒ (کراچی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۲۳ء وفات: ۳ فروری ۱۹۹۵ء)

مولانا مفتی ولی حسنؒ کے والد، دادا، پردادا تینوں اپنے دور کے جید علماء میں شامل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

تھے اور ریاست ٹونک کے یکے بعد دیگرے قاضی اور مفتی رہے۔ مفتی ولی حسن کو ان کے چچا مفتی حیدر حسن خان ندوۃ العلماء لے گئے۔ یہاں آپ نے ان سے چار سال پڑھا۔ اس سے قبل ابتدائی تعلیم مفتی صاحب اپنے والد گرامی سے حاصل کر چکے تھے۔ اپنے استاذ و چچا مفتی حیدر حسن کی (وفات: ۱۶ جون ۱۹۴۰ء) وفات کے بعد الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور فاضل فارسی کے امتحانات پاس کئے۔ اس دوران آپ ریاست ٹونک کی عدالت شرعیہ میں ملازمت بھی کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے مظاہر العلوم سہارنپور اور پھر دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث شریف حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے کیا۔ اس کے بعد پھر ٹونک ریاست کے مفتی اور قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تقسیم کے بعد کراچی چلے آئے۔ پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کے دارالعلوم نانک واڑہ میں پڑھانا شروع کیا۔ دارالعلوم نانک واڑہ سے کورنگی منتقل ہوا تو حضرت مفتی ولی حسن جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے وابستہ ہوئے۔ ان دنوں بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ بنوری خود پڑھاتے تھے۔ حضرت شیخ بنوری کے حکم پر حضرت مفتی ولی حسن اپنے حصہ کی فقہی کتب پڑھانے کے علاوہ باقاعدہ حضرت بنوری کے ترمذی شریف کے سبق میں شریک ہوئے۔

سال بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگلے سال حضرت بنوری نے ترمذی شریف کا سبق حضرت مفتی ولی حسن کو منتقل کر دیا اور پھر یہ بھی وقت آیا کہ شیخ بنوری کے وصال کے بعد بخاری شریف بھی آپ کے ذمہ ٹھہری۔ یوں آپ شیخ الحدیث کے منصب پر پہنچے۔ آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے صدر مفتی کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے بائیکاٹ پر فتویٰ لکھا جو فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں آخری رسالہ کے طور پر شامل ہے۔

”لاہوری قادیانی دونوں کافر ہیں“ کے نام سے آپ کے فتویٰ مطبوعہ بصورت پمفلٹ فتاویٰ ختم نبوت کی تیسری جلد میں شامل اشاعت ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۸۹

(ک)

(۹۲۳)

کاظم حبیب (بھیں ضلع چکوال)، جناب محمد

جناب محمد کاظم حبیب نے ”ارتداد، ماضی اور حال کے آئینہ میں“ کتاب عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ دارالعروبہ منصورہ لاہور نے اس کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کا فرض نبھایا۔ تحفظ ختم نبوت میں عالمی مجلس نے پوری کتاب کو شائع کیا۔ اس عنوان پر جامع اور عمدہ مواد اس میں جمع کر کے ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

(۹۲۴)

کرم الدین دبیر، مولانا قاضی

(وفات: ۱۷ جولائی ۱۹۴۷ء)

مولانا قاضی کرم الدین بھیں ضلع چکوال کے باسی تھے۔ آپ نے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ بیک وقت تقریر و تحریر، مناظرہ و مباحثہ کے شناور تھے۔ آپ نے رفض کے رد میں ایک کتاب ”آفتاب ہدایت“ لکھی۔ اسی طرح رد قادیانیت پر بھی آپ کی دو تصانیف ہمیں ملیں۔

مرزائی جماعت کے لاہوری گروہ کو لاہوری مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کا لاٹ پادری و مہنت محمد علی لاہوری تھا۔ جو دجل کرنے میں مرزا قادیانی کے بھی کان کترتا تھا۔ پٹھہ اپنے گرو سے بھی چار

قدم آگرے نکل گیا۔ اس لاہوری پٹھہ نے اپنے عقائد کی ایک فہرست شائع کی۔ یہ یک ورقی اشتہار قادیانی دجل کا شاہکار تھا۔ پنجاب کے معروف عالم دین، بزرگ رہنما، و نامور مناظر حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر ساکن بھیں ضلع چکوال نے اس یک ورقی اشتہار کا جواب لکھا۔ جسے انجمن حزب الاحناف لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ پر نمبر ۱۸ درج ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اس انجمن نے رسائل شائع کئے۔ ان میں قادیانیت کی تردید پر کتنے تھے؟ بعد میں کتنے شائع ہوئے، وہ سب مہیا کرنا۔ رد قادیانیت کے رسائل کو یکجا کرنا ایک محنت کا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۹۰

مقتاضی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسے توفیق بخشے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فقیر راقم کو یہ رسالہ ملا جس کا نام: ”مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال“ ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محفوظ ہو گیا۔ بھلا یہ کیا کم خدمت ہے۔ مولانا کرم الدین دبیرؒ ہمارے مخدوم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے والد گرامی تھے۔ مولانا کرم الدین صاحبؒ کی مرزا قادیانی کے ساتھ عدالتی جنگ بھی رہی۔ سالہا سال تک مقدمات چلتے رہے۔ مرزا قادیانی کو مولانا کرم الدینؒ کے ہاتھوں کس طرح رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جسے مولانا کرم الدین صاحبؒ نے ”تازیانہ عبرت“ میں قلمبند کر دیا تھا۔ یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ (متوفی ۱۳۶۵ھ) پنجاب کے ان نامور علماء میں سے ہیں جنہوں نے رد مرزائیت میں نمایاں کردار انجام دیا۔ ضلع جہلم کی ایک غیر معروف بستی موضع بھیس آپ کے مولد و مسکن کے باعث دور دور تک مشہور ہوئی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر لاہور اور امرتسر کے مختلف مدارس سے علوم و فنون کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ شمس الدین چشتیؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ نہایت ذکی، سلیم الطبع، وجیہ، بلند قامت، مضبوط جسامت، وسیع القلب اور حاضر جواب تھے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنے کی سرکوبی کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑے۔ آپ کے دست راست مولانا فقیر محمد جہلمیؒ نے ان دنوں جہلم سے

ہفتہ وار پرچہ ”سراج الاخبار“ جاری کر رکھا تھا۔ انہوں نے ”سراج الاخبار“ کو رد قادیانیت کے لئے وقف فرماتے ہوئے مولانا محمد کرم الدین صاحبؒ کو اس کا ایڈیٹر مقرر کر دیا اور قادیانی کذاب کا نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین سے تعاقب شروع فرمایا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرزا اور اس کے حواری اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے اور خفت مٹانے کے لئے اپنی پشت پناہ گورنمنٹ برطانیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی ناقابل جواب تحریرات کو بہانہ بنا کر مقدمات کی ابتدا کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند، گورداسپور میں دائر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

ابوالفضلؒ کو اس مقدمے میں باعزت طور پر بری فرمایا۔ حالانکہ اس مقدمے کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی ہی نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو مولانا کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مرزائیوں کی خوب گت بنی اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار ”الحکم“ قادیان کی طرف سے مولانا ابوالفضلؒ اور مولانا فقیر محمد جہلمیؒ کے خلاف دائر ہوا۔ جس میں ہر دو مستغاثہ علیہا پر ۵۵ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا گیا۔ اس لئے کہ حقیر سی رقم کی خاطر اپیل کرنا غیر مناسب تھا۔ ۷ جنوری ۱۹۰۴ء کو جہلم میں مرزا کی مطبوعہ کتاب ”موابب الرحمن“ تقسیم کی گئی جس میں مولانا ابوالفضلؒ کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے۔ چونکہ مقدمات کی ابتدا مرزائیوں کی طرف سے ہو چکی تھی اس لئے مولانا ابوالفضلؒ نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا اور یہ مقدمہ حق و باطل کے درمیان عظیم الشان معرکے کی صورت اختیار کر گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلاء کرام پیش ہو رہے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے حکیم نورالدین بھیروی، خواجہ کمال الدین لاہوری اور اس کے حواری ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ الہامات کے ذریعے اپنے حواریوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر یہ سب حربے ریت کے گھروندے ثابت ہوئے اور مقدمہ مرزا کے لئے سوہان روح بن گیا۔ مولانا ابوالفضلؒ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ عدالت میں جرح کے دوران کئی کئی گھنٹے اتنی زبردست تقریریں کیں کہ مخالفین تلملا اٹھے۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی بے ساختہ پکار اٹھا کہ: ”مولانا محمد کرم الدین کے دلائل کا جواب نہیں۔“ مقابلے میں مرزا قادیانی کو عدالت میں دو لفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہوسکی، بلکہ

چھ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا۔ اس مقدمے کا پرلطف پہلو یہ بھی ہے کہ مرزا اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اتنا مرعوب ہوا کہ عدالت میں جب پیشی کی تاریخ ہوتی تو بیماری کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا کرتا۔ تقریباً دو سال تک یہ تاریخی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا کو پانچ صد روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔ جبکہ اس کے حواری حکیم فضل دین کو دو صد روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمے میں مرزا قادیانی اور اس

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

کے حواریوں کو عبرت ناک شکست اور سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز اس مقدمے کے بارے میں بھی الہام مرزا کی خوب مٹی پلید ہوئی اور مولانا ابوالفضلؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خوب خوب نوازا۔

ان مقدمات کے علاوہ آپ نے مرزائیت کے خلاف مناظرے فرمائے۔ فن مناظرہ میں آپ نے خاصی شہرت پائی۔ مرزا قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے اور ہر مرتبہ شکست فاش دی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خود مرزا غلام احمد، جو اس مشن کا بانی تھا، اسے آپ نے پے در پے شکستوں سے دو چار کر دیا تھا۔ اس کے متبعین کی کیا مجال تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ الغرض! مرزائیوں کو ہر میدان میں آپ سے ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

(۹۲۵)

کرم حسین شاہؒ دوالمیالوی، پیر سید

(وفات: ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء)

”حقیقت مرزائیت“ چوا سیدن شاہ ضلع جہلم کے حضرت مولانا پیر سید کرم حسین شاہ حنفی چشتیؒ نے یہ فروری ۱۹۲۴ء میں مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۹۲۶)

کرم شاہ الازہریؒ (بھیرہ)، مولانا پیر سید

(ولادت: ۱۹۱۸ء وفات: ۷ اپریل ۱۹۹۸ء)

برصغیر پاک و ہند کی معروف خانقاہ سلیمانیہ تونسہ شریف کا فیض جب سیال شریف پہنچا تو ”خانقاہ سیال شریف“ وجود میں آئی۔ خانقاہ سیال شریف کے بانی خواجہ احمد دینؒ تھے۔ ان کے جانشین خواجہ شمس الدینؒ تھے۔ موصوف کے جانشین حضرت خواجہ ضیاء الدینؒ تھے۔ ان کے جانشین حضرت علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم تھے۔ حضرت خواجہ قمر الدین

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۵۹۳

سیالویؒ سے جن شخصیات نے کسب فیض کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، ان میں ایک ہمارے ممدوح حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ بھی تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ بہت فاضل شخصیت تھے۔ جامعہ ازہر مصر سے آپ فارغ التحصیل تھے۔ اس لئے ازہری کہلاتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس کا نام ”ضیاء القرآن“ ہے۔ آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ آپ کے حوالہ سے اپریل ۱۹۸۴ء رد قادیانیت پر ایک رسالہ شائع ہوا۔ جس کا نام ”فتنہ انکار ختم نبوت“ ہے۔ مجھے بہت خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شائع کیا گیا۔ اسی طرح آپ کا ایک اور رسالہ جس کا نام ہے: ”فتنہ مرزائیت اور پاکستان“ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آپ کو جنیوا بھجوا دیا۔ جہاں قادیانیوں نے اپنی مظلومیت کا فرضی کیس پاکستان گورنمنٹ کے خلاف دائر کر رکھا تھا۔ آپ نے کیس کی پیروی کی۔ قادیانی بار گئے اسلام جیت گیا۔ اس سفر کی تفصیلات پر پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ کا یہ رسالہ ہے۔ یہ بھی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل ہے۔

(۹۲۷)

کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۸۷۵ء وفات: ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

دہلی بہادر شاہ ظفر کے مکان کے مین گیٹ پر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے بائیں طرف ایک چبوترہ ہے۔ اس پر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دو قبور ہیں۔ ایک قبر مبارک حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے اور دوسری حضرت سبحان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی

کفایت اللہ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جا کر ملتا ہے۔ یہ موتیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ کشتی پر سوار تھے۔ طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ شیخ جمال ایک تختہ پر تھے۔ وہ ساحل سے آن لگا۔ بھوپال کے ایک تاجر انہیں بھوپال لائے۔ یہاں وہ آباد ہوئے۔ پھر بھوپال سے شاہجہان پور آگئے۔ یہ مفتی کفایت اللہؒ کے مورث اعلیٰ بیان کئے جاتے ہیں۔ مفتی صاحبؒ کے والد صاحب کا نام شیخ عنایت اللہؒ تھا۔ نہایت پرہیز گار انسان تھے۔ مفتی صاحبؒ کے تین بھائی اور تھے۔ ایک قاری نعمت اللہؒ جو شاہجہان پور میں تدریس کرتے تھے۔ دوسرے بھائی سلامت اللہؒ جو شاہجہان پور میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۹۴

تجارت کرتے تھے۔ تیسرے بھائی قدرت اللہ یہ قصور میں آگئے تھے۔ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ آخری عمر میں فلور مل قصور میں لگالی تھی۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ۱۲۹۲ھ، مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۵ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہؒ کے مکتب شاہجہان پور میں تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید اور فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم شاہجہانپور کے مدارس میں حاصل کی۔ آپ کے ایک استاذ مولانا عبدالحق خانؒ جو مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ کے شاگرد تھے۔ وہ مفتی صاحبؒ کی ذہانت کے باعث چاہتے تھے کہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے جائیں۔ لیکن کم سنی کے باعث آپ کے والد نہ مانے۔ اس وقت مفتی صاحب کی عمر پندرہ سال تھی۔ بالآخر قریب میں مراد آباد مدرسہ شاہی میں والد صاحب نے تعلیم کے لئے بھجوا دیا۔ مدرسہ شاہی میں داخلہ ہو گیا۔ کھانا مدرسہ سے مل جاتا۔ باقی اخراجات کے لئے کپڑے کی ٹوپیاں سیتے۔ ان پر کروشیا سے بیل بوڑے بناتے اور فی ٹوپی دو روپیہ پر نکال دیتے۔ اس سے گزر بسر ہو جاتی۔ کسی پر بوجھ نہ بنتے۔ اتنے ذہین تھے کہ سبق کے دوران ٹوپوں کا کام بھی کرتے رہتے۔ تب بھی پوری کلاس میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوتے۔ یہ ٹوپیاں آپ کی ہنرمندی میں کمال کی دلیل ہوتی تھیں۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ خریدتے تھے۔ مدرسہ شاہی میں آپ نے دو سال پڑھا۔ ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عبد العلیؒ میرٹھی ایسے نابغہ روزگار شخصیات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے تین سال پڑھا اور دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں بعمر ۲۲ سال آپ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ آپ نے اپنے استاذ مولانا عبدالحق خانؒ کے نئے قائم کردہ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں پڑھانا شروع کر دیا اور استاذ محترم کے اعتماد کے باعث اہتمام کی تقریباً تمام ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی تھا۔ یہاں عین العلم میں قیام کے دوران آپ نے ماہنامہ رسالہ

”البرہان“ شائع کرنا شروع کیا۔ حضرت مفتی مہدی حسنؒ کے بڑے بھائی منشی سلطان حسنؒ اس کے منیجر اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اس کے ایڈیٹر تھے۔ یہ رسالہ صرف قادیانیت کی تردید کے لئے وقف تھا۔ آج اگر اس کی فائل مل جائے تو مکمل شائع کر دیا جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز! آج ۱۷ مارچ ۲۰۱۴ء کو مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعا کی ہے کہ وہ فائل تلاش کر کے بھجوائیں۔ ۱۳۱۵ھ کے فائل کی ۱۴۳۵ھ میں تلاش۔ گویا ایک سو بیس سال بعد! ہے کوئی ہمارے ذوق دیوانگی کی انتہاء؟

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۹۵

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب[ؒ] جب عین العلم میں پڑھاتے تھے۔ تب حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن[ؒ] استاذ الفقہ والادب دیوبند، حضرت مفتی مہدی حسن[ؒ] مفتی دارالعلوم دیوبند وہاں عین العلم میں پڑھتے تھے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب[ؒ] تدریس کے علاوہ تبلیغ و مناظرہ میں بھی مصروف رہے۔ اس زمانہ میں عیسائیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ ہر جگہ بعد از مناظرہ لوگوں کو یہ کہتے سنا جاتا کہ: ”علماء نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ وہ دبلا پتلا سوکھا سا مولوی تو شیر کی طرح جب غراتا تھا تو پادری کو پسینہ آ جاتا تھا۔“ یہ کمزور مولوی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ[ؒ] تھے۔ اسی زمانہ میں یہاں عیسائیوں کے ساتھ قادیانیوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔ حضرت مفتی صاحب[ؒ] کی للکار و یلغار نے انہیں دم بخود کر دیا۔ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں تدریس کے دوران آپ کا پہلا عقد ہوا۔ اس اہلیہ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئے جو بچپن میں ہی ذخیرہ آخرت ہو گئے۔ بعد میں اہلیہ کا بھی وصال ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا عقد کیا۔ اس سے آپ کی وفات کے وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں حیات تھیں۔

دہلی آمد

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب[ؒ] کے رفیق خاص مولانا امین الدین صاحب[ؒ] نے سنہری مسجد چاندنی چوک دہلی میں مدرسہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری[ؒ] تھے۔ ۱۳۲۱ھ شوال کے مہینہ سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب[ؒ] یہاں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں والد صاحب[ؒ] کے حکم پر حضرت کشمیری[ؒ]، اپنے وطن کشمیر جا چکے تھے۔ اب حضرت مفتی کفایت اللہ[ؒ]، صدر مدرس، مفتی اور منتظم ہو گئے۔ گویا مدرسہ امینیہ کے بہت سارے امور آپ سے وابستہ تھے۔ اس زمانہ میں صرف مدرسہ امینیہ نہیں تمام مدارس میں اصلاح نصاب، نظام تعلیم اور نظام امتحان کو یکساں طور پر لاگو کرنے کے لئے آپ نے محنت

فرمائی۔ یوں سمجھئے کہ آج پاکستان میں ”وفاق المدارس العربیہ“ کا تمام نظام مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی سوچ کا مرہون منت یا اس کا آئینہ دار ہے۔ جب آپ دہلی تشریف لائے تب جنگ بلقان شروع ہو گئی تو ترکی کے مسلمانوں کی مدد کے لئے جہاں آپ نے فتویٰ جاری کئے۔ وہاں فنڈ بھی اکٹھا کر کے ان کو بھجوا دیا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہند کے دو بڑے طبقے مسلمان اور ہندو باہم متحد ہو کر تحریک

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۵۹۶

آزادی کو موثر بنائیں۔ اس کے لئے مسلم لیگ نے میثاق لکھنؤ منظور کیا۔ اس وقت جمعیت علماء ہند نہ بنی تھی۔ اس میثاق لکھنؤ میں مسلمانوں کے نقطہ نظر سے خامیاں تھیں۔ تب مفتی صاحبؒ نے شرعی نقطہ نظر سے ان خامیوں کی نشاندہی کر کے اسلامیان ہند کی رہنمائی اور خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس پر حضرت شیخ الہندؒ کو بہت خوشی ہوئی اور مفتی کفایت اللہؒ کے دماغ نکتہ رس کی تصویب فرمائی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: ”بیشک تم لوگ سیاستدان ہو۔ لیکن مفتی کفایت اللہؒ سیاست ساز ہے۔“ یہ ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔

صرف حضرت شیخ الہندؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلق خاطر نہ تھا۔ ادھر مفتی صاحبؒ بھی اپنے استاذ پر فدا تھے۔ جس کا مظہر آپ کا قصیدہ ”روضۃ الراحین“ ہے۔ جس کا ایک ایک شعر اپنے استاذ کے لئے عقیدت و محبت کا سمندر اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ میدان سیاست میں

۱۸ اگست ۱۹۱۷ء کو ملکہ معظمہ برطانیہ نے ہندوستانیوں کو حکومتی خود مختاری دینے کا اعلان کیا۔ وزیر ہند برطانیہ سے ہندوستان آئے۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے متحدہ سمجھوتہ میثاق لکھنؤ پیش کیا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کو مسلم لیگ کا گیارہواں اجلاس شیر بنگال مولوی افضل حقؒ کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلّی، مولانا آزاد سبحانیؒ، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا عبداللطیف دہلویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں صدر اجلاس نے علماء کی شرکت کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء کو خلافت کمیٹی کے اجلاس دہلی میں حضرت مفتی صاحبؒ نے برطانیہ کے جشن صلح کے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کرائی۔

اسی اجتماع کے موقع پر علماء کرام مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا عبدالباریؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا محمد سجاد، مولانا منیر الزمان اور دیگر حضرات کل پچیس حضرات نے طے کیا کہ ۱۹۱۹ء میں مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ علماء کرام کے اجلاس منعقد کرنے کا انتظام کریں گے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کی زیر صدارت اجلاس امرتسر میں ہوگا۔ چنانچہ اجلاس ہوا۔ جمعیت علماء ہند کے مولانا مفتی کفایت اللہؒ صدر اور مولانا احمد سعیدؒ ناظم اعلیٰ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

مقرر ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا حجرہ جمعیت علماء ہند کا دفتر قرار پایا۔ اسی سال ۱۹۱۹ء کے آخر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جہاں اجلاس امرتسر میں ہوئے۔ جمعیت علماء ہند کا دوسرا اجلاس بھی امرتسر میں ہوا۔ جس میں ستر، اسی علماء کرام شریک اجلاس ہوئے۔ اس کی صدارت بھی حضرت مولانا عبدالباریؒ نے کی۔ اس اجلاس میں جمعیت علماء ہند کا حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے آئین منظور کرایا۔ کانگریس کے پنڈال میں خلافت کمیٹی کا بھی اجلاس ہوا۔ جس میں رہائی کے بعد مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا شوکت علیؒ بھی بطور خاص شریک ہوئے اور یہیں گاندھی جی سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔

جمعیت علماء ہند کے اس دوسرے اجلاس میں حضرت شیخ الہندؒ کو جمعیت علماء ہند کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ حضرت مفتی کفایت اللہؒ آپ کے نائب کے طور پر کام کرتے تھے۔ کان پور، مراد آباد، جون پور، دہلی، گیا، - امرتبہ میں بھی جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ حکیم اجمل خان مسیح الملکؒ نے اس میں ایک اجلاس کی صدارت اور خطاب کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جمعیت علماء ہند کا پشاور میں اجلاس ہوا۔ جس میں ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ اور بازار قصہ خوانی میں حکومت انگریز کی فائرنگ پر اظہار نفرت کی قرارداد منظور ہوئی۔ یہاں جو تحقیقات فائرنگ قصہ خوانی بازار پشاور کے لئے تحقیقاتی کمیٹی بنی جسے پٹیل کمیٹی کہا گیا۔ اس میں جمعیت علماء ہند کی نمائندگی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمائی۔

شدھی کی تحریک اور حضرت مفتی صاحبؒ

۱۹۲۲ء میں تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک چلائی۔ مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو بنانے لگے۔ تب حضرت مفتی صاحبؒ مسلمانوں کے مفاد اور اسلام

کی نمائندگی کے لئے میدان میں آئے۔ مولانا محمد عرفانؒ ایڈیٹر الجمعۃ اور مولانا وحید حسن ٹونکیؒ اور خود پورے ملک میں جہاں شدھی کی تحریک تھی ایک طوفانی دورہ کیا اور مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے سد سکندری کا قدرت نے ان حضرات سے کام لیا۔ شدھی تحریک کی وجہ سے ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ یہی انگریز چاہتا تھا۔ گاندھی جی نے ستمبر ۱۹۲۴ء میں ۲۱ دن کا مرن برت شروع کیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو تمام فرقوں کی اتحاد کانفرنس بھی ہوئی۔ اس میں پنڈت مدن مالوی نے مسلمانوں سے کہا کہ آپ اپنے آئین اسلام سے ارتداد کی سزا اور تبلیغ کو نکال دیں۔ اس شدید تناؤ کے ماحول میں اکیلے حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات تھی جنہوں نے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

ارتداد کے مسئلہ کی وضاحت اور تبلیغ اسلام کے احکام بیان کئے اور اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ جس سے پورا اجلاس جھوم جھوم اٹھا۔ اس ”مسئلہ ارتداد پر کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۴۴ تا ۳۶۱“ پر بحث ہے اور ڈیرہ غازی خان میں قادیانی عبادت گاہ کے ایک کیس کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب[ؒ] کے بیانات کی تفصیل ”کفایت المفتی“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جو وفد حجاز مقدس بھیجا گیا۔ اس جمعیت علماء ہند کے وفد میں حضرت مفتی کفایت اللہ[ؒ] بطور صدر وفد بھی شریک تھے۔ اس میں خلافت کمیٹی کے وفد کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی[ؒ] نے فرمائی۔ مؤتمر عالم اسلامی کی سبجیکٹ کمیٹی میں مولانا مفتی کفایت اللہ[ؒ] اور مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی[ؒ] کے علاوہ اور حضرات بھی شامل تھے۔

۱۹۳۰ء میں ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک میں حضرت مفتی صاحب[ؒ] بھی گرفتار ہوئے۔ آپ کو چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ پہلے دہلی پھر گجرات جیل منتقل ہوئے۔ خان عبدالغفار خان[ؒ]، مولانا ظفر علی خان[ؒ]، ڈاکٹر انصاری[ؒ]، مولانا نور الدین لائل پوری[ؒ]، مولانا احمد سعید دہلوی[ؒ]، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی[ؒ] ایسے رہنماؤں کے ساتھ آپ نے جیل کاٹی۔ دوسری گول میز کانفرنس دسمبر ۱۹۳۱ء کی ناکامی کے بعد سول نافرمانی کی تحریک کا اعلان ہوا۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو جمعیت علماء کا جلسہ و جلوس ہوا۔ مفتی صاحب[ؒ] پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور دوسری بار گرفتار ہوئے۔ ایک لاکھ آدمی کے اس جلوس کی قیادت مفتی صاحب[ؒ] نے فرمائی۔ اس میں آپ کو اٹھارہ ماہ کی قید با مشقت ہوئی۔ یہ قید آپ نے ملتان کی سنٹرل جیل میں گزاری۔ مولانا احمد سعید[ؒ]، سید عطاء اللہ شاہ بخاری[ؒ]، مولانا حبیب الرحمن[ؒ]، مولانا داؤد غزنوی[ؒ]، شیر جنگ[ؒ]، ڈاکٹر انصاری[ؒ] اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ قید کاٹی۔ جیل میں متعدد حضرات نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے متعدد کتب

پڑھائیں۔ جیل میں قیدیوں کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھتے۔ فرماتے: لاؤ تمہارے کپڑے درست کردوں۔ ان پھٹے کپڑوں کو سی دیتے تھے۔ کیا اعلیٰ سیرت کے عالم دین تھے۔

فلسطین یہودیوں کو دینے کی انگریز نے سازش کی۔ تقسیم فلسطین کا فارمولا آیا تو جمعیت علماء ہند نے مجلس تحفظ فلسطین قائم کی۔ ۶ اگست ۱۹۳۸ء کو یوم فلسطین منایا۔ جمعیت کا وفد فلسطین گیا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قاہرہ میں فلسطین کانفرنس میں جمعیت علماء ہند کی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا عبدالحق مدنیؒ اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے نمائندگی کی۔ حضرت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ

شیخ بنوریؒ نے اس کی رپورٹ میں تحریر فرمایا کہ ”قاہرہ میں مفتی صاحبؒ کا اتنا بھرپور استقبال ہوا کہ اتنا کسی وفد کا استقبال نہیں ہوا۔“ فرماتے ہیں کہ ”مارے خوشی کے ہمارے دل اچھل اور سر فخر سے بلند ہو گئے۔“ اس موقع پر علماء مصر سے فوٹو کے عدم جواز پر آپ کا ایک نجی مجلس میں تبادلہ خیال بھی ہوا۔

مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی صاحبؒ ۱۳۲۱ھ، مطابق ۱۹۰۳ء کو تشریف لائے تھے۔ سنہری مسجد چاندنی چوک کی جگہ تھوڑی تھی۔ چنانچہ مسجد پانی پتیاں کشمیری دروازہ کی زمین متولی حضرات سے مدرسہ امینیہ کے لئے حاصل کر کے ۱۹۱۵ء میں تعمیر کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۸ء میں مدرسہ امینیہ اس تعمیر نو میں منتقل ہو گیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا امین الدینؒ فوت ہو گئے تو شیخ الہندؒ نے مالٹا کی رہائی سے واپسی پر شوال ۱۳۳۸ھ کو ایک بڑے جلسہ میں مولانا مفتی کفایت اللہؒ کو مدرسہ امینیہ کا مہتمم مقرر کیا۔ مسجد پانی پتیاں نواب لطف اللہ خاں صادقؒ پانی پتی کی بنائی ہوئی تھی۔ جو آپ نے ۱۱۳۸ھ، مطابق ۱۷۲۵ء میں بنائی تھی۔ دو سو سال گزرنے کے بعد بوسیدہ مسجد کو گرا کر حضرت مفتی صاحبؒ نے ۱۳۵۳ھ میں نئے سرے سے دوبارہ تعمیر کیا۔

مدرسہ امینیہ سے (۱) مفتی عزیز الرحمنؒ شیخ الادب دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا سید مہدی حسنؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند۔ (۳) مولانا احمد سعید دہلویؒ، ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند۔ (۴) مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ۔ (۵) مولانا سید محمد حسینؒ بن حضرت پیر جماعت علی شاہ ثانیؒ علی پوری۔ (۶) مفتی عبد الصمدؒ ککرانوی۔ (۷) مفتی تقی امینی۔ (۸) مولانا محمد شریفؒ بہاول پوری صدر المبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (۹) مولانا مفتی محمد شفیعؒ ملتانی بانی و مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان ایسے ہزاروں علماء نے فراغت حاصل کی۔ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ مدرسہ امینیہ کی طرح مسجد و مدرسہ فتح پوری کی تعمیر و ترقی میں آپ

نے بھر پور کردار ادا کیا۔ آپ کا مشہور زمانہ کارنامہ آپ کی فتویٰ نویسی ہے۔ جس کی دلیل ”کفایت المفتی“ ہے۔

سفر آخرت

۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو رات ساڑھے بجے وصال فرمایا۔ اگلے روز یکم جنوری ۱۹۵۳ء آپ کے مکان سے چتلی قبر اور دریا گنج بازار تک سڑکیں بھر گئیں۔ صبح سے مردوں عورتوں نے علیحدہ علیحدہ باری باری لائٹوں میں شرف دیدار حاصل کیا۔ ساڑھے بارہ بجے دن جنازہ اٹھایا گیا تو تمام

۴۵۹۵ماتو تمام

۴۹۵ < تو تمام

۴۹۵۹ تو تمام

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۰۰

بازار بند تھے۔ ہر جگہ غم و افسوس کا سماں تھا۔ کوچہ چیلیاں سے جامع مسجد دہلی تک انسانوں کے ٹھٹھ ہی ٹھٹھ تھے۔ انسانوں کا سیل رواں تھا جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ سوا ایک بجے پریڈ گراؤنڈ یعنی لال قلعہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان کا علاقہ میں جنازہ پہنچا۔ جنوری کا مہینہ ادھر بارش مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی مقبولیت کا اس سے اندازہ فرمائیں کہ برابر رش بڑھ رہا تھا۔ جنازہ کی چارپائی سے لمبے لمبے بانس باندھے گئے۔ پھر بھی ہزاروں لوگ کندھا نہیں دے پائے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ہر طبقہ کے لیڈر موجود تھے۔ جنازہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے پڑھانا تھا۔ مگر وہ بارش کے باعث لیٹ ہو گئے تو اب جنازہ مولانا احمد سعید دہلویؒ نے پڑھایا۔ ایک لاکھ آدمی نے جنازہ میں شرکت کی۔ دہلی دروازہ سے جنازہ کو رخصت کرتے وقت ڈیڑھ لاکھ کا مجمع ہو چکا تھا۔ مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے سب مسجد کی سیڑھیوں، مکانوں کے چھتوں، بازار اور میدان میں محو دیدار تھے کہ یوں درویش، خادم قوم، اہل حق کے جنازے اٹھا کرتے ہیں۔ دہلی دروازہ سے باہر بڑی ایمبولینس میں جنازہ رکھا گیا۔ دہلی دروازہ سے مہرولی، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار جس کے متصل آپ کی تدفین ہونا تھی۔ جہاں قریب میں بہادر شاہ ظفرؒ کے محل شاہی کا صدر دروازہ ہے۔ وہاں تک گیارہ میل کا سفر ہے۔ اب ایمبولینس کے چلتے ہی لوگ بھی بسوں، ویگنوں، اپنی سواریوں پر روانہ ہوئے۔ تدفین کی جگہ پر عصر کے بعد آپ کا جسد مبارک لایا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعجاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ بلیاوی، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب بھی دیوبند سے یہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے آخری دیدار کیا اور آپ کو لحد میں اتار دیا گیا۔

آپ کے صاحبزادہ جناب واصف صاحبؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ریل کے سفر میں حضرت والد ماجد کے ہم رکاب تھا۔ جس ڈبے میں ہم دونوں تھے، اسی میں دہلی کے سوداگروں

میں سے دو معزز دولتمند حضرات بھی ہم سفر تھے اور ان کے قریب بھاری بھرکم قادیانی مبلغ بھی بیٹھے تھے اور مرزا غلام احمد کی صداقت اور نبوت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک بڑا مبلغ بڑے زور و شور سے بول رہا تھا۔ بڑا لسان اور طرار معلوم ہوتا تھا۔ حضرت والد ماجد کچھ فاصلے پر تھے اور ان لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ قادیانیوں کے مخاطب کبھی کبھی جواب دیتے تھے، مگر پھر لاجواب ہو جاتے تھے۔ آخر حضرتؒ نے فرمایا کہ: ”میں آپ لوگوں کی گفتگو میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، مگر یہاں معاملہ دین کا ہے، اس لئے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی یہ جو فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور مرزا صاحب کی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۰۱

نبوت سے ختم نبوت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت حضور ﷺ ہی کی نبوت کا ایک جزو اور ضمیمہ ہے، تو یہ فرمائیے کہ نبی علیہ السلام کے اس قول: ”لا نبی بعدی“ میں تو کسی قسم کی نبوت کی تخصیص نہیں ہے۔ مطلق نبوت کی نفی ہے۔ ضمنی، غیر ضمنی، ظلی، بروزی کی تخصیص کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ لائے نفی جنس نے نبوت کے تمام اقسام، اصناف کی نفی کر دی ہے۔ پھر بیچ میں نبوت ضمنی کیسی؟ قادیانی مولوی نے جواب دیا کہ: ”جس طرح سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے، اسی طرح ضمنی نبوت بھی ہوتی ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا دائرہ عمل قیامت تک ہے اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے آپ ہی کے دین کی تجدید کے لئے نبی آسکتا ہے اور اس سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“

حضرت مفتی اعظمؒ نے فرمایا کہ: ”نبوت کا چالیسواں حصہ اگر کسی کو عطا فرمایا جائے تو وہ شخص نبی نہیں بن جائے گا۔ انسان کی ایک انگلی کو ”انسان“ کا لقب نہیں دیا جاسکتا اور آنحضرت ﷺ تو آپ کے دعوے کے مطابق قیامت تک کے لئے نبی ہیں اور پھر حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ: ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ بولئے جواب دیجئے!“

حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا: ”بولئے جواب دیجئے!“ مگر ادھر ایسا سناٹا تھا کہ صدائے برخاست، قادیانی ایک دم مبہوت ہو گئے۔ بالکل جواب نہ دے سکے۔

پھر فرمایا کہ: ”آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ خود اس امر کا اقرار ہے کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد نبوت کا عہدہ کبھی کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ دوران نبوت کسی اور نبی کی بعثت کے کیا معنی اور اس کی ضرورت کیوں؟ بولئے جواب دیجئے!“

مگر صدائے برخاست، قادیانیوں پر اوس پڑ گئی اور شکست خوردگی کی وجہ سے چہرے زرد اور ہونٹ خشک ہو گئے اور بالکل ساکت و صامت ہو گئے۔ تو حضرت والد ماجد نے تقریباً ایک گھنٹے تک قادیانیت کے رد میں مسلسل تقریر فرمائی۔ اس کے بعد دہلی کے ہم سفر حضرات نے دریافت کیا کہ : ”حضرت! آپ تعارف تو فرمائیے“ فرمایا کہ : ”مجھے کفایت اللہ کہتے ہیں، مدرسہ امینیہ کا مدرّس ہوں۔“

اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا۔ ڈبے کے تمام ہم سفر مسلمانوں نے یہ تقریر سنی تھی۔ بہت شکریہ ادا کیا اور ان دولتمند حضرات نے کہا کہ :

”حضرت ! ہم تو تذبذب میں تھے۔ آپ نے بروقت ہماری دست گیری کی اور اپنی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

اس کوتاہی پر بڑے نادم ہوئے کہ دہلی میں رہتے ہوئے ہم شرف ملاقات سے محروم تھے۔ ”ادھر قادیانیوں کا حال یہ تھا کہ ادھر ادھر کی باتوں کا خیال بھی بھول گئے۔

(بیس بڑے مسلمان)

(۹۲۸)

کفایت حسینؑ (لاہور شیعہ رہنما)، جناب حافظ

(وفات: ۴/اپریل ۱۹۶۸ء)

شیعہ عالم، بلند پایہ مقرر، قادیانیت کے خلاف جب بھی ضرورت پڑی پیش پیش رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۹۲۹)

کے۔ ایل ناصر، پادری

پادری کے ایل ناصر گوجرانوالہ کے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف ”حقیقت مرزا بقلم خود“ کے نام پر کتاب لکھی جس کا چوتھا ایڈیشن ۲۳/مارچ ۱۹۸۴ء کو شائع کیا جو ”محاسبہ قادیانیت“ کی جلد دوم میں شامل اشاعت ہے۔

(۵)

(۹۳۰)

ہارون الرشید رشیدی (پتوکی)، مولانا

(وفات: ۶/جولائی ۲۰۱۵ء)

مولانا ہارون الرشید رشیدی نے جناب امام الدین عرف امام خان میواتی کے گھر آنکھ کھولی۔ ان دنوں آپ کے والد محترم چک نمبر ۶۲/۹، ایم۔ بی جوہر آباد ضلع خوشاب میں قیام پذیر تھے۔ مرحوم نے جامعہ الیاسیہ جوہر آباد میں قرآن پاک حفظ کیا اور گردان جامعہ مصباح العلوم جوہر آباد میں کی۔ ابتدائی کتب مدرسہ عربیہ خیر العلوم پتوکی میں پڑھیں۔ درجہ رابعہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۰۳

تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ کے مدرسہ جامعہ مدنیہ اوکاڑہ میں مولانا مفتی عطاء اللہؒ سے پڑھی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء میں کیا۔ حدیث پاک کے اساتذہ کرام میں مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ، مولانا عبدالرحمن اشرفیؒ، مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ، مولانا عبید اللہ اشرفیؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، مولانا نور محمدؒ کے نام نمایاں ہیں۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مولانا قاری محمد ابراہیمؒ کی نگرانی میں ۱۹۸۸ء تک تدریس علوم اسلامیہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعہ مسجد فاروق اعظم پتوکی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے رہے۔ ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء دارالعلوم دیوبند کے نام سے پتوکی میں مدرسہ قائم کیا۔ جبکہ ۲۰۰۰ء میں جامعہ حمیرا للبنات کے نام سے بچیوں کے لئے درسگاہ قائم کی۔ جہاں دورہ حدیث شریف تک تعلیم دیتے رہے اور بخاری شریف کے اسباق خود پڑھائے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قاری محمد ابراہیم مجیدؒ اور پروفیسر مسعود الحسن رشیدی کی معیت میں گرفتاری پیش کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں پتوکی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے والہانہ عقیدت تھی۔ جبکہ ہمارے جیسے خوردوں کے ساتھ بھی محبت فرماتے۔ ان کی دو ہی جماعتیں تھیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمیعۃ علماء اسلام۔

(۹۳۱)

ہاشم فاضل شمسیؒ (حیدر آباد)، جناب سید محمد

(ولادت: ۲ اگست ۱۹۰۸ء وفات: ۱۵ اگست ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا سید محمد ہاشمؒ فاضل شمسى حیدر آباد کے نامور عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں ایک کتاب اپنے عزیزوں کی خواہش پر تحریر کی۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ختم نبوت کے مسئلہ پر دلائل جمع کئے۔ آپ نے اس کا نام: ”عالمگیر نبوت“ تجویز کیا۔ اس کتاب پر حصہ اول درج ہے۔ دوسرا حصہ تالیف ہوا یا نہ، شائع ہوا اور ہمیں نہ مل سکا یا کہ سرے سے شائع ہی نہیں ہوا۔ اس پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم حصہ اول میں بھی بہت اچھا مواد جمع کیا

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۲۰۴

ہے۔ زیادہ تر مواد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب ختم نبوت کامل سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے خسر جناب ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری قادریؒ کے ادارہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک سنٹر کراچی نے شائع کیا۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں اسے شامل کیا گیا ہے۔

(۹۳۲)

ہدایت اللہؒ (مقیم راولپنڈی)، مولوی

مولوی ہدایت اللہؒ مقیم راولپنڈی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”مجھے قادیانی کے بعض مریدوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور خود مرزا قادیانی سے بھی الہام کے متعلق بالمشافہ ایک سوال کیا تھا۔ جس کے جواب میں وہ مبہوت ولا جواب رہ گیا تھا۔ علماء نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروؤں کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے وہ بجا ہے۔ یہ گمراہ فرقہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے۔ حق تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے اور اپنی مخلوق کو ان کے پنجم اغواء سے بچائے۔“

(۹۳۳)

ہلال احمد دہلویؒ، مولانا

کراچی حضرت مولانا ہلال احمد دہلوی ایک جگہ ہر اتوار کو درس قرآن دیتے تھے۔ اس میں منصوبہ کے تحت ایک قادیانی بھی آنے لگا۔ وہ درس میں شریک مسلمانوں سے تعلقات بنا کر ان کو قادیانیت کے دام تزویر میں پھانسنے لگا۔ جہنم اور عذاب جہنم ابدی نہیں۔ یہ قادیانی علم کلام کا وہ اہم مسئلہ ہے جو دیگر قادیانی متنازعہ مسائل کی طرح اجماع کی راہ سے ہٹا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس

مسئلہ پر مولانا ہلال احمد دہلوی نے دلائل دیئے۔ وہ اس قادیانی نے چناب نگر (ربوہ) بھیجے۔ قادیانی معلم الملکوت نے ان کو توڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ہانپتے کانپتے جواب بھجوا یا۔ مولانا ہلال احمد دہلوی نے اس کا جواب الجواب تحریر کیا، اس کے جواب کی قادیانیوں کو جرأت نہ ہوئی۔ قادیانیوں کا بولورام ہو گیا۔ مولانا دہلوی نے یہ تمام خط و کتابت شائع کر دی۔

”تحریف مرزائیت، ربوہ سے ایک تحریری علمی مناظرہ“ یہ کتاب اسی تحریری مواد کے مجموعہ کا نام ہے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ آج کل حیات مسیح، ختم نبوت، کذب مرزا پر تو

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۰۵

قادیانیوں سے بحث ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ کہ عذاب جہنم ابدی نہیں۔ اس پر عموماً قادیانیوں سے بحث نہیں ہوتی۔ اس عنوان پر مولانا ہلال احمد دہلوی کا رسالہ بہت ہی وقیع و قابل قدر معلومات کا خزانہ ہے۔ ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(ی)

(۹۳۴)

یحییٰ لدھیانوی (فیصل آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۲۴ دسمبر ۱۹۸۶ء)

بانی صدر احرار الاسلام مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے برادر خورد مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد کے مہتمم تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے مجاہد رہنما تھے۔ ۹۲ سال عمر پائی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مدفون ہوئے۔

(۹۳۵)

یحییٰ مدنی (کراچی)، فدائے ختم نبوت مولانا محمد

(وفات: ۱۴ فروری ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد یحییٰ مدنی ۱۹۲۹ء میں مردم خیز دھرتی لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کا گھرانہ کراچی میں منتقل ہوا۔ مولانا یحییٰ مدنی آغاز جوانی سے تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ تبلیغی جماعت کے امیر ثانی حضرت مولانا محمد

یوسف کاندھلویؒ کے آپ مرید صادق اور عاشق زار تھے۔ حضرت جیؒ کی وفات کے بعد برکتہ العصر
ریحانہ الہند حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے آپ نے تجدید بیعت کی اور پھر خلیفہ مجاز
بنے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے کراچی میں آپ میزبان اور تمام تر پروگراموں کے گویا آپ انچارج
ہوتے تھے۔ آپ کو بڑی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث
شریف کیا۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۰۶

خانؒ اور آپ دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے اور خوب بھائی چارہ اور تعلق خاطر کا مخلصانہ و محبانہ تعلق تھا۔ جسے دونوں حضرات اپنی اپنی عمر میں نبھاتے رہے۔ جب آپ نے کراچی جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی تب جامعہ کے بانی شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی ولی حسنؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ جیسے حضرات جامعہ کے افق پر اپنے علم کے گلشن کو صدا بہار کئے ہوئے تھے۔ مولانا یحییٰ مدنیؒ نے ان سب حضرات سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے دورہ حدیث شریف کے سال حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ہونے کے ناطے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کل پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ پورے ملک میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء برپا تھی جو پاکستان کی تاریخ میں پرامن جدوجہد کی آئینہ دار تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے کراچی میں تحریک کے بانکپن کو قائم رکھنے کے لئے شب و روز ایک کر دیئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی کی مساجد میں پہنچ جاتے اور نماز کے بعد ایمان پرور بیانات سے لوگوں کے جذبہ ختم نبوت کو خوب رنگ و روغن کرتے۔ یوں بیسیوں مساجد میں ہزارہا لوگوں کو تحریک کے لئے متحرک کرتے۔ بلامبالغہ ۲۹ مئی سے ۷ ستمبر تک لاکھوں لوگوں کو آپ حضرات نے تحریک ۱۹۷۴ء کے لئے سرگرم عمل کر دیا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ اکثر خود راقم کے سامنے بڑے مزے سے اس تحریک کی آپ بیتی کی داستان عشق و وفاء بیان کرتے تو خود بھی گلو گیر ہو جاتے اور سامعین کو بھی نمناک کر دیتے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسے فرائض کا تعلق رحمت عالم ﷺ کے اعمال مبارک سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق خود ذات اقدس ﷺ سے ہے۔ اعمال کی بجا آوری اعضاء سے تعلق رکھتی ہے۔ جس طرح اعضاء پر جان مقدم

ہے۔ تمام فرائض پر آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا مسئلہ مقدم ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تعلق آپ ﷺ کے ذاتی کمال سے ہے اور پھر قادیانیت کا وجود ہی آنحضرت ﷺ کی اہانت پر مبنی ہے۔ (معاذ اللہ) اس کا منطقی تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا بڑا عاشق رسول ہوگا، اسے اتنا زیادہ قادیانیت سے نفرت اور ختم نبوت سے والہانہ عشق ہوگا۔ یہی حال میرے ممدوح حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ کا تھا۔ آپ فدائے ختم نبوت تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی سے ٹرین کے ذریعہ جو وفد ۲۶ اپریل کی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس راولپنڈی میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ اس وفد کے امیر تھے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا مفتی احمد الرحمنؒ،

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۰۷

مولانا مفتی نظام الدینؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کے بعد قدرت حق نے آپ کو کراچی میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا معتمد بنا دیا۔ آپ نے ختم نبوت کانفرنس شاہی مسجد لاہور، ختم نبوت کانفرنس چناب نگر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ خانقاہ سراجیہ میں بارہا شرکت فرمائی۔ مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ کے بعد آپ کراچی مجلس کے سرپرست چنے گئے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے خدام آپ کی مثالی محبتوں کا محور و مرکز ہوتے تھے۔ بارہا اپنے ادارہ معہد الخلیل بہادر آباد میں ختم نبوت کے عنوان پر کورس کراتے۔ طلباء و طالبات میں بیان ہوتے۔ آپ کی محبتوں کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بیان کے پورے دورانیہ کے دوران شریک محفل رہتے۔ اپنے اساتذہ، طلباء، فرزندان گرامی و عزیز واقارب، متوسلین و محبین شاگردوں اور نمازیوں کو فرداً فرداً ذاتی طور پر ان پروگراموں میں شرکت کا پابند کرتے۔

سہ ماہی پروگرام جو ایک شادی ہال میں منعقد ہوتا اس کی آپ ہمیشہ صدارت فرماتے۔ آپ نے معہد الخلیل بہادر آباد کراچی کو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے نام سے معنون کیا۔ آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تصانیف کو اہتمام کے ساتھ اپنے ادارہ سے شائع کر کے عام کیا۔ آپ نے بیک وقت تدریس، تبلیغ، بیعت وارشاد، محافل ذکر و بیان، دینی اداروں کے قیام و سرپرستی، نشر و اشاعت، چھوٹوں کی سرپرستی غرضیکہ نا معلوم کتنے خیر کے کام تھے جو آپ نے جاری کر رکھے تھے۔ ہر سال حج پر جانا آپ کی زندگی کا گویا معمول قرار دیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر حج سے کچھ ہفتے پہلے منعقد ہوئی۔ آپ کانفرنس میں آغاز سے قبل تشریف لائے، اختتام پر تشریف لے گئے۔ آپ نے بیان بھی فرمایا، ایک اجلاس کی صدارت کو بھی عزت بخشی، کانفرنس پر چھائے نظر آتے تھے۔ آپ کی ایک ایک ادا سے عشق رسالت مآب ﷺ ٹپکتا تھا۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے بیسیوں حفظ و کتب

کے وفاقی طلباء کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے سندت دیں۔ اس دوران آپ کی طبیعت پر بے نفسی و محبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری سے فرمایا کہ آپ مدرسہ ختم نبوت کے طلباء میں میرا نام بھی شامل کریں۔ رجسٹر داخلہ میں میرا نام ضرور درج کریں۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری پر رقت طاری ہو گئی کہ حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس وقت تو آپ کو شیخ الكل اور رأس المال کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن آپ کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے مدرسہ کے صدر المدرسين مولانا غلام رسول دین پوری کو بلا کر تعمیل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۰۸

ارشاد کے لئے فرمایا۔ غرض مولانا یحییٰ مدنیؒ خویوں اور خیر کا منبع و چشمہ تھے۔ آپ سے حق تعالیٰ نے بہت ہی کام لیا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک سنہری باب مکمل ہو گیا۔

(۹۳۶)

یعیسوب رحمانیؒ (مونگیر)، جناب حکیم محمد

۱..... "صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی"

حضرت حکیم محمد یعیسوب صاحبؒ خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے متوسلین میں سے تھے۔ "صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی" آپ کی تالیف کردہ رسالہ ہے۔ آپ نے اس کا تعارف یوں لکھا۔ "اللہ دتہ صاحب قادیانی کے مایہ ناز رسالہ "خاتمہ مسیح آسمانی" کا برہانی جواب ان کے بہتر (۷۲) مطالبات کا انہیں پر انقلاب (پھیر دینا) قابل دید ہے۔ پھر حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن وحدیث سے اور مرزا کا اپنے قسمیہ اقرار سے جھوٹا ہونا اس پر مزید ہے۔" ۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء کو بانکی پور پٹنہ سے شائع ہوا۔

۲..... "عبدالماجد قادیانی کی کھلی چٹھی کا مفصل جواب"

انڈیا میں پورینی کے مقام پر عبدالماجد قادیانی رہتے تھے۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ وہاں (پورینی) تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پورے علاقہ میں دھوم دھام سے ہر دو بزرگان کے بیانات ہوئے۔

عبدالماجد قادیانی کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ اپنی خفت مٹانے کے لئے اس نے کھلی چٹھی شائع کی۔ موقعہ پر اجمالی جواب حضرت چاند پوریؒ نے دے کر قادیانی عبدالماجد کی بولورام کر دی۔ بعد میں اس رسالہ کی شکل میں حکیم محمد یعسوبؒ نے تفصیلی جواب دیا ہے۔ یہ ۱۶ مئی ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا تھا۔ خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔

۳..... "مرزائیت کے متعلق جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کے سات سوالات کے جوابات"

حضرت مولانا حکیم محمد یعسوبؒ نے جوابات تحریر کئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ امام اہل سنت ایسے اکابر نے اس کی تائید و توثیق فرمائی۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شامل ہیں۔

۴..... "حقیقت مرزا"

مرزا محمد یعسوب رحمانیؒ نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی حقیقت ناواقف

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۰۹

مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی کو محض صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ نعوذ باللہ ان کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔ آخر میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی، نحوی، عروضی غلطیاں بھی دکھلائی گئی ہیں۔ ایک صدی قبل کا یہ رسالہ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع ہوا ہے۔ فالحمدلہ!

(۹۳۷)

یعقوب پٹیالویؒ، جناب شیخ محمد

یہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ انگریزی عہد میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے ایک عزیز پولیس میں ملازم تھے جن کا نام جناب منشی محمد سعید خانؒ رئیس سامانہ ضلع پٹیالہ تھا۔ ایک بار منشی محمد سعید خان صاحبؒ سامانہ سے پٹیالہ آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی سامانہ کی قادیانی جماعت کے ممتاز رکن شیخ ظفر حسن بھی ہم سفر تھے۔ ان کی قادیانیت پر گفتگو شروع ہو گئی تو بالآخر یہاں ختم ہوئی۔ قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ان کی پیش گوئیاں ہیں۔ خان سعید خانؒ نے کہا کہ مرزا قادیانی کی تو تمام متحدیانہ پیش گوئیاں کذب محض ثابت ہوئیں جیسے محمدی بیگم والی اس پر قادیانی نے کہا کہ اس پر آپ اپنے اعتراضات لکھ کر مجھے بھجوادیں۔ میں آپ کو جواب دوں گا۔ چنانچہ محمد سعید خان صاحبؒ نے پہلی فرصت میں سوالات لکھ کر بھیج دیئے۔ لیکن اس کی طرف سے جواب کیا آنا تھا جواب سے ہی جواب ہو گیا۔

محمد سعید خانؒ کے کہنے پر کہ تمام تر تفصیلات محمدی بیگم کی پیش گوئی کی آپ قلمبند کریں۔ جناب مولانا محمد یعقوب پٹیالویؒ نے قلم اٹھایا اور یہ کتاب ”تحقیق لاثانی“ لکھ دی۔ اس کتاب کے اختتام پر مصنف نے کس الحاح و زاری سے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

دربار خداوندی میں بصدق دل التجاء

یا الہا! اے بے سہاروں کے سہارے! اے بر قوی وضعیف کی آواز سننے والے ہم سب مسلمانوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمادے۔ ہم سب کو اسلام کی سچی محبت عطا کر۔ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق بخش تاکہ تیری رحمت سے ہم سب اسلام کی برکات سے بہرہ ور ہو کر ”انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“ کے تمغے سے سرفراز ہوں، ہمارے بھولے بھٹکے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۱۰

بھائی اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں۔ اور کجروی چھوڑ کر راہ راست اختیار کریں اور پھر ہم سے آملیں۔

۱..... ”عشرہ کاملہ“

عشرہ کاملہ دراصل تحقیق لاثانی کا ہی حصہ دوم ہے۔ جسے الگ نام ”عشرہ کاملہ“ سے شائع کیا گیا۔ دونوں کتابیں اپنے اندر یہ شان امتیازی رکھتی ہیں کہ ان پر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی تقریظ ہے۔ یہ اولاً ۱۳۳۶ھ میں شائع ہوئی۔ بعد میں ریحانۃ الہند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ان کو شائع کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ان دونوں کتابوں کا سو، سو نسخہ انڈیا سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے پاکستان میں تقسیم کر کے لئے مرکز ملتان میں بھجوا دیا۔ اس لحاظ سے یہ دونوں کتابیں ہمارے لئے ”تبرکات اکابر“ کا درجہ رکھتی ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کے ہاں سے جن کتابوں نے شرف قبولیت کا اعزاز حاصل کیا ہو وہ ہمارے لئے کس درجہ تسکین قلب کا باعث ہو سکتی ہیں؟ امید ہے کہ قارئین سے جو عرض کرنا چاہئے تھا وہ عرض کر دیا ہے۔ ہاں البتہ کتاب عشرہ کاملہ کی یہ خوبی بھی ہے کہ اس کے دس فصل قائم کئے ہیں۔ ہر فصل میں دس دلائل ہیں۔ یوں مرزا قادیانی کے کذب پر اس کتاب میں سو دلائل جمع کر کے مرزا قادیانی کو سو فیصد کذاب و دجال، مکار و عیار، مردود و مرتد ثابت کیا گیا ہے۔ قادیانیوں نے تبلیغات کے نام سے عشرہ کاملہ کا جواب شائع کیا۔ بارقہ نصیریہ کے نام پر اس کا جواب الجواب علامہ نصیریؒ نے شائع کیا وہ بھی اس جلد میں اس کتاب کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

۲..... ”تحقیق لاثانی“

یہ کتاب ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کے نکاح آسمانی (محمدی بیگم) کے واقعہ کی تفصیلات کو ایسے انداز میں مرتب کر دیا ہے کہ اس کی کوئی جزئی چھوٹنے نہیں پائی۔ مرزا کے الہام، اقرار اور خود اس کے قائم کردہ معیاروں کی رو سے مرزا قادیانی کے کذب اور اس کے عقائد کو شریعت اسلامیہ کے مخالف ثابت کیا ہے۔

ان کتابوں کے مصنف جناب محمد یعقوب پٹیالوی کی سعادت ملاحظہ ہو کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے تقریظ لکھی۔ تقاریظ پر نظر فرمائیے:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۱۱

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد ! ناچیز خلیل احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نزیل مدینہ طیبہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جس زمانہ میں عشرہ کاملہ تصنیف فرمائی تھی اور میں نے اسے پڑھا تھا۔ اس کتاب کے طرز استدلال متانت مضامین اور تہذیب آمیز الفاظ سے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ رسالہ ناممکن الجواب ہے۔ فرقہ مرزائیہ قیامت تک بھی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ اس کے جواب سے عاجز رہا اور کوئی جواب اس کا ان سے نہیں بن پڑا اور وہ اپنے نبی کو کسی طرح سچا ثابت نہ کر سکے۔ اس کے بعد ہی ممدوح نے ایک دوسرا رسالہ لکھا اور اس کا مسودہ بھی میرے پاس وہیں بھیج دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بھی ماشاء اللہ ! رسالہ عشرہ کاملہ کی طرح لاجواب ہے۔ جس میں بانی فرقہ مرزائیہ کی ایک عظیم الشان پیش گوئی یا ایک اہم نشان پر بحث کی گئی ہے۔ جسے خود مرزا قادیانی نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ جس متانت، سنجیدگی اور تہذیب سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ وہ منشی صاحب موصوف کا ہی حصہ ہے۔ اس بحث میں منشی صاحب سلمہ کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ دستگاہ عطا فرمائی ہے کہ جس سے علماء بھی قاصر ہیں۔ یقیناً یہ رسالہ بھی مخالف ہر دو فریق کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ مصنف کی عمر و علم اور اس کے دین و دنیا میں برکت عطاء فرمائیں۔ اور ان کی تصنیفات کو شرف قبولیت بخشیں۔ اور نیز مقبول خلائق فرمائیں۔

آمین . و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین !

(حضرت) خلیل احمد عفی عنہ سہارنپوری نزیل مدینہ طیبہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری

پیشکش: قادیانی مذہب کے رد میں میں نے اپنی کتاب عشرہ کاملہ کو بحضور سیدی و مولائی عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رأس المناظرین، مخزن علم و حکمت، واقف اسرار شریعت، مقبول بارگاہ لم یزل، پروانہ شمع محمدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور - اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنة مثواہ پیش کیا تھا۔ حضور کی دعا اور نگاہ کرم سے کتاب مذکور ایسی مقبول عام ہوئی کہ اب مکرر بہ تعداد کثیر طبع کرائی گئی ہے۔ یہ رسالہ بھی مکمل ہونے پر حضور ممدوح کی ہی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ جسے حضور نے بعد ملاحظہ بیکہد پسند فرمایا جلد طبع کرانے کی ہدایت فرمائی اور تقریظ مدینہ منورہ سے تحریر فرما کر ارسال فرمائی۔ مجھے اپنی کم نصیبی پر افسوس ہے کہ یہ تعمیل ارشاد عالی میں اسے جلد طبع کرا کر مدینہ طیبہ میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۱۲

پیش نہ کر سکا۔ اور ادھر حضرت ممدوح شرح ابو داؤد کے مہتمم بالشان کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دیرینہ تمنا کے مطابق بتاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ بروز چہار شنبہ عصر اور مغرب کے درمیان داعی اجل کو لبیک کہہ کر رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

حضور کے منتسبین اور وابستگان دامن اگرچہ ظاہری دیدار فیض آثار سے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن حضور کے روحانی فیوض و برکات بدستور جاری ہیں۔ اور حضور کے اخلاق کریمہ شفقت و رؤفت پر لطف صحبتیں مہر و کرم کی نگاہیں اور پیارے پیارے کلمات طیبات عقیدت مندوں کے دلوں سے فراموش ہو جانے والے امور نہیں ہیں۔ بے شک اب آپ گنبد خضرا کے زیر سایہ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ لیکن نیاز کیشوں کے قلوب میں آپ کی یاد تازہ ہے۔ اور انشاء اللہ تا حیات اسی طرح رہے گی۔ اس لئے نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ میں ان اوراق پریشان کو بھی حضور کی ہی ذات ستودہ صفات سے منسوب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

الہی! اگر میری اس ناچیز دینی خدمت پر کوئی اجر نیک مترتب ہونا ہے تو اس کا ثواب حضرت ممدوح کے نامہ اعمال میں درج فرما اور اس عاجز کو اپنے فضل و کرم سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین! خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تقریظ

تحقیق لاٹانی متعلق نکاح آسمانی مرزا قادیانی

نکاح آسمانی کی پیش گوئی نے مرزائی جماعت کو اتنا زچ اور بے دست و پا کیا ہے کہ مناظروں میں اس کا نام تک آجانا مرزائیوں کے لئے سوبان روح ہو جاتا ہے۔ اس پیش گوئی کے خوب بخیرے

ادھیڑے جاچکے ہیں۔ مگر مرزائی حضرات حق مریدی ادا کرنے کے لئے اس پیش گوئی کی رکیک تاویلات اور فضول توجیہات بیان کر کے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہو رہے ہیں۔ کبھی انبیاء علیہم السلام کو غلطیوں کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ کبھی آنحضرت ﷺ کو خاطی قرار دیتے ہیں۔ (خاک بدہن) اس رسالہ میں الہام نکاح کی حقیقت کو واضح کر کے اسکا انجام اور مرزا قادیانی کا اپنے دعوؤں میں کاذب ہونا بخوبی ثابت کیا گیا ہے اور ان تمام تاویلات، دلائل اور جوابات کی تردید کی گئی ہے۔ جو مرزائیوں نے تا حال اس بارے میں پیش کئے ہیں۔

ضخامت اس رسالہ کی بھی عشرہ کاملہ کے قریب قریب ہو گئی ہے۔ یہ جلد بھی ۱۳۴۶ھ میں طبع ہوئی تھی۔

(شیخ الحدیث محمد زکریا، مالک کتب خانہ یحوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

ایک ہزار روپیہ انعام

مرزائی صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جس غرض اور درد دل سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اس کی کیفیت تمہید کتاب ہذا سے واضح ہو گی۔ اللہ جانتا ہے کہ ہمیں نہ مرزا غلام احمد قادیانی سے کوئی ذاتی بغض و عناد ہے اور نہ ان کے مریدوں سے ایسی کوئی مخاصمت، محض فرزندان اسلام میں باہمی تفرقہ اندازی و نفاق، عقائد و اصول میں اختلاف اور عبادات و معاملات میں بیگانگی کو دیکھ کر امر حق کے اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تا کہ سعید طبیعتیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور مسیحیت و مہدویت کی اس بھول بھلیاں سے نکل کر قرآن و حدیث کو مشعل راہ بنا کر پھر صراط مستقیم اختیار کریں۔ ”ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“

مجھے پورا پورا یقین ہے کہ جس مومن کے دل میں اسلام کی سچی عزت ہے اور حالات حاضرہ سے متاثر ہو کر وہ اسلام کی بہبودی کے لئے فکر مند ہے وہ کبھی اپنے پیارے مذہب میں ان نئی نئی باتوں کی مداخلت ہرگز ہرگز نہ کرے گا اور ارشاد نبوی ﷺ ”اتبعوا سواد الا عظم“ سے روگرداں ہو کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہرگز علیحدہ نہ بنائے گا۔ بقول یہ کہ:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

لیکن ان لوگوں کے لئے جو محض دور از کار تاویلات اور فلسفیانہ توجیہات سے کام لینے کے عادی اور مثل مشہور ملاں آن باشد کہ چپ نباشد کے مصداق ہیں۔

یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب شرافت و تہذیب متانت و سنجیدگی اور سب سے پہلے تقویٰ اور خشیت اللہ کو ملحوظ فرما کر اور اپنے مشرب کی کتابوں کے طرز تحریر کا بھی خیال رکھ کر اس رسالہ کے دلائل کا جواب لکھیں گے اور منصفوں کے ذریعہ جن کو فریقین مقرر کریں اپنی تحریر کی صداقت ثابت کر دینگے وہ اس کتاب کی جملہ دس (۱۰) فصلوں پر یکصد روپیہ فی فصل کے حساب سے ایک ہزار روپیہ انعام لینے کے مستحق ہونگے۔ خواہ کوئی ایک صاحب جواب لکھیں یا ایک جماعت مل جل کر ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ان کی اس کوشش سے بمقتضائے ہم خرما و ہم ثواب جہاں ان کے مذہب کی پوزیشن صاف ہوگی۔ وہاں ایک معقول رقم بھی مفت ہاتھ آئے گی۔ مزید برآں یہ کہ اس کے جواب کے لئے جناب مرزا قادیانی کے رسالہ اعجاز المسیح اور قصیدہ اعجازیہ کی طرح ۷۰ یوم یا بیس (۲۰) یوم کی کوئی میعاد نہیں ہم اپنی زندگی تک اس کی ذمہ داری لیتے ہیں اور امید کامل

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۱۴ ہے کہ ہمارے بعد کوئی اور بندہ خدا اس کا کفیل ہو جائے گا۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ڈیڑھ سال سے کتاب عشرہ کاملہ معہ اسی اعلان کے شائع ہو چکی ہے کسی مرزائی نے جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔ اب یہ کتاب دوسری بار طبع ہوئی ہے۔ لہذا ہم پھر اسی اعلان کی تجدید کرتے ہیں۔ مجیب صاحب کو لازم ہوگا کہ کتاب کا جواب طبع کرا کر اس کی ایک کاپی ہمیں بھی مرحمت فرمائیں اور پھر منصفان فیصلہ کے لئے شرائط طے کریں۔

(خاکسار محمد یعقوب نائب تحصیلدار بندوبست ہز ہائس گورنمنٹ پٹیالہ پنجاب)

انتساب

میں اس ناچیز تالیف کو کمال ادب و عقیدت کے ساتھ بحضور عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رئیس المناظرین، مخزن علم و حکمت، واقف اسرار شریعت، حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم وزاد مجدہم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہرے عزو شرف

ریت کے برے حقیقت ڈرے، آفتاب عالمتاب کی ضیا باری سے کیسے چمک اٹھتے ہیں! یقین کامل ہے کہ میری یہ دینی خدمت بھی آنمخدوم کی ذات گرامی سے معنوں ہو کر عوام کے لئے مفید اور میرے لئے فلاح دارین کا باعث ہوگی۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

دیباچہ طبع ثانی

مؤلف عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ ”عشرہ کاملہ“ ستمبر ۱۹۲۴ء میں مقام لاہور طبع ہوا تھا۔ اس کے پٹیالہ پہنچتے ہی سب سے پہلے تین جلدیں مرزائی دوستوں کی نذر کی گئیں۔ ایک کرم فرما مرزائی نے ایک جلد خاص طور پر لے کر فوراً ہی قادیان پہنچائی کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ مگر قادیان سے عرصہ دراز تک صدائے برنخواست کا معاملہ رہا۔ ادھر اس کتاب کو دیکھ کر میرے سنوری ہم وطن مرزائی ایسے چراغ پا ہوئے کہ عیاذاً باللہ سنور اور پٹیالہ کے بازاروں میں عشرہ کاملہ اور اس کے مؤلف کے خلاف جوش ظاہر کیا گیا۔ اس کے دلائل کو خلاف واقعہ بیان کیا گیا۔ بعض حوالے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۱۵

غلط بتلائے گئے اور اس کے جواب لکھے جانے کی دھمکیاں میرے نام آنے لگیں۔ چنانچہ:

۱..... ایک سنوری مرزائی مولوی صاحب نے جو ان دنوں بسی ہائی سکول میں مدرس تھے۔

مجھے خط لکھا کہ عنقریب میں اس کا جواب شائع کروں گا۔

۲..... دوسرے صاحب نے میرے ایک معزز دوست تحصیلدار صاحب سے ذکر کیا کہ بس

چند روز میں جواب آنے والا ہے ایک پنجابی مولوی صاحب جواب لکھ رہے ہیں۔

۳..... ایک تیسرے صاحب نے جو تھانہ دار ہیں میرے مکرم دوست افسر مال صاحب سے

بیان کیا کہ جماعت احمدیہ سامانہ نے مؤلف عشرہ کاملہ کو نوٹس دیا تھا کہ انعامی رقم کا انتظام کرو

ہم جواب دیں گے۔ مگر نوٹس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ (شاید ڈاکخانہ کی غلطی سے وہ نوٹس

دوسری دنیا میں مرزا قادیانی کے پاس پہنچ گیا ہو) مؤلف۔

۴..... ایک مرزائی پٹواری صاحب نے مکرمی منشی صاحب وکیل سنام کے پاس ظاہر کیا کہ عشرہ

کاملہ کا جواب قادیان میں چھپ رہا ہے اور اس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا گیا ہے۔

۵..... دسمبر ۱۹۲۴ء کے جلسہ قادیان سے واپس آکر پٹیالہ میں ایک مرزائی وکیل صاحب نے

بیان کیا کہ دوران جلسہ میں عشرہ کاملہ کے جواب کا معاملہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس میں

تجویز پاس ہوئی کہ جواب ضرور لکھا جانا چاہئے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے جواب لکھنے کا

ذمہ لے لیا ہے جو عنقریب طبع ہوگا۔

۶..... جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۲۵ء کے بعد بھی سنوری مرزائیوں نے پٹیالہ اور سنور میں

مشہور کیا کہ جواب تیار ہو گیا جو چھپ رہا ہے۔

یہ واقعات تو وہ ہیں جو مجھے معلوم ہو گئے ورنہ خبر نہیں کہ کہاں کہاں اور کیا کیا چہ میگوئیاں ہوئی ہوں گی؟۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشرہ کاملہ کی گولہ باری سے ایک دفعہ تو مرزائی کیمپ میں ایسی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی پھیل گئی۔ کہ یہ لوگ بدحواسی میں کچھ کا کچھ کہنے لگے اور کہتے رہے۔ مگر بیچارے بے بس تھے۔ میں نے عشرہ کاملہ میں اپنی طرف سے کوئی نمک مرچ نہیں لگایا تھا۔ بلکہ مرزائی صاحبان کی ضیافت طبع کا سامان خود انہی کے نعمت خانہ سے بعض اشیاء چن کر ایک قرینہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس لئے عشرہ کاملہ کی تردید خود مرزائی کتابوں کی تردید تھی۔ پس جواب دیتے تو کیا دیتے اور دینگے تو کیا دینگے؟

دوسری طرف مرزائیوں نے ارباب اشاعت مذہب قادیان یعنی قادیانی اخباروں کے ایڈیٹروں سے مطالبہ کیا یا موخر الذکر اصحاب کو خود محسوس ہوا تو انہوں نے عشرہ کاملہ کے منہ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۱۶

آنے کی کچھ ناکام سی کوشش کی۔ چنانچہ:

۷..... ایڈیٹر الفضل نے ۵ فروری ۱۹۲۵ء کے اخبار میں ایک مضمون بعنوان ”عشرہ کاملہ کے

پٹیالوی مصنف کا کھلا کھلا کذب اور افتراء“ شائع کیا اور خوب جی کھول کر مجھے صلواتیں سنائیں۔ لیکن قادیانی سنت مستمرہ کے مطابق وہاں سے اور امید ہی کس چیز کی ہو سکتی تھی؟ اس اخبار کا کوئی پرچہ میرے نام نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ یہ مضمون لکھ کر جماعت مرزائیہ کو ہی تسلی دلانا مقصود تھا۔ ورنہ ضروری اور لازمی تھا کہ یہ مضمون میرے نام بھیجا جاتا۔ جس میں مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔ کسی مرزائی کے پاس کئی ماہ بعد یہ پرچہ میرے ایک مسلمان بھائی نے دیکھا اور مجھے لا کر دیا۔ میں نے مضمون پڑھ کر کہا۔

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زید دہان قادیانی را

اس مضمون کا حرف بحرف درج کرنا فضول سمجھ کر اس کا خلاصہ اور اس پر مختصرًا ریمارک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

• الف..... شروع میں ایڈیٹر صاحب نے ان چند تعظیمی الفاظ پر پھبتی اڑائی ہے۔ جو میں نے

سیدی و مولائی حضرت مولانا صاحب سہارنپوری مدظلہم العالی کے اسم گرامی کے ساتھ لوح کتاب پر درج کئے ہیں اور اسی سے اپنے سخرہ پن، رندانہ طبیعت اور اہل اللہ سے عداوت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ یہ سب اوصاف مرزائیوں کو مرزا قادیانی سے ورثہ میں ملے ہیں۔ لیکن شاید اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر نہیں آیا جہاں مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ مرسل یزدانی، مامور آسمانی، مہدی صاحب قرآنی، مسیح ثانی اور خبر نہیں کیا کچھ آئی، بانی، تانی، جانی وغیرہ کی گردانیں مختلف

کتابوں کے ٹائٹلوں پر درج کی گئی ہیں اور غالباً مرزا قادیانی کے یہ شعر ایڈیٹر صاحب کو یاد نہیں رہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے

آنچه دادست بر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

کم نیم زان ہمہ بروے یقیں بر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸)

اور کیا مرزا قادیانی کے یہ دعوے ان کی نظر سے نہیں گزرے کہ: ”میں آدم ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، اسحاق ہوں، یعقوب ہوں، اسماعیل ہوں، داؤد ہوں، یوسف ہوں، عیسیٰ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۱۷

ہوں، محمد ہوں۔“ (تمہ حقیقت الوحی ص: ۸۴، ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص: ۵۲۱) اور تمام انبیاء سے افضل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

کیوں جناب ایڈیٹر صاحب کیا اسی خودستائی اور انانیت میں کچھ بھی معقولیت ہے؟ اور خصوصاً حضرت پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اتباع کامل کے مدعی کی زبان سے یہ الفاظ قرین ثواب معلوم ہوتے ہیں؟ اور اس حرکت سے بمقتضائے ۔

ثنائے خود بخود گفتن نزید مرد دانا را

کیا آپ کے پیر جی ایک بھلے آدمی بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور پھر ہر ایک امر کی شہادت واقعات سے ملا کرتی ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی کو باوجود الہام کہ ”ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔“ (تذکرہ ص: ۵۹۱) عرب کی مقدس زمین پر قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا اور میرے مخدوم حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی جو درحقیقت شمع نبی کے پروانے ہیں۔ باوجود پہلے کئی بار حج و زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بفضلہ تعالیٰ پچھلے سال پھر حج سے فارغ ہو کر اب تک مدینہ طیبہ میں مقیم اور آستان مقدس پر حاضر اور حدیث نبوی کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ذرا دل کی آنکھوں سے دیکھو کہ آپ کے مرزا قادیانی اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مدارج میں کیا فرق ہے؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

• ب اس سے آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا صاحب سہارنپوری جیسے

چالیس علماء تصدیق کر دینگے کہ عشرہ کاملہ کا مؤلف ہمارا نمائندہ ہے تو ہم چالیس دن کے اندر ہی عشرہ کاملہ کا جواب لکھ دیں گے۔ سبحان اللہ! اجی عشرہ کاملہ کی تصدیق تو بجائے چالیس کے چار سو علماء کرام کر دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں ہاں اگر جواب کے لئے یہی شرط لازمی ہے تو آپ

بھی اپنے فرقہ کے چالیس سرکردہ علماء کی تحریر پیشگی پیش کریں اور جناب خلیفہ صاحب سے بھی اس کی تصدیق کرائیں کہ اگر مرزائی مجیب عشرہ کاملہ کی ہر ایک بات کی تردید میں کامیاب نہ ہوا تو مرزائی مذہب باطل تصور ہوگا اور ہم سب اس سے تائب ہو جائیں گے۔ دیکھیں آپ مرد میدان بنتے ہیں یا گھر میں چرخہ چلا لینا ہی کافی سمجھتے ہیں؟

• ج..... عشرہ کاملہ کو کذب و افتراء کا پلندہ ثابت کرنے کے لئے آپ نے صرف ایک ہی بات

کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ جو کوئی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوگا بہشتی ہو جائے گا۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۱۸

حالانکہ مرزا قادیانی کی کسی تقریر، کسی رسالہ، کسی ڈائری وغیرہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اس سے آگے آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے تو رسالہ الوصیت میں یوں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن کیا جائے گا۔ (جل جلالہ) کیوں جناب ایڈیٹر صاحب ناک کو سامنے سے پکڑا یا ہاتھ کو پیچھے لے جا کر پکڑا۔ آخر گرفت تو ناک پر ہی پڑی۔ کیا آپ کی یہ ژولیدہ تقریر:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کی مصداق نہیں؟ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے بہشتی ہوں گے یا بہشتی ہی اس میں دفن ہوں گے۔ دونوں فقروں میں فرق کیا ہوا۔ الفاظ وہی، نتیجہ وہی، آمدنی کا دسواں حصہ دینے کی شرط وہی، باقی رہا آمدنی کا حساب سو یہ آپ خود گریبان میں منہ ڈال لیں کہ مرزا قادیانی کی پہلی حالت کے مقابلہ میں جب کہ وہ ہزاروں روپیہ کے مقروض تھے اب ان کے خاندان کی مالی حالت کیا ہے؟ یہ کیمیا گری کا عقلی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس ثبوت کی بناء پر ایڈیٹر صاحب رقم طراز ہیں کہ عشرہ کاملہ توجہ دینے کے لائق نہیں اور ۷..... اس کا جواب دینا وقت ضائع کرنا ہے۔ ادھر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ عشرہ کاملہ کا جواب امت مرزائیہ قیامت تک بھی نہیں دے سکتی اور لومڑی کا منہ ہرگز انگور کے خوشہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں انہیں کھڑے کہہ کر اپنی جی خوش کر لے تو دوسری بات ہے۔

الفضل کی کارگزاری کے بعد اب الفاروق قادیان کی سنئے! ۸.....

ایک مسلمان دوست نے مجھے اخبار ”الفاروق“ کا پرچہ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۲۶ء لا کر دیا۔ جس میں ایک صاحب مولوی غلام احمد بدو ملہوی مولوی فاضل کا مضمون زیر عنوان ”سنوری ملاں کی

عشرہ کاملہ پر تبصرہ“ درج تھا۔ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی فاضل صاحب نے عشرہ کاملہ پر باقسط تبصرہ کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ دوسری قسط ہے جو اخبار مذکورہ میں طبع ہوئی ہے اور اس کا تعلق عشرہ کاملہ کی دوسری فصل سے ہے۔ مضمون کی معقولیت عشرہ کاملہ کی فصل دوم اور مولوی صاحب کا محولہ بالا مضمون دیکھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں سے دو باتوں کا میں ذکر کرتا ہوں۔

• (1)..... عشرہ کاملہ کی فصل دوم کا عنوان ہے۔ مرزا قادیانی کی ترقی کی دس منازل مولوی

صاحب کہتے ہیں کہ مؤلف عشرہ کاملہ نے مرزا قادیانی کی ملازمت عہدہ محرری پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملازمت

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۱۹

کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان حضرات کا ملازمت کرنا قابل اعتراض نہیں تو مرزا قادیانی پر کیوں اعتراض ہو سکتا ہے..... الخ! اب ناظرین عشرہ کاملہ کو بغور ملاحظہ کریں کہ اس کی فصل دوم میں نے مرزا قادیانی کی ملازمت پر کوئی اعتراض کیا ہے؟ میں نے صرف مرزا قادیانی کی مختلف اور مسلسل حالت کا اظہار کیا ہے۔ اعتراض نہیں کیا۔ پس اعتراض کی بناء پر مولوی صاحب نے جو خامہ فرسائی کی ہے محض بے معنی اور فضول ہے اور باقی باتوں کا جواب عشرہ کاملہ کی دوسری فصل پڑھنے ہی سے مل سکتا ہے۔

۰ (۲)..... مضمون کے اخیر پر مولوی صاحب کہتے ہیں مؤلف عشرہ کاملہ کو مرزا صاحب کی

تدریجی

ترقیوں پر اعتراض ہے۔ حالانکہ قرآن شریف بھی ایک ہی بار نازل نہیں ہوا بلکہ تدریجی طور پر نازل ہوا تھا۔

واہ مولانا! قلم توڑ دیئے کہاں مرزا قادیانی کی پریشان خیالیاں یعنی دعوائے مجدد، مہدی، مسیح، محدث، نبی، رسول، اور خدا اور خدا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔ کہاں قرآن کریم کا تدریجی نزول سچ ہے۔ اذالہ مستحی فاصنع ما شئت آپ نے تو مولوی فاضل کی ڈگری کو بھی دہبا لگایا۔ کہیں شرم سے بھی کام لینا چاہئے۔

باوجود یہ کہ مولوی غلام احمد مرزائی کا یہ تبصرہ مرزائیوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے ہی تھا اور میرے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں بھیجی گئی تھی۔ تاہم میں نے ملت مرزائیہ کی ایک مایہ ناز ہستی مقیم قادیان کی معرفت ایڈیٹر ”الفاروق“ کو لکھا کہ اس اخبار کا پہلا پرچہ جس میں یہ

تبصرہ شروع ہوا ہے اور بعد کے پرچہ جب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ میرے نام مفت یا قیمتاً بھیجتے رہیں۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا نہ پرچے بھیجے۔

۹..... میرے ایک دوست نے قادیان خط لکھا کہ عشرہ کاملہ کا جواب اگر چھپ چکا ہے تو

قیمت سے اطلاع دیں۔ جواب ملا کہ: ”عشرہ کاملہ کا جواب لکھا پڑا ہے مگر روپیہ کی کمی کے باعث ابھی چھپ نہیں سکا۔ اگر پٹیاں اور اس کے مضافات کی جماعتیں دو صد خریدار بھی دیدیں۔ تو ہم اسے چھپوا دیں گے۔ مگر اب تک کسی نے حوصلہ نہیں دلایا۔

(۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء)

اس تازہ بتازہ جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے حواری اپنے نبی صاحب کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۲۰

کیسے فدائی ہیں کہ ان کی صداقت ثابت کرنے اور ان پر لگے ہوئے الزامات کی تردید کے لئے تین چار سو روپیہ صرف کرنا بھی ان کے لئے مشکل ہے۔ نہ چندوں کی موسلا دھار بارش میں سے چند قطرے اس کے لئے مل سکتے ہیں۔ نہ مریداں عقیدہ کیش ہی متوجہ ہوتے ہیں۔ کیسا حوصلہ شکن جواب ہے۔ اس تفصیل سے میرا مدعا اپنی یا عشرہ کاملہ کی ستائش نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ امت مرزائیہ پر اس کتاب کا کیا اثر پڑا ہے اور باوجود جواب دینے کی ضرورت تسلیم کر لینے کے جواب دینے سے کیسی عاجز ہے۔

پہلی بار عشرہ کاملہ بارہ سو (۱۲۰۰) چھپی تھی جس میں سے چار سو کے قریب مفت تقسیم ہوئی۔ باقی تھوڑے عرصہ میں ہی ختم ہو گئی اور احباب نے دوبارہ طبع کرانے کا تقاضا شروع کیا۔ میں نے بھی چاہا کہ نظر ثانی کر کے اس کی دوبارہ طباعت کا انتظام کیا جاوے لیکن ملازمت کی مصروفیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ جلد نظر ثانی نہ ہوسکی اور قریباً سال بھر تک اسی غرض سے کتاب میرے بستہ میں رہی۔ جس کی اب تکمیل ہوئی ہے۔ نظر ثانی میں بعض مضامین مفید سمجھ کر ایزاد کئے گئے۔ بعض تبدیل کئے گئے اور بعض جگہ معمولی ترمیمیں ہوئی ہیں اور اب جناب مولوی نصیر الدین صاحب سہارنپوری کی ہمت سے کتاب طبع ہو کر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔

ناظرین کرام! کو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ماخذ عموماً مرزائی تصانیف ہی ہیں۔ جن کے حوالہ جات موقعہ بہ موقعہ درج کئے گئے ہیں۔ پہلی اشاعت میں بعض حوالہ جات کے ہندسوں کے متعلق برے احتیاطی ہو گئی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ مرزائی کتابیں کئی بار طبع ہوئی ہیں اور ان کے صفحے بدل گئے ہیں۔ اس لئے حوالہ کے ساتھ سال طبع یا نمبر اشاعت درج نہ ہونے کے باعث بعض دفعہ مقابلہ کرنے والوں کو دھوکا ہوا اور بعض جگہ کاپی نویس اور لیتھو چھاپہ کی مہربانی سے نمبر صفحہ ہی غلط ہو گیا اور چونکہ کتابت ہوتے ہی بہت جلد کتاب پریس میں دے دی گئی تھی اور اصل مسودہ

سے حوالہ جات کا مقابلہ کرنے کا مجھے موقعہ اور وقت نہیں ملا تھا۔ اس لئے کہیں کہیں ایسا نقص رہ گیا۔ اب دوبارہ اشاعت میں حوالہ جات کی درستی اور صحت کا خاص انتظام کر لیا گیا ہے اور مرزائی کتابوں کی ایک فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔ جس میں ان کا سن طبع وغیرہ درج ہے۔ بہر حال طبع اول کے ایسے نقائص کے متعلق میں اپنے مسلمان بھائیوں سے معافی چاہتا ہوں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول لیکن ان بعض مرزائی صاحبان کی خدمت میں جو بعض حوالہ جات کو غلط پا کر بغلیں بجاتے دیکھے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کی ہی ایک تحریر پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۲۱

”دانشمندوں کو خوب معلوم ہے کہ عربی اور فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے خالی نہیں ہوسکتی اور حیلہ جو کے لئے کوئی نہ کوئی لفظ گو سہو کاتب ہی سہی۔ حجت پیش کرنے کے لئے ایک سہارا ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پیر مار کر اور مثل مشہور ”مرتہ کیا نہ کرتا“ پر عمل کر کے شرم ناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چالبازی سے خوش کر لیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آ جائے گی۔ کہ اب غلطی تمہاری کتاب میں نکل آئی۔ اس لئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو (سہو کاتب ہے نہ کسی انسان کو چاہئے۔ مؤلف) بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو شخص عربی فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا۔ ممکن ہے کہ حسب مقولہ مشہورہ قلما سلم مکثار کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بیاعت خطا نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور بیاعت ذہول بشریت مؤلف کی اس پر نظر نہ پڑے۔“

(کرامات الصادقین ص ۵، خزائن ج ۷ ص ۴۷)

پس جب مرزائیوں کے پیغمبر کی الہامی اور اعجازی کتابوں میں نہ صرف معمولی سہو بلکہ صرفی اور نحوی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور وہ قابل اعتراض نہیں تو ایسے شخص کی تالیف میں جسے الہام یا نبوت کا دعویٰ نہیں۔ معمولی ہندسہ وغیرہ کی غلطی کیوں کر قابل مؤاخذہ ہو سکتی ہے۔

عام اسلامی اخبارات، زمیندار، وکیل، سیاست، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث الفقیہ، خالقیہ، رسالہ تائید الاسلام، رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور اور مرزائیوں کے گھر کے بھیدی کوکب ہند وغیرہ نے اس کتاب پر مفصل ریویو کئے ہیں اور سلطنت ابد مدت حیدرآباد کے محکمہ شرعیہ نے اس کی ایک

سو جلدیں خاص قیمت پر طلب فرمائی ہیں۔ اس سے کتاب کی مقبولیت و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اللہ کے فضل سے امید بلکہ یقین کامل ہے کہ ناظرین اس کتاب کو بہت مفید پائیں گے۔ جو مرزائیوں کے مقابلہ میں انشاء اللہ ایک کاری حربہ اور بے خطاء نشانہ کا کام دے گی۔

ومنہ التوفیق! راجی رحمۃ علام الغیوب خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی یکم شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

(۹۳۸)

یعقوب چنیوٹی، مولانا محمد

(وفات: ۲۱ دسمبر ۲۰۰۶ء)

مولانا محمد یعقوبؒ جناب محمد وارث دیمر کے گھر دسمبر ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں جناب قاری ارشاد احمد مہاجر مکیؒ کے ہاں حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم احیاء العلوم چنیوٹ، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حاصل کی۔

دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ دورہ حدیث شریف کی سند ۱۷ صفر ۱۳۷۳ھ کو جاری ہوئی جس پر حضرت مولانا رسول خانؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ اشرفیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفیؒ کے دستخط ہیں۔ ان اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ سے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹیؒ ہر دو بچپن کے ساتھی تھے۔ حفظ قرآن سے دورہ حدیث شریف تک ساتھ رہا۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ عمر میں بڑے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے چھوٹے بھائی اور ساتھی ہونے کے ناطے ان سے خوب تعلق کو نبھایا۔ فراغت کے بعد مدرسہ فیض العلوم پہلے محلہ کھاگائیاں پھر محلہ عثمان آباد میں قائم کیا۔ حضرت مولانا نذیر احمدؒ بانی مدرسہ اور حضرت مولانا یعقوبؒ مدرس قرار پائے۔ فیض العلوم مدرسہ

میں سینکڑوں ناظرہ اور بیسیوں حفظ کے طلباء نے آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا نذیر احمدؒ صاحب کی دعوتی مصروفیات زمیندارہ وغیرہ کے باعث عملاً صبح و شام مدرسہ میں تعلیم اور طلباء کی رہائش، داخلہ، تربیت کا تمام تر نظم حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے اپنے ذمہ لگائے اور نبھائے رکھا۔

جناب خان اسد اللہ خانؒ چنیوٹ کے باسی تھے اور مغل بادشاہ شاہجہاں کے وزیر تھے۔ خان اسد اللہ خانؒ نے چنیوٹ کی شاہی مسجد کی تعمیر و ترقی کے لئے جہاں سعی

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۲۳

مذکور نے وہاں اپنے پیر و مرشد (شاہ برہانؒ) کا مقبرہ تعمیر کرایا اور اس کے ساتھ شاہ برہان مسجد تعمیر کرائی۔ اس محلہ کو اسی نسبت سے محلہ شاہ برہان کہا جاتا ہے۔ اس محلہ میں چنیوٹ کی اہم دینی و سیاسی شخصیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کا بھی رہائشی مکان ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے ۱۴ اگست ۱۹۷۰ء کو فجر کی نماز سے امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور آخری صحت کے دور تک کمال درجہ حسن ذمہ داری کے ساتھ اس کو نبھایا۔ اس مسجد کی خطابت کے ساتھ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ برہانی کا لاحقہ استعمال کرنا شروع کیا۔ یوں اب وہ حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

چنیوٹ میں قیام پاکستان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران میں چوہدری محمد ظہورؒ، حاجی فیروز دینؒ، شیخ منظور احمدؒ اور دوسرے بہت سارے حضرات تھے۔ تب سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں دھوم دھام سے منعقد ہوتی تھی۔ غالباً ۱۹۷۷ء سے مولانا محمد یعقوب برہانیؒ بھی اس قافلہ میں شریک سفر ہو گئے۔ ۱۹۸۲ء میں چنیوٹ سے یہ کانفرنس چناب نگر میں منتقل ہوئی تو مولانا محمد یعقوبؒ بھی برابر اس کے نظم و نسق میں صفِ اول میں شامل رہے۔ کئی دفعہ مجلس چنیوٹ کے ناظم تبلیغ، ناظم اعلیٰ اور امیر کے عہدوں پر بھی کام کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ جوانی میں خوش شکل، خوش لباس و خوش خوراک تھے۔ کڑیل جوان، رعنا، وجیہہ چہرہ اور عربی رومال سر پر آپ کی شناخت تھی۔ خطابت میں حضرت مولانا محمد یعقوب برہانیؒ کے آئیڈیل حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ تھے۔ حضرت مولانا برہانیؒ عام خطاب اور خطبہ بہت تیاری کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور جس موضوع پر بولتے اس کا اپنے طور پر حق ادا کر دینے میں اپنی طرف سے کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ختم نبوت، عظمت صحابہؓ، مدح اہل بیتؑ، اتحاد بین المسلمین آپ کے پسندیدہ عنوانات تھے۔ چنیوٹ شہر میں دیگر شہروں کی طرح دھڑوں

کی سیاست ہے۔ مولانا برہانیؒ نے چنیوٹ کی سطح پر اپنی سیاسی محنت کے لئے جس دھڑے کا انتخاب کیا نہایت ہی استقلال و عزم کے ساتھ آخری وقت تک اسے نبھایا۔ حق دوستی ادا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس کے ساتھ جتنا تعلق ہوا اس میں زندگی بھر رنگ بھرتے رہے۔ حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹیؒ کے ساتھ طالب علمی کے

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۲۴

زمانہ سے دوستانہ ہوا۔ شہری سیاست، مذہبی خدمات، تعلیم و تعلم کے لئے ان کے ساتھ بھرپور مجاہدہ سے شریک سفر رہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم کے وصال کے وقت ان کے صاحبزادہ مولانا فیض نذیر زیر تعلیم تھے۔ جب یہ فارغ التحصیل ہو کر مدرسہ کے مہتمم بنے۔ آپ نے اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث جنوری ۲۰۰۱ء تک اس مدرسہ میں تدریس کے عمل کو جاری رکھا۔ جب دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مدرسہ کو اکیلے آسانی سے بطریق احسن چلانے کے قابل ہو گئے ہیں تو بہت ہی شریفانہ انداز میں ان سے رخصت پا کر ایسے واپس ہوئے کہ پھر اس کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا۔ اس خوبصورت طرز عمل کی بہت کم مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے شوگر کے زیر اثر آ گئے۔ وفات سے پانچ سال قبل اہلیہ کا وصال ہو گیا تو خیر سے عقد ثانی میں دیر نہ لگائی۔ شوگر نے بھی دھیرے دھیرے آپ کو گھیرے میں لینا شروع کیا۔ گزشتہ چند ماہ سے بہت علیل ہو گئے تو اپنے صاحبزادہ مولانا محمد افضل صاحب کو اپنی مسجد کے منبر پر بٹھا کر جمعہ وعیدین کا خطبہ ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت یہ صاحبزادہ صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف کر رہے ہیں۔ دوسرے بڑے صاحبزادہ محمد یوسف ایل ایل بی ہیں اور ایک مل میں ملازمت کر رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ نصیر احمد مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں جامعہ ملیہ چنیوٹ میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں اور تینوں شادی شدہ اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا محمد یعقوب برہان نے چنیوٹ کے محلہ غفور آباد میں دو کنال اراضی خرید کر اس میں مدرسہ اویسیہ ختم نبوت قائم کیا۔ اس وقت اس میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ آپ کا حضرت

مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ جمعرات شام کو انتقال ہوا۔ جمعہ کے دن جنازہ ہوا۔ جنازہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد زاہد نے پڑھایا۔ جنازہ میں جم غفیر شامل تھا۔ علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ تبلیغی مرکز، محلہ درکھاناں میں جنازہ ہوا اور جھنگ روڈ قبرستان حافظ دیوان میں آخری گھر بنا۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین !

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۲۵

(۹۳۹)

یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ وفات: ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے فرزند ہیں۔ مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی پڑھا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی۔ آپ کے والد مولانا مملوک علی مدرسہ عالیہ دہلی میں صدر مدرس تھے۔ والد صاحب، مولانا محمد یعقوبؒ کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔ والد گرامی سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور مولانا شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اجمیر شریف میں بھی پڑھاتے رہے۔ محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بناء قائم ہوئی۔ اسی سال کے آخر میں مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ بھی پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے اور پھر وفات کے سال تک یہاں پڑھاتے رہے۔ اٹھارہ سال کے عرصہ میں جتنے حضرات فارغ ہوئے آپ سب کے استاذ ہیں۔ جن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا احمد حسن امروہیؒ، مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ، حضرت تھانویؒ ایسے حضرات بھی شامل تھے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہم عصر تھے۔ چھ سات ماہ کا عمر میں تفاوت ہے۔ مولانا محمد قاسمؒ آپ سے بڑے تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتویؒ کی سوانح لکھی ہے۔ جس کا نام ”سوانح قاسمی“ ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:

”فقیر اور مولوی صاحب (مولانا محمد قاسمؒ) کے علاوہ قرب نسب کے بہت سے روابط اتحاد تھے۔ ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن، ایک نسب۔ ہم زلف ہوئے۔ ایک استاذ ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعض کتابیں مولانا سے بھی پڑھیں۔ ایک پیر کے مرید ہوئے۔ دو مرتبہ حج میں ہم سفر رہے اور ایک زمانہ دراز تک ساتھ رہے۔“ (سوانح قاسمی) دارالعلوم دیوبند کے پہلے مفتی بھی مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ تھے۔ مولانا رشید

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۲۶

احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرح مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک بار امامت صلوٰۃ کے لئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ کسی نے کہا، مولوی صاحب (مولانا یعقوبؒ) آگئے۔ حضرت گنگوہیؒ صف میں واپس آگئے۔ مولانا محمد یعقوبؒ مصلیٰ پر گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے دیکھا کہ مولانا کی پنڈلیاں غبار آلود ہیں تو آگے بڑھ کر اپنے کرتہ سے غبار صاف کیا۔ ادھر اگر احترام و محبت کا یہ عالم تھا تو ادھر بھی معاملہ کم نہ تھا۔ ایک بار حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ جب، حضرت گنگوہیؒ سے ملنے گئے تو شلوار میں بندھن کی بجائے پان کی رسی ڈال لی۔ ظاہر ہے وہ سخت ہوتی ہے۔ تکلیف ہوتی ہے۔ تو مولانا گنگوہیؒ بھانپ گئے۔ وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا جلدی تھی، بندھن نہ ملا تو پان ڈال لیا۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کھونٹی سے میرا بندھن لے لیں۔ مولانا یعقوب صاحبؒ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں تو ایک روپیہ بھی بندھا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا وہ بھی رکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے ایسے کیا۔ اس سے دونوں حضرات کی بے نفسی سمجھی جاسکتی ہے۔ مولانا یعقوب صاحبؒ خوش طبع بھی تھے۔ ہندوؤں کے سادھو، سر، ابرو، پلکوں اور داڑھی مونچھ کے سب بال اترواتے ہیں۔ آپ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ ”فارغ البال“ ہیں۔

صرف مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نہیں بلکہ آپ کے صاحبزادہ مولوی معین الدین صاحبؒ نے بھی خوب خوش طبعی سے حصہ پایا تھا۔ واقعہ مشہور ہے کہ : ”ایک دفعہ سردی میں بخار نے وبائی شکل اختیار کر لی۔ کسی عقیدت مند نے مولانا یعقوب صاحبؒ کے مزار مبارک سے مٹی لے جا کر مریض کو باندھی تو ٹھیک ہو گیا۔ اب رش لگ گیا۔ مٹی اٹھا، اٹھا کر لوگ لے جانے لگے تو قبر مبارک زمین برابر ہو گئی۔ صاحبزادہ صاحب نے مٹی نئی ڈلوادی وہ بھی لوگ اٹھا کر لے گئے۔ انہوں نے پھر ڈلوادی۔ لوگ پھر اٹھا کر لے گئے۔ یہ بہت پریشان ہوئے تو والد گرامی (مولانا محمد یعقوب

نانوتویؒ کی قبر مبارک پر آئے اور عرض کیا: ”آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔“ پس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی اب یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانی بند کر دی۔

ایک بار میرٹھ مطبع مجتبائی میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا محمد یعقوب

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۲۷

نانوتویؒ ٹھہرے ہوئے تھے۔ نیچے کی منزل میں مولانا محمد قاسمؒ اور بالا خانہ پر مولانا محمد یعقوبؒ کی رہائش تھی۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو لے کر مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس آئی کہ یہ بیمار ہے۔ میرا سارا کاروبار اس کے سر ہے۔ آپ تعویذ دیں کہ صحت یاب ہو۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے مولانا محمد یعقوبؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ بالا خانہ پر ہیں۔ ان سے تعویذ لے لو۔ وہ اوپر پہنچی اور مولانا یعقوبؒ سے پوری بات کر کے تعویذ چاہا۔ آپ نے تعویذ دے دیا۔ دعا کی، بہر حال اس سے جان چھڑائی۔ نیچے اترے تو پوچھا کہ اس کو کس نے اوپر بھیجا تھا؟ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ خاموش ہو گئے۔ مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا، بڑے متقی نکلے؟ اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے؟ خوب جلال دکھایا۔ ادھر خدا کے فضل سے اس بچی کو آرام ہو گیا۔ اس کی ماں مٹھائی لائی اور سیدھی بالا خانہ پر مولانا کے پاس گئی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ کی دعا سے میری چھوکری ٹھیک ہوئی۔ آپ شکرانہ کی یہ مٹھائی رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حرام کے مال کی ہے۔ اغنیاء تو قطعاً استعمال نہیں کر سکتے۔ غرباء کی مرضی ہے جس کا دل چاہے لے لے۔ آپ نے شریعت و طریقت دونوں کو جمع کر دیا۔

(قصص ارواح ثلاثہ ص ۳۳۰)

مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے آترے ہی علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کے دعاوی سے عدم واقفیت کے باعث مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ابھی فتویٰ کفر دینے میں توقف رکھتے ہیں۔ بعد میں حضرت گنگوہیؒ کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ ”مرزا کافر ہے۔“ چنانچہ اس کا ذکر مرزا نے بھی کیا ہے۔ ”مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی۔“

(نزول مسیح ص ۳۲، خزائن ج ۱۸ ص ۴۰۹)

دوسری جگہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ”ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ کی ایمانداری پر کھنکھنے کے لئے جنہوں نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص (قادیانی) کافر، دجال اور شیطان ہے۔“

(انوار الاسلام ص ۳۶، خزائن ج ۱۹ ص ۲۷)

حضرت گنگوہیؒ کے پاس جب ابتداء میں علماء لدھیانہ کا وفد گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ہم سب کے بڑے ہیں جو وہ فیصلہ کر دیں۔ ہمیں منظور

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۲۸

ہوگا۔ وفد مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے پاس آیا۔ آپ نے ان کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: "میں اس شخص (مرزا قادیانی) کو اپنی تحقیق میں لامذہب اور آزاد خیال جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین احمدیہ کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔"

(رئیس قادیان ج ۲ ص ۹ ، فتاویٰ قادریہ)

(۹۴۰)

یعقوب نورانی (فیصل آباد)، مولانا محمد

فیصل آباد میں بریلوی مکتب فکر کے مولانا محمد یعقوب نورانی تھے، جو بہت ہی مرنجاں مرنج معتدل عالم دین تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ ختم نبوت کے مبلغ اور مناد تھے۔

(۹۴۱)

یوسف سلیم چشتی (لاہور)، جناب پروفیسر

(ولادت: مئی ۱۸۹۶ء، بریلی وفات: ۱۱ فروری ۱۹۸۴ء، لاہور)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے والد گرامی کا نام محمد عیسیٰ خان تھا۔ پروفیسر سلیم چشتی ۲۲ مئی ۱۸۹۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھرپور تعلیم حاصل کی۔ اشاعت تعلیم کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۳ء تک یہاں خدمات سرانجام دیں۔ اردو، فارسی ادب کے نامور

محقق تھے۔ اقبالیات آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ علامہ اقبالؒ کی تمام کتب اردو، فارسی کی آپ نے شروحات لکھیں۔ ۱۹۳۴ء میں پیام حریت، ۱۹۴۹ء میں تعلیمات اقبال، ۱۹۴۹ء میں ہی محکومات عالم قرآنی اور ختم نبوت، ۱۹۵۹ء میں شرح دیوان غالب، ۱۹۷۶ء میں تاریخ تصوف ہندی، یونانی، اسلامی شرح رومیؒ وغیرہ ایسی کتابیں تحریر فرمائیں۔ سرکاری ملازمت کے دوران محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور کے بھی ڈائریکٹر رہے۔ لاہور ہی میں ۱۱ فروری ۱۹۸۴ء کو وفات پائی۔ میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

آپ کی رد قادیانیت پر دو کتابیں ہیں۔ ایک کا نام: "ختم نبوت" ہے۔ دوسری کا نام:

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۲۹

”ضرورت مجدد“ ہے۔ ان دونوں کتابوں کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپریل ۲۰۰۲ء میں احتساب قادیانیت کی جلد ۶ میں شائع کیا۔ پیش لفظ آپ کی کتاب ”ضرورت مجدد“ کے تعارف پر فقیر نے لکھا تھا جو یہ ہے :

شناخت مجدد

”شناخت مجدد“ اس عنوان پر عالی جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ کا مضمون ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے ماہنامہ ”حقیقت اسلام“ لاہور میں قسط وار شائع ہوا۔ اس کی آخری دو قسطیں تو میسر آگئیں مگر پہلی قسط نہ مل سکی۔ ۱۹۹۰ء میں کتاب ”قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت“ میں لکھا تھا کہ یہ مضمون مکمل مل جائے تو شائع کرنے کے قابل ہے۔ بارہ سال اس مضمون کے حصول کے لئے کئی لائبریریوں کو کھنگالا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۹۹۹ء گرمیوں میں محترم پروفیسر ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے توسط سے ”سردار جھنڈیر لائبریری تحصیل میلسی“ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں رد قادیانیت کی کتب دیکھتے دیکھتے اپنی جہالت پر ترس آیا کہ جسے صرف ماہنامہ رسالہ میں قسط وار مضمون سمجھ رہا تھا۔ وہ تو جون ۱۹۳۶ء میں ”شناخت مجدد“ کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کیا ملی خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ ”سردار جھنڈیر لائبریری“ کے مالکان کو جزائے خیر دیں۔ ان کی علم دوستی کہ انہوں نے کتاب فوٹو کرانے کے لئے مہیا فرمادی۔ قادیانی کتب کے حوالہ جات نئے لگا کر اسے جامع بنا دیا گیا ہے۔ آج سے پینسٹھ سال قبل شائع ہونے والی گرانقدر کتاب پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب لاہوری مرزائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ”دس اصول“ مقرر کر کے

ان پر مرزا قادیانی کو جانچا گیا ہے۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تو درکنار شرافت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

ضرورت مجدد کا پروفیسر صاحب نے خود دیباچہ لکھا جو یہ ہے:

دیباچہ کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ مضمون جواب کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میں نے پارساں مکرمی ماسٹر محمد احسان

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

صاحبؒ کی خاص فرمائش اور ان کے شدید اصرار پر لکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی ملازمت کی مصروفیات کی وجہ سے کوئی مضمون حسب دلخواہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن سخت کفران نعمت ہوگا اگر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے اس ناچیز خدمت کو شرف قبول عطا فرمایا۔ لوگوں نے اس مضمون کو میری توقع سے کہیں زیادہ پسند کیا۔ چنانچہ دفتر میں اب تک متعدد خطوط موصول ہوچکے ہیں۔ جن میں اظہار پسندیدگی کیا گیا ہے۔ چند قادیانی حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے ہم کٹر مرزائی تھے۔ لیکن اب انشراح صدر حاصل ہو گیا ہے اور دوبارہ مسلمان ہوچکے ہیں۔

اکثر دوستوں نے تاکید فرمائی کہ اس مضمون کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ اس کا حلقہ اشاعت وسیع ہوسکے۔ اگرچہ علامہ دوران حکیم الامت مفکر اسلام علامہ اقبالؒ کے مضمون ”اسلام اور احمدیت“ کے بعد اب کسی اور کتاب کی اشاعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن محض اس وجہ سے مجھے اس امر کی جسارت ہوئی کہ علامہ موصوف کا مضمون بہت فلسفیانہ اور عالمانہ اور تحقیق پر مبنی ہے۔ جس سے صرف علماء اور فضلاء ہی مستفید ہوسکتے ہیں اور یہ مضمون جو آپ کے سامنے ہے نہایت سلیس عبارت اور سادہ انداز میں لکھا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

میں نے اس مضمون میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ مجدد کی شناخت کا جو معیار پیش کیا ہے وہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد سے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب ان کی یا سلسلہ احمدیہ کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہے۔ اسلوب بیان اور لب و لہجہ کے متعلق خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ تہذیب اور متانت کے درجہ سے نہ گرنے پائے۔ میرا مقصود

اس تحریر سے کسی کی دل آزاری نہیں ہے بلکہ مسلمان کی خیر خواہی اور اصلاح حال۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے مضمون میں ایک جگہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ کیا اچھا ہو اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی جملہ تصانیف کا مطالعہ کر کے ان کی دعاوی پر نفسیاتی زاویہ نگاہ سے تنقید کرے اور اپنی اس تحقیق کو مسلمان کے فائدہ کے لئے کتاب کی شکل میں مرتب کر دے۔ انشاء اللہ اگر مجھے فرصت ہوئی تو میں آئندہ سال تک اس اچھوتے موضوع پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں گا تاکہ علامہ کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے اور مسلمانوں کی خدمت بھی۔

مکرمی ماسٹر محمد احسان صاحبؒ کے دل میں خدمت اسلام والمسلمین کا جو زبردست جذبہ موجود ہے اس کو دیکھ کر مجھے توقع ہوتی ہے کہ انشاء اللہ مستقبل قریب میں

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۳۱

اسلامی تصنیفات کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہو جائے گا جو موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنے اور مسلمانوں میں مذہبی اور تبلیغی بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اس کام کے لئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں۔ مسلمانوں کا اخلاقی اور مذہبی فرض یہ ہے کہ کثیر تعداد میں پیکو لمیٹڈ کے حصے خرید کر کمپنی کے کارکنوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ اسلامی تصنیفات کو جلد از جلد زیور طبع سے آراستہ کر کے قوم کے سامنے پیش کر سکیں۔

ماسٹر صاحب موصوف نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اسلامی خدمات کا بیڑا اٹھا لیا ہے اور ان کی توجہ سے موازنہ مذاہب پر ایک اہم اور مبسوط کتاب کی تصنیف کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کا دنیا کے تمام مروجہ مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کیا جائے گا۔ یہ کتاب جس پایہ کی ہوگی اس کا اندازہ اس پراسپیکٹس سے ہو سکے گا جو اس کے متعلق عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ آخر میں ان تمام دوستوں کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ناچیز مذہبی خدمت کو بنظر استحسان دیکھا اور پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو مزید قبولیت عطاء فرمائے اور پیش از پیش قادیانی حضرات کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین فقیر یوسف سلیم چشتی ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء، مطابق ۱۶ محرم

۱۳۵۵ھ

(۹۴۲)

یوسف علی ہاشمی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب

ءاجی

(وفات: ۱۰ ءون ۱۹۸۲ء)

گوجرانوالہ کھیالی کے معروف بزرگ اور منیر رہنما، عقیدہ ختم نبوت کے ہدی خواں مجلس اءرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس ءءفظ ختم نبوت کے عاشق صادق جنہوں نے ایک بیگہ شہری زمین مسجد و مدرسہ اور ختم نبوت دفتر کے لئے عنایت کی اور ایک بیگہ دارالعلوم دیوبند کو ءیا۔ سراپا خوبیوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۳۲

(۹۴۳)

یوسف (کوئٹہ)، جناب الحاج محمد

کوئٹہ میں اسلامیہ پریس کے مالک حضرت حاجی محمد یوسف صاحب ایک کھرے انسان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام سے تازیت کوئٹہ میں مجلس کی سرگرمیوں میں برابر کے حصہ دار رہے۔

(۹۴۴)

یونس مراد آبادی ثم فیصل آبادیؒ، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۲۶ جنوری ۱۹۵۴ء)

مفتی محمد یونس صاحبؒ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مفتی صاحبؒ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ فیصل آباد میں تحریک کی ایکشن کمیٹی کے صدر تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ سے انہیں قلبی لگاؤ تھا اور ان کی خدمات کو بہت سراہتے تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ فیصل آباد میں آمد کے دوران حضرت مفتی صاحبؒ کے یہاں اکثر تشریف لے جاتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ڈائریکٹ ایکشن کے لئے پہلا قافلہ حضرت مفتی صاحبؒ کی قیادت میں ہی روانہ ہوا تھا۔ ایک دفعہ کسی مرزائی نے حضرت مفتی صاحبؒ کو ایک خط لکھا کہ ”آپ مرزائیت کے بارے میں اپنی تقاریر

بند کر دیں۔ ورنہ آپ کو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔“ آنے والے جمعہ کے خطبے میں آپ ریوالور پہن کر جامع مسجد کچہری بازار میں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے اور مرزائیت پر ایک ضرب کاری لگائی اور زبردست تقریر کی اور خط کی دھمکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ہمیں کبھی دھمکیوں سے مرعوب نہیں کر سکتے۔“

اور فرمایا کہ: ”خدا کی قسم! اگر مجھے سو گولیاں ماری جائیں اور میرے گوشت کا قیمہ کر دیا جائے تو بھی ہر ٹکڑے سے ختم نبوت کی صدائیں بلند ہوں گی۔“

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

عرض مرتب ۹

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام ۱۱

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امراء حضرات ۱۴

۱ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۱۴

۲ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ۳۰

۳ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ۴۰

۴ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ ۶۲

۵ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۸۹

۶ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ۱۴۶

۷ حکیم العصر شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ ۱۶۱

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امراء حضرات ۱۷۵

۸ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ ۱۷۵

۹ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ ۱۸۰

۱۰ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ۱۸۹

۱۱ حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ ۱۹۸

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نظاماء حضرات ۲۱۵

۱۲ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ۲۱۵

۱۳ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ ۲۳۲

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی صدرالمبلغین حضرات ۲۴۴

۱۴ حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ ۲۴۴

۱۵ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ ۲۵۱

- چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۴۳
- ۱۶ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ۲۵۹
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے اراکین حضرات ۲۶۸
- ۱۷ ابراہیم بہاولپوریؒ، حکیم محمد ۲۶۸
- ۱۸ اختر حسین ملتانیؒ، ماسٹر ۲۶۸
- ۱۹ اشتیاق احمدؒ (جھنگ)، الحاج جناب ۲۶۸
- ۲۰ اشرف ہمدانیؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد ۲۷۱
- ۲۱ امینؒ (راولپنڈی)، قاری محمد ۲۷۵
- ۲۲ انیس الرحمن لدھیانویؒ (فیصل آباد)، مولانا ۲۷۶
- ۲۳ بلند اختر نظامیؒ (لاہور)، الحاج ۲۷۶
- ۲۴ تاج محمودؒ (فیصل آباد)، مولانا ۲۷۸
- ۲۵ جمیل خان شہیدؒ (کراچی)، مولانا مفتی ۳۲۷
- ۲۶ حبیبؒ (ملتان)، حضرت خواجہ محمد ۳۳۳
- ۲۷ خلیل احمد بندھانیؒ (سکھر)، مولانا قاری ۳۳۴
- ۲۸ خیر محمد جالندھریؒ (ملتان)، حضرت مولانا ۳۳۷
- ۲۹ ذکر اللہؒ (بہاولپور)، حضرت حاجی ۳۳۹

- ۳۰ رمضان علویؒ (راولپنڈی)، مولانا محمد ۳۳۹
- ۳۱ ریاض الحسن گنگوہیؒ (ڈیرہ اسماعیل خان)، جناب صوفی ۳۴۲
- ۳۲ سراج الدینؒ (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا ۳۴۳
- ۳۳ سعید احمدؒ (جگئی والا علی پور)، مولانا ۳۴۳
- ۳۴ سعید احمد شہید جلالپوریؒ (کراچی)، مولانا ۳۴۴
- ۳۵ سعید الرحمنؒ (راولپنڈی)، مولانا قاری ۳۴۸
- ۳۶ شریف آتولؒ (ملتان)، حافظ محمد ۳۵۱
- ۳۷ شریف کشمیریؒ (ملتان)، حضرت مولانا محمد ۳۵۱
- ۳۸ طارق محمودؒ (فیصل آباد)، جناب صاحبزادہ ۳۵۱
- ۳۹ عابدؒ (خانیوال)، صاحبزادہ حافظ محمد ۳۵۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۳۵

۴۰ عبدالنبی الحسینیؒ (گھوٹکی)، مولانا ۳۷۷

۴۱ عبدالحکیمؒ (راولپنڈی)، حضرت مولانا ۳۸۰

۴۲ عبدالرحمن آزادؒ (گوجرانوالہ)، مولانا حکیم ۳۸۰

۴۳ عبدالرحمن اشرفیؒ (لاہور)، مولانا ۳۸۲

۴۴ عبداللطیف اختر شجاع آبادیؒ، مولانا قاضی ۳۸۳

۴۵ عبداللہ شہیدؒ (اسلام آباد)، مولانا محمد ۳۸۶

۴۶ عبدالمالکؒ (جھاوریان ضلع سرگودھا)، مولانا قاضی ۳۸۷

۴۷ عبدالمجید ندیم شاہؒ (راولپنڈی)، مولانا سید ۳۸۷

۴۸ عبدالوحیدؒ (ڈھڈیاں)، مولانا ۳۹۱

۴۹ عزیز الرحمنؒ (رحیم یار خان)، مولانا قاضی ۳۹۳

۵۰ عزیز الرحمنؒ (کراچی)، حافظ ۳۹۶

۵۱ علاؤ الدینؒ (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا ۳۹۶

۵۲ غلام احمدؒ (احمد پور شرقیہ)، مولانا ۳۹۹

۵۳ فرزند علیؒ (سکھر)، الحاج ۳۹۹

۵۴ فضل احمد عثمانیؒ (تلہ گنگ)، مولانا ۳۹۹

- ۵۵ فضل محمود خان خاکوانیؒ، سردار ۴۰۰
- ۵۶ فیض احمدؒ (ملتان)، شیخ الحدیث مولانا ۴۰۰
- ۵۷ فیض اللہؒ (میرپور خاص)، حضرت مولانا ۴۰۳
- ۵۸ لال حسینؒ (کراچی)، حضرت حاجی ۴۰۵
- ۵۹ محمد بنوریؒ (کراچی) مولانا سید ۴۰۵
- ۶۰ منظور احمد چنیوٹیؒ، حضرت مولانا ۴۰۶
- ۶۱ منیر الدینؒ، مولانا ۴۱۴
- ۶۲ نذیر حسینؒ (پنوں عاقل)، مولانا ۴۱۵
- ۶۳ نظام الدین شامزئی شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی ۴۱۶
- ۶۴ نور الحق نورؒ، مولانا ۴۲۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۴۶

۶۵ یونسؑ، حکیم قاری محمد ۴۲۴

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین حضرات ۴۲۶

۶۶ اجمل شہیدؑ (اچ شریف)، مولانا محمد ۴۲۶

۶۷ احمد بخشؑ (مبلغ)، جناب حافظ ۴۲۸

۶۸ احمد شہیدؑ (بورے والا)، حضرت مولانا شیخ ۴۳۱

۶۹ اللہ وسایاؑ (ڈیرہ غازیخان)، حضرت صوفی ۴۳۳

۷۰ اللہ یار خانؑ، حضرت مولانا قاضی محمد ۴۴۰

۷۱ امام الدین قریشیؑ، حضرت مولانا ۴۴۲

۷۲ انورؑ (مبلغ کوئٹہ)، مولانا محمد ۴۴۵

۷۳ بشیر احمدؑ (منڈی شاہ جیونہ)، مولانا ۴۴۵

۷۴ جمال اللہ الحسینیؑ، حضرت مولانا ۴۴۵

۷۵ جمال عبدالناصرؑ (بھکر)، جناب ۴۴۷

۷۶ حنیف ندیم سہارنپوریؑ، حضرت حافظ محمد ۴۴۸

۷۷ حیات انگویؑ، حافظ محمد ۴۵۱

۷۸ حیات پسروریؑ، سائیں محمد ۴۵۲

۷۹ خدا بخش شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا ۴۵۲

۸۰ خلیل الرحمنؒ (فاضل دیوبند)، مولانا ۴۵۹

۸۱ خلیل الرحمنؒ (مبلغ چنیوٹ)، مولانا ۴۵۹

۸۲ زرین احمد خانؒ (کچاکھوہ)، مولانا ۴۵۹

۸۳ سلطان محمودؒ (مظفر گڑھ)، مولانا ۴۶۳

۸۴ سیف الرحمنؒ (سرگودھا)، مولانا ۴۶۳

۸۵ شریف احرارؒ، مولانا محمد ۴۶۳

۸۶ عبدالرحیم صدیقیؒ (شکر گڑھ)، مولانا ڈاکٹر ۴۶۴

۸۷ عبدالحفیظؒ (ماچھی وال)، مولانا ۴۶۴

۸۸ عبدالحقؒ (پرمت)، مولانا ۴۶۴

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۳۷

۸۹ عبدالخالق رحمانیؒ (راجن پور)، مولانا محمد ۴۶۵

۹۰ عبدالرؤف الازہریؒ، مولانا ۴۶۷

۹۱ عبدالعزیزؒ (ساکن جتوئی)، حضرت مولانا ۴۶۹

۹۲ عبداللہ خانؒ (جتوئی)، مولانا ڈاکٹر ۴۷۱

۹۳ علی جانبازؒ (سمندری)، حضرت مولانا محمد ۴۷۱

۹۴ غلام حیدرؒ (میاں چنوں)، حضرت مولانا ۴۷۳

۹۵ غلام محمد علی پوریؒ، حضرت مولانا ۴۷۴

۹۶ غلام محمدؒ (نعت خواں چکڑالہ)، جناب کپتان ۴۷۷

۹۷ غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ، حضرت مولانا ۴۷۷

۹۸ فخرالزمان شہیدؒ، مولانا مفتی ۴۷۸

۹۹ فیض الحسن تنویرؒ، مولانا سید ۴۷۹

۱۰۰ لطف اللہ شہیدؒ، قاری ۴۷۹

۱۰۱ لقمان علی پوریؒ، حضرت مولانا محمد ۴۸۰

۱۰۲ محمد خانؒ (مبلغ گوجرانوالہ)، مولانا ۴۸۲

۱۰۳ محمد یارؒ (چنیوٹ)، مولانا ۴۸۲

- ۱۰۴ محمود حسین جاوید زیدیؒ، مولانا سید ۴۸۳
- ۱۰۵ مقبول احمدؒ (ساہیوال)، مولانا مفتی ۴۸۳
- ۱۰۶ ممتاز الحسن شاہ گیلانیؒ، جناب سید ۴۸۳
- ۱۰۷ منظور احمد آسیؒ، حضرت مولانا سید ۴۸۶
- ۱۰۸ منظور احمد الحسینیؒ، حضرت مولانا ۴۸۷
- ۱۰۹ منظور احمد شاہ حجازیؒ (کھروڑ پکا)، حضرت مولانا سید ۴۹۱
- ۱۱۰ منظور احمد عباسیؒ (جتوئی)، مولانا ۴۹۲
- ۱۱۱ نذیر احمد تونسوی شہیدؒ، حضرت مولانا ۴۹۲
- ۱۱۲ نورالحقؒ لاہور، حضرت مولانا ۴۹۷
- ۱۱۳ نور محمد مجاہد آبادیؒ، مولانا ۴۹۷

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۳۸

۱۱۴ نیاز محمدؒ، چوہدری ۴۹۸

۱۱۵ کریم بخش علی پوریؒ، مولانا ۴۹۸

۱۱۶ کمال شاہ شہیدؒ، سید ۵۱۱

۱۱۷ ہارونؒ (ڈھاکہ)، مولانا محمد ۵۱۲

۱۱۸ یار محمدؒ (چیچہ وطنی)، مولانا ۵۱۲

(الف)

۱۱۹ آزاد قلندر حیدریؒ، جناب سائیں ۵۳۳

۱۲۰ ابرار حسین پٹنیؒ، مولانا ۵۳۴

۱۲۱ ابراہیم جان خلیل سربندیؒ، مولانا ۵۳۴

۱۲۲ ابراہیم رحیمیؒ (فیصل آباد)، جناب قاری محمد ۵۳۵

۱۲۳ ابراہیم سلیم پوریؒ (جگرانوی)، مولانا محمد ۵۳۸

۱۲۴ ابراہیمؒ (سکھر)، حضرت حاجی محمد ۵۳۹

۱۲۵ ابراہیم مجددی گجراتیؒ، مولانا خواجہ محمد ۵۳۹

۱۲۶ ابراہیمؒ (منڈی بہاؤالدین)، مناظر ختم نبوت مولانا محمد ۵۳۹

۱۲۷ ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، حضرت مولانا محمد ۵۴۱

۱۲۸ ابراہیم میر پوریؒ، مولانا محمد ۵۴۷

۱۲۹ ابوالسعد احمد خانؒ، قطب دوران حضرت مولانا ۵۴۷

۱۳۰ ابوالاعلیٰ مودودی، سید ۵۵۰

۱۳۱ ابوالحسن تقویٰ، جناب سید ۵۵۱

۱۳۲ ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا ۵۵۳

۱۳۳ ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ، مولانا سید ۵۶۱

۱۳۴ ابوالفضل چنیوٹی، جناب ۵۶۳

۱۳۵ ابوالخیرؒ (راولپنڈی)، مولانا ۵۶۳

۱۳۶ ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا ۵۶۴

۱۳۷ اجمل خان لاہوریؒ، حضرت مولانا قاری محمد ۵۷۴

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۳۹

۱۳۸ احتشام الحق تھانویؒ، خطیب پاکستان حضرت مولانا ۵۷۵

۱۳۹ احتشام الدین مراد آبادیؒ، مولانا محمد ۵۷۹

۱۴۰ احسان اللہ فاروقیؒ (لاہور)، مولانا ۵۷۹

۱۴۱ احسان الہی ظہیرؒ، علامہ ۵۸۰

۱۴۲ احسن شاہؒ (علی گڑھ)، سید ۵۸۱

۱۴۳ احمد بزرگ سلمکیؒ (سورتی مسجد رنگون)، مولانا ۵۸۱

۱۴۴ احمد بن سعد بن حمدان الغامدی، فضیلۃ الشیخ ۵۸۲

۱۴۵ احمد حسن امروہیؒ، مولانا ۵۸۳

۱۴۶ احمد حسن دہلویؒ (کلکتہ حیدرآباد دکن)، مولانا ۵۸۵

۱۴۷ احمد حسین میرٹھیؒ، جناب شیخ ۵۸۵

۱۴۸ احمد حسین کمالؒ (کراچی)، جناب ڈاکٹر ۵۸۶

۱۴۹ احمد خانؒ (کمشنر بہاولپور)، جناب ملک ۵۸۶

۱۵۰ احمد دین گکھڑویؒ، مولانا ۵۸۶

۱۵۱ احمد رضا خان بریلویؒ، مولانا ۵۸۷

۱۵۲ احمد سعیدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا ۵۸۷

۱۵۳ احمد سعید کاظمیؒ (ملتان)، حضرت علامہ ۵۸۸

۱۵۴ احمد صوفی پتیؒ، مولانا محمد ۵۸۹

۱۵۵ احمد شاہ بخاری چوکیرویؒ، مولانا سید ۵۸۹

۱۵۶ احمد صدیق بانڈویؒ، مولانا ۵۹۰

۱۵۷ احمد علی امرتسریؒ، مولانا مرزا ۵۹۱

۱۵۸ احمد علی سہارنپوریؒ، مولانا ۵۹۱

۱۵۹ احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا ۵۹۱

۱۶۰ احمد علیؒ (مدرس مدرسہ اسلامیہ بٹالہ)، مولانا ۵۹۸

۱۶۱ احمد یار خانؒ (رئیس اعظم قلات)، جناب ۵۹۹

۱۶۲ احمد یارؒ (وہاڑی)، حضرت مولانا ۶۰۰

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۴۴۰

۱۶۳ اختر احسن (لاہور) ، جناب ۶۰۰

۱۶۴ اختر (چن کسانہ) ، حضرت مولانا قاری محمد ۶۰۱

۱۶۵ اختر علی خان ، مولانا ۶۰۳

۱۶۶ اختر کاشمیری ، مولانا ۶۰۴

۱۶۷ ادیس جہنجهانوی ، مولانا محمد ۶۰۴

۱۶۸ ادیس دہلوی ، ماسٹر سید محمد ۶۰۴

۱۶۹ ادیس سکروڈھوی ، مولانا سید محمد ۶۰۵

۱۷۰ ادیس کاندھلوی ، حضرت مولانا محمد ۶۰۵

۱۷۱ ارشاد الحق اثری ، مولانا ۶۲۰

۱۷۲ ارشد بخاری ایڈووکیٹ ، جناب سید ۶۲۰

۱۷۳ ارشد مونگیری ، ابوالحسن محمد ۶۲۱

۱۷۴ اسجد مدنی ، حضرت مولانا قاری محمد ۶۲۱

۱۷۵ اسحاق امرتسری ، مولانا محمد ۶۲۳

۱۷۶ اسحاق چاٹگام ، مولانا محمد ۶۲۳

۱۷۷ اسحاق (حویلیاں) ، حکیم محمد ۶۲۳

۱۷۸ اسحاق سندیلویؒ ، مولانا محمد ۶۲۳

۱۷۹ اسحاقؒ (فیصل آباد) ، حضرت مولانا قاری محمد ۶۲۵

۱۸۰ اسحاق قریشیؒ (جہلم) ، جناب محمد ۶۲۵

۱۸۱ اسحاق مفتیؒ (پٹالہ) ، مولانا محمد ۶۲۶

۱۸۲ اسحاق ہزارویؒ ، مولانا محمد ۶۲۶

۱۸۳ اسحاقؒ (قاضی القضاۃ ریاست انہ) ، مولانا محمد ۶۲۷

۱۸۴ اسرار احمد آزاد ، جناب ۶۲۷

۱۸۵ اسرار احمد ، جناب ڈاکٹر ۶۲۸

۱۸۶ اسرار الحقؒ ، مولانا سید ۶۲۸

۱۸۷ اسعد مدنیؒ ، امیر الہند حضرت مولانا سید ۶۲۹

- چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۴۱
- ۱۸۸ اسلام الدینؒ (محراب پور)، مولانا قاری ۶۴۰
- ۱۸۹ اسماعیل آزادؒ (کراچی)، جناب محمد ۶۴۰
- ۱۹۰ اسماعیل (اٹک)، پروفیسر محمد ۶۴۱
- ۱۹۱ اسماعیل ثانیؒ، مولانا محمد ۶۴۱
- ۱۹۲ اسماعیل سہامؒ (چنیوٹ)، جناب محمد ۶۴۱
- ۱۹۳ اسماعیل علی گڑھیؒ، مولانا محمد ۶۴۲
- ۱۹۴ اسماعیل قاسمیؒ (سیالکوٹ)، مولانا محمد ۶۴۳
- ۱۹۵ اسماعیل گوجرویؒ (شیعہ رہنما)، مولانا محمد ۶۴۳
- ۱۹۶ اسماعیل لندنی (جھوٹا مدعی نبوت)، خواجہ محمد ۶۴۴
- ۱۹۷ اسماعیل مکیؒ، مولانا محمد ۶۴۵
- ۱۹۸ اشرف حسین رحمانی مونگیریؒ، جناب قاضی ۶۴۷
- ۱۹۹ اشرف علی تھانویؒ، حکیم الامت حضرت مولانا محمد ۶۴۷
- ۲۰۰ اشرف علیؒ (ساکن سلطان پور ریاست کپور تھلہ)، مولوی ۶۵۱
- ۲۰۱ اصغر علی روحیؒ، حضرت مولانا ۶۵۲
- ۲۰۲ اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا ۶۶۷

۲۰۳ اظہار الحق ایڈووکیٹ، جناب ۶۶۸

۲۰۴ اعجاز دیوبندیؒ (راولپنڈی)، مولانا محمد ۶۶۸

۲۰۵ اعظم گوندلویؒ (گوجرانوالہ)، مولانا محمد ۶۶۸

۲۰۶ افتخار احمد بگویؒ (بھیرہ)، مولانا ۶۶۹

۲۰۷ افتخار الحسن زیدیؒ (فیصل آباد)، صاحبزادہ سید ۶۶۹

۲۰۸ افضل چیمہؒ (گجرات)، جناب ۶۷۰

۲۰۹ افضل حقؒ (لاہور)، چوہدری ۶۷۰

۲۱۰ اقبال اظہری (شجاع آباد)، مولانا محمد ۶۷۲

۲۱۱ اقبال بٹ، جناب خواجہ محمد ۶۷۲

۲۱۲ اقبال لودھی جالندھریؒ (ساہیوال)، جناب محمد ۶۷۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۴۲

۲۱۳ اقبال مرحوم، جناب علامہ ڈاکٹر محمد ۶۷۳

۲۱۴ اقبال نعمانیؒ، مولانا محمد ۶۷۹

۲۱۵ الطافؒ (حافظ آباد)، مولانا محمد ۶۷۹

۲۱۶ اللہ بخش تونسویؒ، حضرت خواجہ ۶۸۲

۲۱۷ اللہ بخش گڑواںؒ، مولانا حافظ ۶۸۴

۲۱۸ اللہ دادؒ (میلسی)، مولانا ۶۸۸

۲۱۹ اللہ ڈتہ بہاولپوریؒ، منشی ۶۸۹

۲۲۰ اللہ ڈتہ کلانوریؒ، مولانا ۶۸۹

۲۲۱ اللہ یار ارشدؒ (بہاولپور)، مولانا ۶۹۰

۲۲۲ الہی بخش، جناب بابو منشی ۶۹۰

۲۲۳ الیاس برنیؒ (حیدرآباد دکن)، پروفیسر محمد ۶۹۴

۲۲۴ الیاسؒ (لاہور)، مولانا محمد ۶۹۹

۲۲۵ امام الدین گجراتیؒ، مولانا ۶۹۹

۲۲۶ امام الدین کپورتھلویؒ، مولانا ۷۰۰

۲۲۷ امان اللہ دہلویؒ، مولانا محمد ۷۰۰

۲۲۸ امان اللہ (گجرات)، جناب ۷۰۰

۲۲۹ امجد القادریؒ، مولانا ۷۰۱

۲۳۰ امجد نصیرؒ (شیخوپورہ)، جناب ۷۰۱

۲۳۱ امید علی خانؒ، مولانا مفتی محمد ۷۰۲

۲۳۲ امیر افضل خانؒ (ریٹائرڈ میجر راولپنڈی)، جناب ۷۰۲

۲۳۳ امیر الزمان کشمیریؒ، مولانا ۷۰۲

۲۳۴ امیر حسین گیلانیؒ (اوکاڑہ)، حضرت مولانا سید ۷۰۳

۲۳۵ امیر محمد خانؒ (گورنر مغربی پاکستان)، جناب ملک ۷۰۷

۲۳۶ امینؒ (جڑانوالہ)، مولانا مفتی محمد ۷۰۸

۲۳۷ امینؒ (خانیوال)، جناب چوہدری محمد ۷۰۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۴۳

۲۳۸ امین شاہؒ (مخدوم پور)، مولانا سید محمد ۷۰۹

۲۳۹ امین صفدر اوکاڑویؒ، حضرت مولانا محمد ۷۱۳

۲۴۰ امین علی شاہ نقشبندیؒ (فیصل آباد)، مولانا سید محمد ۷۱۵

۲۴۱ امینؒ (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد ۷۱۶

۲۴۲ امین گیلانیؒ، شاعر اسلام جناب سید ۷۱۶

۲۴۳ امینؒ (لکی مروت)، مولانا محمد ۷۲۹

۲۴۴ انجمن تائید الاسلام (لاہور) ۷۲۹

۲۴۵ انور قاسمیؒ (سیالکوٹ)، مولانا محمد ۷۳۰

۲۴۶ انعام الحقؒ (کراچی)، مولانا مفتی ۷۳۰

۲۴۷ انوار اللہ خانؒ (حیدرآباد دکن)، حضرت مولانا ۷۳۱

۲۴۸ انوار مصطفیٰؒ (جلالپور بھٹیاں)، مولانا صاحبزادہ محمد ۷۳۳

۲۴۹ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید محمد ۷۳۵

۲۵۰ انوریؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد ۷۴۹

۲۵۱ اکبرؒ ایڈیشنل سیشن جج (راولپنڈی)، جناب محمد ۷۵۰

۲۵۲ اکبرؒ (جسٹس ریاست بہاولپور)، جناب محمد ۷۵۰

۲۵۳ اکبر خان ساقیؒ، مولانا محمد ۷۵۱

۲۵۴ اکبر شاہ حنفی قادری پشاورىؒ، جناب سید ۷۵۲

۲۵۵ اکبر علی (چک ۸۱، سرگودھا)، جناب محمد ۷۵۲

۲۵۶ اکبر قاضی خیل پشاورى، قاضی محمد ۷۵۲

۲۵۷ اکبرؒ، جناب ۷۵۲

۲۵۸ اکرام الحق الخیریؒ (برمنگھم)، مولانا ۷۵۳

۲۵۹ اکرم اعوان (مینارہ ضلع جہلم)، جناب امیر محمد ۷۵۴

۲۶۰ اکرم انصاریؒ، مولانا محمد ۷۵۴

۲۶۱ اکرم زاہدؒ (جہلم)، مولانا محمد ۷۵۵

۲۶۲ اکملؒ (رحیم یار خان)، حضرت مولانا قاری محمد ۷۵۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۴۴۳

۲۶۳ ایف. جی. ای چیمس، جناب ۷۵۶

۲۶۴ ایم. جے آغا خان، جناب پروفیسر ۷۵۶

۲۶۵ ایوب (آزاد کشمیر)، جناب میجر محمد ۷۵۷

۲۶۶ ایوب الرحمن الهاشمی، مولانا ۷۵۷

۲۶۷ ایوب حنفی پشاور، مولوی محمد ۷۵۸

۲۶۸ ایوب دہلوی، مولانا حافظ محمد ۷۵۸

۲۶۹ ایوب (ساکن کوٹلی)، مولانا محمد ۷۵۸

(ب)

۲۷۰ بارک اللہ خان، جناب ۷۵۹

۲۷۱ بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا ۷۵۹

۲۷۲ برکت علی شاہ وزیر آبادی، جناب سید ۷۶۳

۲۷۳ بشیر احمد (اسلام آباد)، جناب ۷۶۴

۲۷۴ بشیر احمد پسروری، حضرت مولانا ۷۶۴

۲۷۵ بشیر احمد خاکی (شور کوٹ)، مولانا ۷۶۵

۲۷۶ بشیر احمد سالار، جناب ۷۶۷

۲۷۷ بشیر احمد شاہ جمالیؒ، مولانا ۷۶۷

۲۷۸ بشیر احمد شیخوپوریؒ، چوہدری ۷۶۸

۲۷۹ بشیر احمد گیلانیؒ (سیالکوٹ)، جناب پیر ۷۶۸

۲۸۰ بشیر احمد مصریؒ، جناب حافظ ۷۶۹

۲۸۱ بشیر اختر اللہ آبادیؒ، مولانا ۷۷۰

۲۸۲ بشیر اللہ مظاہریؒ (رنگون)، مولانا ۷۷۰

۲۸۳ بشیر بٹ، جناب خواجہ محمد ۷۷۱

۲۸۴ بشیر شاہ سواتیؒ (بھوپال)، مولانا محمد ۷۷۱

۲۸۵ بلال زبیریؒ (جھنگ)، جناب ۷۷۲

۲۸۶ بوٹا خان (سرگودھا)، جناب حاجی محمد ۷۷۴

چہارستان ختم نبوت کرے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۴۵

۲۸۷ بوٹائل، جناب پادری ۷۷۴

۲۸۸ بہاء الحق قاسمی امرتسریؒ، مولانا ۷۷۵

(پ)

۲۸۹ پھگلہ میں مباہلہ ۷۷۷

۲۹۰ پیر بخش لاہوری، جناب بابو ۷۸۰

(ت)

۲۹۱ تاج الدین احمد تاج، جناب ۷۸۲

۲۹۲ تاج الدین انصاری، جناب ماسٹر ۷۸۳

۲۹۳ تاج الدین بسمل نقشبندیؒ (پنڈ عیدن والے)، مولانا ۷۸۵

۲۹۴ تاج الدین گجراتیؒ، مولوی ۷۸۷

۲۹۵ تاج محمد گوجریؒ (فقیر والی)، جناب بابو ۷۸۸

۲۹۶ تصدق حسین شاہ بھیرویؒ، جناب سید ۷۹۰

۲۹۷ تقی عثمانی، مولانا محمد ۷۹۰

۲۹۸ تنزیل الرحمنؒ، جناب جسٹس ۷۹۰

۲۹۹ توکل شاہ انبالویؒ، جناب سائیں ۷۹۱

(ث)

۳۰۰ ثاقبؒ (گوجرانوالہ)، حافظ محمد ۷۹۲

۳۰۱ ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا ۷۹۳

۳۰۲ ثناء اللہ بھٹہؒ (لاہور)، جناب چوہدری ۸۰۰

(ج)

۳۰۳ جعفر تھانیسریؒ، مولانا ۸۰۱

۳۰۴ جعفر حسینؒ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی ۸۰۴

۳۰۵ جعفر خان (راولپنڈی)، جناب ملک محمد ۸۰۵

۳۰۶ جماعت علی شاہ ثانیؒ (علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ)، پیر سید ۸۰۶

۳۰۷ جمال النساء بنت رافع، محترمہ ۸۰۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۴۶

۳۰۸ جی.آر اعوان، جناب ۸۰۸

(چ)

۳۰۹ چراغ الدین (جموں کشمیر)، جناب ۸۰۹

۳۱۰ چراغ شاہ (گجرات)، جناب سید محمد ۸۰۹

۳۱۱ چراغ (گوجرانوالہ)، مولانا محمد ۸۰۹

(ح)

۳۱۲ حامد رضا خان (بریلی)، جناب شاہ ۸۱۱

۳۱۳ حامد علی خان (ملتان)، مولانا ۸۱۱

۳۱۴ حامد علی شاہ (فیروزہ)، مولانا سید ۸۱۲

۳۱۵ حامد میان (لاہور)، مولانا سید ۸۱۳

۳۱۶ حبیب اللہ امرتسری، مولانا ۸۱۴

۳۱۷ حبیب اللہ فاروقی سیالکوٹی، مولانا مفتی ۸۱۸

۳۱۸ حبیب اللہ فاضل رشیدی (ساہیوال)، مولانا ۸۲۰

۳۱۹ حبیب (لاہور)، جناب سید ۸۲۲

۳۲۰ حسام الدین (لاہور)، حضرت شیخ ۸۲۳

۳۲۱ حسن امرتسریؒ (لاہور)، مولانا مفتی محمد ۸۲۵

۳۲۲ حسن رضا خان حنفی قادریؒ، مولانا ۸۲۶

۳۲۳ حسن سیالکوٹیؒ، مولانا میر ۸۲۶

۳۲۴ حسنؒ (شاہ پور چاکر، سندھ)، مولانا محمد ۸۲۷

۳۲۵ حسن شاہ قادری بٹالویؒ، مولانا پیر ۸۲۷

۳۲۶ حسن عیسیٰ عبدالظاہر المصریؒ، جناب ۸۲۸

۳۲۷ حسن فیضیؒ (بھین ضلع چکوال)، مولانا محمد ۸۲۸

۳۲۸ حسن نظامیؒ، جناب خواجہ ۸۴۱

۳۲۹ حسنین محمد مخلوفؒ (مصر)، جناب شیخ ۸۴۲

۳۳۰ حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سید ۸۴۲

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۴۷

۳۳۱ حسین احمدؒ، جناب قاضی ۸۴۷

۳۳۲ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ، جناب ۸۵۰

۳۳۳ حسین بنارسیؒ، مولانا محمد ۸۵۰

۳۳۴ حسین بٹالویؒ، مولانا محمد ۸۵۱

۳۳۵ حسین سرحدیؒ (فاضل دیوبند، سیالکوٹ)، مولانا محمد ۸۵۲

۳۳۶ حسین (لاہور، سابق قادیانی)، جناب مرزا محمد ۸۵۲

۳۳۷ حسین میر کاشمیریؒ (لاہور)، جناب علامہ ۸۵۲

۳۳۸ حسین نیلویؒ (سرگودھا)، مولانا محمد ۸۵۳

۳۳۹ حسین کوٹادویؒ، مولانا ابوالقاسم محمد ۸۵۳

۳۴۰ حسین، جناب چوہدری محمد ۸۵۴

۳۴۱ حشمت اللہ قریشی، جناب ۸۵۴

۳۴۲ حضرت گلؒ (بنوں)، مولانا قاری ۸۵۵

۳۴۳ حفظ الرحمن سیوہارویؒ، مولانا ۸۵۵

۳۴۴ حفیظ اللہؒ، جناب قاضی محمد ۸۶۲

۳۴۵ حقیقت پسند پارٹی قادیانی ۸۶۲

۳۴۶ حماد اللہ پھلؒ، حضرت سائیں ۸۶۳

۳۴۷ حماد اللہ بالیجیؒ، مولانا ۸۶۳

۳۴۸ حمید اللہؒ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی ۸۶۵

۳۴۹ حنیف بہاولپوریؒ، مولانا محمد ۸۶۷

۳۵۰ حنیف ندویؒ (لاہور)، مولانا محمد ۸۷۰

۳۵۱ حیدر اللہ خان درانیؒ (حیدر آباد دکن)، مولانا ۸۷۰

(خ)

۳۵۲ خاقان بابر مرحوم ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب ۸۷۱

۳۵۳ خالد محمود سومرو شہیدؒ (لاڑکانہ)، مولانا ڈاکٹر ۸۷۱

۳۵۴ خالد محمود (پی ایچ ڈی)، جناب علامہ ۸۷۴

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۴۸

۳۵۵ خالد وزیر آبادی، جناب ایم ایس ۸۷۴

۳۵۶ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۸۷۵

۳۵۷ خدا بخش سندھی، حضرت مولانا ۸۷۶

۳۵۸ خضر حسین، جناب شیخ ۸۷۶

۳۵۹ خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا ۸۷۶

۳۶۰ خلیل احمد قادری، مولانا ۸۷۹

۳۶۱ خلیل الرحمن قادری، مولانا ۸۸۲

۳۶۲ خلیل الرحمن، مولانا مولانا دوست محمد خان ۸۸۲

۳۶۳ خلیل (گجرات)، جناب چوہدری محمد ۸۸۳

۳۶۴ خورشید احمد شاہ ہمدانی (عبدالحکیم)، مولانا پیر ۸۸۳

(د)

۳۶۵ داؤد پسروری، مولانا ابوالبیان محمد ۸۸۴

۳۶۶ داؤد غزنوی (لاہور)، مولانا سید محمد ۸۸۴

۳۶۷ دائرہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اثرات ۸۸۴

۳۶۸ دارالاشاعت رحمانی مونگیر ۸۹۴

۳۶۹ دوست محمد قریشی، مولانا ۸۹۵

۳۷۰ دین (کابنہ کاچھا)، جناب حافظ محمد ۸۹۶

(ذ)

۳۷۱ ذاکر (محمدی شریف، جامعہ آباد ضلع جھنگ)، مولانا محمد ۸۹۶

۳۷۲ ذوالفقار علی بھٹو، صدر جناب ۸۹۶

۳۷۳ ذوالکفل بخاری، جناب سید ۸۹۷

۳۷۴ ذوق جنوں کے واقعات ۸۹۸

(ر)

۳۷۵ رائے محمد کمال، جناب ۹۲۳

۳۷۶ راحت ملک (گجرات، سابق قادیانی)، جناب ۹۲۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۳۹

۳۷۷ راحیل احمد (جرمنی)، جناب شیخ ۹۲۵

۳۷۸ رحمت اللہ ارشد (بہاولپور)، علامہ ۹۲۶

۳۷۹ رحمت اللہ پشاوری، مولوی ۹۲۶

۳۸۰ رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی، جناب ۹۲۷

۳۸۱ رحمت الہی (لاہور)، چوہدری ۹۲۷

۳۸۲ رحیم بخش (ریٹائرڈ سیشن جج بہاولپور)، جناب الحاج ۹۲۷

۳۸۳ رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا ۹۲۸

۳۸۴ رشید احمد لدھیانویؒ، حضرت مولانا مفتی ۹۳۱

۳۸۵ رشید رضا مصری، جناب علامہ ۹۳۲

۳۸۶ رضا (بہلول ضلع سرگودھا)، جناب قاضی محمد ۹۳۲

۳۸۷ رفاقت حسین بریلوی کانپوری، جناب مفتی ۹۳۳

۳۸۸ رفع الالتباس، بحث اول متعلق بمسئلہ ملائکہ ۹۳۳

۳۸۹ رفیق باجوہ، جناب محمد ۹۳۳

۳۹۰ رفیق پسروریؒ، مولانا محمد ۹۳۴

۳۹۱ رفیق دلاوریؒ، مولانا ابوالقاسم محمد ۹۳۴

۳۹۲ رفیق کوریجہ، جناب محمد ۹۳۵

۳۹۳ رمضان (میانوالی)، مولانا محمد ۹۳۶

۳۹۴ ریحانہ فردوس، محترمہ ۹۳۷

(ز)

۳۹۵ زاہد الحسینیؒ (اٹک)، حضرت مولانا قاضی ۹۴۷

۳۹۶ زاہد الکوثریؒ، جناب علامہ ۹۴۹

۳۹۷ زاہد شہیدؒ، جناب خواجہ محمد ۹۴۹

۳۹۸ زین العابدینؒ (فیصل آباد)، مولانا مفتی ۹۵۱

(س)

۳۹۹ سبط نور، رکن حقیقت پسند پارٹی ۹۵۲ ۵۴۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۵۰

۴۰۰ سبطین لکھنوی (تھریپارکر)، جناب ڈاکٹر ۹۵۴

۴۰۱ سراج احمد دین پوریؒ، مولانا میاں ۹۵۵

۴۰۲ سرسید احمد خان (علی گڑھ)، جناب ۹۵۸

۴۰۳ سرفراز خان صفدرؒ، مولانا محمد ۹۶۱

۴۰۴ سرفراز خان، جناب چوہدری محمد ۹۷۱

۴۰۵ سعد اللہ المکیؒ، مولانا ابو السعود محمد ۹۷۱

۴۰۶ سعد اللہ لدھیانوی، جناب ۹۷۱

۴۰۷ سعید احمد بہاولنگریؒ، مولانا ۹۷۴

۴۰۸ سعید احمد قریشی (کراچی)، جناب ۹۷۵

۴۰۹ سعید الرحمن انوریؒ (فیصل آباد)، مولانا ۹۷۵

۴۱۰ سعید الرحمن علویؒ (بھیرہ)، مولانا ۹۷۶

۴۱۱ سعید واڈا، جناب محمد ۹۷۷

۴۱۲ سلطان احمد خان (کوٹ دیوا سنگھ)، جناب ۹۷۷

۴۱۳ سلطان احمد فاروقی سیالویؒ، مولانا ۹۷۸

۴۱۴ سلطان احمد گورداسپوریؒ، جناب ۹۷۸

۴۱۵ سلطان پال پادری، جناب ۹۷۸

۴۱۶ سلطان لاہوریؒ، جناب علامہ ۹۷۹

۴۱۷ سلطان محمد بیگ (شوہر محمدی بیگم)، جناب مرزا ۹۷۹

۴۱۸ سلطان محمودؒ (کھٹالہ شیخاں ضلع گجرات)، مولانا ۹۸۰

۴۱۹ سلطان نظامی (لاہور)، جناب محمد ۹۸۰

۴۲۰ سلمان (لاچپور گجرات)، مولانا صوفی شاہ ۹۸۱

۴۲۱ سلیم (راولپنڈی)، جناب کئے ایم ۹۸۵

۴۲۲ سلیم ساقی، جناب محمد ۹۸۵

۴۲۳ سلیمان سلمان منصور پوریؒ، مولانا قاضی محمد ۹۸۶

۴۲۴ سلیمان ندویؒ، مولانا سید ۹۹۰

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۱

۴۲۵ سہول خان بھاگل پوری، مولانا محمد ۹۹۳

۴۲۶ سید میر (گجرات)، جناب ۹۹۴

۴۲۷ سیف الاسلام دہلوی، جناب ۹۹۴

۴۲۸ سیف الرحمن خان نذیر (سمندری)، جناب ۹۹۴

۴۲۹ سیف الرحمن مجذوب حصاروی، جناب شاہ ۹۹۴

۴۳۰ سیکرٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس ۹۹۵

(ش)

۴۳۱ شاہ احمد نورانی (کراچی)، مولانا ۹۹۷

۴۳۲ شاہ فہد (سعودی عرب) کا مرزائیوں کو جواب ۱۰۰۳

۴۳۳ شاہ محمد آغا (کوئٹہ)، مولانا ۱۰۰۳

۴۳۴ شاہ نواز اعوان الحسینی (راولپنڈی) ۱۰۰۵

۴۳۵ شبیر احمد شاہ (لاہور)، جناب سید ۱۰۰۵

۴۳۶ شبیر احمد عثمانی، جناب علامہ ۱۰۰۵

۴۳۷ شبیر احمد ہاشمی (پتوکی)، مولانا ۱۰۲۵

- ۴۳۸ شجاعت علی قادریؒ (کراچی)، مفتی ۱۰۲۵
- ۴۳۹ شریف الدین کرنالویؒ (سلانوالی)، مولانا حکیم ۱۰۲۵
- ۴۴۰ شریف خالد رضویؒ (شیخوپورہ)، مولانا محمد ۱۰۲۶
- ۴۴۱ شریف قادریؒ (فاضل دیوبند، منڈی بہاؤالدین)، مولانا محمد ۱۰۲۶
- ۴۴۲ شریف قریشیؒ (جہلم)، مولانا محمد ۱۰۲۶
- ۴۴۳ شریف وٹوؒ (منچن آباد)، مولانا محمد ۱۰۲۷
- ۴۴۴ شفیع امرتسریؒ، مولانا منشی ۱۰۲۷
- ۴۴۵ شفیع اوکاڑویؒ، مولانا محمد ۱۰۲۷
- ۴۴۶ شفیع جوش (میرپور)، مولانا محمد ۱۰۲۸
- ۴۴۷ شفیع سرگودھویؒ، مولانا مفتی محمد ۱۰۲۸
- ۴۴۸ شفیع سکھروی، مولانا حافظ محمد ۱۰۲۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۲

۴۴۹۰ شفیعؒ (کراچی)، حضرت مولانا مفتی محمد ۱۰۳۱

۴۵۰۰ شفیق الرحمن کیہال (ایٹ آباد)، مولانا ۱۰۳۶

۴۵۱۰ شفیقؒ (گجرات)، مولانا محمد ۱۰۳۶

۴۵۲۰ شفیق مرزا (لاہور)، جناب ۱۰۴۷

۴۵۳۰ شمس الحق افغانیؒ (ترنگ زئی)، علامہ ۱۰۴۷

۴۵۴۰ شمس الحق عظیم آبادی، مولانا ۱۰۵۰

۴۵۵۰ شمس الدین شہیدؒ (ژوب)، مولانا سید ۱۰۵۰

۴۵۶۰ شمس الدینؒ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی ۱۰۵۳

۴۵۷۰ شمشیر علی خان (بڈرسفیلڈ)، جناب راؤ ۱۰۵۳

۴۵۸۰ شورش کاشمیریؒ (لاہور)، جناب آغا عبدالکریم ۱۰۵۴

۴۵۹۰ شوکت اللہ میرٹھیؒ، مولانا ۱۰۶۲

۴۶۰۰ شکیلؒ (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)، جناب حاجی محمد ۱۰۶۳

۴۶۱۰ شہاب الدین امرتسری، جناب حکیم ۱۰۶۴

۴۶۲۰ شہاب الدینؒ (لاہور)، مولانا ۱۰۶۴

۴۶۳۰ شیر علی شاہؒ، مولانا ڈاکٹر سید ۱۰۶۷

۴۶۴۰ شیر محمد شرق پوریؒ، حضرت میاں ۱۰۶۷

۴۶۵۰ شیر نواب خان حنفی نقشبندی قصوریؒ ۱۰۶۸

(ص)

۴۶۶۰ صادق بہاولپوریؒ، حضرت مولانا محمد ۱۰۶۹

۴۶۷۰ صادق (سیالکوٹ)، جناب حافظ محمد ۱۰۷۰

۴۶۸۰ صادق عباسیؒ (بہاولپور)، جناب نواب محمد ۱۰۷۱

۴۶۹۰ صادق قادری رضوی، مولانا محمد ۱۰۷۲

۴۷۰۰ صادق قریشی، جناب محمد ۱۰۷۲

۴۷۱۰ صادق کشمیریؒ، جناب خواجہ محمد ۱۰۷۳

۴۷۲۰ صالح قزاز (مکہ مکرمہ)، جناب محمد ۱۰۷۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۵۳

۴۷۳ صالح نور (سابق قادیانی)، جناب محمد ۱۰۷۵

۴۷۴ صدر الدین گجراتی قادیانی، مولوی ۱۰۷۵

۴۷۵ صدیق تارڑ (مرید کے، لاہور)، جناب حکیم محمد ۱۰۷۶

۴۷۶ صدیقؒ (چونڈہ)، مولانا محمد ۱۰۷۶

۴۷۷ صدیقؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۰۷۶

۴۷۸ صدیقؒ، مولانا محمد ۱۰۷۷

۴۷۹ صدیقؒ (ملتان)، شیخ الحدیث مولانا ۱۰۷۸

۴۸۰ صفوة الرحمن صابر (حیدر آباد دکن)، جناب ۱۰۷۹

۴۸۱ صفی الرحمن اعظمیؒ، مولانا ۱۰۷۹

۴۸۲ صلاح الدین (ٹیکسلا)، جناب ۱۰۷۹

۴۸۳ صہیب حسن (لندن)، جناب ۱۰۸۰

(ض)

۴۸۴ ضیاء البخاری مجددی پشاورؒ، مولانا ۱۰۸۰

۴۸۵ ضیاء الحق، جناب صدر جنرل محمد ۱۰۸۰

۴۸۶ ضیاء الدین سیالویؒ، مولانا خواجہ ۱۰۸۱

۴۸۷ ضیاء الرحمن فاروقیؒ (سمندری)، مولانا ۱۰۸۱

۴۸۸ ضیاء القاسمیؒ (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۰۸۲

(ط)

۴۸۹ طاہر القادری (لاہور)، جناب پروفیسر ۱۰۸۲

۴۹۰ طاہر رفیق اختر، جناب ۱۰۸۳

۴۹۱ طفیل رشیدیؒ (لاہور)، جناب محمد ۱۰۸۳

۴۹۲ طیب شاہ ہمدانیؒ (قصور)، مولانا سید محمد ۱۰۸۳

۴۹۳ طیب قاسمیؒ (دیوبند)، حضرت مولانا قاری محمد ۱۰۸۵

(ظ)

۴۹۴ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ، جناب علامہ ۱۰۹۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۴

۴۹۵ ظفر الدین احمدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی ۱۰۹۲

۴۹۶ ظفر علی خان وزیر آبادیؒ، مولانا ۱۰۹۷

۴۹۷ ظہور احمد بگویؒ (بھیرہ)، حضرت مولانا ۱۰۹۸

۴۹۸ ظہور احمد (چنیوٹ)، جناب چوہدری ۱۱۰۰

۴۹۹ ظہور احمد سالکؒ (جھنگ)، مولانا ۱۱۰۱

۵۰۰ ظہور الحق شاہ چشتی صابریؒ، جناب صاحبزادہ ۱۱۰۲

۵۰۱ ظہور الہیؒ (گجرات)، جناب چوہدری ۱۱۰۲

۵۰۲ ظہور حسین قادری (سجادہ نشین بٹالہ)، جناب سید ۱۱۰۳

۵۰۳ ظہور شاہ (سجادہ نشین جلالپور جٹاں)، جناب پیر ۱۱۰۳

۵۰۴ ظہیر الدینؒ (سیالکوٹ)، مولانا محمد ۱۱۰۳

(ع)

۵۰۵ عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ ۱۱۲۷

۵۰۶ عابدہ سلطانہ، محترمہ ۱۱۲۷

۵۰۷ عادل لکھنویؒ، مولانا محمد ۱۱۲۷

۵۰۸ عاشق الہی بلند شہریؒ (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد ۱۱۲۷

۵۰۹ عاشق قصوری، جناب چوہدری محمد ۱۱۲۸

۵۱۰ عالم آسی امرتسریؒ، حضرت مولانا محمد ۱۱۲۹

۵۱۱ عالم بٹالوی (فیصل آباد)، جناب میاں محمد ۱۱۳۱

۵۱۲ عالمؒ (شیخوپورہ)، مولانا محمد ۱۱۳۱

۵۱۳ عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید ۱۱۳۱

۵۱۴ عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید ۱۱۳۲

۵۱۵ عبدالاحد خان پوریؒ، مولانا قاضی ۱۱۳۲

۵۱۶ عبدالباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب ۱۱۳۳

۵۱۷ عبدالجبار عمر پوریؒ (مقیم آگرہ)، مولانا ۱۱۳۳

۵۱۸ عبدالجبار غزنویؒ، مولانا ۱۱۳۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۵

۵۱۹ عبدالجبار قادری (حیدرآباد دکن)، مولانا سید ۱۱۳۴

۵۲۰ عبدالجلیل (ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۱۳۴

۵۲۱ عبدالحی امرتسری، مولانا ۱۱۳۵

۵۲۲ عبدالحی جام پوری، مولانا ۱۱۳۶

۵۲۳ عبدالحی عابد (لاہور)، مولانا ۱۱۳۸

۵۲۴ عبدالحی (مانسہرہ)، مولانا ۱۱۳۸

۵۲۵ عبدالحی کوہاٹی، مولانا ۱۱۳۹

۵۲۶ عبدالحق بدایونی (کراچی)، مولانا ۱۱۳۹

۵۲۷ عبدالحفیظ پیرزادہ (کراچی)، جناب ۱۱۴۰

۵۲۸ عبدالحفیظ حقانی حنفی (آگرہ)، جناب ۱۱۴۰

۵۲۹ عبدالحفیظ مکھڑوی، مولانا ۱۱۴۱

۵۳۰ عبدالحفیظ شاہ، جناب سید ۱۱۴۲

۵۳۱ عبدالحق الباکستانی، مولانا ۱۱۴۲

۵۳۲ عبدالحق (اٹک)، مولانا ۱۱۴۲

۵۳۳ عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا ۱۱۳۴

- ۵۳۴ عبدالحق چوہان (رحیم یار خان)، مولانا ۱۱۳۴
- ۵۳۵ عبدالحق حقانی محدث دہلوی، مولانا ۱۱۳۵
- ۵۳۶ عبدالحق شیخ (چیچہ وطنی)، مولوی ۱۱۳۶
- ۵۳۷ عبدالحق غزنوی، مولوی ۱۱۳۷
- ۵۳۸ عبدالحق کوٹلوی سربندی، جناب ابوالمنظور ۱۱۳۹
- ۵۳۹ عبدالحلیم الیاسی چشتی قادری نقشبندی (یادگیر گلبرگہ)، مولانا ۱۱۵۱
- ۵۴۰ عبدالحلیم کانپوری، مولانا ۱۱۵۱
- ۵۴۱ عبدالحمید آزاد، مولانا ۱۱۵۲
- ۵۴۲ عبدالحمید بٹ (لودھراں)، جناب خواجہ ۱۱۵۲
- ۵۴۳ عبدالحکیم خان پٹیالوی، جناب ڈاکٹر ۱۱۵۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۵۶

۵۴۴ عبدالحکیمؒ (ساکن دھرم کوٹ)، مولانا ۱۱۵۵

۵۴۵ عبدالرؤف دہلوی، جناب ۱۱۵۵

۵۴۶ عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولانا ۱۱۵۶

۵۴۷ عبدالرب خان برہم قادیانی ۱۱۵۸

۵۴۸ عبدالرحمن بٹالوی، جناب حاجی ۱۱۵۸

۵۴۹ عبدالرحمن (تلہ گنگ)، جناب حافظ ۱۱۵۸

۵۵۰ عبدالرحمن خان (ملتان)، جناب منشی ۱۱۵۹

۵۵۱ عبدالرحمن خان (والی افغانستان)، جناب ۱۱۵۹

۵۵۲ عبدالرحمن دہلویؒ، مولانا ابوسلمان ۱۱۵۹

۵۵۳ عبدالرحمن دیوبندیؒ، مولوی ۱۱۶۰

۵۵۴ عبدالرحمنؒ (ساکن لکھوکی)، مولانا ۱۱۶۰

۵۵۵ عبدالرحمن عثمانیؒ (تلہ گنگ)، مولانا ۱۱۶۱

۵۵۶ عبدالرحمنؒ (فیصل آباد)، مولانا ۱۱۶۱

۵۵۷ عبدالرحمن گیلانیؒ (مالیر کوٹلہ)، مولانا صوفی سید ۱۱۶۲

۵۵۸ عبدالرحمنؒ (لاہور)، مولانا میاں ۱۱۶۲

۵۵۹ عبدالرحمن مصری قادیانی، لاہوری ۱۱۶۵

۵۶۰ عبدالرحمن مونگیریؒ، جناب حاجی سید ۱۱۶۵

۵۶۱ عبدالرحمن قادیانی (ڈیرہ غازیخان) ۱۱۶۶

۵۶۲ عبدالرحیم اشرفؒ (فیصل آباد)، مولانا حکیم ۱۱۶۷

۵۶۳ عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر ۱۱۷۲

۵۶۴ عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، جناب صوفی ۱۱۷۲

۵۶۵ عبدالرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدرآباد دکن)، جناب ۱۱۷۳

۵۶۶ عبدالرحیم سہارنپوریؒ، جناب شاہ ۱۱۷۳

۵۶۷ عبدالرحیم سہارنپوریؒ، جناب قاری ۱۱۷۴

۵۶۸ عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب ۱۱۷۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۵۷

۵۶۹ عبدالرحیم قریشی (حیدرآباد دکن)، مولانا ۱۱۷۵

۵۷۰ عبدالرحیم منہاج (فیصل آباد)، مولانا ۱۱۷۶

۵۷۱ عبدالرحیم ڈیروی، مولانا ۱۱۷۶

۵۷۲ عبدالرحیم کشمیری، مولانا ۱۱۷۷

۵۷۳ عبدالرحیم کوٹلوی، مولانا حکیم ۱۱۷۸

۵۷۴ عبدالرزاق انقلابی (شجاع آباد)، مولانا ۱۱۷۸

۵۷۵ عبدالرزاق سلیم خانی، مولانا ۱۱۷۸

۵۷۶ عبدالرزاق معہ قادیانی ۱۱۷۹

۵۷۷ عبدالرسول بکھریار (شاہ پور ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۱۸۰

۵۷۸ عبدالرشید طالوت (ملتان)، مولانا ۱۱۸۰

۵۷۹ عبدالرشید (لاہور)، مولانا ۱۱۸۱

۵۸۰ عبدالستار انصاری، جناب ۱۱۸۲

۵۸۱ عبدالستار تونسوی، مولانا ۱۱۸۳

۵۸۲ عبدالستار چاوڑو (بدین سندھ)، مولانا ۱۱۸۹

۵۸۳ عبدالستار خان نیازی، مولانا ۱۱۹۱

۵۸۴ عبدالستار دہلویؒ، مولانا ۱۱۹۶

۵۸۵ عبدالسلامؒ (حضر و ضلع اٹک)، مولانا ۱۱۹۶

۵۸۶ عبدالسلام قادری بانسویؒ، مولانا ۱۱۹۸

۵۸۷ عبدالسلام لکھنویؒ، مولانا ۱۱۹۸

۵۸۸ عبدالسلام ہزارویؒ، مولانا ۱۱۹۹

۵۸۹ عبدالسلام ہمدانی امرتسریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۰ عبدالشکور حنفی مرزا پوریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۱ عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا ۱۲۰۰

۵۹۲ عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا ۱۲۰۱

۵۹۳ عبدالصمد سربازیؒ، مولانا قاضی ۱۲۰۲

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۸

۵۹۴ عبدالصمد سندوری سیاحؒ، مولانا ۱۲۰۲

۵۹۵ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ ۱۲۰۳

۵۹۶ عبدالعزیز (بٹالہ)، جناب منشی ۱۲۰۴

۵۹۷ عبدالعزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم ۱۲۰۷

۵۹۸ عبدالعزیز رائے پوریؒ، مولانا ۱۲۰۸

۵۹۹ عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا ۱۲۱۱

۶۰۰ عبدالعزیز مرتضائیؒ، مولانا ۱۲۱۱

۶۰۱ عبدالعزیز ملتانی، جناب ابوالعزیز ۱۲۱۲

۶۰۲ عبدالعزیز، مولانا ابوعمر ۱۲۱۲

۶۰۳ عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھیؒ، مولانا ۱۲۱۲

۶۰۴ عبدالغفار لکھنویؒ، مولانا ۱۲۱۳

۶۰۵ عبدالغفار (مکھیانہ، جھنگ صدر)، مولانا ۱۲۱۳

۶۰۶ عبدالغفور انوری (ملتان)، جناب ملک ۱۲۱۳

۶۰۷ عبدالغفور پنچہ (شاہ پور، ضلع سرگودھا)، جناب قاضی ۱۲۱۳

۶۰۸ عبدالغفور جہلمیؒ، مولانا ۱۲۱۵

۶۰۹ عبدالغفور عباسی مدنیؒ، مولانا ۱۲۱۵

۶۱۰ عبدالغفور غزنویؒ، مولانا ۱۲۱۶

۶۱۱ عبدالغفور قاسمی سجاولؒ، مولانا ۱۲۱۶

۶۱۲ عبدالغفور کانپوریؒ، مولانا ۱۲۲۰

۶۱۳ عبدالغفور ہزارویؒ، مولانا ۱۲۲۰

۶۱۴ عبدالغنی شاہجہانپوریؒ، مولانا مفتی ۱۲۲۱

۶۱۵ عبدالغنیؒ (گجرات)، مولانا حکیم ۱۲۲۷

۶۱۶ عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابوغده ۱۲۲۸

۶۱۷ عبدالقادر آزادؒ (لاہور)، مولانا ۱۲۲۷

۶۱۸ عبدالقادرؒ (بہادریاں)، مولانا قاضی ۱۲۲۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۵۹

۶۱۹ عبدالقادر رائے پوری، حضرت شاہ ۱۲۲۹

۶۲۰ عبدالقادر (سات گڑھی)، مولانا ۱۲۳۶

۶۲۱ عبدالقادر (ساکن بیگووال ریاست کپور تھلہ)، مولانا ۱۲۳۷

۶۲۲ عبدالقادر سانوی، مولانا محمد ۱۲۳۷

۶۲۳ عبدالقادر (گجرات)، جناب ڈاکٹر ۱۲۳۷

۶۲۴ عبدالقادر، مولانا صاحبزادہ مفتی ۱۲۳۸

۶۲۵ عبدالقدیر امروہی، جناب ۱۲۳۸

۶۲۶ عبدالقدیر صمدانی، مولانا ۱۲۳۸

۶۲۷ عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار ۱۲۳۹

۶۲۸ عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب ۱۲۳۹

۶۲۹ عبدالقیوم سرحدی، مولانا ۱۲۴۰

۶۳۰ عبدالقیوم میرٹھی، مولانا ۱۲۴۰

۶۳۱ عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی ۱۲۴۰

۶۳۲ عبداللطیف افضل گجراتی، جناب ۱۲۴۵

۶۳۳ عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا ۱۲۴۶

۶۳۴ عبداللطیف جہلمی، حضرت مولانا ۱۲۵۲

۶۳۵ عبداللطیف رحمانی مونگیری، حضرت مولانا مفتی ۱۲۵۴

۶۳۶ عبداللطیف مسعود (ڈسکہ)، مولانا ۱۲۵۶

۶۳۷ عبداللطیف (مندراں والی)، مولانا حکیم ۱۲۵۸

۶۳۸ عبداللہ احمد پوری، مولانا محمد ۱۲۵۸

۶۳۹ عبداللہ افضل پوری عظیم آبادی، مولانا سید محمد ۱۲۶۰

۶۴۰ عبداللہ بن عبدالغفار المکی، جناب علامہ الشیخ ۱۲۶۰

۶۴۱ عبداللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی، مولانا ۱۲۶۱

۶۴۲ عبداللہ (بھکر)، مولانا محمد ۱۲۶۱

۶۴۳ عبداللہ پہلوی، مولانا محمد ۱۲۶۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۰

۶۴۴ عبد اللہ جان، مولانا ۱۲۶۵

۶۴۵ عبد اللہ چکڑالوی، جناب ۱۲۶۶

۶۴۶ عبد اللہ خالد (مانسہرہ)، مولانا محمد ۱۲۶۶

۶۴۷ عبد اللہ درخواستی، مولانا محمد ۱۲۶۷

۶۴۸ عبد اللہ دھرم کوٹی، مولانا ۱۲۷۴

۶۴۹ عبد اللہ روپڑی، مولانا ۱۲۷۴

۶۵۰ عبد اللہ شاہجہانپوری، مولانا ۱۲۷۵

۶۵۱ عبد اللہ عقیف، مولانا ۱۲۷۵

۶۵۲ عبد اللہ غازی پوری، مولانا محمد ۱۲۷۵

۶۵۳ عبد اللہ معمار، مولانا محمد ۱۲۷۶

۶۵۴ عبد اللہ ٹونکی (اورینٹل کالج لاہور)، مفتی محمد ۱۲۷۶

۶۵۵ عبد اللہ کلام، مولانا ۱۲۷۶

۶۵۶ عبد اللہ (کھاریاں)، مولانا شیخ محمد ۱۲۷۷

۶۵۷ عبد الماجد بدایونی، مولانا ۱۲۷۷

۶۵۸ عبد المالک شاہ (گوجرانوالہ)، مولانا سید ۱۲۷۸

۶۵۹ عبدالمالک صدیقی (خانیوال)، مولانا خواجہ ۱۲۸۱

۶۶۰ عبدالمتمین ابوزرین جھٹنگی، مولانا ۱۲۸۱

۶۶۱ عبدالمجید امجد بخاری بٹالوی، جناب سید ۱۲۸۱

۶۶۲ عبدالمجید انور (ساہیوال)، مولانا ۱۲۸۲

۶۶۳ عبدالمجید دہلوی، مولانا ۱۲۸۷

۶۶۴ عبدالمجید سوہدروی، مولانا ۱۲۸۷

۶۶۵ عبدالمجید سیفی، جناب حکیم ۱۲۸۸

۶۶۶ عبدالمجید فاروقی (لاہور)، مولانا ۱۲۸۸

۶۶۷ عبدالمجید (فیجی آئی لینڈ)، مولانا ۱۲۸۹

۶۶۸ عبدالمجید مونگیری، مولانا ۱۲۸۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۶۱

- ۶۶۹ عبدالمجیدؒ، جناب حکیم حافظ ۱۲۸۹
- ۶۷۰ عبدالمجیدؒ (کوٹ سبزل)، مولانا ۱۲۹۴
- ۶۷۱ عبدالمنانؒ (سرگودھا)، جناب راؤ ۱۲۹۴
- ۶۷۲ عبدالمنانؒ وزیر آبادیؒ، جناب حافظ ۱۲۹۵
- ۶۷۳ عبدالواحد خان رام پوریؒ، مولانا ۱۲۹۵
- ۶۷۴ عبدالواحدؒ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی ۱۲۹۵
- ۶۷۵ عبدالواحد مخدومؒ (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا ۱۲۹۶
- ۶۷۶ عبدالواحدؒ (کنری ضلع تھرپارکر)، جناب میاں ۱۲۹۶
- ۶۷۷ عبدالودود قریشیؒ (پشاور)، جناب ۱۲۹۷
- ۶۷۸ عبدالوہاب حجازیؒ (سمندری)، جناب ۱۲۹۷
- ۶۷۹ عبدالوہاب خانؒ (رام پور)، مولانا ۱۲۹۷
- ۶۸۰ عبدالوہاب شاہؒ (حاصل پور)، جناب سید ۱۲۹۸
- ۶۸۱ عبدالکریم سعدی سندھیؒ، مولانا ۱۳۰۱
- ۶۸۲ عبدالکریمؒ (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد ۱۳۰۱
- ۶۸۳ عبدالکریم قریشیؒ (پیر شریف)، مولانا ۱۳۰۲

- ۶۸۴ عبدالکریم مہابہ (لاہور)، مولانا ۱۳۰۸
- ۶۸۵ عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب ۱۳۱۳
- ۶۸۶ عبدالہادی دین پوری، حضرت میاں ۱۳۱۴
- ۶۸۷ عبید اللہ احرار (فیصل آباد)، مولانا ۱۳۱۵
- ۶۸۸ عبید اللہ انور (لاہور)، حضرت مولانا ۱۳۱۶
- ۶۸۹ عبید اللہ (عظیم آباد)، مولانا قاضی ۱۳۱۸
- ۶۹۰ عتیق الرحمن آروی، مولانا ۱۳۱۸
- ۶۹۱ عتیق الرحمن چنیوٹی، مولانا ۱۳۱۹
- ۶۹۲ عتیق اللہ شاہ کشمیری، جناب مفتی ۱۳۱۹
- ۶۹۳ عثمان الوری (کراچی)، جناب محمد ۱۳۲۰

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۶۲

۶۹۴ عرب مکی حنفی قادریؒ، مولانا قاری مفتی السید محمد ۱۳۴۰

۶۹۵ عزیز احمد قادری بدایونیؒ، مولانا مفتی ۱۳۴۰

۶۹۶ عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ)، جناب ۱۳۴۱

۶۹۷ عزیز الرحمن (بمبئی)، مولانا مفتی ۱۳۴۱

۶۹۸ عزیز الرحمن دیوبندیؒ، مولانا مفتی ۱۳۴۱

۶۹۹ عزیز الرحمن گجرانیؒ (ملتان)، جناب ۱۳۴۲

۷۰۰ عزیز الرحمن گجراتی، جناب ملک ۱۳۴۲

۷۰۱ عزیز انصاریؒ (گوجرانوالہ)، جناب علامہ ۱۳۴۲

۷۰۲ عطاء اللہ اعوانؒ، جناب پروفیسر ۱۳۴۳

۷۰۳ عطاء الحسن شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید ۱۳۴۳

۷۰۴ عطاء المنعم شاہ بخاریؒ (ملتان)، مولانا سید ۱۳۴۳

۷۰۵ عظیم پارس ایرانیؒ، جناب ڈاکٹر محمد ۱۳۴۶

۷۰۶ عظیم واعظؒ سرکار عالی، مولوی محمد ۱۳۴۶

۷۰۷ علاؤ الدینؒ بی۔ ایل بھاگل پوری، جناب ۱۳۴۶

۷۰۸ علم الدین حافظ آبادیؒ، مولانا ۱۳۴۷

۷۰۹ علم الدینؒ (ساکن قادیان)، مولانا ۱۳۴۷

۷۱۰ علم الدین شہیدؒ (لاہور)، جناب غازی ۱۳۴۷

۷۱۱ علمائے سیالکوٹ ۱۳۳۰

۷۱۲ علمائے شاہجہاں پور ۱۳۳۰

۷۱۳ علمائے گوجرانوالہ ۱۳۳۱

۷۱۴ علی الحائریؒ (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید ۱۳۳۱

۷۱۵ علی امرتسریؒ، جناب ڈاکٹر حکیم محمد ۱۳۳۳

۷۱۶ علی چنیوٹیؒ، جناب صوفی محمد ۱۳۳۳

۷۱۷ علیؒ (ژوب)، جناب الحاج صوفی محمد ۱۳۳۳

۷۱۸ علیؒ (لودھراں)، جناب صوفی محمد ۱۳۳۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۳

۷۱۹ علی محمد صدیقیؒ (راجن پور)، مولانا ۱۳۳۵

۷۲۰ علی مونگیریؒ، حضرت مولانا سید محمد ۱۳۳۷

۷۲۱ علی کاندھلویؒ، مولانا محمد ۱۳۳۲

۷۲۲ عماد الدین غوریؒ، مولانا ۱۳۳۲

۷۲۳ عمر اچھرویؒ، مولانا محمد ۱۳۳۳

۷۲۴ عمرؒ (ژوب)، جناب الحاج شیخ محمد ۱۳۳۳

۷۲۵ عمر شمس آبادیؒ، مولانا مفتی محمد ۱۳۳۳

۷۲۶ عمر ملتانیؒ، مولانا محمد ۱۳۳۳

۷۲۷ عنایت اللہؒ (لاہور)، مولانا ۱۳۳۳

۷۲۸ عنایت علی داناپوریؒ، مولانا صوفی ۱۳۳۳

(غ)

۷۲۹ غازی احمدؒ (اٹک)، جناب پروفیسر ۱۳۳۶

۷۳۰ غازی نجم (راولپنڈی) ۱۳۳۸

۷۳۱ غفور احمدؒ (کراچی)، جناب پروفیسر ۱۳۳۸

۷۳۲ غلام احمد اخگر امرتسریؒ، مولانا ۱۳۵۰

۷۳۳ غلام احمد پرویز ۱۳۵۲

۷۳۴ غلام احمدؒ (مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا ۱۳۵۲

۷۳۵ غلام اللہ خانؒ (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا ۱۳۵۲

۷۳۶ غلام جہانیاںؒ (ڈیرہ غازیخان)، مولانا ۱۳۵۴

۷۳۷ غلام جیلانی برقؒ، جناب ڈاکٹر ۱۳۵۴

۷۳۸ غلام حیدرؒ، جناب ماسٹر ۱۳۵۵

۷۳۹ غلام دستگیر الهاشمی القصوریؒ، مولانا ۱۳۵۶

۷۴۰ غلام ربانی (جوہر آباد)، جناب مولانا ۱۳۶۶

۷۴۱ غلام ربانی چشتی حنفی (اٹک)، جناب قاضی ۱۳۶۶

۷۴۲ غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری ۱۳۶۷

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۶۴

۷۴۳ غلام رسول فیروزیؒ، مولانا ۱۳۶۷

۷۴۴ غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ، مولانا ۱۳۶۷

۷۴۵ غلام سبحانیؒ (مانسہرہ)، مولانا ۱۳۶۸

۷۴۶ غلام غوث ہزارویؒ، مولانا ۱۳۶۹

۷۴۷ غلام فرید چشتیؒ (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ ۱۳۸۸

۷۴۸ غلام قادر بھیرویؒ، مولانا ۱۳۸۹

۷۴۹ غلام قادر چشتیؒ امرتسریؒ (ملتان)، جناب حکیم ۱۳۸۹

۷۵۰ غلام قادرؒ (مگھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا ۱۳۹۰

۷۵۱ غلام گیلانیؒ (شمس آباد)، مولانا قاضی ۱۳۹۰

۷۵۲ غلام مجتبیٰؒ، جناب ۱۳۹۲

۷۵۳ غلام محمد بگوئیؒ (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا ۱۳۹۲

۷۵۴ غلام محمدؒ (احمد پور شرقیہ)، جناب سید ۱۳۹۲

۷۵۵ غلام محمد دین پوریؒ، حضرت مولانا خلیفہ ۱۳۹۳

۷۵۶ غلام محمد شوخ بٹالویؒ، جناب میاں ۱۳۹۵

۷۵۷ غلام محمد گھوٹویؒ شیخ الجامعہ (بہاولپور)، مولانا ۱۳۹۶

۷۵۸ غلام مرتضیٰ (پیر محل)، مولانا ۱۳۹۶

۷۵۹ غلام مرتضیٰ میانوی، مولانا مفتی ۱۳۹۸

۷۶۰ غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا ۱۳۹۹

۷۶۱ غلام مصطفیٰ مانگ (سکھر)، جناب حاجی ۱۳۹۹

۷۶۲ غلام نبی امرتسری (گوجرانوالہ)، جناب چوہدری ۱۴۰۰

۷۶۳ غلام نبی جانباز (لاہور)، جناب مرزا ۱۴۰۲

۷۶۴ غلام نبی (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر ۱۴۰۳

۷۶۵ غلام نبی میرتاسک (راولپنڈی)، جناب ۱۴۰۴

۷۶۶ غنیمت حسین شاہ اشرفی (مونگیرہ)، مولانا سید ۱۴۰۴

۷۶۷ غوث (لاہور)، مولانا محمد ۱۴۰۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۵

(ف)

۷۶۸ فاروق احمد طرزیؒ، مولانا ۱۴۰۵

۷۶۹ فتح محمد اعوانؒ، جناب ملک ۱۴۰۶

۷۷۰ فتح محمد پانی پتیؒ (مدینہ منورہ)، جناب قاری ۱۴۰۶

۷۷۱ فتح محمدؒ (وزیر ورکان)، جناب ۱۴۰۷

۷۷۲ فتویٰ استتکاف المسلمین عن مخالطة المرزائین ۱۴۰۷

۷۷۳ فتویٰ تکفیر قادیان ۱۴۰۷

۷۷۴ فدا حسین شاہؒ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید ۱۴۰۸

۷۷۵ فرزند توحیدؒ (کراچی)، جناب ۱۴۰۸

۷۷۶ فرید الحقؒ (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ ۱۴۰۹

۷۷۷ فرید الدینؒ (بھوئی گاڑ ضلع اٹک)، مولانا ۱۴۰۹

۷۷۸ فریدؒ (اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی محمد ۱۴۰۹

۷۷۹ فصیح احمد بہاریؒ، جناب ۱۴۱۰

۷۸۰ فضل احمد گورداسپوریؒ، جناب قاضی ۱۴۱۰

۷۸۱ فضل احمدؒ (میانوالی)، جناب میاں ۱۴۱۳

۷۸۲ فضل الرحمنؒ بن محمد (لاہور)، مولانا ۱۴۱۳

۷۸۳ فضل الرحمن شاہ احرارؒ (سلانوالی ضلع سرگودھا)، مولانا ۱۴۱۳

۷۸۴ فضل حقؒ (پشاور)، مولانا ۱۴۱۵

۷۸۵ فضل ربیؒ (مانسہرہ)، مولانا قاری ۱۴۱۵

۷۸۶ فقیر اللہ شاہپوریؒ، مولانا ۱۴۱۶

۷۸۷ فقیر محمد جہلمیؒ، مجاہد اسلام مولانا ۱۴۱۶

۷۸۸ فقیر محمد فیصل آبادیؒ، مولوی ۱۴۱۶

۷۸۹ فیاض حسن سجادؒ (کوئٹہ)، جناب ۱۴۱۹

۷۹۰ فیروز بٹؒ، جناب لالہ ۱۴۲۲

۷۹۱ فیروز خانؒ (ڈسکہ)، مولانا محمد ۱۴۲۳

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۶

۷۹۲ فیض الحسن (آلو مہار شریف)، صاحبزادہ مولانا سید ۱۴۲۷

۷۹۳ فیض القادری (لاہور)، مولانا ۱۴۲۷

۷۹۴ فیض اللہ گجراتی، جناب ۱۴۲۸

(ق)

۷۹۵ قائم الدین عباسی (جتوئی)، مولانا ۱۴۲۸

۷۹۶ قادر بخش (فجی آئی لینڈ)، جناب ۱۴۲۹

۷۹۷ قاسم نانوتوی، حجة الاسلام حضرت مولانا محمد ۱۴۲۹

۷۹۸ قمر الدین (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں ۱۴۳۵

۷۹۹ قمر الدین سیالوی، حضرت خواجہ ۱۴۳۵

(ک)

۸۰۰ گل محمد خالد (چنوں عاقل)، مولانا ۱۴۳۶

۸۰۱ گل محمد خان دیوبندی، مولوی ۱۴۳۷

۸۰۲ گل ناصر ندیم (آزاد کشمیر)، جناب رانا ۱۴۳۷

۸۰۳ گلزار احمد مظاہری (لاہور)، مولانا ۱۴۳۷

(ل)

۸۰۴ لطف اللہ شہید (سایوال)، حضرت قاری ۱۴۳۸

۸۰۵ لطف اللہ علی گڑھی، مولانا ۱۴۴۲

۸۰۶ لطیف احمد شیروانی (ایم۔ اے) ۱۴۴۲

۸۰۷ لعل شاہ دوالمیالوی، مولانا سید ۱۴۴۲

(م)

۸۰۸ مالک کاندھلوی (لاہور)، مولانا محمد ۱۴۴۳

۸۰۹ ماہر القادری (کراچی)، جناب ۱۴۴۴

۸۱۰ مبارک علی شاہ ہمدانی (قصور)، جناب سید ۱۴۴۴

۸۱۱ مجتبیٰ رازی رامپوری، مولانا ۱۴۴۵

۸۱۲ مجیب الرحمن شامی (لاہور)، جناب ۱۴۴۵

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۷

۸۱۳ محب اللہ شاہ راشدیؒ (حیدرآباد)، جناب پیر ۱۴۴۶

۸۱۴ محبوبؒ سبحانی واعظ، مولانا مفتی ۱۴۴۶

۸۱۵ محمد بن عبد اللہ السبیلؒ (مکہ مکرمہ) فضیلۃ الشیخ ۱۴۴۷

۸۱۶ محمد بن یوسفؒ الکافی دمشقی، الشیخ ۱۴۴۷

۸۱۷ محمد شاہؒ (نورکھل)، جناب قاری سید ۱۴۴۷

۸۱۸ محمد شاہؒ (میانوالی)، مولانا ۱۴۴۸

۸۱۹ محمد لدھیانویؒ، مولانا ۱۴۴۸

۸۲۰ محمد مدنیؒ (گجرات)، مولانا ۱۴۵۰

۸۲۱ محمد منشاء (مروٹ ضلع بہاولنگر)، مولانا ۱۴۵۰

۸۲۲ محمد نوشہرویؒ (خوشاب)، جناب میاں ۱۴۵۱

۸۲۳ محمدی بیگمؒ (لاہور)، محترمہ ۱۴۵۲

۸۲۴ محمود احمد رضویؒ (لاہور)، مولانا سید ۱۴۵۲

۸۲۵ محمود الشجاعؒ، جناب علامہ ۱۴۵۲

۸۲۶ محمود الصوافؒ، جناب محمد ۱۴۵۳

۸۲۷ محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا ۱۴۵۳

۸۲۸ محمود علیؒ (کپور تھلہ)، جناب پروفیسر محمد ۱۴۵۵

۸۲۹ محمودؒ، حضرت مولانا مفتی ۱۴۵۵

۸۳۰ محی الدین عبدالرحمنؒ (لکھوکے)، مولانا ۱۴۶۲

۸۳۱ محی الدینؒ (مدراس)، جناب سید ۱۴۶۲

۸۳۲ مختار حسن شیخؒ (لاہور)، جناب ۱۴۶۳

۸۳۳ مخدومؒ (لالیاں ضلع چنیوٹ)، مولانا محمد ۱۴۶۳

۸۳۴ مراد بانجویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ۱۴۶۴

۸۳۵ مرتضیٰ احمد خان میکشؒ (لاہور)، مولانا ۱۴۶۷

۸۳۶ مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا ۱۴۷۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ ۱۶۶۸

۸۳۷ مرغوب الرحمنؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا ۱۴۷۹

۸۳۸ مرید حسین شہیدؒ (چکوال)، جناب غازی ۱۴۷۹

۸۳۹ مسعود احمد راشدی (بورے والا)، مولانا ۱۴۸۲

۸۴۰ مسعود الحسن بخاریؒ، مولانا سید ۱۴۸۲

۸۴۱ مسعود علی الحسنی الجیلانیؒ (فیصل آباد)، السید ۱۴۸۴

۸۴۲ مسلم بن برکت اللہؒ (کراچی)، جناب حاجی محمد ۱۴۸۴

۸۴۳ مسلم عثمانی دیوبندیؒ، مولانا محمد ۱۴۸۵

۸۴۴ مشتاق احمد انبیٹھویؒ، مولانا ۱۴۸۷

۸۴۵ مشتاق احمد چرتھاویؒ، مولانا ۱۴۸۷

۸۴۶ مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۷ مشتاق احمد علی پوریؒ، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۸ مشتاق احمد ہودویؒ، مولانا ۱۴۸۸

۸۴۹ مشرف بریلویؒ (بلوچستان)، جناب ۱۴۸۹

۸۵۰ مصباح الدینؒ (راولپنڈی)، جناب ۱۴۸۹

۸۵۱ مطیع الحقؒ، مولانا محمد ۱۴۸۹

۸۵۲ مظفر اقبال قریشیؒ، مولانا محمد ۱۴۹۰

۸۵۳ مظفر علی شمسیؒ (لاہور)، جناب سید ۱۴۹۱

۸۵۴ مظہر الدین رمدا سیؒ، مولانا ۱۴۹۳

۸۵۵ مظہر الدین ملتانی قادیانی ۱۴۹۳

۸۵۶ مظہر حسینؒ (چکوال)، مولانا قاضی ۱۴۹۴

۸۵۷ مظہر حسین قریشیؒ (سیالکوٹ)، جناب حکیم ۱۴۹۷

۸۵۸ مظہر علی اظہرؒ (لاہور)، مولانا ۱۵۰۰

۸۵۹ معراج دین شہیدؒ (چنیوٹ)، غازی بابو ۱۵۰۰

۸۶۰ معراج دین (ملتان)، جناب حاجی ۱۵۰۱

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۶۹

۸۶۱ ملا محمد بخش حنفی چشتی قادریؒ، مولانا ۱۵۰۳

۸۶۲ ممتاز احمدؒ (کراچی)، مولانا ۱۵۰۵

۸۶۳ مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا سید ۱۵۰۵

۸۶۴ منصور ایم رفعت، جناب ڈاکٹر ۱۵۰۶

۸۶۵ منظور احمد بھٹیؒ (لاہور)، جناب ۱۵۰۷

۸۶۶ منظور احمد (چنیوٹ)، جناب شیخ ۱۵۰۷

۸۶۷ منظور احمدؒ (لاہور)، مولانا حافظ ۱۵۰۷

۸۶۸ منظور نعمانیؒ (لکھنؤ)، مولانا محمد ۱۵۰۸

۸۶۹ منور احمد ملک (جہلم)، جناب پروفیسر ۱۵۲۳

۸۷۰ منیر احمدؒ (گوجرانوالہ)، جناب قاری محمد ۱۵۲۳

۸۷۱ موسیٰ خان - خان، پادری ۱۵۲۵

۸۷۲ موسیٰؒ (لودھراں)، مولانا محمد ۱۵۲۶

۸۷۳ مولا بخشؒ (جھاوریان)، مولانا ۱۵۲۸

۸۷۴ مولا بخش کشتہ امرتسریؒ، جناب ۱۵۲۸

۸۷۵ مہر الدینؒ (لاہور)، مولانا ۱۵۲۹

۸۷۶ مہر دین انصاری کلانوریؒ، جناب ۱۵۲۹

۸۷۷ مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت پیر ۱۵۳۰

۸۷۸ میر عباس علی لدھیانویؒ ۱۵۳۸

۸۷۹ میر محمد ربانیؒ (ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان)، مولانا ۱۵۴۲

(ن)

۸۸۰ نادر علیؒ (گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور) ۱۵۴۴

۸۸۱ نافعؒ (جامعہ آباد جھنگ)، مولانا محمد ۱۵۴۴

۸۸۲ نجم الدینؒ (اورینٹل کالج لاہور)، مولانا پروفیسر ۱۵۴۸

۸۸۳ نذر دینؒ (گولڑہ شریف)، پیر سید ۱۵۴۹

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۷۰

۸۸۴ نذیر احمد بغوی ہزاروی، مولانا ۱۵۵۰

۸۸۵ نذیر احمد (سنگھڑ)، مولانا حکیم ۱۵۵۱

۸۸۶ نذیر احمد (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا ۱۵۵۱

۸۸۷ نذیر حسین دہلوی، جناب سید مولانا ۱۵۵۳

۸۸۸ نذیر سیالکوٹی، جناب صوفی محمد ۱۵۵۵

۸۸۹ نصر اللہ خان (خان گڑھ)، جناب نوابزادہ ۱۵۵۶

۸۹۰ نصیر الدین غورغشتی، حضرت مولانا ۱۵۵۶

۸۹۱ نصیر الدین گولڑوی، پیر ۱۵۵۷

۸۹۲ نظام الدین بی۔ اے (گجرات)، ابو عبیدہ ۱۵۵۸

۸۹۳ نظام الدین ملتانی، جناب مفتی ۱۵۶۲

۸۹۴ نظیر احسن بہاری، جناب ۱۵۶۳

۸۹۵ نظیر صوفی (سیالکوٹ)، جناب ڈاکٹر ۱۵۶۴

۸۹۶ نعیم آسی (سیالکوٹ)، مولانا ۱۵۶۴

۸۹۷ نعیم صدیقی (لاہور)، جناب ۱۵۶۵

۸۹۸ نعیم لدھیانوی (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد ۱۵۶۵

۸۹۹ نمائندہ اخبار سراج الاخبار (جہلم) ۱۵۶۶

۹۰۰ نواب الدین شکوہی، مولانا ۱۵۶۶

۹۰۱ نواب حسین شاہ، مولانا سید ۱۵۷۲

۹۰۲ نواز (ایٹ آباد)، مولانا قاضی محمد ۱۵۷۲

۹۰۳ نواز (ایم۔ اے)، جناب محمد ۱۵۷۳

۹۰۴ نور احمد تازکی، جناب خواجہ ۱۵۷۳

۹۰۵ نور الحسن شاہ بخاری (ملتان)، مولانا سید ۱۵۷۳

۹۰۶ نور الحق علوی (قصور)، مولانا ۱۵۷۷

۹۰۷ نور حسین جعفری کربلائی، جناب ڈاکٹر ۱۵۷۸

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۷۱

۹۰۸ نور محمد قریشیؒ ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب ۱۵۷۸

۹۰۹ نور محمد گرجاکھیؒ، مولانا ۱۵۷۹

۹۱۰ نور محمد مجاہدؒ (لودھراں)، جناب صوفی ۱۵۷۹

۹۱۱ نور محمد ٹانڈویؒ، مولانا ۱۵۸۰

۹۱۲ نور محمد ہزارویؒ، مولانا ۱۵۸۲

۹۱۳ نیاز احمد شاہ گیلانیؒ، مولانا سید ۱۵۸۲

۹۱۴ نیاز لدھیانویؒ، جناب محمد ۱۵۸۳

(و)

۹۱۵ واجد علی خانؒ، جناب ۱۵۸۳

۹۱۶ واجد علی ملتانیؒ، جناب ۱۵۸۴

۹۱۷ وصیت علی غازی پوریؒ، مولانا ۱۵۸۴

۹۱۸ وفاقی حکومت پاکستان ۱۵۸۴

۹۱۹ وقار حسین طاہرؒ (گجرات)، جناب ۱۵۸۶

۹۲۰ ولی الدین بھاگل پوریؒ، جناب حکیم ۱۵۸۶

۹۲۱ ولی الدینؒ، مولانا محمد ۱۵۸۷

۹۲۲ ولی حسن ٹونکیؒ (کراچی)، مولانا مفتی ۱۵۸۷

(ک)

۹۲۳ کاظم حبیبؒ (بھیں ضلع چکوال)، جناب محمد ۱۵۸۹

۹۲۴ کرم الدین دبیرؒ، مولانا قاضی ۱۵۸۹

۹۲۵ کرم حسین شاہؒ دوالمیالوی، پیر سید ۱۵۹۲

۹۲۶ کرم شاہ الازہریؒ (بھیرہ)، مولانا پیر سید ۱۵۹۲

۹۲۷ کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا مفتی ۱۵۹۳

۹۲۸ کفایت حسینؒ (لاہور شیعہ رینما)، جناب حافظ ۱۶۰۲

۹۲۹ کے ایل ناصر، پادری ۱۶۰۲

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ ۱۶۷۲

(۵)

۹۳۰ ہارون الرشید رشیدی (پتوکی)، مولانا ۱۶۰۲

۹۳۱ ہاشم فاضل شمس (حیدر آباد)، جناب سید محمد ۱۶۰۳

۹۳۲ ہدایت اللہ (مقیم راولپنڈی)، مولوی ۱۶۰۴

۹۳۳ ہلال احمد دہلوی، مولانا ۱۶۰۴

(۵)

۹۳۴ یحییٰ لدھیانوی (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۶۰۵

۹۳۵ یحییٰ مدنی (کراچی)، فدائے ختم نبوت مولانا محمد ۱۶۰۵

۹۳۶ یعسوب رحمانی (مونگیر)، جناب حکیم محمد ۱۶۰۸

۹۳۷ یعقوب پٹیالوی، جناب شیخ محمد ۱۶۰۹

۹۳۸ یعقوب چنیوٹی، مولانا محمد ۱۶۲۲

۹۳۹ یعقوب نانوتوی، مولانا محمد ۱۶۲۵

۹۴۰ یعقوب نورانی (فیصل آباد)، مولانا محمد ۱۶۲۸

۹۴۱ یوسف سلیم چشتی (لاہور)، جناب پروفیسر ۱۶۲۸

۹۴۲ یوسف علی ہاشمی قریشی (گوجرانوالہ)، جناب حاجی ۱۶۳۱

۹۴۳ یوسف (کوئٹہ)، جناب الحاج محمد ۱۶۳۲

۹۴۴ یونس مراد آبادی ثم فیصل آبادی، مولانا مفتی محمد ۱۶۳۲

★ ★ ★